تفسیر الکتاب

۱-کرنتھیوں - اِفسیوں

وِلیم میکڈونلڈ

جلد چہارم

تفسیرُ الکتاب

کلام الٰہی کی عام فہم اور آیت بہ آیت تشریح

جلد چہارم

(۱۔ کرنتھیوں ـــــ افسیوں)

ـــــ از ـــــ

ولیم میکڈونلڈ

ـــــ مترجم ـــــ

جیکب سموئیل ایم۔ اے، بی۔ ایڈ

ـــــ ناشرین ـــــ

مسیحی اشاعت خانہ

۳۶۔ فیروز پور روڈ، لاہور

بار ____ دوم

تعداد ____ ایک ہزار

قیمت ____ ۷۰ روپے

سنہ ۲۰۰۰ء

اُردو ایڈیشن کے جُملہ حقوق بحق مسیحی اشاعت خانہ، لاہور محفوظ ہیں۔

Copyright © 1990 by William MacDonald
Urdu edition published by permission of author

مینیجر ایم۔ آئی۔ کے ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے موسیٰ کاظم پرنٹرز، لاہور سے چھپوا کر
شائع کیا۔

پیش لفظ

مسیحی عُلمائے کرام نے بائبل مُقدّس کی مُتعدد تفسیریں رقم فرمائی ہیں تاکہ بائبل کے طالب علم اور بالخصُوص ایسے طُلبا جو بائبل کی اَصل زُبانوں یعنی عبرانی اور یُونانی سے ناآشنا ہیں اُسے بخوُبی سمجھ سکیں۔ زیرِنظر کتاب اُسی سِلسلے کی ایک کڑی ہے۔ لیکن جو بات اِس تفسیر کو دیگر تفاسیر سے ممتاز بناتی ہے یہ ہے کہ اِسے آسان اور سادہ اور غیرفنی زُبان میں لِکھا گیا ہے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مُصنِّف نے مُشکل بیانات کو نظرانداز کر دیا ہے۔ اِس کے برعکس اُس نے نہ صِرف اُن پر سیرحاصِل تبصرہ کیا ہے بلکہ دِیگر عُلما کی اِختلافی تشریح کو بھی شامِل کیا ہے۔

مُصنِّف نے ہر کتاب کی تشریح سے پیشتر اُس کا پَس منظر بھی بیان کیا ہے اور پھر کُل کتاب کو موضُوعات کے لحاظ سے تقسیم کرکے سطر بہ سطر اِس کی تفسیر کی ہے جِس سے ایک قاری کو متن سمجھنے میں بڑی مَدد مِلتی ہے۔

بے شک بائبل کے ہر ایک مُفسِّر کا اپنا مخصُوص زاویۂ نِگاہ اور اَندازِ بیان ہوتا ہے۔ لہٰذا حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ بعض اوقات جب بائبل کا طالب علم کِسی آیت کی تشریح کو اپنے زاویۂ نِگاہ سے مُختلِف پاتا ہے تو شش و پنج میں پڑ جاتا ہے۔ ایسے موقع پر قاری کو خُود فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اُس کے اپنے مخصُوص حالات میں پاک متن کا کیا مطلب ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اِس تفسیر کی اِشاعت سے اُردو خواں مسیحیوں کو بڑی مَدد مِلے گی اور وُہ کتابِ مُقدّس کو اَور بھی بہتر طور پر سمجھنے کے قابل بن جائیں گے۔

— ناشِرین —

مُصنّف کا دِیباچہ

"تفسیرُ الکتاب" پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عام مسیحی خُدا کے کلام کا سنجیدہ طالب علم بن جائے۔ لیکن کوئی تفسیر بھی بائبل مُقدّس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ تفسیر عام فہم انداز میں پاک متن کی سادہ تشریح پیش کر دے اور پھر مزید گہرے مُطالعہ کے لئے قاری کو پاک صحائف کی طرف واپس بھیج دے۔

یہ تفسیر سادہ اور غیر تکنیکی زُبان میں لکھی گئی ہے۔ یہ دعویٰ نہیں کہ یہ ایک عالمانہ کاوش ہے جس میں علمِ الٰہیات کے دقیق نکات پر بحث کی گئی ہے۔ بہت سے ایماندار پُرانے اور نئے عہدنامہ کی اصل زبانوں سے واقفیت نہیں رکھتے۔ لیکن اِس وجہ سے اُنہیں خُدا کے کلام کے عملی فوائد سے محرُوم رہنے کی ضرُورت نہیں۔ مُجھے یقین ہے کہ صحائف کے باقاعدہ اور ترتیب وار مُطالعہ سے ہر مسیحی ایک ایسا شخص بن سکتا ہے "جس کو شرمندہ ہونا نہ پڑے اور جو حق کے کلام کو دُرستی سے کام میں لاتا ہو" (۲۔ تیمتھیُس ۲: ۱۵)۔

تبصرہ مُختصر اور مُجمل ہے مگر ضرُوری اور اہم نکات کو نظرانداز نہیں کیا گیا۔ کسی بھی حِصّے کو سمجھنے کے لئے قاری کو طویل عبارتوں سے گزرنا نہیں پڑتا۔ آج کے تیز رفتار زمانے کا تقاضا ہے کہ سچائی کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جائے۔ تو بھی مُشکل حِصّوں سے پہلُو تہی نہیں کی گئی۔ مُتبادل تشریحات بھی درج کی گئی ہیں اور یہ فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ کون سی تشریح سیاق وسباق کے ساتھ زیادہ مُوافقت رکھتی ہے۔

بائبل مُقدّس کا صرف علم حاصل کر لینا ہی کافی نہیں۔ ضرُور ہے کہ پاک کلام کا زندگی پر عملی اطلاق کیا جائے۔ چنانچہ اِس تفسیر میں یہ مشورے بھی دِئے گئے ہیں کہ خُدا کے لوگوں کی زندگیوں میں پاک صحائف کیسے کارآمد ہو سکتے ہیں۔

اگر اِس تفسیر کے مُطالعہ ہی کو مقصد بنا لیا گیا تو یہ کتاب مُعاون ثابت ہونے کی بجائے ایک پھندا یا جال ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اِس کتاب کے باعث پاک صحائف کے شخصی مُطالعہ کی تحریک مِل جائے اور خُداوند کے آئین و احکام کی تعمیل کے لئے آمادگی پیدا ہو جائے تو اِس کا مقصد پُورا ہو جائے گا۔

میری دُعا ہے کہ رُوحُ القُدس جِس نے بائبل مُقدّس کا اِلہام عطا کیا قاری کے دِل و دِماغ کو روشن کرے، تاکہ وُہ کلامِ پاک کے وسِیلے سے خُدا کا عِرفان حاصِل کرے۔ آمِین۔

کرنتھیوں کے نام پہلا خط

تعارف

"تاریخِ کلیسیا کا بے مثال ٹکڑا"۔ وائزبکر

۱۔ مُستند کتابوں میں بے نظیر مقام

کرنتھیوں کے نام پولُس کے پہلے خط کو "صحیفۂ مسائل" بھی کہا جا سکتا ہے، کیونکہ اِس میں مُصنّف نے اُن مسائل پر بحث کی ہے جن کا کرنتھس کے شریر شہر میں کلیسیا کو سامنا تھا۔ اِس لحاظ سے آج کی کلیسیاؤں کو اِس خط کی اَشد ضرورت ہے، کیونکہ دینی مسائل پہلے سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔ تفرقے، لیڈروں کو ہیرو بنا کر اُن کے گُن گانا، بداخلاقی، قانونی جھگڑے، ازدواجی زندگی سے مُتعلق مسائل، مشکوک رسُومات، رُوحانی نعمتوں کے بارے میں ضوابط، اِس خط میں ان سارے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

لیکن یہ کہنا بھی غلط ہے کہ سارا خط مسائل ہی کا تصفیہ کرتا ہے اور بس! یہی وُہ خط ہے جس میں ۱-کرنتھیوں باب ۱۳ شامل ہے، جو نہ صرف بائبل مقدس میں بلکہ دُنیا بھر کے تمام اَدب میں "محبت" پر بے مثال مقالہ ہے۔ اِسی خط میں مسیح کی اور ہماری قیامت کا بیان (باب ۱۵)، عشائے ربانی کے ضوابط (باب ۱۱)، چندے میں حِصّہ دینے کا حُکم (باب ۱۶) وغیرہ بھی موجود ہیں۔

اگر ہمارے پاس یہ خط نہ ہوتا تو ہم کس قدر تہی دامن ہوتے! یہ عملی مسیحی تعلیمات کا انمول خزانہ ہے۔

۲۔ مُصنّف

سارے عُلما مُتفق ہیں کہ جس صحیفے کو ہم کُرنتھیوں کے نام پہلا خط کہتے ہیں وہ پولُس کے قلم کا پھل ہے۔ بعض مُصنّفین (اکثر آزاد خیال) کو اِس خط میں کچھ "اِضافے" بھی

نظر آتے ہیں۔ یہ محض اُن کی خیال آرائی ہے جس کی مسودّے سے حمایت نہیں ہوتی۔ ۱- کرنتھیوں ۵:۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پولُس نے اِس سے پہلے بھی کُرنتھیوں کو ایک خط (غیر مُصدّقہ) لکھا تھا، مگر وُہ اُس کو صحیح طور پر سمجھ نہ پائے تھے۔

۱- کرنتھیوں کے حق میں "خارجی شہادتیں" بہُت پُرانی ہیں۔ روم کے کلیمینس (تقریباً ۹۵ء) نے اِس کا خاص ذِکر کرتے ہُوئے اِسے "مُبارک پولُس رسُول کا خط" کہا ہے۔ کلیسیا کے دِیگر قدیم مُصنّفین جنہوں نے اِس کتاب سے اِقتباس کِئے ہیں، اُن میں پولیکارپ، یُوسطین شہید، اثینا گرس، ایرینیس، سکندریہ کا کلیمینس اور طرطُلیان شامِل ہیں۔ یہ کتاب (۱- کُرنتھیوں) مُرتوروی فہرست میں شامِل ہے۔ اور بِدعتی مرقیون کی اپنی "فہرستِ کُتبِ مُقدّسہ" میں اِسے گلتیوں کے بعد رکھا گیا ہے۔

"داخلی شہادت" بھی بہُت مضبُوط ہے۔ مُصنّف نے ۱:۱ اور ۱۶:۲۱ میں خُود کو "پولُس" کہہ کر مُتعارف کرایا ہے۔ اِس کے عِلاوہ ۱:۱۲-۱۷؛ ۳:۴، ۶، ۲۲ کے دلائل بھی تائید کرتے ہیں کہ یہ پولُس کی تصنیف ہے۔ اعمال کی کتاب اور پولُس کے دُوسرے خطُوط کے ساتھ مُطابقت اور رسُول کی فِکرمندی کا نمایاں رنگ اِس خیال کی تردید کرتے ہیں کہ کتاب جعلی ہے۔ چنانچہ پُورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اِس کا مُصنّف پولُس رسول ہی ہے۔

۳- سنِ تصنیف۔ پولُس کہتا ہے کہ مَیں یہ خط اِفسس سے لِکھ رہا ہُوں (۱۶:۸، ۹ بحوالہ آیت ۱۹)۔ اُس نے وہاں تین برس تک خِدمت کی۔ کرنتھیوں کے نام پہلا خط اِس طویل خِدمت کے نصف آخر میں (۵۵ء یا ۵۶ء) لِکھا گیا ہوگا۔ بعض عُلما کے مُطابق یہ خط اِس سے بھی پہلے لِکھا گیا تھا۔

۴- پس منظر اور موضُوع

قدیم کرنتھس جنُوبی یُونان میں اتھینے کے مغرب میں واقع تھا (اور ہے)۔ پولُس کے زمانے میں تجارتی شاہراہیں یہیں سے گزرتی تھیں۔ کرنتھس تجارت کا بڑا مرکز تھا۔ ہر طرف سے قافلے اِس شہر میں آتے تھے۔ یہاں کے لوگوں کا مذہب سراپا برگشتگی تھا۔ اِس لئے یہ شہر ہر طرح کی بداخلاقی اور بدکاری کا اڈا بھی بن گیا تھا۔ یہاں تک کہ لفظ

کرِنتھس ہر قسم کی شہوت پرستی اور ناپاکی کا مُترادِف سمجھا جاتا تھا۔ شہر زناکاری میں اِتنا بدنام تھا کہ لوگوں نے ایک لفظ گھڑ لیا تھا “کرنتھیازومائی” korinthiazomai جس کا مطلب ہی “ذِلّت کی زندگی بسر کرنا” ہے۔

پولُس اپنے دُوسرے مِشنری دَورے کے دَوران پہلی دفعہ کرِنتھس گیا تھا (اعمال باب ۱۸)۔ پہلے اُس نے اپنے ہم پیشہ خیمہ دوزوں پرسِکلہ اور اکولہ کے ساتھ مِل کر یہُودیوں کے درمیان تبلیغی محنت کی۔ جب اکثر یہُودیوں نے اُس کے پیغام کو قبُول نہ کیا تو وُہ کرنتھس کے غیر قوم لوگوں کی طرف متوجہ ہُوا۔ خُوشخبری کی منادی سے لوگوں نے نجات پائی اور ایک کلیسیا قائم ہو گئی۔

کوئی تین برس بعد پولُس اِفسس میں منادی کر رہا تھا کہ اُسے کرنتھس سے ایک خط موصُول ہُوا جس میں وہاں کی جماعت کے اندر پائی جانے والی مُشکلات کا ذِکر تھا۔ عِلاوہ ازیں عملی مسیحی زندگی سے متعلق کئی سوال بھی پُوچھے گئے تھے۔ اِسی خط کے جواب میں کرنتھیوں کے نام پہلا خط تحریر ہُوا۔

اِس خط کا موضُوع یہ ہے کہ ایک دُنیوی اور جسمانی کلیسیا کو کِس طرح درُست کیا جا سکتا ہے۔ ایسی کلیسیا بہُت سے غلط خیالوں، غلط کاموں اور بدعتی تعلیموں کا مُحاسبہ نہیں کرتی اِن پر پولُس رسُول بڑی فکرمندی سے نظر ڈالتا ہے۔ مافٹ نے اِس کا لُبِ لباب یُوں بیان کیا ہے: “کلیسیا دُنیا میں تھی، جیسا کہ ہونی چاہئے تھی، لیکن دُنیا کلیسیا کے اندر تھی، جیسا کہ نہیں ہونی چاہئے تھی۔”

چونکہ دورِ حاضر میں بھی بہُت سی کلیسیاؤں میں حالات ایسے ہی ہیں، اِس لئے کرنتھیوں کے پہلے خط کی افادیت دائمی ہے۔

خاکہ

۱۔ تعارُف (۱:۱-۹)

ا۔ سلام (۱:۱-۳)
ب۔ شُکر گزُاری (۱:۴-۹)

۲۔ کلیسیا کے اَندر بَدنظمی (۱:۱۰-۶:۲۰)

ا۔ ایمان داروں میں تَفرِقے (۱:۱۰-۴:۲۱)
ب۔ ایمان داروں میں بَداخلاقی (باب ۵)
ج۔ اِیمان داروں میں مُقدّمہ بازی (۶:۱-۱۱)
د۔ ایمان داروں میں اخلاقی ڈِھیلاپن (۶:۱۲-۲۰)

۳۔ رسُول کی طرف سے کلیسیا کے سوالوں کے جواب (ابواب ۷-۱۴)

ا۔ شادی اور تجرّد کے بارے میں (باب ۷)
ب۔ بُتوں کی قُربانیوں کا گوشت کھانے کے بارے میں (۸:۱-۱۱:۱)
ج۔ عورتوں کے سَر ڈھانکنے کے بارے میں (۱۱:۲-۱۶)
د۔ عشائے ربّانی کے بارے میں (۱۱:۱۷-۳۴)
ہ۔ رُوحُ القُدس کی نعمتوں اور کلیسیا میں اُن کے اِستعمال کے بارے میں (ابواب ۱۲-۱۴)

۴۔ قیامت کے مُنکروں کو پَولُس کا جواب (باب ۱۵)

ا۔ قیامت اٹل ہے (۱۵:۱-۳۴)
ب۔ قیامت پر اِعتراضات پر غور و فکر (۱۵:۳۵-۵۷)
ج۔ قیامت کی روشنی میں اِختتامی اپیل (۱۵:۵۸)

۵- پَولُس کی آخری نصیحتیں (باب ۱۶)

ا- چندے کے بارے میں (۱۶: ۱-۴)

ب- اپنے ذاتی منصُوبوں کے بارے میں (۱۶: ۵-۹)

ج- اِختتامی نصیحتیں اور سلام (۱۶: ۱۰-۲۴)

تفسیر

۱۔ تعارف (۱:۱-۹)

۱۔ سلام (۱:۱-۳)

۱:۱۔ "پولس" کو دمشق کی راہ پر "یسوع مسیح کا رسول ہونے کے لئے بُلایا گیا" تھا۔ یہ بُلاہٹ نہ کسی اِنسان کی طرف سے تھی نہ کسی اِنسان کی معرفت تھی، بلکہ براہِ راست خُداوند یسوع نے خود بُلایا تھا۔ "رسول" کا مطلب ہے "بھیجا ہُوا"۔ پہلے رسول مسیح کی قیامت کے گواہ تھے۔ اُن کی معرفت معجزے بھی ہوتے تھے تاکہ تصدیق ہو جائے کہ اُن کا پیغام خُدا کی طرف سے ہے۔

"بھائی سوستھنیس" مسیح میں یہ بھائی پولس کے ساتھ تھا، اِس لئے اُس نے اِس کا نام بھی شامل کر لیا۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ وُہی سوستھنیس ہے جس کا ذکر اعمال ۱۸: ۱۷ میں آیا ہے جو عبادت خانے کا سردار تھا اور جسے یونانیوں نے سرِعام مارا تھا۔ غالباً یہ لیڈر پولس کی وساطت سے ایمان لایا تھا، اور اب خوشخبری کو پھیلانے میں اُس کی مدد کر رہا تھا۔

۱:۲۔ اِس خط میں سب سے پہلے "خُدا کی ... کلیسیا ... جو کرنتھس میں ہے" کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ بات اِنتہائی حوصلہ افزا ہے کہ دُنیا کا کوئی خطہ خواہ کیسا ہی بداخلاق اور بدکردار کیوں نہ ہو، وہاں خُدا کے لوگوں کی کلیسیا قائم ہو سکتی ہے۔ پولس کرنتھس کی کلیسیا کے بارے میں بتاتا ہے کہ یہ اُن لوگوں کی جماعت ہے "جو مسیح یسوع میں پاک کئے گئے اور مُقدّس لوگ" ہیں۔ یہاں "پاک کئے گئے" کا مطلب ہے کہ خُدا کے واسطے دُنیا سے الگ کئے گئے۔ یہ اُن سب کی "حیثیت" کا بیان ہے جو مسیح کے ہیں۔ جہاں تک اُن کی "عملی حالت" کا تعلق ہے، اُنہیں پاکیزہ زندگی گزارنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا چاہئے۔

بعض لوگ اِسی بات پر مُطمئن ہوئے بیٹھے رہتے ہیں کہ "پاک کرنا" خُدا کے فضل کا

کام ہے جس سے اِنسان کی گُناہ کی فِطرت کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ یہ آیت ایسی تعلیم کی نفی کرتی ہے۔ جہاں تک عملی پاکیزگی کا تعلق ہے، کرنتھس کے مسیحی ہرگز وُہ نہ تھے جو اُن کو ہونا چاہئے تھا۔ لیکن یہ حقیقت بہرحال موجُود تھی کہ ”حیثیت“ کے لحاظ سے خُدا نے اُن کو ”پاک“ کِیا تھا۔

مُقدّسین ہونے کے اعتبار سے وُہ ایک عظیم رِفاقت کے اراکین تھے۔ یہ رفاقت اُن لوگوں کی ہے جو ”مُقدّس ... ہونے کے لئے بُلائے گئے ہیں“ اور اُن کی بھی ”جو ہر جگہ ہمارے اور اپنے خُداوند یسوع مسیح کا نام لیتے ہیں“۔ اگرچہ اِس خط کی تعلیمات میں پہلے کرنتھس کے مُقدّسین کو مخاطب کِیا گیا ہے، لیکن یہ عالمی رفاقت میں شامِل اُن سارے لوگوں کے لئے ہیں جو مسیح کی خُداوندیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

۱:۳۔ ایک خاص ڈھنگ سے کرنتھیوں کا پہلا خط مسیح کی خُداوندیت کا خط ہے۔ بہُت سے اِنفرادی اور جماعتی مسائِل پر بحث کرتے ہُوئے پَولُس اپنے قارِئین کو مُسلسل یاد دِلاتا ہے کہ مسیح خُداوند ہے، اور جو کُچھ بھی ہم کرتے ہیں وُہ اِس عظیم سچائی کی تصدیق میں کِیا جانا چاہئے۔

آیت ۳ میں پَولُس کا مخصُوص سلام درج ہے۔ ”فضل اور اطمینان“ پَولُس کی پُوری خُوشخبری کا خُلاصہ ہے۔ خُدا کا ”فضل“ ہر برکت کا سرچشمہ ہے اور ”اِطمینان“ مسیح کے فضل کو قبول کرنے کا نتیجہ ہے۔ یہ عظیم برکتیں ”ہمارے باپ خُدا اور خُداوند یسوع مسیح کی طرف سے“ مِلتی ہیں۔ پَولُس ”خُداوند یسوع“ اور ”ہمارے باپ خُدا“ کا بیان ایک ہی سانس میں کرنے سے نہیں ہچکچاتا۔ نئے عہد نامے میں ایسی سینکڑوں تراکیب ہیں جِن میں خُداوند یسوع کے خُدا باپ کے برابر ہونے کا مفہُوم پایا جاتا ہے۔

ب۔ شُکرگُزاری (۱:۴-۹)

۱:۴۔ سلام کرنے کے بعد پَولُس رسُول اُس عجیب اور شاندار کام کے لئے خُدا کا شُکر کرتا ہے جو اُن کی زِندگیوں میں ہُوا ہے (آیات ۴-۹)۔ پَولُس کی ایک قابِلِ تعریف صِفت ہے کہ وُہ اپنے ساتھی ایمان داروں کی زِندگیوں میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ڈھونڈ نِکالتا ہے جِس کے لئے خُدا کا شُکر ادا کِیا جا سکے۔ اگر اُن کی عملی

زندگیاں اتنی قابلِ تعریف نہ تھیں تو کم سے کم وُہ اِس کام کے لئے اپنے "خُدا کا شُکر" کر سکتا ہے جو اُس نے اُن کی زِندگیوں میں کیا تھا۔ یہاں بالکل یہی صُورتِ حال ہے۔ کرنتھس کے مسیحی وُہ لوگ نہیں تھے جن کو رُوحانی مسیحی کہا جاتا ہے۔ مگر پَولُس کم سے کم "اُس فضل" کے لئے شکر کر سکتا ہے جو "مسیح یسوع میں" اُن "پر ہُؤا" تھا۔

۱:۵۔ جس خاص انداز سے خُدا کا فضل کرنتھیوں پر ہُؤا وُہ یہ تھا کہ وُہ رُوح القُدس کی نعمتوں سے دَولت مند ہو گئے تھے۔ پَولُس خاص طور پر "کلام اور علم" کی نعمتوں کا ذِکر کرتا ہے۔ غالباً اِشارہ اِس طرف ہے کہ کرنتھیوں کو طرح طرح کی زبانیں بولنے، اُن کا ترجمہ کرنے اور غیر معمُولی دَرجے کا علم عطا ہُؤا تھا۔ "کلام" کا تعلق خارجی اظہار سے اور "علم" کا تعلق باطنی سمجھ سے ہے۔

۱:۶۔ اِن نعمتوں کا ہونا اُس کام کی تصدیق ہے جو خُدا نے اُن کی زِندگیوں میں کیا تھا۔ اِسی لئے پَولُس کہتا ہے کہ "چنانچہ مسیح کی گواہی تم میں قائم ہُوئی"۔ اُنہوں نے "مسیح کی گواہی" سُنی، اُس کو ایمان سے قبول کیا اور خُدا نے اُن کو معجزانہ قوتیں عطا کر کے تصدیق کر دی کہ وُہ حقیقت میں نجات یافتہ ہیں۔

۱:۷۔ جہاں تک نعمتوں کے مالک ہونے کا تعلق ہے کرنتھس کی کلیسیا کسی سے کم تر نہ تھی۔ لیکن صِرف اِن نعمتوں کا مالک ہونا حقیقی رُوحانیت کا نِشان نہیں ہے۔ پَولُس خُداوند کا ایک ایسی بات کے لئے شُکر ادا کرتا ہے جس کے لئے کرنتھی خُود براہِ راست ذمّہ دار اور اہل نہ تھے۔ آسمانی خُداوند اِنسان کی اہلیّت کا لحاظ کئے بغیر نعمتیں عطا کرتا ہے۔ اگر کسی کو کوئی نعمت حاصل ہے تو اِس پر فخر نہ کرے، بلکہ فروتنی سے اِس کا اِستعمال کرے۔

رُوح کا پھل ایک بالکل الگ بات ہے۔ اِس کے لئے ایمان دار کو خُود رُوح القُدس کے تابع ہونا پڑتا ہے۔ پَولُس کرنتھیوں کی زندگیوں میں رُوح کے پھل کے لئے اُن کی تعریف نہیں کر سکتا تھا۔ مگر صِرف اِس بات کے لئے جو خُدا نے اپنے اِختیارِ مُطلق سے اُن کی زندگیوں میں کی تھی اور جس پر اُن کا اپنا کوئی اِختیار نہیں تھا۔

خط میں آگے چل کر رسُول کو اُن مُقدّسین کو جھڑکنا پڑے گا کہ اپنی نعمتوں کا غلط اِستعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہاں وُہ صِرف شُکر کرنے پر اِکتفا کرتا ہے کہ اُنہیں یہ نعمتیں

غیر معمولی طور پر مِلی ہیں۔

کرنتھی بڑے اشتیاق سے "ہمارے خُداوند یسوؔع مسیح کے ظہُور کے منتظر" تھے۔ بائبل مُقدّس کے عُلما میں اِس "ظہُور" کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اِس سے خُداوند کا اپنے مُقدّسوں کے لئے آنا (۱۔ تھِسلُنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸) یا مُقدّسین کے ساتھ آنا (۲۔ تھسلُنیکیوں ۱: ۶-۱۰) مُراد ہے، یا دونوں مُراد ہیں۔ پہلی صُورت میں مسیح کا ظہُور صِرف ایمان داروں کے لئے ہو گا، جبکہ دُوسری صُورت میں ساری دُنیا کے لئے ہو گا۔ ایمان دار تو فضائی اِستقبال اور مسیح کے جلالی ظہُور دونوں کے بڑے اِشتیاق سے "مُنتظِر" ہیں۔

۱: ۸۔ اب رسُول اِس یقین کا اِظہار کرتا ہے کہ خُداوند اُن مُقدّسین کو "آخر تک قائم بھی رکھے گا تاکہ ... ہمارے خُداوند یسوؔع مسیح کے دِن بے الزام" ٹھہریں۔ ایک دفعہ پھر یہ بات اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ پوُلس اُس بات کے لئے خُدا کا شُکر کرتا ہے جو خُدا کرے گا، نہ کہ اُس بات کے لئے جو کرنتھیوں نے کی ہے (یعنی اُن کے اعمال وکردار)۔ چونکہ وُہ مسیح پر ایمان لائے اور خُدا نے رُوح کی نعمتیں دے کر اِس حقیقت کی تصدیق کی اِس لئے پوُلس کو یقین ہے کہ خُدا اُن کو اُس دِن تک اپنے لئے "قائم ... رکھے گا" جب مسیح اپنے لوگوں کو لینے کے لئے آئے گا۔

۱: ۹۔ کرنتھیوں کے بارے میں پوُلس کی اُمیّد کی بُنیاد "خُدا" کی وفاداری پر ہے جس نے اُن کو "اپنے بیٹے ... کی شراکت کے لئے بُلایا ہے۔" وُہ جانتا ہے کہ چونکہ خُدا نے اُن کو "ہمارے خُداوند" کی زندگی میں شریک کرنے کے لئے اِتنی بڑی قیمت ادا کی ہے اِس لئے وُہ اُن کو اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دے گا۔

۲۔ کلیسیا کے اندر بدنظمی (۱: ۱۰-۶: ۲۰)

ا۔ ایمان داروں میں تفرقے (۱: ۱۰-۴: ۲۱)۔

۱: ۱۰۔ اب پوُلس کلیسیا کے اندر "تفرقوں" کے مسئلے (۱: ۱۰-۴: ۲۱) پر بات کرنے کو تیار ہے۔ شرُوع میں وُہ یگانگت کے لئے محبّت آمیز نصیحت کرتا ہے۔ ایک

رسُول کے اِختیار کے ساتھ حُکم دینے کی بجائے وُہ بھائی کی اُلفت کے ساتھ اِلتماس کرتا ہے۔ یہ اِلتماس "یسوع مسیح جو ہمارا خُداوند ہے اُس کے نام کے وسیلہ سے" کی گئی ہے۔ اور چونکہ نام سے مُراد وُہ شخص اور ذات ہے اِس لئے اِلتماس کی بُنیاد خُداوند یسوع کی ذات اور اُس کا کام ہے۔ کُرنتھی آدمیوں کے نام کو عزّت دیتے تھے، جس سے صِرف تفرقے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ پولُس خُداوند یسوع کے نام کو بُلند کرتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ خُدا کے لوگوں میں صِرف اِسی طرح یگانگت اور یکجہتی پیدا ہو سکتی ہے۔ "یک رائے ہو" کا مطلب ہے کہ تُمہارے درمیان اِختلافات نہ ہوں، بلکہ وفاداری اور اِطاعت کے اعتبار سے یک دِل ہو۔ یہ یگانگت اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب مسیحی ویسا ہی مزاج رکھیں جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔ اگلی آیات میں پولُس اُن کو عملی طور پر بتائے گا کہ وُہ کس طرح مسیح کی سوچ رکھ سکتے ہیں۔

۱:۱۱۔ کرنتھس میں جھگڑوں اور تفرقوں کی خبر پولُس کو "خلوئے کے گھر والوں سے" ملی تھی۔ اُن کا نام بتا کر پولُس مسیحی کردار کے ایک اہم اصُول کو سامنے لاتا ہے۔ ہمیں کسی کے بارے میں کوئی بات اُس وقت تک آگے نہیں پہنچانی چاہیئے جب تک اِس مُعاملے میں سامنے آنے پر تیار نہ ہوں۔ اگر آج اِس نمونے کی پیروی کی جائے تو کلیسیاؤں میں افراتفری پیدا کرنے والی بہُت سی بے کار یاوہ گوئی ختم ہو جائے گی۔

۱:۱۲۔ مقامی کلیسیا کے اندر فرقے یا پارٹیاں بنائی جا رہی تھیں۔ ہر فرقہ/ پارٹی اپنے لئے الگ لیڈر کا دعویدار تھا۔ بعض "پولُس" کو ترجیح دیتے تھے تو بعض "اپلوس" کو۔ بعض کہتے تھے کہ ہم "کیفا" (پطرس) کو اوّلیت دیتے ہیں اور بعض کہتے تھے ہم "مسیح کے" ہیں۔ غالباً اُن کا مطلب تھا کہ صرف ہم ہی مسیح کی پیروی کر رہے ہیں اور دُوسرے سب اُس سے خارج ہیں۔

۱:۱۳۔ پولُس اُن کی تفرقہ بازی پر خفا ہو کر اُن کو جھڑکتا ہے (آیات ۱۳-۱۷)۔ کلیسیا کے اندر ایسی پارٹیاں بنانا "مسیح" کے بدن کی یگانگت سے اِنکار کے مُترادف ہے۔ آدمیوں کے پیچھے لگنے کا مطلب ہے اُس "ہستی" کی تحقیر جو اُن کے لئے مصلوب ہُوئی تھی۔ کِسی آدمی کا نام لینے کا مطلب ہے کہ یہ بھُول گئے کہ بپتسمہ لیتے وقت ہم نے خُداوند یسوع کا وفادار رہنے کا وعدہ کیا تھا۔

۱:۱۴- کرنتھس میں اُبھرتی ہُوئی پارٹیوں کو دیکھ کر پَولُس "خُدا کا شُکر کرتا" ہے کہ اُس نے وہاں کی جماعت میں سے صِرف چند ایک ہی کو بپتسمہ دِیا تھا۔ اِس سلسلے میں وُہ "کرِسپُس اور گیُس" کا نام لیتا ہے جن کو اُس نے بپتسمہ دیا تھا۔

۱:۱۵، ۱۶- رسُول ہرگز نہیں چاہتا کہ کوئی کہے کہ پَولُس نے ہمیں اپنے نام پر بپتسمہ دیا تھا۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ ایمان لانے والوں کو اپنے لئے جیتنے یا اپنی ناموری حاصِل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اُس کا واحد مقصد یہ تھا کہ مَرد وزن کو خُداوند یسُوع مسیح کے پاس لائے۔

تھوڑا سا غور کرنے پر پَولُس کو یاد آتا ہے کہ "ستفناس کے خاندان کو بھی مَیں نے بپتسمہ دِیا" تھا۔ اُسے یاد نہیں کہ "کِسی اَور کو بپتسمہ دیا ہو"۔

۱:۱۷- وُہ وضاحت کرتا ہے کہ بُنیادی طور پر "مسیح نے مُجھے بپتسمہ دینے کو نہیں بھیجا بلکہ خوشخبری سُنانے کو"۔ اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ پَولُس بپتسمے پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے ابھی ابھی چند اشخاص کے نام گِنوائے ہیں جن کو اُس نے بپتسمہ دیا تھا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُس کا بڑا اور خاص کام منادی کرنا تھا، بپتسمہ دینا نہیں۔ یہ کام اُس نے دُوسرے افراد کو، شاید مقامی کلیسیا کے بعض مسیحیوں کے سپُرد کیا ہوگا۔ البتہ یہ آیت اِس تصوّر کی تردید ضرُور کرتی ہے کہ نجات کے لئے بپتسمہ ضرُوری ہے۔ اگر یہ بات درُست ہوتی تو پَولُس یہاں یہ کہتا کہ مَیں شُکر ادا کرتا ہُوں کہ مَیں نے سوائے کرِسپُس اور گیُس کے کِسی کو نجات نہ دی۔ یہ تصوّر ہی نامعقول ہے!

آیت ۱۷ کے آخری حِصّے میں پَولُس آگے آنے والی باتوں کی طرف رُخ کرتا ہے۔ اُس نے "خُوشخبری" کی منادی "کلام کی حِکمت سے نہیں" کی "تاکہ مسیح کی صلیب بے تاثیر نہ ہو"۔ وُہ جانتا تھا کہ اگر مَیں اپنی خُوش بیانی یا خوش تقریری سے لوگوں کو متاثر کرُوں تو "مسیح کی صلیب" کے حقیقی مطلب اور مقصد کو بیان کرنے میں ناکام رہوں گا۔

اگلے حِصّے کو سمجھنے میں بڑی مَدد ملے گی اگر ہم یاد رکھیں کہ کُرِنتھی یُونانی تھے، اور اِس لئے اِنسانی حِکمت کو بے حد پسند کرتے تھے۔ وُہ اپنے فلاسفروں کو قومی ہیرو مانتے تھے۔ اور کُچھ ایسی ہی رُوح کُرِنتھس کی کلیسیا میں بھی آگئی تھی۔ اُن میں سے بعض کی خواہش تھی کہ خوشخبری کو "دانشوروں" یا "روشن خیال طبقے" کے لئے قابلِ قبول بنایا جائے۔ وُہ محسوس کرتے تھے کہ عُلما کے درمیان اِسے کُچھ حیثیت حاصِل نہیں

ہے۔ اِس لئے وُہ پیغام کو اِنسانی عقل کے لئے مقبول بنانا چاہتے تھے۔ غالباً یہی عقل پرستی وہ مسئلہ تھا جس کے باعث لوگ انسانی لیڈروں کے گرد پارٹیاں بنانے لگے تھے۔ جب خوشخبری کو قابلِ قبول بنانے کی کوشش کی جاتی ہیں تو انسان ہمیشہ غلط راہوں پر چل نِکلتا ہے۔ خُدا کی حکمت اور اِنسان کی حِکمت میں بے اِنتہا فرق ہے۔ اِن میں مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش قطعی لاحاصل ہوتی ہے۔

اب پولُس ثابت کرتا ہے کہ اِنسانوں کو سرفراز کرنا حماقت ہے، اور زور دیتا ہے کہ ایسا کرنا انجیل کے پیغام سے کچھ مُوافقت نہیں رکھتا (۱: ۱۸ - ۳: ۴)۔ اُس کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ صلیب کا پیغام ہر اُس بات کے اُلٹ ہے جس کو انسان حقیقی حِکمت قرار دیتے ہیں (۱: ۱۸ - ۲۵)۔

۱: ۱۸۔ "صلیب کا پیغام ہلاک ہونے والوں کے نزدیک تو بیوقوفی ہے"۔

بارنز کیا خوب کہتا ہے:

> صلیب پر موت کا تصوّر تو ہر اُس بات سے متعلق تھا جو شرمناک اور ذِلّت آمیز ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا کہ نجات صرف ایک مصلوب شخص کے دُکھ سہنے اور موت پر موقوف ہے اُن کے سینوں میں خالص حقارت اور تضحیک کے جذبات ہی اُبھار سکتا تھا"۔

یُونانی حِکمت کے دِلدادہ تھے (لفظ فلاسفر کا لفظی مطلب بھی یہی ہے)۔ لیکن انجیل کے پیغام میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو اُن کے عِلمی تکبّر کو بھاتی۔

"مگر نجات پانے والوں کے نزدیک" صلیب کا پیغام "خُدا کی قدرت ہے"۔ وُہ پیغام کو سُنتے ہیں، ایمان سے قبول کرتے ہیں تو نئی پیدائش کا مُعجزہ اُن کی زِندگیوں میں رُونما ہوتا ہے۔ اِس آیت میں اِس سنجیدہ حقیقت پر غور کریں کہ اِنسانوں کے صرف دو ہی گروہ ہیں (۱) ہلاک ہونے والے اور (۲) نجات پانے والے۔ درمیانی گروہ کوئی نہیں۔ اِنسان اپنی اِنسانی حِکمت پر قُربان ہوتا رہے، مگر صرف صلیب کا پیغام ہی نجات تک پہنچاتا ہے۔

۱: ۱۹۔ انجیل کی خوشخبری اِنسانی حِکمت کو ناگوار لگتی ہے۔ اِس حقیقت کی نبوّت یسعیاہ (۲۹: ۱۴) نے اِن الفاظ میں کی تھی کہ "مَیں حکیموں کی حِکمت کو نیست اور عقل مندوں

کی عقل کو رد کروں گا"۔ سیاق و سباق میں اِن الفاظ سے خُدا یہُوواہ کے "حکیموں" کی اِس حِکمتِ عملی کو رد کرتا ہے کہ جب اُن کو سنحیرب کے حملے کا خطرہ تھا تو اُنہوں نے مِصر کے ساتھ اِتحاد کرنے کی کوشش کی۔ کیسی عجیب بات ہے کہ خُدا اپنے اِرادے ایسے طریقوں سے پُورے کرنے میں خُوش ہوتا ہے جو اِنسان کی نظر میں بیوقوفی معلُوم ہوتے ہیں۔ کتنی ہی دفعہ خُدا ایسے طریقے اِستعمال کرتا ہے کہ دُنیا کے حکیم جن کا مذاق اُڑاتے ہیں، وُہ نہایت صحت اور اہلیت کے ساتھ مجوزہ نتائج حاصل کر لیتے ہیں۔ مِثال کے طور پر اِنسان کی حِکمت اُسے یقین دِلاتی ہے کہ تُو اپنے اعمال سے نجات کما سکتا اور اُس کا حق دار بن سکتا ہے۔ لیکن اِنجیل اِنسان کی ایسی تمام کوششوں کو رد کر دیتی ہے، اور مسیح کو پیش کرتی ہے کہ خُدا تک پہنچنے کا واحد ذریعہ یہی ہے۔

۱:۲۰ - یہاں پَولُس ایک زبردست چیلنج پیش کرتا ہے۔ "کہاں کا حکیم؟ کہاں کا فقیہ؟ کہاں کا اِس جہان کا بحث کرنے والا؟" کیا نجات کا منصُوبہ بنلتے وقت خُدا نے اُن سے مشورہ لیا تھا؟ کیا یہ اپنی حِکمت سے نجات اور مخلصی کا ایسا منصُوبہ وضع کر سکتے تھے؟ کیا وُہ خُدا کی کسی بات کو غلط ثابت کر سکتے ہیں؟ جواب ہے "ہرگز نہیں"۔ خُدا نے دُنیا کی حِکمت کو بیوقوفی" ثابت کر دِیا۔

۱:۲۱ - اِنسان اپنی حِکمت سے کبھی "خُدا کو جان" نہیں سکتا۔ صدیوں تک خُدا نے نسلِ اِنسانی کو موقع دِیا اور نتیجہ ناکامی رہا۔ اِس لئے "خُدا کو یہ پسند آیا" کہ صلیب کی "منادی ۔ ۔ ۔ کے وسیلہ سے" جو دُنیا کو بیوقوفی معلُوم ہوتی ہے "ایمان لانے والوں کو نجات دے"۔ جس منادی کو بیوقوفی کہا گیا ہے اُس سے مُراد "صلیب" ہے۔ بے شک ہم جانتے ہیں کہ یہ بیوقوفی نہیں ہے۔ لیکن اِنسان کے تاریک ذہن اور اندھی عقل کو یہ بیوقوفی معلُوم ہوتی ہے۔ گوڈٹ کہتا ہے کہ آیت ۲۱ میں تاریخ کا سارا فلسفہ، ساری کتابوں کا نچوڑ موجُود ہے۔

۱:۲۲ - "یہُودی نِشان چاہتے ہیں"۔ یہ اُن کی قومی خاصیت تھی۔ اُن کا رویہ ہی یہ تھا کہ اِیمان تب لائیں گے جب کوئی مُعجزہ دِکھایا جائے گا۔ دُوسری طرف "یُونانی حِکمت تلاش کرتے ہیں"۔ وُہ اِنسانی معقولات، دلائل اور منطق پر فریفتہ تھے۔

۱:۲۳ - لیکن پَولُس اُن کی خواہشات پُوری نہیں کرتا۔ وُہ کہتا ہے "مگر ہم ۔ ۔ ۔ مسیح مصلُوب کی مُنادی کرتے ہیں"۔ کسی نے کہا ہے کہ پَولُس نہ تو نِشانوں کا دِلدادہ یہُودی اور نہ حِکمت

کا دِلدادہ یُونانی تھا بلکہ مُنجّی کا دِلدادہ مسیحی تھا۔

"یہُودیوں کے نزدیک" مسیح مصلُوب "ٹھوکر" کھانے کا پتّھر تھا۔ وُہ مُنتظِر تھے کہ کوئی طاقتور فوجی لیڈر آئے گا اور ہمیں روم کے ظُلم و جبر سے چُھڑائے گا۔ لیکن اِس کی بجائے اِنجیل اُن کو کیلوں سے صلیب پر جڑا ہُوا مُنجّی پیش کرتی ہے۔ "غیر قوموں" یعنی یُونانیوں "کے نزدیک" مسیحِ مصلُوب "بیوقوفی ہے"۔ وُہ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ جو شخص بظاہر ایسی کمزوری اور ناکامی میں مَر گیا وُہ ہمارے مسائل کیونکر حل کر سکتا ہے۔

۱:۲۴ - لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ جن چیزوں کی یہُودیوں اور غیر قوموں کو تلاش تھی وُہ نہایت عجیب طور سے خداوند یسوع میں موجُود ہیں۔ جو لوگ اُس کی بلاہٹ کو سُنتے اور اُس کا یقین کرتے ہیں "یہُودی ہوں یا یُونانی۔ اُن کے نزدیک مسیح خدا کی قُدرت اور خُدا کی حِکمت ہے"۔

۱:۲۵ - درحقیقت خُدا کی ذات ہر قسم کی کمزوری اور بیوقوفی سے مُبرّا ہے۔ لیکن آیت ۲۵ میں پَولُس کہہ رہا ہے کہ جس چیز کو اِنسان خُدا کی "بیوقُوفی" جانتے ہیں وُہ دراَصل "آدمیوں کی حِکمت سے زیادہ حِکمت والی ہے"۔ اور جس چیز کو اِنسان خُدا کی "کمزوری" سمجھتے ہیں وُہ ہر اُس چیز سے زیادہ "زور آور" ہے جو اِنسان پَیدا کر سکتا ہے۔

۱:۲۶ - اِنجیل کی خوشخبری کے بارے میں بیان کرنے کے بعد اَب رسُول اُن لوگوں کی طرف مُتوجّہ ہوتا ہے جن کو خُدا صلیب کے پیغام کے وسیلے سے بُلاتا ہے (آیات ۲۶-۲۹)۔ وُہ اہلِ کرنتھس کو یاد دِلاتا ہے کہ "جسم کے لحاظ سے بہُت سے حکیم، بہُت سے اِختیار والے، بہُت سے اَشراف نہیں بُلائے گئے"۔ کئی دفعہ توجُّہ دلائی جاتی ہے کہ متن میں یہ نہیں کہا گیا کہ "کوئی ... نہیں" بلکہ یہ کہ "بہُت سے ... نہیں"۔ چنانچہ طبقۂ شُرفا سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کہا کرتی تھی کہ اِسی معمُولی سے فرق کے باعث مُجھے نجات ملی ہے۔

کرنتھی خُود بھی مُعاشرے کے اعلیٰ دانشور طبقے سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اُن کو بھی پیغام بڑے اُونچے فلسفیانہ انداز میں نہیں دِیا گیا تھا، بلکہ سیدھے سادے الفاظ میں۔ پھر وُہ اِنسانی حِکمت کو اِتنی اہمیّت کیوں دے رہے تھے اور اُن منادوں اور مُبشّروں کو بُلند درجہ کیوں دے رہے تھے جو پیغام کو دُنیاوی حِکمت والوں کے لئے دِل پسند بنانے کی کوشش کرتے تھے؟

اگر اِنسانوں نے کلیسیا تعمیر کرنی ہوتو وُہ مُعاشرے کے سرکردہ لوگوں کو شامل کرنا چاہیں گے۔ لیکن آیت ۲۶ سِکھاتی ہے کہ جن لوگوں کو اِنسان آسمان پر چڑھا دیتے ہیں خُدا اُن کی کوئی پروا نہیں کرتا بلکہ جِن کو وُہ بُلا لیتا ہے، عموُماً ایسے افراد ہوتے ہیں جن کو دُنیا والے بے وُقعت سمجھتے ہیں۔

۱:۲۷- "بلکہ خُدا نے دُنیا کے بے وقُوفوں کو چُن لِیا کہ حکیموں کو شرمِندہ کرے اور خُدا نے دُنیا کے کمزوروں کو چُن لِیا کہ زور آوروں کو شرمندہ کرے"۔ ایرک ساؤر کہتا ہے کہ:

> "خام مال جتنا گھٹیا ہوگا ... فنکار اُستاد کی عِزّت اور قدر اُتنی ہی زیادہ ہوگی۔ فوج جِتنی چھوٹی ہو گی ... فاتح کی تعریف وتوصیف اُتنی ہی زور دار ہو گی"۔

خُدا نے یریحُو کی دیواروں کو زمین بوس کرنے کے لئے نرسنگے اِستعمال کِئے۔ اُس نے مِدیان کی فوجوں کو شکستِ فاش دینے کے لئے جِدعون کی فوج ۳۲،۰۰۰ سے کم کر کے صِرف ۳۰۰ جوان کر دی۔ اُس نے فلستیوں کو مار بھگانے کے لئے شمجر کے ہاتھ میں بیل کے پینے کو اور پُوری فوج کو شکست دینے کے لئے سمسُون کے ہاتھ میں گدھے کے جبڑے کی ہڈی کو اِستعمال کِیا۔ اور ہمارے خُداوند نے پانچ ہزار کو کھلانے کے لئے چند روٹیوں اور مچھلیوں کے عِلاوہ کیا اِستعمال کیا تھا؟

۱:۲۸- "خُدا نے دُنیا کے کمینوں اور حقیروں کو بلکہ بے وجُودوں کو چُن لیا"۔ خُدا ایسے ناممُکِن سے خام مال کو اِستعمال کرتا ہے "تاکہ موجودوں کو نیست کرے"۔ دُوسرے لفظوں میں اُسے پسند آیا کہ اُن آدمیوں کو چُن لے اور اُن کے وسیلے سے اپنے نام کو جلال دے جن کو دُنیا والے حقیر اور ناچیز سمجھتے ہیں۔ اِن آیات سے اُن مسیحیوں کی آنکھیں کھُل جانی چاہئیں جو مشہور ہستیوں کی سرپرستی کے پیچھے بھاگتے اور خُدا کے فروتن اور حلیم مُقدسین کو ناچیز سمجھتے ہیں۔

۱:۲۹- خُدا دُنیا کی نظروں میں حقیر اور ناچیز افراد کو اِس لئے چُنتا ہے کہ اِنسان کو نہیں بلکہ سارا جلال اُس (خُدا) کو مِلے اور اِنسان کے پاس فخر کرنے کا کوئی موقع نہ ہو۔ چونکہ نجات پُورے طور سے اُسی سے ہے، اِس لئے صِرف وُہی پرستش اور تعظیم کے

لائق ہے۔

۱:۳۰۔ آیت ۳۰ مزید زور دیتی ہے کہ ہم جو کچھ ہیں اور ہمارے پاس جو کچھ ہے سب خُدا کی طرف سے ہے، کسی فلسفے یا حکمت کے باعث نہیں۔ چنانچہ کسی اِنسان کے لئے فخر کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ پہلے تو "مسیح یسوع" ہمارے لئے "خُدا کی طرف سے حکمت ٹھہرا"۔ وہ خُدا کی حکمت ہے (آیت ۲۴) یعنی وُہ ہستی جس کو خُدا کی حکمت نے نجات کا وسیلہ ہونے کے لئے چُنا۔ جب ہمارے پاس وُہ ہوتا ہے تو ہمیں وُہ حکمت حاصل ہوتی ہے جو ہماری پُوری پُوری نجات کی ضامن ہے۔ دُوسرے، مسیح ہماری "راستبازی" ہے۔ اُس پر ایمان کے باعث پاک خُدا ہمیں راستباز شمار کرتا ہے۔ تیسرے، وُہ ہماری "پاکیزگی" ہے۔ اپنے آپ میں ہم پاک نہیں ہیں، لیکن اُس میں ہمیں پاکیزگی کی حیثیّت حاصل ہوتی ہے اور اُسی کی قُدرت سے ہم پاکیزگی میں درجہ بدرجہ بڑھتے جاتے ہیں۔ چوتھے، وُہ ہماری "مخلصی" ہے۔ بلا شُبہ اِس سے مُراد مخلصی کا وُہ آخری مرحلہ ہے جب خُداوند آئے گا اور ہمیں اپنے ساتھ آسمانی وطن میں لے جائے گا اور ہماری رُوح، جان اور بدن کامل مخلصی پائیں گے۔

ٹریَنچ نے اِس حقیقت کی یُوں تصوِیر کھینچی ہے:

> "مسیح سے الگ حکمت، گُناہ کی حد تک بیوقوفی ہے۔ مسیح سے الگ راست بازی، خطا اور حُکمِ سزا ہے۔ مسیح سے الگ پاکیزگی، پلیدگی اور گُناہ ہے۔ مسیح سے الگ مخلصی بندھن اور غلامی ہے۔"

اے۔ ٹی۔ پیٹرسن آیت ۳۰ کا اطلاق مسیح خداوند کی زِندگی اور خِدمت پر کرتا ہے کہ

> "مسیح کے کام، اُس کی باتیں اور اُس کے اطوار ــــــــ یہ اُس کو خُدا کی حکمت ثابت کرتے ہیں۔ پھر اُس کی موت، تدفین اور قیامت آتی ہے۔ اِن کا تعلق ہماری راست بازی سے ہے۔ اِس کے بعد اُس کا چالیس[۴۰] دِن تک اِنسانوں کے درمیان چلنا پھرنا، آسمان پر صُعُود فرمانا، رُوح کی نعمت اور خُدا باپ کی دہنی طرف بیٹھنا ہے۔ اِن کا تعلق ہمارے پاک ٹھہرائے جانے سے ہے۔ اور اِس کے بعد اُس کا دوبارہ آنا ہے، جس کا تعلق ہماری مخلصی سے ہے۔"

۱:۳۱- خُدا نے اِن ساری باتوں کا ایسا بندوبست کیا ہے کہ یہ تمام برکات ہمیں ”خُداوند میں“ ملیں۔ چنانچہ پولُس کی دلیل یہ ہے کہ ”اِنسانوں پر فخر کیوں ہو؟ ہمارے لئے وُہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نہیں کر سکتے“۔

۲:۱- اَب پولُس قارئین کو یاد دلاتا ہے کہ اُس نے اُن کے درمیان کیسے خِدمت کی، کِس طرح کوشش کی کہ اُسے نہیں بلکہ خُدا کو جلال ہو۔ وُہ کہتا ہے کہ ”جب مَیں ... تم میں خُدا کے بھید کی منادی کرتے لگا تو اعلیٰ درجہ کی تقریر یا حِکمت کے ساتھ نہیں آیا“۔ وُہ خُود کو ایک فلاسفر یا خُوش بیان ہستی منوانے کا خواہش مند نہیں تھا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ پولُس سمجھتا تھا کہ عقل/اِدراک کی خِدمت اور رُوحانی خِدمت میں کیا فرق ہے۔ عقل یا اِدراک کی خِدمت سے مُراد وُہ خدمت ہے جو اِنسان کو خوش کرتے، تفریحِ طبع کا سامان فراہم کرنے یا عمومی طور سے اِنسان کے جذبات کو متاثر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ دُوسری طرف روحانی خِدمت ہے۔ یہ خُدا کے کلام کی سچائی کو اِس طرح پیش کرتی ہے کہ سامعین کے دِل اور ضمیر کو متاثر کرے اور خُداوند مسیح کو جلال مِلے۔

۲:۲- پولُس کے پیغام کا مرکز و محور ”یسوؔع مسیح بلکہ مسیحِ مصلُوب ہے“۔ ”یسوؔع مسیح“ سے اُس کی ذات اور شخصیّت اور ”مسیح مصلُوب“ سے اُس کا کام مُراد ہے۔ مسیحی مبلّغ یا مُبشر کے پیغام کا لُبِ لباب خُداوند یسوؔع کی ذات اور اس کا کام ہے۔

۲:۳- پولُس زور دیتا ہے کہ میری اپنی وضع قطع میں نہ دِلکشی تھی نہ اثر آفرینی۔ بلکہ ”مَیں کمزوری اور خوف اور بہُت تھرتھراتے کی حالت میں تمہارے پاس رہا“۔ انجیل کی خُوشخبری کا خزانہ مٹّی کے ایک برتن میں رکھا تھا کہ ساری قدرت کی شان پولُس کی نہیں بلکہ خُدا کی ہو۔ پولُس خُود نمونہ تھا کہ کِس طرح خُدا کمزور چیزوں کو اِستعمال کرتا ہے تاکہ زور آوروں کو شرمندہ کرے۔

۲:۴- پولُس کی ”تقریر“ اور ”منادی“ دونوں ہی میں اِنسانی ”حِکمت کی لُبھانے والی باتیں نہ تھیں“۔ بلکہ اُس کی منادی کی سچائی ”رُوح اور قُدرت سے ثابت ہوتی تھی“۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ ”تقریر“ سے وُہ مواد مُراد ہے جو وُہ پیش کرتا تھا اور ”منادی“ سے مُراد اُس کے پیش کرنے کا طریقہ ہے۔ دُوسرے عُلما کہتے ہیں کہ ”تقریر“ سے مُراد افراد کے سامنے گواہی اور ”منادی“ سے مُراد جماعتوں یا گروہوں کے سامنے پیغام دینا

ہے۔ دُنیا کے معیار کے مُطابق پَولُس نے خُوش تقریری کا کوئی مُقابلہ نہیں جیتا ہوگا۔ لیکن خُدا کا "رُوح" پیغام اِستعمال کرتا تھا اور لوگ اپنے گُناہ سے قائل ہوتے اور خُدا کی طرف رجُوع لاتے تھے۔

۵:۲- پَولُس ایک زبردست خطرے سے واقف تھا کہ لوگ زندہ خداوند کی طرف متوجّہ ہونے کی بجائے میری اور میری ذات میں دِلچسپی لینے لگیں۔ اُس کو اِحساس ہے کہ مَیں نہ برکت دے سکتا ہُوں نہ نجات، اِس لئے اُس نے مُصمم اِرادہ کر رکھا تھا کہ لوگوں کی راہنمائی اِس طرح کرے کہ اُن کا اِیمان "اِنسان کی حکمت پر نہیں بلکہ خُدا کی قُدرت پر مَوقوف ہو"۔ جِتنے افراد بھی اِنجیل کی خُوشخبری کا پیغام دیتے اور خُدا کے کلام کی منادی کرتے ہیں اُن کا مقصد اور نشانہ ہمیشہ یہی ہونا چاہئے۔

۶:۲- اوّل تو انجیل میں جو "حکمت" دِکھائی دیتی ہے اُس کی اصل خُدا ہے (آیات ۶، ۷)۔ "ہم حکمت کی باتیں" اُن سے بیان کرتے ہیں جو "کامل" یعنی پُختہ (بالغ) ہیں۔ لیکن یہ "اِس جہان کی حکمت" نہیں، اور نہ "اِس جہان کے نیست ہونے والے سردار" اِس کو حکمت مان سکتے ہیں۔ اُن کی حکمت تو فنا ہونے والی چیز ہے اور اُن کی طرح صِرف ایک مختصر سے وقت کے لئے پَیدا ہُوئی۔

۷:۲- "ہم خُدا کی وُہ پوشیدہ حکمت بھید کے طور پر بیان کرتے ہَیں"۔ نئے عہدنامہ میں "بھید" سے مُراد وُہ سچائی ہے جو پہلے ظاہر نہ کی گئی تھی۔ لیکن کلیسیا کے ابتدائی دَور میں رسُولوں اور نبیوں نے اِس کو ایمان داروں پر ظاہر کر دیا ہے۔ یہ بھید وُہ "پوشیدہ حکمت ۔۔۔ (ہے) ۔۔۔ جو خُدا نے جہان کے شرُوع سے پیشتر ہمارے جلال کے واسطے مقرر کی تھی"۔ خُوشخبری کے بھید میں کئی ایک عجیب سچائیاں شامل ہیں۔ مثلاً یہ حقیقت کہ "اب" یہُودی اور غیر قومیں مسیح میں ایک ہوگئی ہیں، کہ خُداوند یسُوع آئے گا اور اپنے مُنتظر لوگوں کو لے جائے گا تاکہ اپنے ساتھ رکھے اور یہ کہ سارے ایمان دار تو نہیں مریں گے، لیکن سارے ایمان دار بدل جائیں گے۔

۸:۲- "اِس جہان کے سرداروں" کا اِشارہ شیطانی رُوحوں کی طرف ہو سکتا ہے جو آسمانی مقاموں میں ہیں یا اِن سے مُراد شیطان کے وُہ کارندے ہیں جو زمین پر اِس دُنیا میں ہیں۔ وُہ خُدا کی پوشیدہ حکمت کو نہ سمجھے۔ اور نہ جان سکے کہ ہم نے خُدا کے پاک

بیٹے کو جو قتل کیا ہے اِس کا نتیجہ ہماری اپنی ہلاکت ہوگا۔ "اگر وُہ خُدا کی راہوں کو سمجھتے تو جلال کے خُداوند کو مصلُوب نہ کرتے"۔

۹:۲۔ آیات ۹ تا ۱۶ میں مُکاشفہ، اِلہام اور عقل کو روشن کرنے کے عمل کا بیان ہے۔ بتایا گیا ہے کہ رُوحُ القُدس نے کِس طرح یہ عجیب سچائیاں رسُولوں پر ظاہر کیں۔ اور کِس طرح اُنہوں نے رُوحُ القُدس کے اِلہام سے یہ سچائیاں ہم تک پہنچائیں۔ اور کِس طرح رُوحُ القُدس کے عقلوں کو روشن کرنے کے باعث ہم اِن کو سمجھتے ہیں۔

آیت ۹ میں جو اِقتباس درج ہے وُہ یسعیاہ ۴:۶۴ میں مذکُور نبوّت ہے کہ خُدا نے اِن عجیب سچائیوں کو قیمتی خزانے کے طور پر محفُوظ رکھا ہُوا تھا۔ اِنسان اپنے طبعی حواس اور قوا سے اِن کو دریافت نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن وقتِ مُعیّن پر خُدا اِن کو "اپنے محبّت رکھنے والوں" پر ظاہر کرنے کو تھا۔ یہاں ہمارے تین ۳ جسمانی قوا (آنکھ، کان اور دل) کا بیان ہُوا ہے۔ اِن سے ہم دُنیاوی باتوں اور چیزوں کا عِلم حاصل کرتے ہیں۔ لیکن الٰہی سچائیوں کو جاننے کے لئے یہ قوا کافی نہیں ہیں۔ یہاں خُدا کے رُوح کی ضرُورت ہوتی ہے۔

عام طور سے اِس آیت کی تشریح آسمان کی جلالی باتوں کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ اور اگر ایک دفعہ یہ مفہوم ہمارے ذہن میں بیٹھ جائے تو اِسے نکالنا اور کوئی دُوسرے معنی قبول کرنا محال ہوتا ہے۔ لیکن در اصل پَولُس یہاں اُن عجیب سچائیوں کی بات کر رہا ہے جو نئے عہدنامہ میں پہلی دفعہ ظاہر کی گئی ہیں۔ اِنسان فلسفیانہ تحقیق یا سائنسی تحقیق و تفتیش کی مدد سے کبھی اِن سچائیوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اِنسانی ذہن اپنے طور پر اِن عجیب بھیدوں کو کبھی دریافت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سچائیاں انجیل کے زمانے کے شرُوع میں ظاہر کر دی گئیں۔ انسانی عقل خُدا کی سچّائی کو دریافت کرنے میں قطعی ناقص اور قاصر ہے۔

۱۰:۲۔ آیت ۹ آسمانی باتوں کا بیان نہیں کرتی۔ اِس کی تصدیق اِن الفاظ سے ہوتی ہے کہ "ہم پر خُدا نے اُن کو رُوح کے وسیلہ سے ظاہر کیا"۔ دُوسرے لفظوں میں پُرانے عہدنامہ میں اِن سچائیوں کا ذکر تھا۔ اَب وہ نئے عہدنامہ کے رسُولوں پر ظاہر کی گئیں۔ "ہم" سے مُراد نئے عہدنامہ کے مُصنّفین ہیں۔ خُدا کے "رُوح" نے رسُولوں اور نبیوں کو روشن کیا، اِس لئے کہ "رُوح سب باتیں بلکہ خُدا کی تہ کی باتیں بھی دریافت کر لیتا ہے"۔

رُوحُ القُدس ذاتِ الٰہی کا ایک اُقنُوم ہے۔ وُہ حِکمت اور سمجھ میں لامحدُود ہے۔ وُہ خُدا کی ساری سچائیوں کو جانتا اور سمجھتا ہے اور دُوسروں کو بتا اور سمجھا سکتا ہے۔

۲:۱۱۔ اِنسانی مُعاملات میں بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ دُوسرا "اِنسان" کیا سوچ رہا ہے۔ صِرف وُہ خُود ہی جانتا ہے۔ کوئی دُوسرا شخص اُس وقت تک کُچھ نہیں جان سکتا جب تک وُہ خُود نہ بتائے۔ اَیسی صُورتِ حال میں بھی اُس کی بات سمجھنے کے لئے ضرُور ہے کہ سُننے والے میں "اِنسان کی رُوح" ہو۔ جانور ہماری سوچ کو نہیں سمجھ سکتا۔ یہی حال خُدا کے سِلسلے میں ہے۔ خدا کی باتیں صِرف وُہی اِنسان سمجھ سکتا ہے جس میں "خدا کا رُوح" ہو۔

۲:۱۲۔ آیت ۱۱ میں لفظ "ہم" کا اِشارہ نئے عہدنامہ کے مُصنّفین کی طرف ہے۔ البتہ پُوری بائبل مُقدّس کے مُصنّفین پر بھی اِس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ چونکہ نبیوں اور رسولوں کو رُوحُ القُدس مِلا تھا، اِس لئے وُہ اُن کو خُدا کی گہری سچائیوں میں شریک کر سکتا تھا۔ اور پَولُس رسُول کا یہی مطلب ہے جب وُہ کہتا ہے کہ "مگر ہم نے نہ دُنیا کی رُوح بلکہ وُہ رُوح پایا جو خُدا کی طرف سے ہے تاکہ اُن باتوں کو جانیں جو خُدا نے ہمیں عنایت کی ہیں"۔ اُس "رُوح" کے بغیر "جو خُدا کی طرف سے ہے" رسُول وُہ اِلٰہی سچائیاں ہرگز حاصل نہ کر سکتے تھے جن کا ذِکر پَولُس کر رہا ہے اور جو نئے عہدنامہ میں ہمارے لئے محفوظ ہیں۔

۲:۱۳۔ پَولُس نے مُکاشفے کا وُہ عمل بیان کیا ہے جس کے وسیلے سے مُقدّس نوشتوں کے مُصنّفین کو خُدا سے سچّائی حاصل ہُوئی۔ اب رسُول رُوح کی تحریک کے عمل کا بیان کرتا ہے جس کے وسیلے سے یہ سچّائی ہم تک پُہنچائی گئی۔ آیت ۱۳ الہام کے مَوضُوع پر خُدا کے کلام میں سب سے زبردست آیت ہے۔ پَولُس رسُول بڑی صفائی سے بیان کرتا ہے کہ اِن سچّائیوں کو ہم تک پُہنچانے میں اُنہوں نے اپنی پسند یا اپنے اِنتخاب کے "الفاظ" اِستعمال "نہیں" کئے۔ نہ یہ الفاظ اُن کو "اِنسانی حِکمت" نے سِکھائے تھے بلکہ وُہ الفاظ اِستعمال کئے جو پاک "رُوح نے سِکھائے ہیں"۔ اِس لئے ہم اِیمان رکھتے ہیں کہ پاک صحائف کے اصل الفاظ جو اصل مسودات میں پائے جاتے ہیں، خُدا کے اپنے الفاظ ہیں (اور کہ بائبل مُقدّس اپنی موجُودہ شکل میں بالکل قابلِ اِعتماد ہے)۔

اِس مرحلے پر بُلند بانگ اعتراض اُٹھتا ہے کیونکہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو کُچھ ہم نے عرض کیا ہے اُس کا مطلب "میکانکی اِملا" ہے۔ گویا خُدا مُصنّفین کو اپنا

اُسلُوب بھی اِستعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ مثال کے طور پر پُولُس کا اندازِ تحریر لُوقاؔ کے اندازِ تحریر سے بالکُل مختلِف ہے۔ چنانچہ ہم لفظی اِلہام کے نظریہ اور مُصنّفین کے اِنفرادی اُسلُوب کو باہم کِس طرح مِلا سکتے ہیں؟ ہم نہیں سمجھتے مگر ایمان ضرور رکھتے ہیں کہ کلامِ پاک کے اَلفاظ خُدا نے دِیئے ، لیکن اُن کو مُصنّفین کے انفرادی اُسلُوب کا جامہ پہنا دیا۔ اور اُن کی اِنسانی شخصیّت کو اپنے کامِل کلام کا حِصّہ بننے دِیا۔

”رُوحانی باتوں کا رُوحانی باتوں سے مُقابلہ کرتے ہیں“۔ اِس بات کی تشریح مختلِف انداز میں کی جا سکتی ہے۔ (۱) رُوحانی سچّائیوں کی تعلیم پاک رُوح کے دِیئے ہُوئے الفاظ میں دیتے ہیں (۲) رُوحانی سچائیاں رُوحانی آدمیوں کو پُہنچاتے ہیں (۳) بائبل مُقدّس کے ایک حِصّے میں پائی جانے والی سچائیوں کا مُقابلہ دُوسرے حِصّے میں پائی جانے والی سچائیوں سے کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ پہلی تاویل سیاق وسباق سے مُطابقت رکھتی ہے — پُولُس کہہ رہا ہے کہ الہام کے عمل میں یہ ہوتا ہے کہ خُدا کی سچائی کو اُن الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے جو رُوحُ القُدس نے اِس مقصد کے لئے خاص طور پر چُنے ہوں۔ چنانچہ ہم سلیس زبان میں کہہ سکتے ہیں ”رُوحانی سچائیوں کو رُوحانی الفاظ میں پیش کرتے ہیں“۔

بعض اوقات اعتراض کِیا جاتا ہے کہ کلام کے اِس حِصّے میں الہام کی بات نہیں کی گئی ، کیونکہ پَولُس رسُول نے یہ نہیں کہا کہ ”لِکھتے ہیں“ بلکہ کہا ہے کہ ”ہم بیان کرتے ہیں“۔ لیکن اِلہامی تحریروں کے لئے فعل ”بیان کرنا ، کلام کرنا یا کہنا“ کا اِستعمال کوئی غیر معمُولی بات نہیں (مثالیں یُوحنّا ۱۲ : ۳۸ ، ۴۱ ؛ اعمال ۲۸ : ۲۵ ؛ ۲-پطرس ۱ : ۲۱)۔

۲ : ۱۴- یہاں ہم سیکھتے ہیں کہ انجیل کی خوشخبری قبُول بھی صرف ”خُدا کے رُوح“ کی قُدرت سے ہو سکتی ہے۔ اگر پاک رُوح کی مَدد حاصل نہ ہو تو ”نفسانی آدمی خُدا کے رُوح کی باتیں قبُول نہیں کرتا کیونکہ وُہ اُس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں“۔ نفسانی آدمی اُن کو اِس لئے نہیں سمجھ سکتا ”کیونکہ وُہ رُوحانی طور پر پرکھی جاتی ہیں“۔

وی۔ ہاوٹر نہایت خُوبصورت بات کہتا ہے کہ

> ”نفسانی آدمی یہ باتیں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ خُدا کے مکاشفہ کو رُوحُ القُدس کی مَدد کے بغیر سمجھنے کی کوشش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مچھلی پکڑنے کے کانٹے سے سُورج کی کرنوں کو پکڑنے کی کوشش کرے۔ جب تک کوئی رُوح

سے پیدا نہ ہو اور رُوح سے تعلیم یافتہ نہ ہو، یہ ساری باتیں اُس کے لئے اجنبی ہوں گی۔ اِن باتوں کے لئے پی۔ ایچ۔ ڈی کا ہونا بھی بے معنی ہے"۔

۲ : ۱۵- دُوسری طرف وُہ آدمی جِس کی عقل کو خُدا کے رُوح نے روشن کیا ہے وُہ اِن عجیب سچائیوں کی شناخت کر سکتا ہے جبکہ جو شخص تبدیل نہیں ہُوئے، جِن کو نئی پیدائش کا تجربہ نہیں ہے، وُہ اِس "رُوحانی شخص" کو صحیح طور پر پرکھ نہیں سکتے۔ شاید وُہ کوئی بڑھئی ہو، نلکے مرمّت کرنے والا ہو، ماہی گیر ہو، لیکن پاک نوِشتوں کا لائق عالم ہو گا۔ جِس مسیحی کی زِندگی رُوحُ القُدس کے کنٹرول میں ہوتی ہے، وُہ بائبل مُقدّس میں تفتیش و تحقیق کرتا ہے۔ اِس کو پرکھتا ہے اور اِس کی باتوں کو سمجھتا ہے۔ دُنیا کے لئے وُہ ایک مُعمّا ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے اُس نے کالج یا سیمنری کا مُنہ تک نہ دیکھا ہو، تو بھی وُہ خُدا کے کلام کے گہرے بھیدوں کو سمجھتا اور دُوسروں کو سمجھا سکتا ہے۔

۲ : ۱۶- اَب رسُول یسعیاہ کا ہمزُبان ہو کر سُوال پُوچھتا ہے کہ "خُداوند کی عقل کو کِس نے جانا کہ اُس کو تعلیم دے سکے؟" یہ سُوال خُود ہی جواب ہے۔ خُدا کو اِنسانی عقل اور طاقت سے جاننا مُمکِن نہیں۔ اِنسان اُس کو اُسی قدر جان سکتا ہے جِتنا خُدا خُود چاہے کہ جانا جائے۔ البتہ جو "مسیح کی عقل" رکھتے ہیں وُہ خُدا کی گہری سچائیوں کو سمجھ سکتے ہیں۔

آیئے اِن ساری باتوں پر نظرِ ثانی ڈالیں۔ اوّل، مُکاشفہ ہے (آیات ۹-۱۲)۔ اِس کا مطلب ہے کہ خُدا نے رُوحُ القُدس کے وسیلے سے اِنسان پر وُہ سچائیاں ظاہر کیں جو پہلے پوشیدہ تھیں۔ اِن سچائیوں کو رُوحُ القُدس کی بدَولت فوق الفِطرت طریقہ سے ظاہر کیا گیا۔

دوم، اِلہام ہے (آیت ۱۳)۔ اِن سچائیوں کو دُوسروں تک پُہنچانے میں رسُولوں (اور بائبل مُقدّس کے دُوسرے مُصنّفوں) نے وُہی الفاظ اِستعمال کئے جو رُوحُ القُدس نے اُن کو سِکھائے تھے۔

سوم، روشن کرنا ہے (آیات ۱۴-۱۶)۔ یہ ضرُوری ہے کہ نہ صِرف یہ سچائیاں مُعجزانہ طور پر ظاہر کی جائیں اور مُعجزانہ طور پر اِن کا الہام دیا جائے، بلکہ اِن کو سمجھنے کے لئے بھی رُوحُ القدس کی فوق الفِطرت قُدرت ضروری ہے۔

۳ : ۱- جب پَولُس پہلی دفعہ کرنتھس میں آیا تھا تو اُس نے ایمان داروں کو کلام کی اِبتدائی باتوں کا دُودھ پلایا تھا کیونکہ وُہ ایمان میں بچّے اور کمزور تھے۔ جو تعلیم اُن کو دی

گئی وُہ اُن کی حالت کے مُطابق اور موافق تھی ۔ وُہ گہری رُوحانی تعلیم سمجھ نہیں سکتے تھے
کیونکہ ابھی ایمان میں نئے تھے۔ ابھی وُہ "مسیح میں بچے" تھے۔

۳: ۲ - پولس نے اُن کو مسیح کے بارے میں صِرف اِبتدائی باتوں کی تعلیم دی تھی جس
کو وُہ "دُودھ" کہتا ہے۔ اپنی ناپختگی کی وجہ سے وُہ ابھی ٹھوس "کھانا" کھانے کے
قابِل نہ تھے۔ اِسی طرح خُداوند یسوع نے بھی اپنے شاگردوں سے کہا تھا کہ "مُجھے تُم سے
اَور بھی بہُت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تُم اُن کو برداشت نہیں کر سکتے" (یُوحنا ۱۶: ۱۲)۔
جہاں تک کُرنتھیوں کا تعلق ہے، المیہ یہ تھا کہ اُنہوں نے ابھی تک اِتنی ترقی نہیں کی تھی
کہ رسُول سے گہری سچائیاں سیکھ اور سمجھ سکتے۔

۳: ۳ - یہ ایمان دار اپنی رُوح میں ابھی تک "جسمانی" تھے۔ اِس کی شہادت اِس
حقیقت سے مِلتی ہے کہ اُن میں "حسد اور جھگڑا" تھا۔ یہ چلن تو اِس دُنیا کے لوگوں کا خاصا
ہے، اُن کا نہیں جو خُدا کے رُوح کی ہدایت سے چلتے ہیں۔

۳: ۴ - اِنسانی لیڈروں مثلاً "پولُس" اور "اپلوس" کے گرد پارٹیاں بنانے میں وُہ
دراصل بالکُل اِنسانی سطح پر چل رہے تھے۔ چنانچہ پولُس کے سُوال کا یہی مطلب ہے کہ
"تو کیا تُم جسمانی نہ ہوئے؟"

اب تک پولُس رسُول اِنسانوں کو سربلندی دینے کی بیوقُوفی کا بیان کرتا آرہا ہے
اور اِسی مقصد سے اُس نے انجیل کے پیغام کی حقیقی نوعیّت کو بھی اُجاگر کیا ہے۔ اب وُہ
مسیحی خِدمت کے موضُوع کی طرف آتا ہے اور اِس سلسلے میں بھی اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت
کرتا ہے۔ یہ بہُت بڑی حماقت ہے کہ مذہبی لیڈروں کے گرد پارٹیاں تشکیل دے کر اُن
کی عِزّت افزائی کی جائے۔

۳: ۵ - "پولُس" اور "اپلوس" تو محض "خادِم" تھے جن کے وسیلے سے کُرنتھی خداوند
یسوع پر ایمان لائے تھے۔ وُہ فقط وسیلہ تھے، مخالف گرُوہوں کے سربراہ نہیں تھے۔
کُرنتھیوں کی کیسی بے وقوفی تھی کہ وُہ خادِموں کو مالک کا درجہ دے رہے تھے۔ آئرن سائیڈ
اِس نکتے پر بہُت عُمدہ خیال پیش کرتا ہے۔ "تصوّر کریں کہ ایک گھرانے میں نوکروں پر تفرقہ
پڑا ہو۔"

۳: ۶ - زراعت سے ایک مثال دیتے ہُوئے پولُس ثابت کرتا ہے کہ خواہ کُچھ بھی

ہر نوکر کا دائرۂ کار (اور دائرۂ اختیار) محدود ہوتا ہے۔ "پولُس" خود "درخت لگا" سکتا ہے اور "اُپلوس" اُس کو "پانی دے" سکتا ہے۔ لیکن صرف "خُدا" اُس پودے کو بڑھا سکتا ہے۔ چنانچہ آج بھی ہم میں سے بعض پاک کلام کی منادی کر سکتے ہیں، اور ہم سب ہی اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لئے دُعا مانگ سکتے ہیں۔ لیکن اُنہیں نجات دینے کا کام صرف خُداوند کر سکتا ہے۔

۳:۷- اِس زاویے سے دیکھیں تو ہم بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نہ درخت لگانے والا اہم ہے، نہ پانی دینے والا۔ اِن میں طاقت اور قُدرت نہیں ہے کہ زندگی پیدا کر سکیں۔ تو پھر مسیحی کارِندوں کے درمیان حسد اور جھگڑا کیوں ہو؟ ہر شخص وُہ کام (یا کام کا حِصّہ) کرے جو اُس کے سپُرد ہُوا ہے اور جب خُداوند اِس کام پر برکت دے تو خُوشی منائے۔

۳:۸- "لگانے والا اور پانی دینے والا دونوں ایک ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں کا مقصد مُدعا ایک ہے۔ اُن میں کِسی قِسم کا حسد نہیں ہونا چاہیے۔ جہاں تک خِدمت کا تعلق ہے، دونوں ایک ہی سطح پر ہوتے ہیں۔ اُن کا درجہ برابر ہوتا ہے۔ وُہ دِن آ رہا ہے جب "ہر ایک اپنا اجر اپنی محنت کے موافق پائے گا"۔ یہ دِن مسیح کے تختِ عدالت کا دِن ہے۔

۳:۹- خُدا ہی وُہ ہستی ہے جس کے سامنے سب جواب دہ ہیں۔ خُدا کے سارے خادِم "خُدا کے ساتھ کام کرنے والے ہیں"۔ سب مِل کر "خُدا کی کھیتی" میں محنت کرتے ہیں۔ یا تصویر تبدیل کریں تو "خُدا کی عمارت" پر کام کرتے ہیں۔ ارڈمین اِسی خیال کو یوں پیش کرتا ہے کہ "ہم سب ہم خِدمت ہیں، خُدا کے ہیں اور ایک دُوسرے کے ساتھ کام کر رہے ہیں"۔

۳:۱۰- عمارت کے تصوّر کو جاری رکھتے ہُوئے پہلے تو پولس تسلیم کرتا ہے کہ مَیں نے جو کُچھ کیا ہے، جہاں تک کامیاب رہا ہُوں وُہ سب "اُس توفیق کے موافق (ہے) جو خُدا نے مجھے بخشی"۔ اُس کا مطلب ہے کہ مَیں اِس لائق نہ تھا مگر خُدا نے رسُول کی خِدمت کرنے کی لیاقت اور صلاحیّت عطا کی۔ اِس کے بعد وُہ کُرِنتھس میں کلیسیا کے قیام میں اپنے حِصّے کا ذِکر کرتا ہے کہ "مَیں نے ... دانا معمار کی طرح نیو رکھی"۔ وُہ "یسوع مسیح بلکہ مسیحِ مصلُوب" کی منادی کرتا ہُوا کُرنتھس میں آیا۔ لوگوں نے نجات پائی اور ایک مقامی کلیسیا کی بُنیاد پڑی۔ اب وُہ مزید کہتا ہے کہ "اور دُوسرا اُس پر عمارت اُٹھاتا

ہے"۔ اِن الفاظ سے بلاشُبہ وُہ اُن اُستادوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اُس کے بعد کرِنتھس میں آئے اور جو نیو رکھی جا چُکی تھی اُنہوں نے اُس پر عمارت اُٹھائی۔ البتہ رسُول خبردار کرتا ہے کہ "پس ہر ایک خبردار رہے کہ وُہ کیسی عمارت اُٹھاتا ہے"۔ اِس کا مطلب ہے کہ مقامی کلیسیا میں تعلیم دینا نہایت سنجیدہ اور نازک خدمت ہے۔ کرِنتھس میں بعض ایسے اُستاد بھی آ گئے تھے جنہوں نے ایسے عقائد کی تعلیم دینی شرُوع کی جس سے تفرِقے پڑ گئے، اور جو خُدا کے کلام کے خلاف تھی۔ یہ سُطور لِکھتے وقت پَولُس کو بلاشُبہ ایسے اُستادوں کا پُورا پُورا خیال تھا۔

۳:۱۱ - ایک عمارت کے لئے صِرف ایک نیو درکار ہوتی ہے۔ ایک دفعہ رکھ دی گئی، تو اُسے دہراتے یعنی نئے طور سے رکھنے کی ضرُورت نہیں ہوتی۔ پَولُس رسُول نے کرُنتھس کی کلیسیا کی نیو رکھ دی تھی۔ یہ "نیو" "یسوع مسیح" ہے، یعنی مسیح کی ذات اور اُس کا کام کلیسیا کی بُنیاد ہے۔

۳:۱۲ - کِسی مقامی کلیسیا میں بعد میں دی جانے والی تعلیم قدر و قیمت کے لحاظ سے مُختلف درجات رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر کُچھ تعلیم دائمی قدر و قیمت کی حامل ہوتی ہے، جس کو "سونا یا چاندی یا بیش قیمت پتھروں" کے مشابہ کہا جا سکتا ہے۔ یہاں قیمتی پتھروں سے مُراد غالباً ہیرے، یاقُوت یا دیگر قیمتی جواہرات نہیں بلکہ سنگِ خارا، سنگِ مَرمَر یا سنگِ سفید ہے جو گراں قدر مندروں اور عبادت گاہوں کی تعمیر میں اِستعمال ہوتے ہیں۔ دُوسری طرف مقامی کلیسیا میں تعلیم وقتی اور عارضی قدر و قیمت کی حامل بھی ہو سکتی ہے، بلکہ بالکُل بے قدر بھی ہو سکتی ہے۔ ایسی تعلیم کو "لکڑی یا گھاس یا بُھوسے" سے تشبیہ دی گئی ہے۔

پاک کلام کے اِس حِصّے کو عموماً سارے مسیحی ایمان داروں کی زِندگیوں کا بیان کرنے کے لئے بھی اِستعمال کیا جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم بھی روز بروز عمارت تعمیر کر رہے ہیں۔ اور وُہ دِن آ رہا ہے جب ہمارے کاموں کا نتیجہ ظاہر کیا جائے گا۔ تاہم بائبل مقدّس کا ایک محتاط طالبِ عِلم یہ بات ذہن میں رکھنا چاہے گا کہ بنیادی طور پر اِس حوالے کا تعلق سارے ایمان داروں کے ساتھ نہیں بلکہ منادوں اور اُستادوں کے ساتھ ہے۔

۳:۱۳ - "جو دِن آگ کے ساتھ ظاہر ہوگا وُہ اُس کام کو بتا دے گا"۔ یہ "دِن" مسیح کے تختِ عدالت کا دِن ہے، جب خُداوند کے لئے کی گئی ساری خِدمت کا جائزہ لیا جائے گا۔ جائزے کے عمل کو "آگ" کے عمل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس خِدمت سے خُدا کو

جلال اور اِنسانوں کو برکت مِلی ہے اُس پر سونے، چاندی اور قیمتی پتھروں کی طرح آگ کا کُچھ اثر نہ ہوگا۔ اِس کے برعکس جِس خِدمت نے خُدا کے لوگوں میں تکالیف پیدا کیں اور اُن کی عقل کو روشن کرنے میں ناکام رہی وُہ اِس آگ میں جَل جائے گی۔ "وُہ آگ خود ہر ایک کا کام آزمالے گی کہ کیسا ہے"۔

۳ : ۱۴۔ کلیسیا کے تعلق سے کام تین قِسم کا ہو سکتا ہے۔ آیت ۱۴ میں پہلی قِسم کے کام کا بیان ہے، یعنی وُہ خدمت جو فائدہ مند رہی ہے۔ ایسی صُورت میں اُس خادم کا زِندگی بھر کا کام مسیح کے تختِ عدالت کی آزمائش میں "باقی رہے گا" اور اُس کارِندے کو "اجر" مِلے گا۔

۳ : ۱۵۔ دُوسری قِسم کا کام وُہ ہے جو بیکار ہے۔ اِس صورتِ حال میں کارِندہ "نقصان اُٹھائے گا لیکن خُود بچ جائے گا مگر جلتے جلتے"۔ ای۔ ڈبلیو۔ راجرز کہتا ہے کہ "نقصان کا یہ مطلب نہیں کہ جو چیز ایک دفعہ آپ کی مِلکیت میں آ گئی وُہ ضبط ہو جائے گی"۔ اِس آیت میں یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ مسیح کے تخت عدالت کے سامنے ایمان دار کے گُناہوں اور اُن کی سزا کا مُعاملہ طے نہیں ہو رہا۔ ایمان دار کے گُناہوں کی سَزا تو خُداوند یسُوع مسیح نے کلوری کی صلیب پر اُٹھالی ہے۔ یہ مُعاملہ تو ہمیشہ کے لئے طے ہو چُکا ہے۔ اِس لئے مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے ایمان دار کی نجات کا سُوال نہیں، بلکہ اُس کی خِدمت کا سُوال ہے۔

رومن کیتھولک کلیسیا نجات اور اجر میں اِمتیاز کرنے میں ناکام رہی۔ اِس لئے وُہ زیرِ نظر آیت کو اپنے عقیدۂ برزخ (اعراف) کی تائید و حمایت کے لئے اِستعمال کرتے ہیں۔ لیکن آیت کا بغَور مُطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں برزخ کا اِشارہ تک نہیں ہے۔ ایسا کوئی تصوّر نہیں کہ آگ اِنسان کے کِردار (ذات) کو پاک کرتی ہے، بلکہ آگ اِنسان کے کام یا خِدمت کو آزماتی ہے کہ کِس قِسم کا ہے۔ اِس حقیقت کے باوجُود کہ متعلقہ شخص کے کام آگ میں بھسم ہو جائیں گے وُہ شخص (انسان) بچ جائے گا۔

اِس آیت کے حوالہ سے ایک دِلچسپ خیال یہ بھی ہے کہ بعض اوقات خُدا کے کلام کو آگ سے تشبیہ دی گئی ہے (دیکھئے یسعیاہ ۵ : ۲۴ اور یرمیاہ ۲۳ : ۲۹)۔ خُدا کا وُہ کلام جو مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے ہمارے کاموں کو آزمائے گا، وہی ہمیں آج دستیاب ہے۔ اگر ہم بائبل مُقدّس کی تعلیم کے مُطابق تعمیر کر رہے ہیں تو اُس دِن ہمارا کام اِس آزمائش میں قائم اور باقی رہے گا۔

۳: ۱۶- پولُس ایمان داروں کو یاد دلاتا ہے کہ "تم خُدا کا مَقدِس ہو اور خُدا کا رُوح تم میں بسا ہُوا ہے"۔ یہ سچ ہے کہ فرداً فرداً ہر ایمان دار خُدا کی ہیکل ہے اور رُوح القُدس اُس میں سکونت کرتا ہے، لیکن یہاں یہ خیال پیش نہیں کیا گیا۔ یہاں رسول کلیسیا کو ایک اِجتماعی جماعت کی صُورت میں دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُن کو ایسی بلاہٹ میں پاک وقار اور عزّت کا خیال ہو۔

۳: ۱۷- مقامی کلیسیا میں تیسری قسم کا کام وُہ ہے جس کو تخریبی کام کا نام دے سکتے ہیں۔ لگتا ہے کہ کرنتھس کی کلیسیا میں کُچھ ایسے اُستاد بھی تھے جن کی تعلیم پاکیزگی کی طرف نہیں بلکہ گُناہ کی طرف مائل کرتی تھی۔ وُہ خُدا کی ہیکل میں تباہی مچانے کو بڑی بات نہیں سمجھتے تھے۔ اِس لئے پولُس زور دار اعلان کرتا ہے کہ "اگر کوئی خُدا کے مقدِس کو برباد کرے گا تو خُدا اُس کو برباد کرے گا"۔ وہاں کے مقامی تناظر میں دیکھتے ہُوئے اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ اگر کوئی آدمی (کرنتھس کی) مقامی کلیسیا میں داخل ہو کر اُس کی گواہی کو برباد کرتا ہے تو "خُدا اُس کو برباد کرے گا"۔ کلام کا یہ حِصّہ اُن جھُوٹے اُستادوں کی بات کر رہا ہے جو خُداوند یسُوع پر صِدق دِل سے ایمان نہیں رکھتے۔ ایسے قصور کی سنگینی کا اِظہار آیت ۱۷ کے آخری الفاظ سے ہوتا ہے کہ "خُدا کا مَقدِس پاک ہے اور وُہ تم ہو"۔

۳: ۱۸- تمام مسیحی زندگی کی طرح مسیحی خِدمت میں بھی خُود فریبی کا خطرہ ہمیشہ رہتا ہے۔ جو لوگ اُستاد بن کر کرنتھس کی کلیسیا میں آ گئے تھے اُن میں سے غالباً بعض ظاہر کرتے تھے کہ ہم بڑے دانش مند ہیں۔ ہر وُہ شخص جو دُنیاوی حکمت کے مُعاملے میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے اُس کو جان لینا چاہئے کہ خُدا کی نظر میں "حکیم" ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وُہ دُنیا کی نظروں میں بیوقوف بنے۔ یہاں گوڈٹ بڑی عُمدگی سے سلیس انداز میں بیان کرتا ہے کہ

> "اگر کوئی شخص، خواہ وُہ کرنتھی ہو یا کوئی اَور، آپ کی جماعتوں میں منادی کرتے ہُوئے، اپنے آپ کو حکیم یا ایک بڑے مفکّر کا درجہ دیتا ہے تو اُس کو یقین کر لینا چاہئے کہ اُسے اُس وقت تک حقیقی حکمت حاصل نہ ہو گی جب تک وُہ اُس بُحران میں سے نہ گزرے جس میں وُہ حکمت جس پر پھُولے پھُولے پھرتا ہے نابُود ہو جائے گی، اور اِس کے بعد ہی اُسے وُہ حکمت مِلے گی۔

جو اُوپر سے ہے"۔

۳: ۱۹۔ "کیونکہ دُنیا کی حِکمت خُدا کے نزدیک بیوقوفی ہے"۔ اِنسان اپنی تحقیق اور جد وجہد سے خُدا کو کبھی نہ پا سکتا۔ اِنسانی حِکمت کبھی نجات کا یہ منصُوبہ نہ بنا سکتی کہ خدا اِنسان بنے اور خطاکار، ناکارہ اور باغی اِنسان کے لئے مَرے۔ آیت ۱۹ میں ایُّوب ۵: ۱۳ کا اقتباس کیا گیا ہے کہ خُدا اپنے ارادوں اور مقاصد کو پُورا کرنے کے لئے انسان کی مبینہ حِکمت پر غالب آتا ہے۔ اِنسان اپنی ساری حِکمت اور دانائی اور عِلم کے باوجُود خُداوند کے منصُوبوں کو باطل نہیں کر سکتا۔ خُدا اکثر اِنسان پر ظاہر کرتا رہتا ہے کہ اپنی ساری دُنیاوی حِکمت کے باوجُود تُم بِالکل بے بس اور نکمّے ہو۔

۳: ۲۰۔ یہاں زبُور ۹۴: ۱۱ سے اِقتباس ہے اور اس حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ "خُداوند" اِس دُنیا کے اِنسانوں کے "خیالوں کو"، اُن کے فلسفے اور دلیل بازی کو "جانتا ہے کہ باطل ہیں"۔ کھوکھلے اور بے پھل ہیں۔ لیکن پَولُس دُنیاوی حِکمت کو ناکارہ ثابت کرنے کی اِتنی کوشش کیوں کر رہا ہے؟ صِرف اِس لئے کہ کُرنتھی اِس حِکمت کو بڑی اہمیّت دیتے تھے اور اُن لیڈروں کے پیچھے چلتے تھے جو ایسی حِکمت کا نمایاں مُظاہرہ کرتے تھے۔

۳: ۲۱۔ جِتنی باتیں کہی جا چُکی ہیں اُن کی روشنی میں "آدمیوں پر کوئی فخر نہ کرے"۔ اور جہاں تک خُداوند کے سچے خادِموں کا تعلق ہے تو ہمیں فخر نہیں کرنا چاہئے کہ ہم اُن کے ہیں، بلکہ ہمیں احساس ہونا چاہئے کہ وُہ سب ہمارے ہیں "کیونکہ سب چیزیں تمہاری ہیں"۔ (خُداوند نے اِن لیڈروں کو بھی ہمارے لئے برپا کیا ہے)۔

۳: ۲۲۔ کِسی نے آیت ۲۲ کے لئے کہا ہے کہ "یہ خُدا کے فرزند کی مِلکیتی چیزوں کی فہرست مَوجُودات ہے"۔ مسیحی خادِم / کارِندے ہمارے ہیں۔ "پَولُس" جیسا مُبشّر ہو، "اُپلوّس" جیسا مُعلّم ہو یا "کیفا" جیسا پاسبان ہو، سب ہمارے ہیں۔ چونکہ وُہ سب ہمارے ہیں، اِس لئے یہ دعوی کرنا سراسر بیوقوفی ہے کہ ہم اُن میں سے کِسی "ایک" کے ہیں۔ پھر یہ "دُنیا" بھی ہماری ہے۔ چونکہ ہم مسیح کے ہم میراث ہیں اِس لئے ایک دِن اِس کے مالِک ہوں گے۔ لیکن اُس وَقت تک بھی خُدا کے وعدے میں یہ ہماری ہے۔ جو لوگ اِس کے معاملات چلا رہے ہیں نہیں جانتے کہ وُہ سب کچھ ہمارے ہی لئے کر رہے ہیں۔ "زِندگی" بھی ہماری ہے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اِسی دُنیا میں وجُود بلکہ حقیقی اور پُورے معنوں میں زِندگی ہماری

ہے۔ "موت" بھی ہماری ہے۔ اَب یہ ہمارے لئے کوئی خوف ناک دُشمن نہیں رہی جو رُوح کو نامعلوم تارِیکیوں میں قید کر دیتا ہے، بلکہ اب موت خُدا کا "ایلچی" ہے جو ہمیں آسمان پر پُہنچاتی ہے۔ یہ مقولہ بالکل درست ہے کہ ساری چیزیں مسیح کے خادِم کی خادِم ہیں۔

۳:۲۳- تمام مسیحی مسیح کے ہیں۔ کرنتھس میں کچھ مسیحی ایسے تھے جو دعویٰ کرتے تھے کہ صرف ہم ہی مسیح کے ہیں، دُوسرے خارِج ہیں۔ اُنہوں نے "مسیح پارٹی" بنا رکھی تھی۔ لیکن پولس ایسے ہر دعوے کی تردید کرتا ہے۔ ہم سب "مسیح کے ہیں اور مسیح خُدا کا ہے"۔ اِس طرح پولس مُقدّسین کو اُن کا جائز اور حقیقی مقام و مرتبہ اور اُن کی حقیقی عِزّت و توقیر کا بیان کرتا ہے۔ اور کلیسیا کے اندر تفرِقے بازی اور پارٹی بازی کی بیوقوفی کو بے نقاب کرتا ہے۔

۴:۱- اِس مقصد کے لئے کہ وُہ پولس اور دُوسرے رسُولوں کی مُناسب قدر کر سکیں وُہ کہتا ہے کہ مُقدّسین ہم کو "مسیح کا خادِم" یا مُعاون "اور خُدا کے بھیدوں کا مُختار" سمجھیں۔ مُختار وُہ شخص ہوتا ہے جو کسی دُوسرے شخص یا اُس کی جائیداد کی نگہداشت کرتا ہے۔ "خُدا کے بھیدوں" سے مُراد وُہ راز ہیں جو پہلے پوشیدہ تھے لیکن خُدا نے اُن کو نئے عہدنامہ کے رسُولوں اور نبیوں پر مُنکشف کیا۔

۴:۲- "مُختار" کی سب سے بڑی خُوبی یہ ہے کہ وُہ "دیانت دار نکلے"۔ اِنسان ہوشیاری چالاکی، دانش و حِکمت، مال و دولت اور کامیابی و کامرانی کی قدر کرتا ہے۔ لیکن خُدا کو ایسے لوگوں کی تلاش ہے جو ساری باتوں میں یسوع کے وفادار ہوں۔

۴:۳- جو وفاداری اور دِیانت داری خادموں میں درکار ہے اِنسان کے لئے اُس کی قدر جاننا مُشکل ہے۔ اِسی لئے پولس یہاں کہتا ہے کہ "میرے نزدیک یہ نہایت خفیف بات ہے کہ تُم یا کوئی اِنسانی عدالت مجھے پرکھے"۔ پولس کو احساس ہے کہ اِنسان کے لئے قطعی مُمکن نہیں کہ وُہ خُدا کے لئے سچی وفاداری کا اندازہ لگا سکے۔ چنانچہ وُہ مزید کہتا ہے کہ "بلکہ مَیں خُود بھی اپنے آپ کو نہیں پرکھتا"۔ اُسے احساس ہے کہ مَیں بھی اِنسانی گھرانے میں پیدا ہُوا ہُوں، جہاں جائزے اور اندازے ہمیشہ اپنے حق میں لگانے کا رُجحان پایا جاتا ہے۔

۴:۴- "میرا دِل تو مجھے ملامت نہیں کرتا"۔ اِس کا مطلب ہے کہ مسیحی خدمت کے مُتعلق میں وفاداری اور دیانت داری کے تعلق سے مجھے اپنے خِلاف کسی اِلزام کا عِلم نہیں۔ اُس کا

ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مجھے اپنی زندگی میں کسی گناہ کا علم نہیں، یا کسی طرح میں کاملیت میں پورا ہوں! کلام کے اِس (بلکہ ہر) حصے کو سیاق و سباق میں دیکھنا چاہئے۔ یہاں موضوع ہے مسیحی خِدمت اور اُس میں دیانت داری۔ اگرچہ اُسے اپنے خلاف کسی الزام کا علم نہیں مگر اِتنا علم ضرور ہے کہ "اِس سے میں راستباز نہیں ٹھہرتا"۔ بات صِرف اِتنی ہے کہ وُہ اِس معاملے میں فیصلہ یا فتویٰ دینے کا اہل نہیں، کیونکہ مُنصِف تو بہرحال خُداوند ہے۔

۴:۵۔ اِن باتوں کے مدِنظر ہم کو اپنی مسیحی خِدمت کی قدر و قیمت کا تعین کرتے ہوئے نہایت مُحتاط رہنا چاہئے۔ ہم سنسنی خیز اور نمائشی باتوں کو بہت قدر اور وقعت دینے اور ادنیٰ اور غیر نمایاں باتوں کی بے قدری کرنے کا رُجحان رکھتے ہیں۔ صحیح حِکمتِ عملی یہ ہے کہ "وقت سے پہلے کسی بات کا فیصلہ نہ" کریں، بلکہ "جب تک خُداوند نہ آئے" اِنتظار کریں کیونکہ وُہی صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔ اُس کا فیصلہ آنکھوں دیکھے کے مُطابق نہیں بلکہ دِلوں اور نیتوں کے مُطابق ہو گا۔ وُہ صِرف یہ نہیں دیکھتا کہ کیا کِیا گیا ہے، بلکہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ "کیوں" کِیا گیا ہے۔ وُہ "دِلوں کے منصوبے ظاہر کر دے گا"۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جو کُچھ بھی ذاتی نمائش یا ذاتی عِزت اور شان کے لئے کِیا گیا تھا اُس کا کوئی اَجر نہیں ملے گا۔

"اُس وقت ہر ایک کی تعریف خُدا کی طرف سے ہو گی"۔ یہ کوئی غیر مشروط وعدہ نہیں کہ اُس روز ہر ایمان دار کا کام خُدا کی نظر میں مقبول ثابت ہو گا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وُہ شخص جو تعریف کا "حق دار" نکلے گا، اُس کی تعریف "خُدا کی طرف سے ہو گی" اِنسانوں کی طرف سے نہیں۔

اگلی آٹھ آیات میں پولُس اِس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کُرنتھس کی کلیسیا میں جو تفرقے اور دھڑے بندیاں بن گئی ہیں اُس کا سبب غرور، فخر اور شیخی ہے۔

۴:۶۔ پہلے تو وُہ یہ وضاحت کرتا ہے کہ مسیحی خدمت اور اِنسانی لیڈروں کے پیچھے چلنے کے میلان کی بات کرتے ہوئے میں نے "اپنا اور اُپلوس کا ذِکر مثال کے طور پر کیا ہے"۔ اہلِ کُرنتھس صِرف پولُس اور اُپلوس کے گِرد ہی پارٹیاں نہیں بنا رہے تھے، بلکہ اپنی کلیسیا میں موجود دُوسرے اشخاص کے گِرد بھی۔ لیکن مسیحی ادب و آداب اور شائستگی کو بروئے کار لاتے ہوئے پولُس نے کسی دُوسرے کا نام نہیں لیا، بلکہ سارا مُعاملہ اپنی اور "اُپلوس" کی طرف مُنتقل کر لیا، تاکہ اِن کی مثال سے مُقدسین سیکھیں کہ اپنے لیڈروں کے بارے میں

رائے قائم کرتے ہُوئے مبالغہ آرائی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ نہ پارٹیاں بنا بنا کر اپنے احساسِ فخر اور شیخی کی تسکین کا سامان کرنا چاہیئے۔ وُہ چاہتا ہے کہ مقدّسین ہر چیز اور ہر شخص کی قدر و قیمت کا تعیّن پاک کلام کے معیار کے مُطابق کیا کریں۔

۴:۷- اگر ایک مسیحی اُستاد دُوسرے اُستاد سے زیادہ لائق اور قابل ہے تو اِس لئے ہے کہ خُدا نے اُسے ایسی توفیق بخشی ہے۔ جو کُچھ اُس کے پاس ہے، وُہ اُسے خُدا سے مِلا ہے۔ دراصل یہ بات ہم سب پر صادِق آتی ہے کہ ہمارے پاس جو کُچھ ہے وُہ خُدا کا دیا ہُوا ہے۔ چنانچہ کیا وجہ ہے کہ ہم غرُور کریں یا شیخی بگھاریں؟ ہماری صلاحیّتیں اور نعمتیں ہماری ہوشیاری یا تیز فہمی کا نتیجہ تو نہیں ہیں۔

۴:۸- کرنتھس کے مسیحی اپنے آپ پر اِنحصار کرنے لگے تھے۔ خُودکفیل ہُوئے بیٹھے تھے۔ وُہ "تو پہلے ہی سے آسُودہ" تھے۔ وُہ اپنی رُوحانی نعمتوں کی کثرت پر گھمنڈ کرتے تھے۔ وُہ تو "پہلے ہی دَولت مند" تھے۔ وُہ تعیُّش، آرام اور آسائش کی زِندگی بَسر کر رہے تھے۔ اُنہیں کِسی حاجت کا اِحساس ہی نہیں تھا۔ وُہ ایسے تھے جیسے پہلے ہی بادشاہی کر رہے ہوں۔ لیکن وُہ یہ عمل رسُولوں کے بغیر کر رہے تھے۔ پَولُس کہتا ہے کہ "کاش کہ تُم بادشاہی کرتے"۔ یعنی وُہ وقت آ گیا ہوتا جب تُم "بادشاہی کرتے" — "تاکہ ہم بھی تُمہارے ساتھ بادشاہی کرتے"۔ لیکن کِسی نے کہا ہے کہ "بادشاہی کرنے کے لئے پُوری زِندگی تربیّت کا زمانہ ہوتا ہے"۔ جب خُداوند یسُوع مسیح واپس آئے گا اور زمین پر اپنی بادشاہی قائم کرے گا تو مسیحی اُس وقت اُس کے ساتھ بادشاہی کریں گے۔ لیکن اُس وقت تک اُن کا اعزاز یہ ہے کہ اُس ملامت اور لعن طعن میں شریک ہوں جو مُنجّی نے رَدّ کئے جاتے وقت دُنیا کے ہاتھوں سہی تھی۔ ایچ۔ پی بارکر خبردار کرتا ہے کہ

> "اگر ہم بادشاہ کے تاج پانے سے پہلے خُود تاج حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ بَدترین بے وفائی ہے۔ تو بھی کُرنتھس میں بعض مسیحی یہی کُچھ کر رہے تھے۔ رسُول تو مسیح کی ملامت اُٹھا رہے تھے، لیکن کُرِنتھس کے مسیحی "آسُودہ" اور "دولت مند" اور مُعزز تھے۔ وُہ مَوجیں اُڑانے کی فِکر میں تھے جبکہ اُن کا خُداوند اور اُستاد مُشکِلات اور دُکھ اُٹھا رہا تھا"۔

رسمِ تاجپوشی کی تقریب میں اُمرا اور نواب اُس وقت تک تاجک (چھوٹے تاج) نہیں

پہن سکتے جب تک بادشاہ کو تاج نہ پہنا دیا جائے۔ کرنتھی یہ کام اُلٹا کر رہے تھے۔ وہ پہلے ہی ”بادشاہی“ کر رہے تھے، جبکہ خُداوند ابھی تک رد کیا جا رہا تھا۔

۴:۹۔ اہلِ کرنتھس اپنے آپ سے مطمئن تھے۔ اِس کے مقابلے میں پولس ”رسولوں“ کا حالِ زار بیان کرتا ہے۔ وہ یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ رسولوں کو اکھاڑے میں جنگلی درندوں کے ساتھ ڈال دیا گیا ہے اور وہ ”فرشتوں اور آدمیوں کے لئے ایک تماشا“ بن گئے ہیں۔ گوڈٹ کہتا ہے کہ ”یہ موقع نہیں تھا کہ کرنتھی اپنے حال پر خوش اور مطمئن ہوتے جبکہ کلیسیا تخت پر تھی اور رسول تلوار کی دھار پر۔“

۴:۱۰۔ جبکہ رسولوں کے ساتھ ”مسیح کی خاطر“ ایسا سلوک ہو رہا تھا جیسے وہ ”بیوقوف ہیں“ تو کرنتھی معاشرے میں ایسے عزت پا رہے تھے جیسے ”عقل مند“ ہوں۔ رسول ”کمزور“ تھے، مگر کرنتھس کے مسیحیوں کو کوئی کمزوری نہ تھی۔ رسول ”بے عزت“ ہو رہے تھے، اُن کے مقابل کرنتھی ”عزت دار“ بنے ہوئے تھے۔

۴:۱۱۔ رسولوں کی نظر میں فتح کے جشن اور بادشاہی کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ رسول ”بھوکے پیاسے“ اور ”ننگے“ رہنے کی تکلیف اُٹھا رہے تھے اور ہر جگہ ستائے جا رہے تھے۔ مخالفین شکاریوں کی طرح اُن کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور ہر جگہ اُن کا تعاقب کرتے تھے۔ نیز وہ بے گھروں کی طرح ”آوارہ پھرتے“ تھے۔

۴:۱۲۔ وہ اپنی روزمرّہ ضروریات کے لئے ”اپنے ہاتھوں سے کام کر کے مشقت اُٹھاتے“ تھے۔ لوگ اُن کو بُرا کہتے تھے مگر رسول اُن کو برکت کی دُعا دیتے تھے۔ وہ ستائے جاتے تو مُڑ کر وار نہیں کرتے تھے بلکہ صبر کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔

۴:۱۳۔ لوگ رسولوں کو ”بدنام کرتے“ تھے، بدلے میں وہ اُن کو کہتے کہ خُداوند یسوع کو قبول کر لو۔ مختصر یہ کہ وہ ”دُنیا کے کوڑے اور سب چیزوں کی جھڑن کی مانند“ بے قدر بنے ہوئے تھے۔ پولس مسیح کی خاطر اِن دُکھوں اور مصیبتوں کا بیان کرتا ہے تو ہمارے دِلوں پر اثر ہونا چاہئے۔ اگر پولس رسول آج زندہ ہوتا تو کیا کرنتھیوں کی طرح ہم سے بھی کہتا کہ ”تم نے ہمارے بغیر بادشاہی کی“؟

۴:۱۴۔ آیات ۱۴ - ۲۱ میں پولس تفرقوں اور جھگڑوں کے موضوع پر ایمانداروں کو آخری بار نصیحت اور تنبیہ کرتا ہے۔ اُسے احساس ہے کہ میں طنزیہ انداز میں بات

کر رہا ہوں، اِس لئے وُہ وضاحت کرتا ہے کہ "مَیں تمہیں شرمندہ کرنے کے لئے یہ باتیں نہیں لکھتا، بلکہ اپنے پیارے فرزند جان کر تُم کو نصیحت کرتا ہوں"۔ وُہ کسی تلخی کے باعث اُن سے مخاطب نہیں ہے، بلکہ دِل سے چاہتا ہے کہ اُن کی رُوحانی اِصلاح ورترقی ہو۔

۴:۱۵- رسُول اُن کو یاد دِلاتا ہے کہ "اگر مسیح میں تمہارے اُستاد دسؔ ہزار بھی ہوتے" تو بھی ایمان کے اِعتبار سے باپ ایک ہی ہے۔ پَولُسؔ خُود اُن کو مسیح کے پاس لایا تھا۔ وُہ اُن کا روحانی باپ تھا۔ بہُت سے دُوسرے افراد اُن کو تعلیم دینے کے لئے آ سکتے تھے۔ لیکن کسی کے دِل میں وُہ ہمدردی اور اِحساس نہیں ہو سکتا جو اُن کو خُدا کے پاس لانے والے کے دِل میں ہو سکتا ہے۔ پَولُسؔ تعلیم دینے کی خدمت کی بے قدری نہیں کر رہا، بلکہ صِرف وُہ بات کہہ رہا ہے جو ہم سب جانتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ بہُت سے لوگ مسیحی خِدمت میں لگ جاتے ہیں لیکن اُن کو مُقدّسین میں کوئی ذاتی دِلچسپی نہیں ہوتی۔ یہ دِلچسپی صِرف اُسی خادم کی طبیعت کا حِصّہ ہوتی ہے جو اُن کو مسیح کے پاس لایا ہو۔

۴:۱۶- اِن ساری باتوں کے پیشِ نظر پَولُسؔ اہلِ کُرِنتھُس کی منّت کرتا ہے کہ "میری مانند بنو"۔ اُس نے دِل وجان سے خُود کو مسیح کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ وُہ مسیح کا جاں نثار تھا۔ پُوری محبّت سے اپنے ساتھی ایمان داروں کی اَن تھک خِدمت کرتا تھا۔ جیسا کہ اُس نے آیات ۹-۱۳ میں بیان کیا ہے وُہ چاہتا ہے کہ کُرِنتھی اِن باتوں میں اُس کے نمُونے کی پیروی کریں۔

۴:۱۷- اِس نصبُ العین کو حاصِل کرتے میں اُن کی مدد کرنے کے لئے پَولُسؔ نے "تیمتھیُس" کو اُن کے پاس "بھیجا"۔ تیمتھیُس کے بارے میں وُہ کہتا ہے کہ "وُہ خُداوند میں میرا پیارا اور دیانت دار فرزند ہے"۔ پَولُسؔ نے اُسے ہِدایت کی تھی کہ کُرِنتھیوں کو پَولُسؔ کے وُہ طرِیقے یاد دلائے جو "مسیح میں ہیں"۔ یہ وُہ طرِیقے تھے جِن کی تعلیم وُہ ساری کلیسیاؤں کو دیتا تھا۔ پَولُسؔ کہتا ہے کہ مَیں نے جو منادی کی اُس پر عمل بھی کرتا ہُوں۔ جو شخص بھی مسیحی خِدمت میں مشغُول ہوتا ہے اُسے ایسا ہی کرنا چاہیے۔

۴:۱۸- جب پَولُسؔ نے کہا کہ مَیں تیمتھیُس کو تمہارے پاس بھیج رہا ہُوں، تو شاید کرنتھُس میں اُس کے بعض بدنام کرنے والوں نے فوراً کہا ہو کہ وُہ خُود یہاں آنے سے ڈرتا ہے۔ لیکن یہ لوگ صِرف "شیخی مارتے" تھے کہ پَولُسؔ خُود نہیں آئے گا۔

۱۹:۴- لیکن وُہ وعدہ کرتا ہے کہ "خُداوند نے چاہا تو مَیں تمہارے پاس جلد آؤں گا"۔ اور جب وُہ آئے گا تو اُن لوگوں کی شیخی کا پردہ چاک ہو جائے گا جو بے تکان باتیں بناتے ہیں لیکن رُوحانی "قُدرت" نہیں رکھتے۔

۲۰:۴- آخر کار اصل اہمیّت تو "قُدرت" کی ہوتی ہے "کیونکہ خُدا کی بادشاہی باتوں پر نہیں" بلکہ عمل پر موقُوف ہے۔ صِرف دعوؤں پر نہیں بلکہ حقیقت "پر موقُوف ہے۔"

۲۱:۴- پَولُس اُن کے پاس کِس طریقہ سے آتا ہے، اِس کا اِنحصار اُن کے رویّے پر ہے۔ اگر وُہ باغیانہ رُوح کا مظاہرہ کرتے ہیں تو وُہ "لکڑی لے کر" آئے گا۔ لیکن اگر وُہ حلیمی اور تابع فرمانی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو "محبّت اور نرم مزاجی" سے آئے گا۔

ب- ایمانداروں میں بُداخلاقی (باب ۵)

باب ۵ میں تادیبی کارروائی کرنے کی ضرُورت پر زور دیا گیا ہے۔ جب کلیسیا کا کوئی رُکن کِسی بڑے گُناہ کا مُرتکب ہوتا ہے تو ایسی کارروائی ضرُوری ہو جاتی ہے۔ کلیسیا کے لئے ضرُوری ہے کہ دُنیا میں اپنے کردار کی پاکیزگی کو قائم رکھے۔ یہ بات اِس لئے بھی ضرُوری ہے کہ رُوحُ القُدس خوشی کے ساتھ کلیسیا میں کام کر سکے۔ اِس لئے نظم وضبط اور تادیب وسرزنش اشد ضرُوری ہے۔

۱:۵- یہ بات مشہُور ہو چُکی تھی کہ کرنتھس کی جماعت میں "ایک شخص" "حرامکاری" کا مُرتکب ہُؤا تھا۔ یہ ایسا گھناؤنا گُناہ تھا۔ جو "غیر قوموں میں بھی نہیں" ہوتا تھا، حالانکہ وُہ بُت پرست تھے۔ پَولُس اِس گُناہ کی نِشان دہی کرتا ہے کہ "ایک شخص اپنے باپ کی بیوی کو رکھتا ہے"۔ بے شک اُس شخص کی سگی ماں مَر چُکی تھی اور اُس کے باپ نے دُوسری شادی کر لی تھی۔ چنانچہ اُس کے "باپ کی بیوی" اُس کی سوتیلی ماں تھی۔ غالباً یہ عورت مسیح پر ایمان نہیں رکھتی تھی، کیونکہ اُس کے خِلاف کارروائی کرنے کے بارے میں کُچھ نہیں کہا گیا۔ کلیسیا کو اُس کے خِلاف کارروائی کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

۲:۵- کُرنتھس کے مسیحیوں نے اِس مُعاملے میں کیا ردِّعمل دِکھایا تھا؟ ایسی حرکت پر ماتم کرنے کی بجائے وُہ "شیخی مارتے" تھے۔ غالباً وُہ اِس بات پر شیخی مارتے تھے کہ ہم نے خطاکار کی برداشت کی ہے اور اُسے سزا نہیں دی۔ یا شاید وُہ کلیسیا کے اندر رُوحانی

نعمتوں کی کثرت پر اِتنا فخر کرتے تھے کہ اِس مُعاملے پر سنجیدگی سے دھیان دینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔ یا شاید اُن کو پاکیزگی کی نسبت تعداد سے زیادہ دِلچسپی تھی۔ اُن کو گُناہ سے کوئی خاص صَدمہ نہیں پُہنچا تھا۔

"تُم افسوس تو کرتے نہیں تاکہ جِس نے یہ کام کیا وُہ تُم میں سے نِکالا جائے بلکہ شیخی مارتے ہو"۔ اِس کا مطلب ہے کہ اگر ایمان داروں نے خُداوند کے حضُور شرمساری کا درُست رویّہ اختیار کیا ہوتا، تو خُداوند خُود اِس مُعاملے میں اِقدام کرتا اور خطاکار کے خِلاف کارروائی کرتا۔ ارڈمین رقم طراز ہے کہ

> "اُن کو جان اور سمجھ لینا چاہئے تھا کہ مسیحی کلیسیا کی اصل شان اور عزّت اُس کے اُستادوں کی نعمتوں اور خوش تقریری میں نہیں، بلکہ اُس کے اراکین کی اخلاقی پاکیزگی اور نمُونے کی زندگیوں میں ہوتی ہے"۔

۵:۳- وُہ اِس معاملے میں بے پروا تھے۔ اِس کے برعکس پَولُس رسُول بیان کرتا ہے کہ اگرچہ مَیں "موجُود نہ تھا" تو بھی "ایسا کرنے والے پر حُکم دے چُکا ہُوں" جیسے کہ مَیں حاضر تھا۔

۵:۴- وُہ تصوّر کرتا ہے کہ قصُوروار کے خِلاف کارروائی کرنے کے لئے کلیسیا ایک جگہ جمع ہے۔ اگرچہ وُہ جسمانی طور پر وہاں موجُود نہیں تو بھی "رُوح" میں "ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کے نام سے" اُن کے اجلاس میں حاضر ہے۔ خُداوند یسُوع نے کلیسیا کو اور رسُولوں کو اِختیار دِیا ہے کہ اَیسے مُعاملات میں تادیبی کارروائی کریں۔ اِس لئے پَولُس کہتا ہے مَیں "ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کی قُدرت (اختیار) کے ساتھ" اِقدام کروں گا۔

۵:۵- جو اِقدام اُسے کرنا ہے یہ ہے کہ "ایسا شخص ... جسم کی ہلاکت کے لئے شیطان کے حوالہ کیا جائے تاکہ اُس کی رُوح خُداوند یسُوع کے دِن نجات پائے"۔ اِس بیان کی تشریح کے سِلسلے میں مُفسّرین میں اِختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اِس کا مطلب مقامی کلیسیا سے اخراج ہے۔ کلیسیا کے باہر شیطان کا دائرۂ اِختیار ہے (۱-یُوحنّا ۵:۱۹)۔ اِس لئے "شیطان کے حوالہ کرنا" کلیسیا سے اخراج ہُوا۔ بعض مفسّرین کا خیال ہے کہ "شیطان کے حوالہ" کرنے کا اِختیار، خاص اِختیار تھا جو رسُول کو دیا گیا تھا، لیکن اب اَیسے اِختیار کا کوئی وجُود نہیں۔

مزید برآں "جسم کی ہلاکت کے لئے" کے مفہوم پر بھی اختلافِ رائے ہے۔ بہُت سے مُفسّرین یقین رکھتے ہیں کہ اِس کا مطلب جسمانی دُکھ اور مصائب ہیں جن کی مدد سے خُدا انسان کی زندگی میں شہوانی گُناہوں کی لذّت اور عادت کو توڑتا ہے۔ دیگر مُفسّرین کہتے ہیں کہ "جسم کی ہلاکت" سُست رفتار موت ہے جس سے انسان توبہ کرنے اور معافی پانے کی نوبت تک پہنچ جاتا ہے۔

کچھ بھی ہو، ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ایمان دار جو تادیبی یا تعزیری کارروائی کرتے ہیں اِس بات کو مدِنظر رکھ کر کرتے ہیں کہ خطاوار کا خُداوند کے ساتھ تعلق اور رفاقت بحال ہو جائے۔ آخری مقصد کلیسیا سے اخراج تو نہیں ہوتا، بلکہ اخراج ایک ذریعہ ہے جس سے ایک اَور مقصد حاصل کیا جاتا ہے۔ آخری مقصد یہ ہے کہ "اُس کی رُوح خُداوند یسوؔع کے دِن نجات پائے"۔ دُوسرے لفظوں میں تادیب میں ابدی ہلاکت کا کوئی تصور نہیں۔ خُداوند اِس زندگی میں اُس کی تادیب کرتا ہے، کیونکہ اُس نے گُناہ کیا تھا تاکہ "خُداوند کے دِن" اُس کی رُوح نجات پائے۔

۶:۵۔ اب پولُس کرنتھیوں کو "فخر کرنے" یا شیخی مارنے پر جھڑکتا ہے۔ شاید اُن کے پاس یہ عُذر تھا کہ ایسی بات تو ایک ہی دفعہ ہُوئی ہے۔ اُن کو معلُوم ہونا چاہئے تھا کہ "تھوڑا سا خمیر سارے گُندھے ہُوئے آٹے کو خمیر کر دیتا ہے"۔ یہاں "خمیر" اخلاقی گُناہ کی تصویر ہے۔ رسُول کہہ رہا ہے کہ اگر تُم کلیسیا میں تھوڑے سے گُناہ کو برداشت کر لیتے ہو تو بہُت جلد یہ گُناہ بڑھے گا اور پھیلے گا یہاں تک کہ پُوری رفاقت پر گہرا اثر کرے گا۔ کلیسیا پاکیزگی کو قائم رکھنے کے لئے راست اور خُدا خوفی کے ساتھ تادیب بہُت ضرُوری ہے۔

۷:۵۔ اِس کے بعد پولُس اُن کو حکم دیتا ہے کہ "پُرانا خمیر نکال کر اپنے آپ کو پاک کر لو"۔ دُوسرے لفظوں میں ضرُور ہے کہ وُہ سخت اِقدام کر کے بدی کو دُور کریں تاکہ "تازہ گُندھا ہُوا آٹا" یعنی پاک جماعت بن جائیں۔ پولُس مزید کہتا ہے کہ "چنانچہ تُم بے خمیر ہو"۔ خُدا تُم کو مسیح میں پاک، راست باز اور خالص دیکھتا ہے۔ اب پولُسؔ کہہ رہا ہے کہ اُن کی حالت اُن کی حیثیّت کے مُطابق ہونی چاہئے۔ جہاں تک حیثیّت کا تعلق ہے وُہ "بے خمیر" تھے۔ جہاں تک اُن کے عمل کا تعلق ہے وُہ بھی "بے خمیر" ہونا چاہئے۔ اُن کا کردار اُن کے عقیدے کے مُطابق ہونا چاہئے۔

"کیونکہ ہمارا بھی فسح یعنی مسیح قُربان ہُوا" بے خمیری روٹی کا سوچتے ہُوئے پولُس کا ذہن ماضی میں عیدِ فسح کی طرف چلا جاتا ہے جہاں عید کے پہلے دِن یہودیوں پر فرض تھا کہ گھر سے ہر قِسم کا خمیر دُور کر دیں۔ وُہ آٹا گُوندھنے کا برتن لیتے اور اُسے کھُرچ کھُرچ کر صاف کر دیتے تھے۔ اور جِس جگہ خمیر رکھا جاتا تھا اُسے رگڑ رگڑ کر ایسا صاف کرتے تھے کہ خمیر کا نِشان باقی نہ رہتا تھا۔ وُہ چراغ لے کر گھر کا کونہ کونہ دیکھتے تھے تاکہ کوئی جگہ رہ نہ جائے۔ پھر خُدا کی طرف ہاتھ اُٹھا کر لیتے تھے "اے خُدا! مَیں نے اپنے گھر سے ہر قسم کا خمیر دُور کر دیا ہے۔ اگر کہیں کوئی خمیر ہے جِس کا مجھے عِلم نہیں مَیں اپنے پُورے دِل سے اُسے بھی نِکالتا ہُوں"۔ اِس سے بدی سے دُوری کی وُہ تصویر سامنے آتی ہے جِس کے لئے آج کے مسیحی کو بُلایا جاتا ہے۔

فسح کے برّہ کو ذبح کرنا خُداوند یسوعؔ مسیح کی صلیب پر موت کی ایک تصویر ہے۔ یہ نئے عہد نامہ میں اُن بے شمار آیات میں سے ایک ہے جِن میں مثیل کے اصُول کی تائید ہوتی ہے۔ اِس سے ہماری مُراد ہے کہ پُرانے عہد نامہ کے اشخاص اور واقعات آنے والی باتوں کے مثیل یا عکس تھے۔ اُن میں سے بُہت سے براہِ راست اِس حقیقت کی طرف اِشارہ کرتے ہیں کہ خُداوند یسوعؔ آئے گا اور اپنی قُربانی دے کر ہمارے گناہوں کو دُور کر دے گا۔

۸:۵ ۔ "عید"۔ یہاں "عید" سے مُراد نہ تو عیدِ فسح ہے نہ خُداوند کی عِشا، بلکہ یہاں یہ لفظ عمُومی سے انداز میں اِستعمال ہُوا ہے جِس سے ایمان دار کی ساری زِندگی کا بیان ہوتا ہے۔ ہمارا پُورا وجُود، پُوری زِندگی خوشی کی ایک تقریب (عید) ہونی چاہئے۔ اور یہ عید گُناہ کے "پُرانے خمیر" سے نہیں، اور "نہ بدی اور شرارت کے خمیر سے" منانی چاہئے۔ ہم مسیح کے ساتھ خوشی مناتے ہیں تو ہمارے دِلوں میں دُوسروں کے لئے کوئی بُرا خیال نہیں ہونا چاہئے۔ اِس بات سے پتہ چلتا ہے کہ پولُس رسول لفظی معنوں میں خمیر کی بات نہیں کر رہا، مثلاً وُہ خمیر جو روٹی کو پھُلانے یا ڈبل روٹی بنانے میں اِستعمال ہوتا ہے، بلکہ وُہ "خمیر" کو رُوحانی معنوں میں استعمال کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ کِس طرح گُناہ ہر اُس چیز کو بگاڑ دیتا یا ناپاک کر دیتا ہے جِس کے ساتھ بھی اُس کا واسطہ پڑتا ہے۔ ہمیں تو "صاف دِلی اور سچائی کی بے خمیری روٹی سے" زِندگی بسر کرتی ہے۔

۹:۵ ۔ اب پولُس اُن کو بتاتا ہے کہ مَیں نے اپنے پہلے خط میں لِکھا تھا کہ "حرامکاروں

سے صُحبت نہ رکھنا"۔ اگرچہ وُہ خط کھو چُکا ہے، مگر اِس سے بائبل مُقدّس کے اِلہامی ہونے پر کُچھ اثر نہیں پڑتا۔ پَولُس نے اَور بھی کئی خط لِکھے ہوں گے۔ ضرُوری نہیں کہ وہ سارے کے سارے اِلہام سے لِکھے گئے تھے۔ صِرف وُہی خط اِلہامی ہیں جن کو خُدا نے مُقدّس بائبل میں شامِل کرنے کے لئے چُن لیا۔

۱۰:۵۔ پَولُس نے اُن کو لِکھا تھا کہ "حرامکاروں سے صُحبت نہ رکھنا"۔ اب وُہ وضاحت کرتا ہے کہ مطلب یہ نہیں تھا کہ وُہ ایسے بے خُدا اور بے دین لوگوں سے ہر قسم کا تعلق توڑ کر بالکُل الگ ہو جائیں۔ جب تک ہم اِس دُنیا میں ہیں ہمیں ضرُورت ہوتی ہے کہ غیر نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ کاروبار کریں۔ اور ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی طریقہ یا ذریعہ نہیں کہ وُہ گناہ میں کِتنے گہرے ڈوبے ہُوئے ہیں۔ گُنہگاروں سے قطعی طور پر الگ تھلگ زِندگی بسر کرنے کے لئے تو "دُنیا ہی سے نِکل جانا پڑتا" ہے۔

اِس لئے پَولُس کہتا ہے کہ میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ "دُنیا کے حرامکاروں یا لالچیوں یا ظالموں یا بُت پرستوں سے مِلنا ہی نہیں"۔ "لالچیوں" سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو کاروبار، تجارت یا مالی مُعاملات میں بد دیانت اور بے ایمان ثابت ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جو شخص ٹیکس کی ادائیگی میں فراڈ کا مُرتکب ثابت ہوتا ہے وُہ اِس لائق ہے کہ لالچ کی بِنا پر اُس سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ "ظالموں" سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو دُوسروں پر تشدد اور ظُلم کر کے مثلاً کِسی قِسم کا نُقصان پہنچانے یا جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دے کے دَولت جمع کرتے تھے۔ "بُت پرستوں" میں وُہ لوگ شامِل ہیں جو خُدا کو چھوڑ کر کِسی شخص یا کِسی چیز کی پرستِش کرتے اور حرامکاری کے وُہ گُناہ کرتے ہیں جو تقریباً ہمیشہ بُت پرستی کا ایک حِصّہ ہوتے ہیں۔

۱۱:۵۔ پَولُس اُن کو جِس بات سے خبردار کرنا چاہتا ہے دراصل یہ ہے کہ اُس شخص سے میل جول نہ رکھیں جو "بھائی" یعنی ایمان دار کہلاتا ہے اور پھر بھی مُندرجہ بالا ہولناک گُناہوں کا اِرتکاب کرتا ہے۔ ہم اُس کے الفاظ کو سادہ انداز میں یُوں بیان کر سکتے ہیں:

> "میرا کہنے کا مطلب یہ تھا اَور مَیں پھر سے کہتا ہُوں کہ تُم کِسی ایسے شخص کے ساتھ معمُولی کھانا تک نہ کھاؤ جو کہتا ہے کہ مَیں مسیحی ہُوں لیکن جنسی بداخلاقی یا لالچ یا بُت پرستی یا گالی بکنے یا شراب پینے یا ظُلم کرنے کا گُناہ کرتا ہے"۔

ہمیں بے ایمان یا بے نجات لوگوں سے میل ملاقات کرنے یا رابطہ رکھنے کی

اکثر ضرورت پڑتی ہے۔ ہم اِن موقعوں کو اکثر گواہی دینے کے لئے اِستعمال کر سکتے ہیں — یہ روابط اِیمان دار کے لئے اِتنے خطرناک نہیں ہوتے، جتنا اُس شخص کے ساتھ میل جول خطرناک اور نُقصان دِہ ثابت ہو سکتا ہے جو ظاہر تو کرتا ہے کہ مَیں مسیحی ہُوں لیکن گُناہ میں زِندگی بسر کرتا ہے۔

آیت ۱۰ میں دی گئی گُنہگاروں کی فہرست میں پَولُس "گالی دینے والا" کا اضافہ کرتا ہے۔ گالی دینے والا وُہ ہوتا ہے جو دُوسرے کے خِلاف سخت اور گندی زبان اِستعمال کرتا ہے۔ لیکن کیا کِسی کو صِرف ایک موقع پر طیش میں آجانے اور غیر مُحتاط زبان اِستعمال کرنے پر کلیسیا سے خارج کر دینا چاہیئے؟ ہمارا خیال ہے کہ نہیں۔ بلکہ اگر کوئی شخص ایسے روّیہ کو عادت ہی بنا لیتا ہے تو اِس صُورت میں یہ اِقدام کرنا چاہیئے۔ دُوسرے لفظوں میں "گالی دینے والا" وُہ ہے جو دُوسروں کے خِلاف بَدکلامی کرنے اور ناشائستہ زبان اِستعمال کرنے میں بَدنام ہو اور باز نہ آتا ہو۔ بہرحال یہ ہمارے لئے بھی تنبیہ ہے کہ اپنی زبان پر قابُو رکھیں۔ ڈاکٹر آئرن سائیڈ کہتا ہے کہ بعض لوگ یہ عُذر پیش کرتے ہیں کہ زبان کے مُعاملے میں ذرا "بے پروائی" ہو جاتی ہے۔ مگر وُہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مشین گن کے مُعاملے میں ذرا "بے پروائی" ہو گئی تھی۔

"شرابی" وُہ ہوتا ہے جو نشہ آور مشروبات بے تکلُّف پیتا ہے۔

کیا پَولُس کا مطلب ہے کہ جو مسیحی ایسی باتوں کا مُرتکِب ہوتا ہے اُس کے ساتھ "کھانا تک نہ کھانا" چاہیئے؟ اِس آیت کی تعلیم بالکُل یہی ہے! کہ ہم عِشائے ربّانی میں اُس کے ساتھ نہ کھائیں، مُعاشرتی یعنی عام کھانے پینے میں اُس کے ساتھ نہ کھائیں۔ بعض اوقات اِستثنائی صُورتِ حال بھی ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر جِس شخص کو رفاقت سے خارِج کر دیا گیا ہے اُس کی بیوی کا فرض ہے کہ اُس کے ساتھ کھائے پیئے۔ لیکن عام ضابطہ یہی ہے کہ جو مسیحی مندرجہ بالا گُناہوں کا مُرتکِب ہو اُس کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے تاکہ اُسے اُن کے گِھنونے پن کا احساس ہو اور وُہ توبہ کرے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خُداوند محصُول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتا تھا تو جواب یہ ہے کہ یہ لوگ اُس کے پیرَو ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ کھانے میں خُداوند اُن کو اپنے شاگرد تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اِس پیرے میں یہی تعلیم مِلتی ہے کہ جو مسیحی شیطانی زِندگی بسر کرتے ہیں، ہم کو اُن کے ساتھ رفاقت نہیں رکھنی چاہیئے۔

۵:۱۲ - اِس آیت میں پَولُس کے دو سُوالوں کا مطلب یہ ہے کہ مسیحی بے نجات

لوگوں کی عدالت کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اِس دُنیا میں ہمارے اِردگرد پائے جانے والے شریر لوگوں کی عدالت اُس آنے والے دِن خُداوند یسوع خود کرے گا لیکن ہماری یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ "اندر والوں" یعنی جو کلیسیا کے اندر ہیں، اُن پر حکم کریں۔ مقامی کلیسیا کا فرض اور ذمہ داری ہے کہ دیندارانہ تادیب اور سرزنش کرے۔

پھر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ خُداوند نے سِکھایا ہے کہ "عیب جوئی نہ کرو۔ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی"۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہاں خُداوند نیّت یا محرّک کی بات کر رہا ہے۔ ہمیں کسی کی نیّت یا مقصد پر حکم نہیں لگانا چاہئے، کیونکہ ہم اِس کے اہل ہی نہیں ہیں۔ لیکن خُدا کا کلام صفائی سے بیان کرتا ہے کہ ہمیں خُدا کی جماعت میں معلومہ گناہ پر حکم لگانا ہے تاکہ اِس کی پاکیزگی کی شہرت قائم رہے اور خطاوار بھائی خُدا کی رفاقت میں بحال ہو۔

۵: ۱۳۔ پَولُس واضح کرتا ہے کہ "باہر والوں" پر حکم کرنے کا بندوبست خُدا کرے گا۔ "باہر والوں" سے مُراد ہے وُہ لوگ جو ابھی نجات کے دائرے سے باہر ہیں۔ مگر کرنتھیوں پر خُدا نے یہ فرض عائد کیا ہے کہ "اُس شریر آدمی کو اپنے درمیان سے نکال" دیں۔ اِس کے لئے ضرورت ہے کہ کلیسیا میں عام اعلان کیا جائے کہ اب فلاں بھائی رفاقت میں شامل نہیں۔ اس کو کلیسیا سے خارج کیا گیا ہے۔ یہ اِعلان سچی فکرمندی، افسوس اور فروتنی کے ساتھ کیا جائے اور اس کے بعد دُعا جاری رکھی جائے کہ بھٹک جانے والا بھائی رُوحانی بحالی حاصل کرے۔

ج۔ ایمان داروں میں مُقدمہ بازی (۶: ۱-۱۱)

باب ۶ کی پہلی گیارہ آیات ایمان داروں کے درمیان مُقدمہ بازی کے بارے میں ہیں۔ پَولُس تک یہ خبر بھی پہنچی تھی کہ بعض مسیحی اپنے ہم ایمان بھائیوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر رہے تھے ـــــ اور وُہ بھی "بے دینوں" یعنی اِس دُنیا کے ججوں کے سامنے۔ چنانچہ وُہ یہ ہدایات دیتا ہے جو کلیسیا کے لئے دائمی قدروقیمت کی حامل ہیں۔ غور کریں کہ وُہ بار بار کہتا ہے کہ "کیا تم نہیں جانتے؟" (آیات ۲، ۳، ۱۵، ۱۶، ۱۹)۔

۶: ۱۔ پہلی آیت میں حیرانی ہی نہیں صدمے کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ اُن میں سے کسی کو یہ خیال بھی کیسے آیا کہ اپنے بھائی کے ساتھ جھگڑے کے "فیصلہ کے لئے بے دینوں کے پاس جائے"۔ یعنی بے نجات جج یا مجسٹریٹ کے سامنے مقدمہ پیش کرے۔ اُسے یہ

بات ناروا معلوم ہوتی ہے کہ حقیقی راست بازی کو جاننے والے لوگ اُن لوگوں کے سامنے پیش ہوں جو اُس راست بازی سے بالکل واقف نہیں۔ تصوّر کریں کہ مسیحی اُن لوگوں سے اِنصاف کی توقع رکھتے ہیں جن کے پاس اِنصاف ہے ہی نہیں!

۲:۶ - دُوسری بڑی ناواجب بات یہ ہے کہ جن کو ایک دِن "دُنیا کا اِنصاف کرنا ہے" وُہ اِن معمُولی معمُولی باتوں کا اِنصاف بھی نہ کر سکیں جو اُن کے درمیان جھگڑے پیدا کرتی ہیں۔ پاک نوِشتے سِکھاتے ہیں کہ جب مسیح اِس دُنیا پر قدرت اور جلال کے ساتھ بادشاہی کرنے کو آئے گا تو ایمان دار اُس کے ساتھ بادشاہی کریں گے اور انصاف کرنے کا کام اُن کے سپُرد کیا جائے گا۔ اگر مسیحیوں کو "دُنیا کا اِنصاف" کرنا ہے تو کیا وُہ اپنے درمیان چھوٹے چھوٹے جھگڑوں اور نااتفاقیوں کا تصفیہ کرنے کے قابل بھی نہیں؟

۳:۶ - پوُلس کرنتھیوں کو یاد دلاتا ہے کہ وُہ "فرِشتوں کا اِنصاف" کریں گے۔ جس طریقے سے پوُلس اِتنی بھاری اور نتیجہ خیز بات کو اِس بحث میں لے آتا ہے وُہ بہت ہی حیران کُن ہے۔ کِسی تعارُف کے بغیر ہی وُہ اِس زبردست حقیقت کا بیان کرتا ہے کہ ایک دن مسیحی فرِشتوں کا اِنصاف کریں گے۔ یہوداہ آیت ۶؛ ۲-پطرس ۲: ۴، ۹ سے ہم کو معلوم ہے کہ فرِشتوں کی عدالت ہوگی۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مسیح مُنصِف ہوگا (یُوحنّا ۵: ۲۲)۔ چونکہ ہم مسیح کے ساتھ ایک ہیں اِس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ہم فرِشتوں کی عدالت کریں گے۔ اگر ہمیں فرِشتوں کی عدالت کرنے کا اہل مانا گیا ہے تو ہمیں اِس لائق ہونا چاہئے کہ اِس دُنیا میں روزمرّہ زندگی میں اُٹھنے والے مُعاملے کو خوش اُسلوبی سے نمٹا سکیں۔

۴:۶ - "پس اگر تُم میں دُنیوی مُقدّمے ہوں تو کیا اُن کو مُنصِف مُقرر کرو گے جو کلیسیا میں حقیر سمجھے جاتے ہیں؟" بے دِین مُنصِفوں کو مقامی کلیسیا میں عزّت و توقیر کا مقام نہیں دِیا جاتا۔ بے شک جو کام وُہ دُنیا میں کرتے ہیں اِس کے لئے اُن کی عزّت کی جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک کلیسیائی مُعاملات کا تعلق ہے وُہ اُن کے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں۔ چنانچہ پوُلس اہلِ کرنتھس سے پُوچھ رہا ہے کہ

> "جب تُمہارے درمیان کوئی مسئلہ اُٹھتا ہے جس میں کسی غیر جانب دار ثالث کی ضرورت ہو تو کیا تُم کلیسیا کی حدُود سے باہر جا کر ایسے آدمیوں کو اپنا مُنصِف مُقرر کرتے ہو جن کے بارے میں کلیسیا جانتی ہے کہ اُن کو

رُوحانی اِمتیاز حاصل نہیں؟"

۶:۵ - پَولُس یہ سوال اُن کو "شرمندہ کرنے کے لئے" پُوچھتا ہے۔ کیا یہ درُست ہے کہ ایسی کلیسیا میں جو نعمتوں کی کثرت اور حِکمت پر فخر کرتی ہے "ایک بھی دانا نہیں مِلتا" جو اپنے "بھائیوں" کے مقدّمہ کا "فیصلہ کر سکے؟"

۶:۶ - بظاہر لگتا ہے کہ ایک بھی ایسا شخص دستیاب نہ تھا۔ اِس لئے کہ ایک مسیحی "بھائی" مسیح میں دُوسرے بھائی کے خِلاف "مُقدّمہ" کر رہا تھا اور خاندانی مُعاملات کو بے ایمان مُنصِفوں کے سامنے پیش کرتا تھا۔ صُورتِ حال واقعی بہُت افسوس ناک تھی!

۶:۷ - "لیکن دراَصل تُم میں بڑا نقص یہ ہے ..." اِن الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا رویّہ بالکُل غلط تھا۔ اُن کو تو ایک دُوسرے کے خِلاف مُقدّمہ بازی کا سوچنا تک نہیں چاہیے تھا۔ لیکن شاید اِس مرحلے پر کوئی مسیحی اعتراض کرے "بھائی پَولُس، آپ نہیں سمجھتے۔ فُلاں فُلاں بھائی نے کاروباری مُعاملہ میں مُجھے دھوکا دیا"۔ پَولُس کا جواب یہ ہے "ظُلم اُٹھانا کیوں نہیں بہتر جانتے؟ اپنا نقصان کیوں نہیں قبول کرتے؟" یہ ہے صحیح مسیحی رویّہ۔ کِسی کو نُقصان پہنچانے سے نقصان برداشت کرنا بہُت بہتر ہے۔ کِسی پر ظُلم کرنے سے ظُلم اُٹھانا بہُت بہتر ہے۔

۶:۸ - مگر کرنتھیوں میں یہ رویّہ نہیں تھا۔ ظُلم سہنے اور نُقصان برداشت کرنے کی بجائے وُہ "بھائیوں کو" "نقصان پہنچاتے" اور بھائیوں پر "ظُلم کرتے" تھے۔ "بھائیوں" سے مُراد ہے مسیح میں بھائی۔

۶:۹ - کیا وُہ بھُول گئے تھے کہ جن کی زِندگیوں میں ناراستی ہے یعنی جو "بدکار" ہیں وُہ "خُدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے؟" اگر بھُول گئے ہیں تو پَولُس اُن کے سامنے گنہگاروں کی ایک فہرست پیش کرتا ہے جن کا "بادشاہی" میں کوئی حِصّہ بخرہ نہیں[1]۔ پَولُس کا مطلب یہ نہیں کہ سچے مسیحی اِن گُناہوں کے مُرتکِب ہو کر ابدی ہلاکت کے وارث ہو سکتے ہیں، بلکہ یہ مطلب ہے کہ

---

[1] بعض عُلما بادشاہی میں "داخِل ہونے" اور بادشاہی کا "وارث ہونے" میں فرق کرتے ہیں۔ اُن کی تعلیم ہے کہ ممکن ہے کہ ایک ایمان دار اپنی زِندگی میں کِسی بڑے گُناہ پر غالب نہ آئے، مگر تو بھی نجات پائے۔ وُہ بادشاہی میں "داخِل" ہوگا، مگر اُسے یا تو بہُت تھوڑی میراث (اَجر) مِلے گی یا بالکُل نہیں مِلے گی۔ مگر زیرِ نظر حِصّے کا تعلق ناراستوں سے ہے، یعنی وُہ جو نئے سِرے سے پَیدا نہیں ہُوئے۔

جو لوگ یہ گُناہ کرتے ہیں وُہ مسیحی ہیں ہی نہیں۔

اِس فہرست میں "حرامکار" اور "زناکار" کو الگ الگ رکھا گیا ہے۔ حرامکاری سے مُراد غیر شادی شُدہ شخص کا فعلِ بَد ہے جبکہ زناکاری شادی شُدہ شخص کا جِنسی گُناہ ہے۔ "بُت پرستوں" کا ذِکر دوبارہ ہُوا ہے۔ جیساکہ باب ۵ کی گزشتہ دوؔ فہرستوں میں بھی ہے۔ "عیّاش" سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو اپنے بدن غلط طور پر اِستعمال ہونے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اور "لونڈے باز" وُہ مَرد ہیں جو مَردوں کے ساتھ بَدفعلی کرتے ہیں۔

٦:١٠- اِسی فہرست میں "چور، لالچی، شرابی، گالیاں بکنے والے اور ظالم" بھی شامل ہیں۔ "چور" وہ چیزیں لے لیتے ہیں جو اُن کی ملکیت نہیں ہوتیں۔ غور کریں کہ لالچ کا گُناہ ہمیشہ بدترین گُناہوں کی فہرست میں شامل ہوتا ہے۔ اگرچہ اِنسان اِس کے بارے میں عُذر تراشتے اور اِسے ہلکا خیال کرتے ہیں لیکن خُدا اِس کی شدید مذمت کرتا ہے۔ "لالچی" وُہ ہے جس کو مال و دَولت جمع کرنے کی حد سے زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ اور اِس کی خاطر وُہ ناجائز ذرائع اِستعمال کرتا ہے۔ "شرابی" جیساکہ پہلے بیان ہُوا نشہ آور مشروبات کے عادی ہوتے ہیں۔ "گالیاں بکنے والے" دُوسروں کے بارے میں گندی اور بیہُودہ زُبان اِستعمال کرنے والوں کو کہا جاتا ہے۔ اور "ظالم" سے مُراد اَیسے اشخاص ہیں جو دُوسروں کی غربت اور ضرورت کا ناجائز فائدہ اُٹھاکر اپنے گھر بھرتے ہیں۔

٦:١١- پَولُس یہ نہیں کہہ رہا کہ کرنتھس کے مسیحی اِن گُناہوں میں مبتلا تھے، بلکہ یہ کہ نجات پانے سے پہلے وُہ یہ گُناہ کِیا کرتے تھے۔ "اور بعض تُم میں اَیسے ہی تھے" — "لیکن اب وہ دُھل گئے اور پاک ہُوئے اور راست باز بھی ٹھہرے"۔ وُہ مسیح کے خُون سے گُناہ اور اِس کی ناپاکی سے "دُھل گئے" اور خُدا کا کلام اُن کو مُسلسل دھوتا رہتا ہے۔ اور خُدا کے رُوح کے عمل سے وُہ "راست باز ٹھہرے" اور خُدا کی خاطر دُنیا سے الگ کِئے گئے۔ پھر وُہ "خُداوند یسوؔع مسیح کے نام سے اور ہمارے خُدا کے رُوح سے ... راستباز بھی ٹھہرے"، یعنی صلیب پر خُداوند یسوؔع کے کام کے وسیلے سے وُہ خُدا کے سامنے راست باز محسُوب ہُوئے۔

د- ایمان داروں میں اخلاقی ڈِھیلاپن ٦:١٢-٢٠

٦:١٢- اِس باب کی اِختتامی آیات میں رسُول غلط اور صحیح میں اِمتیاز کرنے کے چند اصُول بیان کرتا ہے۔ پہلا اصُول یہ ہے کہ مُمکِن ہے کہ کوئی بات جائز (روا) تو ہو مگر

مُفید نہ ہو۔ پَولُس کہتا ہے "سب چیزیں میرے لئے روا تو ہیں"۔ یہاں "سب چیزیں" قطعی اور حتمی طور پر اِستعمال نہیں ہؤا۔ مثلاً خود اُس کے لئے بھی رَوا نہیں کہ مندرجۂ بالا میں سے کسی گُناہ کا اِرتکاب کرے۔ یہاں دراصل وُہ صِرف اُن باتوں کا ذِکر کر رہا ہے جو اِخلاقی لحاظ سے غیر جانبدار ہیں۔ مثال کے طور پر پَولُس کے زمانے میں ایمان داروں میں یہ مسئلہ بے حد اہم تھا کہ مسیحی سُؤر کا گوشت کھائیں یا نہ کھائیں، مگر حقیقت میں یہ بات اخلاقی لحاظ سے غیر جانبدار ہے۔ خُدا کے نزدیک یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ کوئی شخص سُؤر کا گوشت کھائے یا نہ۔ پَولُس صِرف اِتنی بات سمجھا رہا ہے کہ بعض باتیں ہوسکتا ہے روا ہوں، مگر فائدہ مند نہ ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ بعض باتوں کی اجازت ہے، مگر جب کوئی دُوسرا شخص مجھے وُہ کرتے دیکھتا ہے تو ٹھوکر کھاتا ہے۔ اِس صُورت میں مجھے اُن کا کرنا جائز نہیں۔

دُوسرا اصُول یہ ہے کہ کچھ چیزیں جائز تو ہیں لیکن اپنا غلام بنالیتی ہیں۔ پَولُس بیان کرتا ہے کہ "لیکن مَیں کسی چیز کا پابند نہ ہُوں گا"۔ فی زمانہ شراب، تمباکو اور منشیات کے حوالے سے اِس میں براہِ راست پیغام ہے۔ یہ چیزیں اور اِن کے عِلاوہ مُتعدد اَور چیزیں غُلام بنا سکتی ہیں۔ اور ایک مسیحی کو اِن کا غُلام (پابند) نہیں بننا چاہئے۔

۶: ۱۳۔ تیسرا اصُول یہ ہے کہ بعض چیزیں ایمان دار کے لئے بالکل رَوا ہیں لیکن اُن کی افادیت بالکل عارضی ہوتی ہے۔ پَولُس کہتا ہے "کھانے پیٹ کے لئے ہیں اور پیٹ کھانوں کے لئے، لیکن خُدا اُس کو اور اِن کو نیست کرے گا"۔ مطلب یہ ہے کہ اِنسانی "پیٹ" اِس طرح بنایا گیا ہے کہ "کھانوں" کو قبول کرسکتا اور ہضم کرسکتا ہے۔ اِسی طرح خُدا نے "کھانوں" کو ایسے عجیب اور عُمدہ طور سے ترتیب دیا ہے کہ اِنسانی "پیٹ" کو قبول ہوسکتے ہیں۔ مگر ہمیں کھانوں کے لئے جینا نہیں چاہئے کیونکہ اِن کی افادیت وقتی ہے۔ ایمان دار کو اِنہیں اپنی زندگی میں نارَوا قسم کی اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ اِس طرح نہ جیؤ جیسے زندگی کا سب سے بڑا مقصد بھوک مِٹانا ہی ہو۔

اگرچہ خُدا نے بَدن کو نہایت عُمدہ طور سے ایسے بنایا ہے کہ کھانے قبول کرکے اُنہیں تحلیل اور جذب کرلے، تو بھی ایک بات یقینی ہے کہ "بدن حرامکاری کے لئے نہیں بلکہ خُداوند کے لئے ہے اور خُداوند بدن کے لئے"۔ بَدن کی تشکیل کرتے ہُوئے خُداوند کا کبھی مقصد نہیں تھا کہ اِسے بیہودہ یا ناپاک مقاصِد کے لئے استعمال کیا جائے۔ بلکہ مقصد یہ تھا کہ بَدن خُداوند کے جلال

اور اُس کی بابرکت اور مُبارک خِدمت کے لئے اِستعمال ہو۔

اِس آیت میں ایک بات نہایت حیرت افزا ہے۔ اُس پر ضرور توجہ دینی چاہئے کہ نہ صِرف "بدن خداوند کے لئے ہے" بلکہ اِس سے بھی عُمدہ اور برتر تصوّر یہ ہے کہ "خداوند بدن کے لئے ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ خُداوند ہمارے بدنوں، اُن کی فلاح و بہبُود اور اُن کے مناسب اور جائز اِستعمال میں دِلچسپی لیتا ہے۔ خُدا چاہتا ہے کہ ہمارے بدن اُس کے حضور زِندہ، پاک اور پسندیدہ قُربانی کے طور پر نذر کئے جائیں (رومیوں ۱۲: ۱)۔ ارڈمین کا قول ہے کہ "خُداوند کے بغیر ہمارے بدن حقیقی قدر و منزلت اور اپنی غیر فانی منزل نہیں پا سکتے"۔

۶: ۱۴- "خداوند بدن کے لئے ہے"۔ اِس حقیقت کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ "خُدا" نے صِرف "خداوند" یسوع ہی کو مُردوں میں سے نہیں "جلایا" بلکہ وُہ "ہم کو بھی اپنی قُدرت سے جلائے گا"۔ ہمارے بدنوں میں اُس کی دِلچسپی ہماری موت کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ وُہ ہر ایک ایمان دار کے بدن کو "جلائے گا" اور اُسے خُداوند یسوع مسیح کے بدن کے مُطابق جلالی بنائے گا۔ ابدیت میں ہم ایسی رُوحیں نہیں ہوں گے جِن کا بدن نہیں ہوتا، بلکہ ہماری جان اور رُوح کا ہمارے جلالی بنائے گئے بدن کے ساتھ دوبارہ میل ہو گا۔ اور یُوں وُہ آسمان کی برکتوں اور جلالی چیزوں سے ابد تک لُطف اندوز ہوتا رہے گا۔

۶: ۱۵- پَولُس اِس بات پر زور دیتا ہے کہ ہم اپنی زِندگیوں میں ذاتی پاکیزگی حاصِل کریں، اور اپنے بدنوں کی ہر قسم کی ناپاکی سے حفاظت کریں۔ اِس لئے وُہ یاد دلاتا ہے کہ "تُمہارے بدن مسیح کے اعضا ہیں"۔ ہر ایمان دار مسیح کے بدن کا عُضو ہے۔ تو کیا مُناسب ہو گا کہ "مَیں مسیح کے اعضا لے کر کسبی کے اعضا بناؤں؟" یہ سُوال خُود ہی اپنا جواب ہے۔ تو بھی پَولُس غضب ناک انداز میں کہتا ہے "ہرگز نہیں!"

۶: ۱۶- جنسی مِلاپ کے عمل میں دو بدن "ایک تن" ہو جاتے ہیں۔ اِبتدائے آفرینش ہی میں یہ بات بیان کر دی گئی تھی "کیونکہ وُہ فرماتا ہے کہ وُہ دونوں ایک تن ہوں گے" (پیدائش ۲: ۲۴)۔ چنانچہ اگر ایک ایمان دار "کسبی سے صُحبت کرتا ہے" تو وُہ مسیح کے عُضو کو لے کر کسبی کا عُضو بناتا ہے۔ وُہ دونوں "ایک تن" ہوں گے۔

۶: ۱۷- جس طرح جسمانی فِعل میں دونوں کا مِلاپ ایک تن بنا دیتا ہے، اُسی طرح جب کوئی شخص یسوع مسیح پر ایمان لاتا ہے وُہ "خُداوند کی صُحبت میں رہتا ہے"۔ ایمان دار

اور مسیح کا ملاپ اِس طرح ہوتا ہے کہ اَب سے اُن کو "ایک رُوح" کہا جا سکتا ہے۔ یہ دو شخصوں کا کامل ترین ملاپ ہے۔ پَولُس کا نکتہ یہ ہے کہ جو لوگ خُداوند کی ایسی "صُحبت میں" ہوتے ہیں اُن کو کبھی ایسی صحبت برداشت نہیں کرنا چاہئے جو رُوحانی شادی سے مُتصادم ہو۔

اے۔ ٹی پیئرسن لکھتا ہے کہ

> "بھیڑیں چرواہے کو چھوڑ کر دُور جا سکتی ہیں اور ڈالی انگور کے درخت سے کٹ سکتی ہے، اعضا بدن سے کاٹے جا سکتے ہیں، بچہ باپ سے اجنبیت اِختیار کر سکتا ہے، بیوی شوہر سے علیحدگی اِختیار کر سکتی ہے، لیکن جب دو رُوحیں باہم گھل مل کر ایک ہو جاتی ہیں تو کون سی چیز اُن کو ایک دُوسرے سے جُدا کر سکتی ہے! کوئی خارجی تعلق یا اِتحاد و ملاپ، بلکہ شادی کا بندھن بھی دو زندگیوں کے کامل طور سے ایک ہونے کی صحیح ترجمانی نہیں کر سکتا۔"

۱۸:۶- چنانچہ رسُول کرنتھیوں کو خبردار کرتا ہے کہ "حرامکاری سے بھاگو"۔ ایسی خطرناک بات سے سرسری تعلق بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اِس پر دھیان دینا تو دُور کی بات ہے اِس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہئے۔ اُن کو حُکم ہے کہ اِس سے "بھاگو!" بائبل مُقدّس میں اِس کی نہایت خوبصورت مثال یُوسف کی ہے۔ جب فوطیفار کی بیوی نے اُس پر ڈورے ڈالے، اور اُس کو اُلجھانے لگی تو وُہ اُس سے بھاگا (پیدائش باب ۳۹)۔ جنگ میں کثرتِ تعداد مُحافظت کی ضامن ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی بھاگ جانے ہی میں سلامتی ہوتی ہے!

اِس کے بعد پَولُس کہتا ہے کہ "جتنے گُناہ آدمی کرتا ہے وُہ بدن سے باہر ہیں مگر حرامکار اپنے بدن کا بھی گُنہگار ہے"۔ اکثر گُناہ "بدن" پر براہِ راست اثر نہیں کرتے۔ لیکن "حرامکاری" انوکھی قسم کا گُناہ ہے، اِس لئے کہ یہ "براہِ راست" بدن پر اثر کرتا ہے۔ اِنسان اِس گُناہ کا پھل اپنے بدن میں کاٹتا ہے۔ مُشکل یہ ہے کہ آیت کہتی ہے کہ "جتنے گُناہ آدمی کرتا ہے وُہ بدن سے باہر ہیں"۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ یہاں رسُول تقابلی مفہوم میں بات کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر یہ دُرست ہے کہ بسیارخوری (پیٹو پن) اور شراب نوشی اِنسان کے بدن کو مُتاثر کرتے ہیں، تاہم اکثر گُناہ ایسا نہیں کرتے۔ اور بسیارخوری اور شراب نوشی بھی بدن کو اُس انداز میں براہِ راست مُتاثر نہیں کرتے جیسے تباہ کُن انداز میں حرامکاری کرتی ہے۔ اِس کی تباہی بہت وسیع تر ہوتی ہے۔ شادی کے بغیر جنسی اِختلاط وُہ تباہی برپا کرتا ہے کہ

بیان سے باہر ہے۔ اِس کے مُعاشی، مُعاشرتی اور نفسیاتی اثرات بُہت دُور رَس ہوتے ہیں۔

۱۹:۶ ۔ پَولُس کرنتھیوں کو دوبارہ یاد دِلاتا ہے کہ اُن کی بُلاہٹ نہایت پاک اور بُلند تھی۔ وُہ اُن سے کہتا ہے کہ کیا تُم بھُول گئے ہو کہ "تمہارا بدن رُوحُ القُدس کا مَقدِس ہے؟" یہ پاک کلام کی ایک نہایت سنجیدہ سچائی ہے کہ رُوحُ القُدس ہر ایمان دار کے اندر سکونت کرتا ہے۔ ہم کِس طرح سوچ بھی سکتے ہیں کہ جِس بدن کے اندر رُوحُ القُدس سکونت کر رہا ہے اُس کو لے کر ذلیل مقاصِد اور حقیر کاموں کے لئے اِستعمال کریں! نہ صِرف یہ کہ ہمارا بدن رُوحُ القُدس کا مسکن ہے بلکہ ہم "اپنے نہیں"۔ ہمیں تو حق ہی نہیں کہ اپنے بدنوں کو اپنی مرضی اور خواہش کے مُطابق استعمال کریں۔ بات یہیں ختم ہوتی ہے کہ ہمارے بدن ہمارے نہیں، خُداوند کے ہیں۔ وُہی اِن کا مالِک ہے۔

۲۰:۶ ۔ ہم اپنی تخلیق اور اپنے فِدیہ دونوں کے اِعتبار سے خُداوند کے ہیں۔ اِس آیت میں فِدیہ کی وجہ زیادہ نمایاں طور پر پیشِ نظر ہے۔ اُس کی ہم پر ملکیت کلوری کے وقت سے ہے۔ ہم "قیمت سے خریدے گئے" ہیں۔ صلیب پر نظر آتا ہے کہ اُس نے ہماری کیا قیمت ادا کی۔ اُس نے ہم کو اِس قدر قیمتی جانا کہ اپنے قیمتی خُون سے ہماری قیمت ادا کرنے کو تیار ہو گیا۔ خُداوند یسوع مسیح کو ہمارے ساتھ کتنی محبّت ہو گی کہ وُہ ہمارے گُناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہُوئے صلیب پر چڑھ گیا!

اِسی وجہ سے مَیں سوچ بھی نہیں سکتا کہ میرا بدن میرا ہے۔ اگر مَیں اِسے لے کر اپنی مرضی کے مُطابق اِستعمال کرتا ہُوں تو چور ہُوں۔ وُہ چیز لے رہا ہُوں جو میری اپنی نہیں۔ چاہئے کہ مَیں "اپنے بدن سے خُدا کا جلال" ظاہر کروں، کیونکہ یہ ہے ہی اُس کا۔

بیٹس پُکار اُٹھتا ہے کہ

"سر! اُس پر نظر کرو جس کا ماتھا کانٹوں میں لپٹا ہُوا تھا۔ ہاتھ! اُس کے لئے
مُشقّت کرو جِس کے ہاتھ کیلوں سے صلیب کے ساتھ ٹھونک دِئے گئے۔ پاؤں!
اُس کے حکموں کو پُورا کرنے کے لئے تیزی سے بڑھو جس کے پاؤں چھیدے گئے۔
میرا بدن! اُس کی ہیکل ہو، جِس کا بدن ناقابلِ بیان درد نے مروڑ ڈالا تھا۔"

۳- رسُول کی طرف سے کلیسیا کے سُوالوں کے جواب

(ابواب ۷ -۱۴)

ا- شادی اور تجرُّد کے بارے میں (باب ۷)

۷:۱- اب تک پَولُس کرنتھس کی کلیسیا میں پائی جانے والی اُن برائیوں پر بات کر رہا تھا جِن کی رپورٹ اُسے براہِ راست مِلی تھی۔ اب وُہ اُن سُوالوں کے جواب دینے کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو کرنتھیوں نے اُس کو لِکھ بھیجے تھے۔ پہلے سُوال کا تعلق شادی اور تجرّد سے ہے۔ اِس لئے پہلے وُہ ایک موٹا اصُول پیش کرتا ہے کہ "مَرد کے لئے اچّھا ہے کہ عورت کو نہ چھُوئے"۔ مُراد ہے کہ جِسمانی تعلق قائم نہ کرے۔ پَولُس رسُول کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ غیر شادی شُدہ حالت شادی کی حالت سے زیادہ پاک ہے، بلکہ یہ کہ اگر اِنسان خُود کو پُوری توجہ کے ساتھ خُداوند کی خِدمت کے لئے دینا چاہتا ہے تو بہتر ہے کہ شادی نہ کرے۔ اگلی آیات میں اِس کی وضاحت کی جائے گی۔

۷:۲- پَولُس کو اِس بات کا پُورا پُورا اِحساس ہے کہ غیر شادی شُدہ حالت کے ساتھ زبردست آزمائشیں وابستہ رہتی ہیں جو ناپاکی میں گِرا سکتی ہیں۔ اِس لئے وُہ اپنے پہلے بیان (۷:۱) کو یُوں محدُود کرتا ہے کہ "لیکن حرامکاریوں کے اندیشہ سے ہر مَرد اپنی بیوی اور ہر عورت اپنا شوہر رکھّے"۔ "ہر مَرد اپنی بیوی ... رکھّے" کا مطلب یک زوجی شادی سے ہے۔ آیت ۲ اِس اصُول کو قائم کر رہی ہے کہ اپنی اُمّت کے لئے خُدا کا وہی اصُول جاری ہے جو شرُوع سے چلا آرہا ہے کہ ہر شخص کا صِرف ایک رفیقِ زندگی ہو۔

۷:۳- شادی شُدہ زِندگی میں ضرُوری ہے کہ مَرد و زَن ایک دُوسرے کا "حق ادا کرے" اِس لئے کہ دونوں کو ایک دُوسرے کی ضرُورت ہے۔ پَولُس رسُول کہتا ہے کہ "شوہر بیوی کا حق ادا کرے" تو مطلب ہے کہ "بہ حیثیت شوہر وُہ اپنے فرائض ادا کرے"۔ اور بلاشُبہ بیوی کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ غور کریں کہ پَولُس اِس موضُوع پر کیسی شائستگی سے اپنا مطلب ادا کرتا ہے۔ یہ دُنیا سے کِس قدر مُختلِف انداز ہے!

۷:۴- ازدواجی یگانگت میں "بیوی" کا اِنحصار "شوہر" پر ہوتا ہے اور اسی طرح شوہر کا اِنحصار بیوی پر ہوتا ہے۔ اور اِس پاکیزہ مِلاپ میں خُدا کے حُکم کو پُورا کرنے

میں ضرور ہے کہ شوہر اور بیوی باہم ایک دوسرے پر انحصار کو تسلیم کریں ۔

۷:۵ - کرسٹنسن رقمطراز ہے کہ

> "سادہ زبان میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک ساتھی جنسی ملاپ چاہتا ہے تو دوسرا ساتھی اس کا مثبت جواب دے ۔ وہ شوہر اور بیوی جو جنسی ملاپ کے سلسلے میں ایسا رویّہ رکھیں گے وہ اسے ازدواجی زندگی کا ایک عجیب اور عمدہ تسکین بخش پہلو پائیں گے ۔ سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ یہ تعلق کسی مصنوعی اور ناممکن الحصول مثالی معیار پر نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہوگا" ۔

غالباً جب اُن میں سے بعض کو پہلے پہل نجات کا تجربہ ہوا، تو وہ سوچتے تھے کہ شادی شدہ زندگی کے یہ بے تکلف تعلقات مسیحی پاکیزگی کے تصوّر سے میل نہیں کھاتے ۔ پولس اُن کے ذہنوں سے یہ غلط تصوّر دور کرتا ہے اور بڑی سختی سے بتاتا ہے کہ مسیحی جوڑوں پر لازم ہے کہ "ایک دوسرے سے جُدا نہ رہیں" - ایک دوسرے کو باہمی تسکین سے محروم نہ رکھیں، یعنی ایک رفیقِ زندگی کو دوسرے کے بدن پر جو حق ہے وہ ادا کرنے سے انکار نہ کیا جائے ۔ استثنائی صورتیں صرف دو ہیں ۔ اوّل، ایسا پرہیز "آپس کی رضامندی" سے ہو تاکہ شوہر اور بیوی کو روزہ رکھنے اور "دُعا کے واسطے فرصت ملے" ۔ دوم، ایسا پرہیز عارضی ہونا چاہئے ۔ شوہر اور بیوی کو "پھر اکٹھے" ہو جانا چاہئے، مبادا "غلبۂ نفس کے سبب سے شیطان (اُن) کو آزمائے" ۔

۷:۶ - یہ آیت بہت سی قیاس آرائیوں اور اختلافِ رائے کا باعث بنی ہے ۔ "لیکن یہ مَیں اجازت کے طور پر کہتا ہوں ۔ حکم کے طور پر نہیں" ۔ بعض لوگ اس کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ پولس گزشتہ الفاظ کو الہامی نہیں سمجھتا ۔ یہ تشریح صحیح نہیں اس لئے کہ ۱- کرنتھیوں ۱۴:۳۷ میں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ "جو باتیں مَیں تمہیں لکھتا ہوں وہ خداوند کے حکم ہیں" ۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ رسول کہہ رہا ہے کہ بعض صورتِ حال میں شادی شدہ جوڑے کے آپس کے ملاپ سے پرہیز کرنا بالکل مناسب ہے ۔ مگر یہ پرہیز بطورِ اجازت ہے ۔ "حکم ... نہیں" ۔ مسیحی لوگوں کے لئے مجبوری نہیں کہ اس ملاپ سے اس لئے باز رہیں کہ اپنے آپ کو دُعا کے لئے وقف کر سکیں ۔ بعض علما کا خیال ہے کہ آیت ۶ کا تعلق شادی کے پورے تصوّر کے ساتھ ہے کہ مسیحیوں کو شادی کرنے کی اجازت ہے، لیکن

حکم نہیں ہے۔

۷:۷- اب پولُس کنواریوں کو نصیحت کرتا ہے- یہ بات تو شروع ہی میں واضح ہو جاتی ہے کہ وُہ غیر شادی شُدہ حالت یعنی کنوارپن کو ترجیح دیتا ہے۔ لیکن وہ جانتا ہے کہ اِس پر عمل صرف مسیح کی توفیق ہی سے مُمکن ہے۔ وُہ کہتا ہے "مَیں تو یہ چاہتا ہُوں کہ جَیسا مَیں ہُوں وَیسے ہی سب آدمی ہوں"۔ سیاق وسباق سے روشن ہے کہ اُس کا مطلب "غیر شادی شُدہ" ہے۔ اِس بات میں بہُت اِختلافِ رائے موجُود ہے کہ پولُس ہمیشہ کنوارہ ہی رہا، یا یہ خط لکھتے وقت رنڈوا ہو چُکا تھا- لیکن مَوجُودہ نکتے کے لئے اِس مسئلے کا تصفِیہ ضرُوری نہیں۔ "ہر ایک کو خُدا کی طرف سے خاص خاص توفیق مِلی ہے" یعنی بعضوں کو خُدا کنوارہ رہنے کی توفیق دیتا ہے مگر دُوسروں کو خاص بُلاہٹ ہے کہ شادی کریں۔ یہ انفرادی مُعاملہ ہے اور کوئی ایسا حتمی قاعِدہ کُلیہ نہیں بنایا جا سکتا جس کا اِطلاق سب پر کیا جا سکے۔

۷:۸- چنانچہ وُہ "بے بیاہوں اور بیواؤں" کو نصیحت کرتا ہے کہ میری مانند رہو۔

۷:۹- "لیکن اگر ضبط نہ کرسکیں" یعنی بے بیاہے نہ رہ سکیں تو اُن کو اِجازت ہے کہ "بیاہ کر لیں"۔ "کیونکہ بیاہ کرنا مَست ہونے سے بہتر ہے"۔ "مَست ہونے" یعنی جذبات کی شِدت سے مغلوب ہو جانے میں سخت خطرہ ہے کہ اِنسان گُناہ میں گِر جائے۔

۷:۱۰- اگلی دو آیات میں شادی شُدہ جوڑوں کو مخاطب کیا گیا ہے، اور یہ ایسے جوڑے ہیں جن میں دونوں ساتھی ایمان دار ہیں۔

"مگر جن کا بیاہ ہو گیا ہے اُن کو مَیں نہیں بلکہ خُداوند حُکم دیتا ہے"۔ پولُس کا مطلب ہے کہ جِس بات کو مَیں بیان کر رہا ہُوں اُس کی تعلیم خُود خُداوند نے اپنی زمینی زِندگی کے دَوران دی تھی۔ مسیح نے اِس موضُوع پر بالکل واضح حُکم دِیا تھا- مثال کے طور پر اُس نے سوائے بے وفائی اور حرامکاری کے طلاق دینے سے منع کیا ہے (متیؔ ۵: ۳۲؛ ۱۹: ۹)۔ مجمُوعی طور پر پولُس یہ ہدایت کرتا ہے کہ "بیوی اپنے شوہر سے جُدا نہ ہو"۔

۷:۱۱- تو بھی اُسے اِحساس تھا کہ بعض اوقات اِنتہائی صُورتِ حال ہو سکتی ہے جب بیوی کے لئے شوہر سے جُدا ہونا ضرُوری ہو جاتا ہے۔ ایسی صُورت میں اُس کا فرض ہے کہ "یا بے نکاح رہے یا اپنے شوہر سے پھر ملاپ کر لے"۔ جُدا ہونے یا علیحدگی اختیار کرنے سے

نکاح ٹوٹ نہیں جاتا بلکہ اِس طرح خُدا زخموں کو مندمل ہونے کا موقع دیتا ہے تاکہ فریقین کی آپس میں اور خُداوند کے ساتھ رفاقت بحال ہو جائے۔ "شوہر" کو بھی حکم ہے کہ "بیوی کو نہ چھوڑے" یعنی طلاق نہ دے۔ یہاں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔

۷: ۱۲- آیات ۱۲-۲۴ میں شادی کے اُس مسئلے پر بحث کی گئی ہے جب صرف ایک فریق ایمان دار ہو۔ پَولُس تمہید کے طور پر کہتا ہے کہ "باقیوں سے مَیں ہی کہتا ہُوں نہ خداوند۔" ہم یہاں پھر زور دے کر کہنا چاہتے ہیں کہ جو کُچھ پَولُس کہہ رہا ہے وُہ پَولُس کا نہیں بلکہ خُداوند ہی کا نقطۂ نظر ہے۔ وُہ صِرف اِتنا کہہ رہا ہے کہ جو کُچھ مَیں کہنے کو ہُوں "خُداوند یسوع نے پہلے (جب اِس دُنیا میں تھا) اِس کی تعلیم نہیں دی تھی۔ اناجیل میں اِس قسم کی کوئی ہدایت نہیں پائی جاتی۔ خُداوند نے شادی کے اِس مُعاملے پر بات ہی نہیں کی تھی جس میں صِرف ایک فریق ایمان دار ہو۔ لیکن اب خُداوند نے اِس سِلسلے میں اپنے رسُول کو ہدایت کی ہے کہ چنانچہ پَولُس یہاں جو کُچھ کہہ رہا ہے اِلہامی باتیں ہیں۔

"باقیوں سے" کا مطلب ہے وُہ افراد جن کے رفیقِ زندگی ایمان دار نہیں۔ کلام کا یہ حِصّہ اِس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک مسیحی بے نجات ساتھی سے شادی کرے، بلکہ پیشِ نظر وُہ صُورتِ حال ہے جس میں شادی کے بعد ایک فریق نے نجات پائی (اور دُوسرا بے ایمان رہ گیا)۔

"اگر کِسی بھائی کی بیوی باایمان نہ ہو اور اُس کے ساتھ رہنے کو راضی ہو تو وُہ اُس کو نہ چھوڑے" یعنی طلاق نہ دے۔ کلام کے اِس حِصّے کو صحیح طور سے سمجھنے کے لئے پُرانے عہدنامہ میں خُدا کے حکم کو یاد کرنا بہُت مددگار ثابت ہوگا۔ جب یہُودیوں نے بُت پرست عورتوں سے شادیاں کرلیں، اور اُن سے بچّے بھی ہُوئے تو اُن کو حُکم دِیا گیا تھا کہ بیویوں اور بچّوں دونوں کو چھوڑ دیں۔ عزرا ۱۰: ۲، ۳ اور نحمیاہ ۱۳: ۲۳-۲۵ میں یہ بات بالکُل صاف نظر آتی ہے۔

کرنتھیوں کے درمیان یہ مسئلہ پَیدا ہوگیا تھا کہ جو بیوی ایمان لے آئی ہے وُہ اپنے شوہر اور بچّوں سے کیا کرے۔ اور اِسی طرح وُہ مرد جس کی بیوی بے ایمان ہے، اُس سے کیا کرے۔ کیا اُسے چھوڑ دے؟ یہ تو واضح ہے کہ جواب نفی میں ہے۔ پُرانے عہدنامہ کا حُکم خُدا کے لوگوں پر جو فضل کے ماتحت ہیں اب اِطلاق نہیں کرتا۔ اگر کِسی مسیحی کی بیوی غیر مسیحی ہو کر "اُس کے ساتھ رہنے کو راضی" ہے، تو لازِم ہے کہ وُہ اُس کو نہ چھوڑے۔ اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آدمی کا کِسی بے اِیمان سے بیاہ کر لینا روا اور جائز ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر شادی اُس وقت ہُوئی تھی جب ابھی

ایمان نہیں لایا تھا، تو ایمان لانے کے بعد اُس کو چھوڑ دینا جائز نہیں ۔

۷: ۱۳- اِسی طرح "جس عورت کا شوہر باایمان نہ ہو، اور اُس کے ساتھ رہنے کو راضی ہو، تو وہ شوہر کو نہ چھوڑے"۔ عین ممکن ہے کہ عورت اپنی فروتنی اور خدا خوفی کی گواہی کے سبب سے وہ اُسے خداوند کے لئے جیت لے ۔

۷: ۱۴- حقیقت تو یہ ہے کہ ایک غیر مسیحی گھر میں ایک ایمان دار کی موجودگی سے تقدیسی اثر ہوتا ہے ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا "تقدیس کرنے" کا مطلب ہے الگ کرنا یا مخصوص کرنا ۔ یہاں یہ مطلب نہیں کہ بے ایمان شوہر بیوی کے باعث نجات پاتا ہے، نہ یہ کہ وہ پاک ہو جاتا ہے ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسی حالت میں آجاتا ہے جہاں اُسے خارجی اِستحقاق مل جاتا ہے ۔ اُس کی خوش قسمتی ہے کہ مسیحی بیوی ہے جو اُس کے لئے دُعا مانگتی ہے ۔ اُس کی زندگی اور گواہی گھر میں خدا کا ایک اثر ہوتی ہے ۔ اِنسانی نقطۂ نگاہ سے ایسے آدمی کے نجات پانے کا اِمکان زیادہ ہے کہ گھر میں خدا پرست مسیحی بیوی ہے، بہ نسبت اِس کے جبکہ بیوی بے ایمان ہو ۔ وائین اِس کے بارے میں یوں کہتا ہے کہ "اُس کو رُوحانی اثر حاصل ہے جس میں حقیقی تبدیلی (ایمان لانے) کا امکان ہے"۔ بلاشبہ یہی بات اُس وقت بھی صادق آتی ہے جب بیوی بے ایمان اور شوہر مسیحی ہو ۔ اِس صورت میں بے ایمان بیوی "پاک ٹھہرتی ہے"۔

اِس کے بعد رسول کہتا ہے "ورنہ تمہارے فرزند ناپاک ہوتے مگر اب پاک ہیں"۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پرانے عہد نامہ میں بُت پرست بیوی کے ساتھ بچّوں کو بھی چھوڑنا پڑتا تھا ۔ پولُس وضاحت کرتا ہے کہ فضل کے اِنتظام کے تحت جہاں فریقین میں سے ایک باایمان اور دُوسرا بے ایمان ہو، وہاں بچّے (فرزند) "پاک" ہیں"۔ لفظ "پاک" اُسی مادّہ سے مشتق ہے جس کا ترجمہ "مقدّس کرنا" کیا گیا ہے ۔ (اُردو ترجمہ میں "پاک ٹھہرنا/ ٹھہرتی ہے" اِستعمال ہوا ہے) ۔ اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بچّے اپنے آپ پاک ہوتے ہیں یعنی صاف اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایک اِستحقاق کی جگہ پر مخصوص ہو جاتے ہیں ۔ اُن کے والدین میں سے کم سے کم ایک ایسا ہوتا ہے جو خداوند کو پیار کرتا ہے اور اُن کو انجیل کا بیان سُناتا ہے ۔ چنانچہ اُن کے نجات پانے کا بہت زیادہ اِمکان ہوتا ہے ۔ اُن کی خوش قسمتی ہے کہ ایک ایسے گھر میں رہتے ہیں جہاں والدین میں سے ایک میں رُوح القدس سکونت کرتا ہے ۔ اِسی مفہوم میں وہ "مقدّس ٹھہرتے" ہیں ۔ یہ آیت یہ یقین بھی دِلاتی ہے کہ جب والدین میں سے

ایک مسیحی اور دُوسرا غیر مسیحی ہو، تو بچّے ہونا ناروا بات نہیں۔ خُدا اِس شادی کو تسلیم کرتا ہے اور بچّے "حرامزادے" نہیں ہیں۔

۷ : ۱۵ - لیکن اگر غیر نجات یافتہ ساتھی علیٰحدہ ہونا چاہے تو مسیحی کا کیا رویّہ ہونا چاہیئے؟ جواب یہ ہے کہ اُس کو "جُدا ہونے دو۔ ایسی حالت میں کوئی بھائی یا بہن پابند نہیں"۔ اِس جملے کی حتمی تشریح کرنا بہت مُشکِل ہے۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ اگر بے ایمان اپنے باایمان رفیقِ زندگی کو چھوڑ جاتا ہے اور یقین ہے کہ یہ چھوڑنا آخری اور حتمی ہے تو پھر ایمان دار کو طلاق حاصل کرنے کی آزادی ہے۔ اِس نظریہ کے حمایتی کہتے ہیں کہ آیت ۱۵ جُملۂ مُعترضہ ہے اور آیت ۱۶ اور ۱۴ کے ساتھ تسلسل رکھتی ہے جس کا بیان ذیل میں دِیا جاتا ہے:

۱- آیت ۱۴ کے مُطابق مثالی حالت تو یہ ہے کہ ایمان دار اپنے بے ایمان ساتھی کے ساتھ رہے۔ اِس لئے کہ ایک مسیحی کے گھر میں ہونے سے تقدیسی اثر ہوتا ہے۔

۲- آیت ۱۶ کہتی ہے کہ ایمان دار گھر میں رہے تو بے ایمان کو مسیح کے لئے جیت سکتا ہے۔

۳- آیت ۱۵ جُملۂ مُعترضہ ہے اور ایمان دار کو طلاق حاصِل کرنے کی (اور دُوسری شادی کرنے کی) اجازت دیتی ہے بشرطیکہ بے ایمان ساتھی اُس کو چھوڑ جائے۔

غیر نجات یافتہ فریق کی نجات کی اُمید مُسلسل اِتحاد کے ساتھ مُنسلک ہے، اِس بات کے ساتھ نہیں کہ بے ایمان ساتھی گھر چھوڑ جائے۔

مگر بائبل مُقدس کے دُوسرے عُلما اِصرار کرتے ہیں کہ آیت ۱۵ صِرف علیحدہ ہونے کے مسئلے پر بات کرتی ہے، طلاق اور دُوسری شادی کی بات نہیں کرتی۔ اُن کے نزدیک مفہوم صِرف اِتنا ہے کہ اگر بے ایمان ساتھی علیٰحدہ ہو جائے، تو اُسے صُلح سلامتی سے علیحدہ ہونے دیں۔ بیوی پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ شادی کے بندھن کو جتنا نبھا چُکی ہے اُس سے زیادہ اَور نبھائے۔ "خُدا نے ہم کو میل ملاپ کے لئے بُلایا ہے"۔ اِس لئے ضرُورت نہیں کہ ہم بے ایمان ساتھی کو علیحدہ ہونے سے روکنے کے لئے جذبات کا مظاہرہ کریں یا قانونی چارہ جوئی کے پیچھے پڑیں۔

کونسی تشریح دُرست ہے؟ حتمی طور پر کُچھ کہنا مُمکن نہیں۔ ہمیں تو یہی معلُوم ہوتا ہے کہ متی ۱۹ : ۹ میں خُداوند نے یہی تعلیم دِی ہے کہ اُس صُورت میں طلاق کی اجازت ہے جب فریقین میں سے کوئی ایک زِنا کا مُرتکب ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ ایسی صُورت میں بے گناہ فریق کو دُوسری شادی کرنے کی آزادی ہے۔ جہاں تک ۱- کرنتھیوں ۷ : ۱۵

کا تعلق ہے، ہم یقینی طور سے نہیں کہہ سکتے کہ ایک بے ایمان ساتھی کے مسیحی ساتھی کو چھوڑ جانے کی صورت میں طلاق دینے/ لینے اور دوسری شادی کی اجازت ہے یا نہیں۔ البتہ جو فریق بھی اِس قِسم کی علیحدگی میں قصور وار ہوگا وہ بہرصورت بہت جلد نیا رشتہ قائم کرے گا، اور یوں پہلا رشتہ ٹوٹ ہی جائے گا۔ جے۔ایم۔ ڈیوِیز لکھتا ہے کہ

> "ساتھ چھوڑ جانے والا بے ایمان ساتھی بہت جلد کسی دوسرے سے بیاہ رچالے گا۔ اِس طرح شادی کا پہلا بندھن خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ اگر یہ اِصرار کیا جائے کہ چھوڑا جانے والا ساتھی بے بیاہا (بے بیاہی) رہے تو اکثر و بیشتر حالات میں اُس پر ایسا جُوا رکھنے کے مترادِف ہوگا جسے وہ برداشت نہیں کر سکے گا/گی"۔

۷:۱۶۔ اِس آیت کو سمجھنے کا انحصار آیت ۱۵ کی تشریح پر ہے۔

اگر کوئی شخص مانتا ہے کہ آیت ۱۵ طلاق کی اِجازت نہیں دیتی تو وہ آیت ۱۶ کو بطورِ ثبوت پیش کرے گا۔ وہ دلیل دیتا ہے کہ ایمان دار کو چاہئے کہ علیحدگی کی اجازت دے دے، مگر بے ایمان ساتھی کو طلاق نہ دے۔ کیونکہ اِس طرح تو دوبارہ میل مِلاپ اور بے ایمان کے نجات پانے کا اِمکان ختم ہو جائے گا۔ دوسری طرف اگر کوئی شخص مانتا ہے کہ جب بے ایمان ساتھی چھوڑ جائے تو اُس کو طلاق دے دینے کی اجازت ہے تو پھر یہ آیت، آیت ۱۴ کے ساتھ منسلک ہے اور آیت ۱۵ کو جُملۂ معترضہ سمجھا جائے گا۔

۷:۱۷۔ بعض اوقات نومُریدوں میں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ ہم کو اپنی سابقہ زِندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبے سے قطع تعلق کر لینا چاہئے۔ اِن میں شادی بیاہ جیسے آئین و ضوابط بھی شامل ہیں جو بذاتہٖ گناہ آلود نہیں ہیں۔ نجات کی نئی خوشی کے ساتھ یہ خطرہ بھی ہے کہ سابقہ زِندگی کی ساری باتوں کو دُور پھینک دیا جائے۔ اِس طرح کے اِنقلاب کی مسیحیت اجازت نہیں دیتی، بلکہ مسیحی تبدیلی دِلی قائلیت کے ساتھ ہوتی ہے۔ آیات ۱۷ — ۲۴ میں رسول یہ عام اُصول پیش کرتا ہے کہ مسیحی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ سارے موجودہ تعلقات کے خِلاف شدید بغاوت کر دی جائے۔ اور بلاشُبہ اُس کی نظر کے سامنے سب سے پہلے شادی کا بندھن ہے۔ مگر وہ اِس اُصول کا اِطلاق نسلی اور معاشرتی بندھنوں پر بھی کرتا ہے۔

ہر ایمان دار کو مسیح خُداوند کی بُلاہٹ کے مُطابِق چلنا ہے۔ اگر کسی کو شادی شُدہ زندگی کی بُلاہٹ ہے، تو وُہ خُداوند کے خوف میں اِس کو پُورا کرے۔ اگر کسی کو خُدا نے تجرّد کی زندگی کا فضل دیا ہے تو وُہ اُس بُلاہٹ کی پیروی کرے۔ اِس کے عِلاوہ اگر ایمان لاتے وقت کوئی مَرد بے نجات بیوی سے بیاہا ہُوا تھا تو اُس کو اِس رِشتے کو توڑنے کی ضرورت نہیں، بلکہ چاہئے کہ بیوی کی نجات کے لئے مقدور بھر کوشش کرے۔ جو بات پَولُس اہلِ کُرنتھس سے کہہ رہا ہے، صِرف اُنہی کے لئے نہیں ہے، بلکہ وُہ کہتا ہے کہ "مَیں سب کلیسیاؤں میں ایسا ہی مُقرر کرتا ہُوں"۔ وائین لِکھتا ہے

> "جب پَولُس کہتا ہے کہ 'مَیں سب کلیسیاؤں میں ایسا ہی مُقرر کرتا ہُوں' تو وُہ کسی خاص مرکز سے حُکم یا فیصلہ صادر نہیں کر رہا بلکہ کُرنتھس کی کلیسیا کو اطلاع دے رہا ہے کہ جو ہدایات تُم کو دے رہا ہُوں، وُہی ہیں جو مَیں نے ہر کلیسیا کو دی ہیں"۔

۷: ۱۸۔ آیات ۱۸ اور ۱۹ میں پَولُس نسلی تعلقات کے مسئلے پر بحث کرتا ہے۔ اگر ایمان لاتے وقت کوئی آدمی یہُودی تھا اور اُس کے جِسم میں ختنہ کا نِشان موجُود ہے تو وُہ اِس سے مُتنفّر نہ ہو جائے، اور اپنی سابقہ طرزِ زِندگی کے اِس جِسمانی نِشان کو مٹانے کی کوشش نہ کرے۔ اِسی طرح اگر کوئی آدمی نئی پَیدائش کے وقت بُت پرست (بے دین) تھا، تو اُسے اپنے بُت پرستی کے پس منظر کو چھپانے کے لئے ختنہ کا یہُودی نشان اپنانے کی ضرورت نہیں۔

ہم اِس آیت کی یہ تشریح بھی کر سکتے ہیں کہ اگر یہُودی شخص مسیح کو قبول کرتا ہے، تو اُسے اپنی یہُودی بیوی کے ساتھ زِندگی گزارنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہئے۔ اور اگر کوئی بے دِین شخص نومُرید ہو جاتا ہے تو اُسے اپنے پس منظر سے بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ خارجی اِختلافات کوئی اہمیّت نہیں رکھتے۔

۷: ۱۹۔ جہاں تک مسیحیّت کے جوہر کا تعلق ہے تو "نہ ختنہ کوئی چیز ہے نہ نامختُونی بلکہ خُدا کے حُکموں پر چلنا ہی سب کُچھ ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں خُدا خارجی باتوں کو نہیں بلکہ باطنی باتوں کو اہمیّت دیتا ہے۔ مسیحیت کے آجانے سے زِندگی کے تعلقات کو یُوں شِدت سے ترک کر دینا ضرُوری نہیں۔ کیلی کہتا ہے کہ "مسیحی ایمان سے ایمان دار اُس درجہ پر پہنچ جاتا ہے جہاں وُہ ہر قِسم کے حالات سے بالاتر ہوتا ہے"۔

۷ : ۲۰ ۔ عام اُصُول یہ ہے کہ "ہر شخص جس حالت میں بُلایا گیا ہو اُسی میں" خُدا کے ساتھ "رہے"۔ بے شک بات اُن بُلاہٹوں (حالتوں) کی ہے جو اپنی ذات میں گُناہ آلُودہ نہیں۔ اگر نجات پاتے وقت کوئی شخص کسی بُرے کام یا بُرے کاروبار کے ساتھ مُنسلک ہو، تو اُسے چھوڑ دے۔ مگر پَولُس یہاں اُن باتوں پر بحث کر رہا ہے جو بذاتہٖ غلط یا بُری نہیں ہیں۔ اِس کا ثبوت اگلی آیات سے مِلتا ہے جن میں غُلاموں کے موضُوع پر بات ہوئی ہے۔

۷ : ۲۱ ۔ جب کوئی "غُلام" نجات پائے تو کیا کرے؟ کیا وُہ اپنے مالک کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو اور "آزادی" کا مُطالبہ کرنے لگے؟ کیا مسیحیّت اِصرار کرتی ہے کہ ہم اپنے "حقُوق" منوائیں؟ پَولُس کا جواب یہ ہے کہ "اگر تُو غُلامی کی حالت میں بُلایا گیا تو فِکر نہ کر"۔ دُوسرے لفظوں میں اگر ایمان لاتے وقت تُو غُلام تھا تو بلاوجہ اِس پر فِکر مند نہ ہو۔ تُو غُلام رہتے ہُوئے بھی مسیحیّت کی اعلیٰ ترین برکات سے مُستفید اور محظُوظ ہو سکتا ہے۔

"لیکن اگر تُو آزاد ہو سکے تو اِسی کو اختیار کر"۔ اِس کی دو تشریحیں ہو سکتی ہیں۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ پَولُس کہہ رہا ہے کہ "اگر تجھے آزادی مِل سکتی ہے تو اُس موقع سے فائدہ اُٹھا"۔ جبکہ بعض عُلما کے مُطابق پَولُس کہہ رہا ہے کہ اگر ایک غُلام آزاد ہو بھی سکے تو بھی مسیحیّت یہ مُطالبہ نہیں کرتی کہ اِس آزادی سے فائدہ اُٹھائے، بلکہ اپنی غُلامی کو خُداوند یسُوع کی گواہی کے طور پر اِستعمال کرے۔ اکثر لوگ پہلی تشریح کو ترجیح دیتے ہیں (اور غالباً یہی درست بھی ہے)۔ مگر اُن کو یہ بات نظر انداز نہیں کرنی چاہئے کہ دُوسری تشریح خُود خُداوند یسُوع مسیح کے اپنے نمُونے سے زیادہ مُطابقت رکھتی ہے۔

۷ : ۲۲ ۔ "کیونکہ جو شخص غُلامی کی حالت میں خُداوند میں بُلایا گیا ہے وُہ خُداوند کا آزاد کیا ہُوا ہے"۔ یہاں مُراد اُس شخص سے نہیں جو آزاد پیدا ہُوا بلکہ جس کو آزاد کیا گیا۔ یعنی وُہ غُلام جس کو آزادی مِل گئی۔ دُوسرے لفظوں میں اگر نجات پاتے وقت کوئی شخص غُلام تھا، تو اُسے کوئی فِکر یا پریشانی نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ اب وُہ "خُداوند کا آزاد کیا ہُوا ہے"۔ اب اُس کو گُناہ اور شیطان کے بندھن سے آزادی مِل گئی ہے۔ دُوسری طرف اگر ایمان لاتے وقت کوئی شخص "آزاد" تھا تو اُسے اِحساس ہونا چاہئے کہ اب سے مَیں "غُلام" ہُوں۔ ہاتھ پاؤں سمیت مُنجّی کے ساتھ بندھ گیا ہُوں۔

۷ : ۲۳ ۔ ہر نجات یافتہ مسیحی "قیمت سے" خریدا گیا ہے۔ چنانچہ تب سے وُہ اُس

ہستی کی ملکیت ہے جس نے قیمت ادا کی ہے یعنی خداوند یسوع کی۔ ہمیں "آدمیوں کے غلام نہیں" بلکہ مسیح کے (خون خریدے) غلام بننا ہے۔

۷: ۲۴۔ اس لئے گر کسی کا معاشرتی درجہ یا حالت کوئی بھی ہو، اُس کو اُسی حالت میں استقلال کے ساتھ "خُدا کے ساتھ" چلنا چاہئے۔ "خُدا کے ساتھ"۔ یہ کلیدی لفظ ہیں جو پوری سچائی کو کھولتے ہیں۔ اگر انسان "خُدا کے ساتھ" ہے تو غلامی بھی حقیقی آزادی ہے۔ اور خُدا کے ساتھ ہونا ہی زندگی کی ہر حالت اور درجے کی تقدیس کرتا اور اُسے معزز بناتا ہے۔

۷: ۲۵۔ آیات ۲۵ سے ۳۸ تک میں رسول کنواروں اور کنواریوں سے مخاطب ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ "کنواریوں" کیا گیا ہے اُس کا اطلاق مؤنث اور مذکر دونوں پر ہوتا ہے۔ آیت ۲۵ ایک اور آیت ہے جس کو بعض لوگ یہ ثابت کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں کہ ضرور نہیں کہ اس باب کا مواد الہامی ہے۔ بلکہ وُہ تو اس انتہا کو بھی پہنچ جاتے ہیں کہ پولس چونکہ اُن کی دانست میں خود کنوارا تھا، اس لئے اُس کی یہ بات مردانہ جارحیت کی ذیل میں آتی ہے اور اُس کی باتوں میں اُس کے ذاتی تعصبات جھلکتے ہیں! ایسا رویہ دراصل پاک کلام کے الہامی ہونے پر حملہ ہے۔ جب پولس کہتا ہے کہ "کنواریوں کے حق میں میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں" تو مطلب صرف یہ ہے کہ اپنی زمینی خدمت کے دوران خداوند نے اس موضوع پر کوئی واضح ہدایات نہیں دی تھیں۔ اس لئے پولس اپنی طرف سے فیصلہ دیتا ہے اور یہ فیصلہ خُدا کی طرف سے الہام ہے۔ ذرا پولس کے الفاظ پر غور کریں کہ "دیانت دار ہونے کے لئے جیسا خُداوند کی طرف سے مجھ پر رحم ہوُا اُس کے موافق اپنی رائے دیتا ہوں"۔

۷: ۲۶۔ "موجودہ مصیبت" کے حالات میں کنوارا رہنا "بہتر ہے"۔ "موجودہ مصیبت" اس دُنیا میں زندگی کی عام مشکلات اور مصائب کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جن دنوں پولس نے یہ خط لکھا اُن دنوں میں کوئی خاص مصیبت کا دور بھی ہو۔ بہر حال مصیبت تو جاری ہے اور خُداوند کی آمد تک جاری رہے گی۔

۷: ۲۷۔ پولس نصیحت کرتا ہے کہ جو بیاہے ہوئے ہیں وُہ "جُدا ہونے کی کوشش نہ کریں۔ بصورتِ دیگر اگر کوئی شخص بیوی سے آزاد ہو چکا ہے تو "بیوی کی تلاش نہ" کرے۔ "اگر تیرے بیوی نہیں" ان الفاظ کا مطلب صرف یہی نہیں کہ مرد رنڈوا ہو چکا ہے یا اُسے طلاق ہو گئی ہے، بلکہ سیدھا سادہ مطلب ہے شادی کے بندھن سے آزاد،

جن میں وُہ بھی شامل ہیں جن کا بیاہ ہُوا ہی نہیں ۔

۷:۲۸۔ پولُس کی کسی بات سے بھی یہ نتیجہ اَخذ نہیں کیا جا سکتا کہ بیاہ کرنا گناہ کی بات ہے۔ آخر بیاہ یا شادی کا دستور باغِ عدن میں خُود خُدا نے مقرر کیا تھا جبکہ گُناہ ابھی دُنیا میں داخل بھی نہیں ہُؤا تھا۔ خُدا ہی نے یہ فرمایا تھا کہ "آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں" (پیدائش ۲:۱۸) اور "بیاہ کرنا سب میں عزّت کی بات سمجھی جائے اور بستر بے داغ رہے" (عبرانیوں ۱۳:۴)۔ ایک اَور مقام پر پولُس شادی بیاہ سے منع کرنے والوں کو آخری ایّام میں برگشتگی کا نِشان قرار دیتا ہے (۱۔تیمتھیس ۴:۱-۳)۔

چنانچہ پولُس کہتا ہے "لیکن تُو بیاہ کرے بھی تو گُناہ نہیں اور اگر کُنواری بیاہی جائے تو گُناہ نہیں"۔ مسیحیت میں نئے آنے والوں کو کبھی نہیں سوچنا چاہئے کہ بیاہ شادی کوئی غلط بات ہے۔ لیکن پولُس مزید کہتا ہے کہ جو عورتیں شادی کرتی ہیں "جسمانی تکلیف پائیں گی"۔ ہو سکتا ہے اِس میں بچّہ جننے کی تکلیف وغیرہ شامل ہوں۔ جب پولُس کہتا ہے کہ "مگر مَیں تمہیں بچانا چاہتا ہُوں" تو اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ (۱) مَیں تمہیں اُن تکالیف اور مُشکلات سے "بچانا چاہتا ہُوں" جو شادی شُدہ زندگی میں آتی ہیں، خصوصاً خاندانی زندگی میں یا (۲) مَیں قاری کو اُن ساری مُشکلات کی فہرست پڑھنے کی تکلیف سے "بچانا چاہتا ہُوں"۔

۷:۲۹۔ پولُس اِس بات پر زور دیتا ہے کہ چونکہ "وقت تنگ ہے" اِس لئے ہمیں چاہئے کہ جائز تعلقات کو بھی ثانوی حیثیّت دیں تاکہ خُداوند کی خدمت کر سکیں۔ مسیح کی آمد نزدیک ہے۔ اگرچہ شوہروں اور بیویوں کو ایک دُوسرے کے فرائض دیانت داری کے ساتھ ادا کرنے چاہئیں، مگر کوشش کریں کہ اپنی زندگیوں میں مسیح کو اوّل درجہ دیں۔

آئرنؔ سائیڈ اِسی نُکتے کو یُوں بیان کرتا ہے:

> "ہر شخص کو اِس حقیقت کو مدِ نظر رکھتے ہُوئے عمل کرنا چاہئے کہ وقت تیزی سے گزرا جاتا ہے۔ خُداوند کی آمد نزدیک آتی جا رہی ہے۔ ہم خُدا کی مرضی کو پُورا کرنے میں کسی شخصی سہولت اور آسائش کو رُکاوٹ نہ بننے دیں۔"

ڈبلیو۔ ای۔ وائین کہتا ہے:

"یہاں ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بیاہا ہُؤا آدمی اُس طرح برتاؤ کرنے

سے پرہیز کرے جیسے شوہر کو کرنا چاہیئے، بلکہ بیوی کے ساتھ اُس کا رشتہ خداوند کے ساتھ اعلیٰ تر رشتے کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ خداوند کو دِل میں اوّلین جگہ ملنی چاہیئے۔ اُس کو چاہیئے کہ اپنے فطری رشتے کو مسیح کی فرمانبرداری کے راستے میں حائل نہ ہونے دے"۔

۷: ۳۰۔ زندگی کے غموں اور خوشیوں اور مال و دولت کو غیر ضروری اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔ اِن ساری چیزوں کو ثانوی درجہ دے کر کوشش کرنی چاہیئے کہ جب تک دِن ہے خداوند کی خدمت کرنے کے مواقع حاصل کئے جائیں۔

۷: ۳۱۔ دُنیا میں زندگی گذارتے ہوئے دُنیاوی چیزوں سے واسطہ پڑنا ناگزیر ہے۔ ایمان دار کا انہیں استعمال کرنا روا اور جائز ہے۔ البتہ پولس خبردار کرتا ہے کہ ہم انہیں استعمال کریں "غلط استعمال" نہ کریں۔ مثال کے طور پر ایک مسیحی صرف کھانے پینے، کپڑوں اور آسائشوں ہی کا نہ ہو رہے۔ وہ کھانے کپڑے کو ضرورت کے مطابق ضرور استعمال کرے لیکن اِن کو خدا نہ بنا لے۔ بیاہ، جائیداد، کاروبار یا سیاست، سائنس، موسیقی اور فنونِ لطیفہ کی سرگرمیاں دُنیا میں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں، لیکن اگر اِن کو سر چڑھا لیں گے تو رُوحانی زندگی میں رُکاوٹ اور پریشانی ہوگی۔

"کیونکہ دُنیا کی شکل بدلتی جاتی ہے"۔ یہ ترکیب تھیئٹر سے مستعار ہے اور مناظر بدلنے کا بیان کرتی ہے اور وضاحت کرتی ہے کہ ہم اپنے اِردگرد جو کچھ بھی دیکھتے ہیں وُہ سب ناپائیدار ہے۔

؎ سکوں محال ہے قُدرت کے کارخانے میں ثبات اِک تغیّر کو ہے زمانے میں

شیکسپیئر نے اِس ناپائیداری کا خُوب نقشہ کھینچا ہے کہ "یہ دُنیا ایک سٹیج ہے اور تمام مرد و زن اِس میں ایکٹر ہیں۔ وُہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ ایک فرد اپنے وقت میں کئی کردار ادا کرتا ہے"۔ غالب نے کیا خُوب فرمایا ہے کہ

؎ بازیچۂ اطفال ہے دُنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

۷: ۳۲۔ پولس چاہتا ہے کہ مسیحی "بے فکر" رہیں۔ اُس کا مطلب ہے کہ اُن غیر ضروری فکروں میں نہ پڑیں جو خداوند کی خدمت میں رُکاوٹ بن جائیں۔ اِس لئے وُہ وضاحت کرتا ہے کہ "بے بیاہا شخص خداوند کی فکر میں رہتا ہے کہ کِس طرح خداوند کو

راضی کرے"۔ اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سارے بے بیاہے افراد خود کو خُداوند کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور کسی اور کام کی فکر نہیں کرتے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بے بیاہے کو خُداوند کی خِدمت کا وُہ موقع مِلتا ہے جو بیاہے ہُوئے کو نہیں مِل سکتا۔

۷: ۳۳۔ اور پھر یہ مطلب بھی نہیں کہ بیاہا ہُوا شخص خُداوند کے کاموں پر توجہ نہیں سکتا۔ مگر عام مشاہدہ ہے کہ شادی شُدہ زندگی کا تقاضا ہے کہ شوہر "اپنی بیوی کو راضی کرے"۔ اِس کے کُچھ اضافی فرائض ہوتے ہیں جن کی اُسے فکر کرنی ہوتی ہے۔ وائین توجہ دِلاتا ہے کہ "عام طور پر اگر آدمی بیاہ کرے تو اُس کی خِدمت کا دائرہ محدُود ہو جاتا ہے۔ اگر بے بیاہا ہو تو انجیل کی منادی کرنے کے لئے دُنیا کی اِنتہاؤں تک جا سکتا ہے"۔

۷: ۳۴۔ "بیاہی اور بے بیاہی میں بھی فرق ہے۔ بے بیاہی خُداوند کی فکر میں رہتی ہے تاکہ اُس کا جسم اور رُوح دونوں پاک ہوں مگر بیاہی ہُوئی عورت دُنیا کی فکر میں رہتی ہے کہ کس طرح اپنے شوہر کو راضی کرے"۔ یہاں خاص وضاحت کی ضرورت ہے۔ "بے بیاہی" یعنی کنواری عورت اپنے وقت کا زیادہ حِصّہ "خُداوند" کے کاموں کے لئے دے سکتی ہے "تاکہ اُس کا جسم اور رُوح دونوں پاک ہوں"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ کنوارپن کی حالت زیادہ پاک ہوتی ہے بلکہ صِرف یہ کہ وُہ "جسم اور رُوح" کو خُداوند کے کام کے لئے زیادہ وقف کر سکتی ہے۔ ضرُوری نہیں کہ وُہ زیادہ پاک ہوتی ہے، البتہ اُس کا زیادہ وقت فارِغ ہوتا ہے۔

"مگر بیاہی ہُوئی عورت دُنیا کی فکر میں رہتی ہے"۔ یہاں بھی مطلب یہ نہیں کہ وُہ کنواری کے مُقابلے میں زیادہ دُنیادار ہوتی ہے بلکہ اُس کا دِن لازماً گھر کی دیکھ بھال جیسے دُنیاوی کاموں کے وقف ہوتا ہے۔ یہ کام بالکل جائز اور درُست ہیں اور پَولُس نہ اُن پر نکتہ چینی کر رہا ہے، نہ اُن کی قدر و قیمت کم کر رہا ہے، بلکہ صِرف یہ کہہ رہا ہے کہ بے بیاہی عورت کو خُداوند کی خِدمت کے لئے وسیع تر مواقع اور زیادہ وقت مُیسّر ہوتا ہے جبکہ بیاہی ہُوئی عورت اپنی دُوسری ذِمّہ داریوں میں مصرُوف رہتی ہے۔

۷:۳۵- پولس یہ تعلیم لوگوں کو بندھنوں کے کسی بے لوچ نظام کے ماتحت لانے کے لئے نہیں دے رہا، بلکہ اُن کے "فائدہ کے لئے" ہدایات دے رہا ہے، تاکہ جب وہ اپنی زندگیوں اور خداوند کی خدمت پر نظر ڈالیں تو اِن ہدایات کی روشنی میں خُداوند کی ہدایت و رہنمائی سمجھ سکیں۔ پولس کا رویّہ تو یہ ہے کہ تجرّد اچھی چیز ہے اور اِس سے "خُداوند کی خدمت میں بے وسوسہ مشغول" رہنے کا موقع ملتا ہے۔ جہاں تک پولس کا تعلق ہے اِنسان کو آزادی ہے کہ کنوارہ/کنواری رہے یا بیاہ کرے۔ رسول کسی کو "پھنسانے کے لئے" کچھ نہیں کہہ رہا۔

۷:۳۶- آیات ۳۶ - ۳۸ غالباً اِس باب میں بلکہ پورے خط میں وہ آیات ہیں جن کو سمجھنے میں سب سے زیادہ غلطی پائی جاتی ہے۔ پولس کے زمانے میں مرد کا اپنے خاندان پر بہت سخت کنٹرول ہوتا تھا۔ اُسی پر منحصر ہوتا تھا کہ اُس کی بیٹیاں بیاہی جائیں یا نہ بیاہی جائیں۔ وہ اُس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔ اِسی لئے اِن آیات کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیٹیوں کا بیاہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا تو اچھا کرتا ہے لیکن اگر بیاہ کرنے کی اجازت دیتا ہے تو کوئی گُناہ نہیں کرتا۔

آج کے دَور میں خُدا کے لوگوں کو ہدایت دینے کے سلسلے میں مندرجہ بالا تشریح بالکل بے معنی نظر آتی ہے۔ مزید برآں یہ تشریح باب کے بقیہ سیاق و سباق کے ساتھ بھی میل نہیں کھاتی اور بے حد اُلجھن پیدا کرتی ہے۔

ولیم کیلی ایک متبادل نظریہ پیش کرتا ہے کہ جس لفظ parthenos کا ترجمہ "کنواری لڑکی" کیا گیا ہے اُس کا ترجمہ "کنوارپن"[۱] بھی ہو سکتا ہے۔ اور یوں کلام کا یہ حصّہ آدمی کی کنواری بیٹیوں کی نہیں بلکہ خود آدمی کے 'کنوارپن' کی بات کرتا ہے۔ اِس تشریح کے مطابق یہ پیرا کہہ رہا ہے کہ اگر مرد اپنی بے بیاہی حالت کو قائم رکھتا ہے تو اچھا کرتا ہے۔ لیکن اگر بیاہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو بھی "اِس میں گُناہ نہیں"۔

جونسن نیلسن ڈاربی اپنے نئے ترجمہ میں اِسی تشریح کی پیروی کرتا ہے:

---

[۱] لیکن یونانی زبان میں "کنوارپن" کے لئے معیاری لفظ parthenia ہے۔ اگر پولس کو یہی مطلب ادا کرنا تھا تو سوچنا پڑتا ہے کہ اُس نے وہ لفظ کیوں استعمال نہ کیا۔

> "لیکن اگر کوئی سمجھتا ہے کہ میں اپنے کنوار پن سے مناسب سلوک نہیں کر رہا، اور اگر اُس کی عمر کا پھول بھی مرجھا رہا ہے، اور ضرورت بھی محسوس ہو، تو جو چاہتا ہے کرلے، اِس میں وُہ کوئی گناہ نہیں کرتا۔
>
> بیاہ ہونے دے۔ لیکن جس نے اپنے دِل میں پکّا ارادہ کر لیا ہے، اور ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا، بلکہ اپنے ارادہ پر اِختیار رکھتا ہے، اور دِل میں فیصلہ کر لیا ہے کہ مَیں اپنے کنوار پن کو قائم رکھوں گا، وُہ اچھّا کرتا ہے۔ چنانچہ جو بیاہ کر لیتا ہے، وُہ اچھّا کرتا ہے، اور جو نہیں کرتا وُہ اِس سے بھی اچھّا کرتا ہے۔"

چنانچہ آیت ۳۶ پر زیادہ تفصیلی نظر ڈالنے سے یہ مطلب سامنے آتا ہے کہ اگر کوئی مرد بالغ ہو گیا ہے، اور محسوس کرتا ہے کہ مجھ میں ضبطِ نفس کی توفیق نہیں ہے تو بیاہ کرلے۔ "اِس میں گناہ نہیں"۔ وُہ محسوس کرتا ہے کہ ضرورت مجھے ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے تو بیاہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

۷:۳۷- "مگر" اگر کسی نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مَیں دیگر ذمّہ داریوں سے آزاد رہ کر خُداوند کی خِدمت کروں گا اور اُسے ضبطِ نفس کی توفیق بھی ہے تو اُسے بیاہ کرنے کی "کچھ ضرورت" نہیں۔ اگر اُس نے بے بیاہی حالت کو قائم رکھنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور مقصد خِدمت کے وسیلے سے خُدا کو جلال دینا ہے تو "وُہ اچھا کرتا ہے"۔

۷:۳۸- نتیجہ یہ نِکلا کہ جو آدمی اپنا "بیاہ" ہونے دیتا ہے وُہ اچھّا کرتا ہے لیکن جو خُداوند کی زیادہ خدمت کی خاطر اپنی بے بیاہی حالت ('کنوار پن') کو قائم رکھتا ہے "وہ اور بھی اچھّا کرتا ہے"۔

۷:۳۹- اِس باب کی آخری دو آیات میں بیواؤں کے لئے نصیحت ہے۔ "جب تک کہ عورت کا شوہر جیتا ہے" شریعت کے مطابق عورت "اُس کی پابند ہے"۔ شریعت سے میری مُراد بیاہ شادی کا قانون ہے جو خُدا نے مقرر کیا تھا۔ "پر جب اُس کا شوہر مر جائے" تو وُہ آزاد ہے کہ "جس سے چاہے بیاہ کر سکتی ہے"۔ یہی سچائی رومیوں ۷: ۱-۳ میں بھی بیان ہُوئی ہے، یعنی موت شادی بیاہ کے رِشتے کو توڑ دیتی ہے۔ البتہ یہاں رسُول ایک اور شرط کا اضافہ کرتا ہے کہ اَب عورت آزاد ہے اور "جس سے چاہے

بیاہ کر سکتی ہے"، مگر صرف خُداوند میں"۔ مطلب یہ ہے کہ جس مَرد سے وُہ بیاہ کرتی ہے وُہ مسیحی ہو۔ لیکن اِس کا مطلب کُچھ اَور بھی ہے۔ "خُداوند میں" کا مَطلب ہے خُداوند کی مرضی کے مُطابق ـــ یعنی مُمکن ہے کہ وُہ ایک مسیحی مَرد کے ساتھ بیاہ کرے، مگر پھر بھی خُدا کی مرضی کے مُطابق نہ ہو۔ ضرُور ہے کہ اِس اہم مُعاملے میں خُداوند سے راہنمائی مانگے اور اُس ایمان دار مَرد سے بیاہ کرے جِس سے خُداوند چاہتا ہے۔

۷ : ۴۰۔ پَولُس کا صاف صاف فیصلہ یہ ہے کہ اگر بیوہ دوبارہ شادی نہ کرے تو "زیادہ خُوش نصیب ہے"۔ اِس سے ا۔تیمُتھیُس ۵ : ۱۴ کی نفی نہیں ہوتی، جہاں پَولُس یہ فیصلہ دیتا ہے کہ "جوان بیوائیں بیاہ کریں"۔ یہاں وُہ اپنا عمومی نظریہ پیش کر رہا ہے جبکہ ا۔تیمُتھیُس میں ایک خاص استثنائی صُورتِ حال کا بیان ہے۔

اِس کے ساتھ ہی پَولُس کہتا ہے کہ "اور مَیں سمجھتا ہُوں کہ خُدا کا رُوح مُجھ میں بھی ہے"۔ بعض لوگ اِس کا غلط مطلب سمجھتے ہیں کہ مُندرجہ بالا باتیں بیان کرتے ہُوئے پَولُس کو خُود اپنا یقین نہیں تھا! مگر ہم ایسی تفسیر و تشریح کے خلاف سخت احتجاج کرتے ہیں۔ پَولُس نے جو کُچھ بھی لِکھا ہے اُس کے اِلہامی ہونے میں کوئی شک و شُبہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں وُہ طنز استعمال کر رہا ہے۔ کُرِنتھُس کے بعض افراد اُس کی رسالت اور تعلیم پر اعتراض اور حملے کر رہے تھے۔ وُہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم میں خُداوند کی عقل ہے، اور ہم جو کُچھ کہتے ہیں اُسی عقل سے کہتے ہیں۔ چنانچہ پَولُس دراصل یہ کہہ رہا ہے کہ "دُوسرے لوگ میرے بارے میں کُچھ بھی کہتے ہوں، مگر مَیں سمجھتا ہُوں کہ خُدا کا رُوح مُجھ میں بھی ہے۔ وُہ تو صِرف دعوے کرتے ہیں کہ ہم میں خُدا کا رُوح ہے، مگر یقیناً اُن کو یہ بھی خیال ہوگا کہ اِس سِلسلے میں اُن کو اجارہ داری تو حاصِل نہیں"۔

ہم جانتے ہیں کہ پَولُس میں واقعی "خُدا کا رُوح" تھا اور اُس نے جو کُچھ لِکھا خُدا کے رُوح کی ہِدایت سے لِکھا۔ اور ہماری خُوش قِسمتی اِسی میں ہے کہ اُس کی ہدایات پر عمل کریں۔

ب۔ بُتوں کی قُربانیوں کا گوشت کھانے کے بارے میں

(۸ : ۱ — ۱۱ : ۱)

جو لوگ بُت پرستی کو چھوڑ کر نئے نئے مسیحیت میں داخِل ہُوئے تھے اُن کے

سامنے یہ بڑا مسئلہ تھا کہ بُتوں کی قربانیوں کا گوشت کھائیں یا نہ کھائیں۔ ۸: ۱ سے ۱۱ میں پَولُس اِسی مسئلے پر بحث کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے اُن نَومُریدوں کو کسی مُعاشرتی تقریب میں مدعُو کیا جاتا ہو اور اِس کے بعد دعوت میں وُہ گوشت پیش کیا جاتا ہو جو پہلے بُتوں کو نذر کیا گیا تھا۔ یا گوشت خریدنے بازار جاتے تھے تو پتہ چلتا تھا کہ قصاب جو گوشت بیچ رہا ہے وُہ بُتوں کو نذر کیا گیا تھا۔ اِس سے گوشت کے معیار پر تو یقیناً کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر کیا مسیحی اُسے خریدے (اور کھائے)؟ کِسی اَور موقع پر ہو سکتا ہے کہ ایک مسیحی کو کِسی گھر میں بُلایا جائے اور جو کھانا پیش کیا جائے اُس میں وُہ گوشت بھی شامل ہو جو کِسی دیوی/ دیوتا کو نذر کیا گیا تھا۔ اگر مسیحی کو صُورتِ حال کا عِلم ہو تو کیا ایسا کھانا کھائے یا انکار کرے؟ پَولُس اِن سارے سُوالوں کے جواب دیتا ہے۔

۸: ۱۔ رسُول بات کا آغاز اِن اَلفاظ سے کرتا ہے کہ "اب بُتوں کی قربانیوں کی بابت یہ ہے۔ ہم جانتے ہیں"۔ پَولُس خود اور کرِنتھُس کے ایمان دار سب "جانتے" تھے۔ یہ ایسا مَوضوع نہیں تھا جس کے بارے میں وُہ قطعی ناواقف تھے۔ پَولُس کہتا ہے "ہم سب عِلم رکھتے ہیں"۔ یعنی اُن سب کو "علم" تھا کہ "بُتوں کو نذر کرنے سے گوشت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ مزہ اور غذائی اجزا جُوں کے تُوں رہتے ہیں۔ تاہم پَولُس توجّہ دِلاتا ہے کہ "عِلم غرُور پیدا کرتا ہے لیکن محبّت ترقی کا باعث ہے"۔ مُراد یہ ہے کہ ایسے مُعاملات میں صِرف عِلم کافی راہنما ثابت نہیں ہوتا۔ اگر عِلم کو واحِد اصُول مان لیا جائے تو غرور پیدا ہونے کا اِحتمال ہوگا۔ دراصل ایک مسیحی کو ایسے سارے مُعاملات میں صِرف عِلم نہیں بلکہ محبّت کو بھی بروئے کار لانا چاہئے۔ اُسے صِرف یہی نہیں سوچنا چاہئے کہ میرے لئے کون سی چیز رَوا ہے بلکہ یہ مدِنظر رکھنا چاہئے کہ دُوسروں کے نزدیک کَون سی چیز بہترین ہے۔

۸: ۲، ۳۔ وائین آیت کو آسان اَلفاظ میں یُوں بیان کرتا ہے "اگر کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ مَیں پُورا عِلم رکھتا ہُوں، تو جان لے کہ ابھی اُسے اِتنی خبر بھی نہیں کہ عِلم کیسے حاصِل کیا جاتا ہے"۔ محبّت کے بغیر سچّا عِلم حاصِل ہو ہی نہیں سکتا۔ دُوسری طرف "لیکن جو کوئی خُدا سے محبّت رکھتا ہے، اُس کو خُدا پہچانتا ہے"۔ مُراد یہ ہے کہ خُدا اُسے منظُور کرتا ہے۔ ایک لِحاظ سے تو خُدا یقیناً سب کو پہچانتا ہے۔ دُوسرے مفہُوم

میں وُہ اُن کو خاص پہچانتا ہے جو ایمان دار ہیں۔ لیکن یہاں "پہچانتا ہے" کا مطلب منظور کرنا یا نگاہِ عنایت کرنا ہے۔ بُتوں کی قُربانی کے گوشت جیسے مُعاملات میں اگر کوئی شخص صِرف علم کی بُنیاد پر نہیں بلکہ خُدا اور اِنسان کی محبّت کی بُنیاد پر فیصلہ کرتا ہے تو اُس شخص کو خُدا کی خوشنُودی اور منظُوری حاصِل ہوتی ہے۔

۸ : ۴ ۔ جہاں تک "بُتوں کی قُربانیوں کے گوشت" کا تعلق ہے تو ایمان دار "جانتے ہیں" کہ "بُت" حقیقی خُدا نہیں ہوتا۔ نہ اُسے کوئی عِلم ہوتا ہے، نہ اُس میں کوئی طاقت/ قُدرت ہوتی ہے اور نہ محبّت۔ پَولُس بُتوں کے وجُود کا اِنکار نہیں کرتا۔ وُہ جانتا تھا کہ لکڑی اور پتھر کے گھڑے ہُوئے بُت مَوجود ہیں۔ آگے چل کر وُہ تسلیم کرتا ہے کہ اِن بُتوں کے پیچھے شیطانی طاقتیں ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں وُہ اِس بات پر زور دے رہا ہے کہ جِن کی نمائندگی یہ بُت کرتے ہیں وُہ دیوی دیوتا کوئی وجُود نہیں رکھتے۔ "اور سوا ایک کے اَور کوئی خُدا نہیں"۔ یعنی ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا خُدا اور باپ۔

۸ : ۵ ۔ پَولُس تسلیم کرتا ہے کہ "بہتیرے خُدا اور بہتیرے خُداوند ہیں"۔ مثلاً بے دینوں کی دیومالائی دُنیا میں مُشتری دیوتا، جُونو دیوی، عطارد دیوتا وغیرہ سب خُدا مانے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اِن میں سے بعض "آسمان" پر رہتے ہیں۔ اور دُوسرے مثلاً سیبریس (اناج کی دیوی) اور نیپچون یعنی ساگر دیوتا یہاں "زمین" پر رہتے ہیں۔ اِس مفہُوم میں "بہتیرے خُدا اور بہتیرے خُداوند ہیں" یعنی دیومالائی ہستیاں۔ لوگ اُن کی پرستِش کرتے تھے اور اُن کے بندھن میں گرفتار تھے (اور ہیں)۔

۸ : ۶ ۔ ایمان دار جانتے ہیں کہ "ایک ہی" حقیقی "خُدا ہے، یعنی باپ، جس کی طرف سے سب چیزیں ہیں اور ہم اُسی کے لئے ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا باپ خُدا "سب چیزوں" کا منبع یا خالق ہے اور "ہم اُسی کے لئے" خلق کئے گئے ہیں۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ ہمارے وجُود کا مُدعا یا مقصد ہے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ "ایک ہی خُداوند ہے یعنی یسوع مسیح جس کے وسیلہ سے سب چیزیں موجُود ہُوئیں اور ہم بھی اُسی کے وسیلہ سے ہیں"۔ یہاں "وسیلہ سے" کی ترکیب بیان کرتی ہے کہ خُداوند یسوع خُدا کا وسیلہ، یا درمیانی ہے، جبکہ "ہم بھی اُسی کے وسیلہ سے ہیں" سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم اُسی کے وسیلے سے خلق ہوئے اور چھڑائے گئے ہیں۔

جب پولُس کہتا ہے کہ "ایک ہی خُدا ہے یعنی باپ" اور کہ "ایک ہی خُداوند ہے یعنی یسوؔع مسیح" تو اُس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خُداوند یسوؔع مسیح خُدا نہیں۔ بلکہ وہ صِرف اُس کردار کا بیان کرتا ہے جو ذاتِ الٰہی کے اِن دو اقانیم نے عملِ تخلیق میں اور فِدیہ دینے میں ادا کیا۔

۸:۷۔ "لیکن" سارے مسیحی اور خصُوصاً نومُرید اِس بات کو نہیں جانتے کہ ہمیں مسیح یسوؔع میں کیا آزادی حاصل ہے۔ چونکہ وُہ بُت پرستی کے پس منظر سے آئے ہیں اور بُتوں سے مانوس ہیں، اِس لئے وُہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم وُہ "گوشت" کھاتے ہیں جو "بُت کی قربانی" کا گوشت ہے تو ہم بھی بُت پرستی کرتے ہیں۔ وُہ خیال کرتے ہیں کہ بُت ایک حقیقت ہے۔ اِس لئے "اُن کا دِل چونکہ کمزور ہے آلُودہ ہوجاتا ہے"۔ یہاں "کمزور" کا مطلب جِسمانی یا رُوحانی اِعتبار سے کمزور نہیں، بلکہ یہ لفظ اُن لوگوں کا بیان کرتا ہے جو غیر جانب دارانہ اخلاقی مُعاملات میں بے جواز احتیاط کرتے اور شکوک وشبہات کا شِکار رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر جہاں تک خُدا کا تعلق ہے اگر کوئی ایمان دار شخص سُؤر کا گوشت کھائے تو کوئی غلط بات نہیں۔ ہاں پُرانے عہد نامہ کے زمانے میں اگر کوئی یہُودی ایسا کرتا تو بالکل غلط ہوتا۔ لیکن ایک مسیحی کو مکمّل آزادی ہے کہ ایسا کھانا کھائے۔ البتہ کوئی یہُودی مسیحیت میں آتا ہے تو اُسے اِس معاملے میں تامّل ہوسکتا ہے۔ وُہ محسُوس کرسکتا ہے کہ سُؤر کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ یہ ایسا شخص ہے جِس کو بائبل مُقدّس "کمزور بھائی" کہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وُہ مسیحی آزادی سے بھرپُور لُطف نہیں اُٹھاتا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک وُہ سمجھتا ہے کہ سُؤر کا گوشت کھانا روا نہیں، مگر پھر بھی کھا لیتا ہے تو یہ اُس کے لئے گُناہ ہوگا۔ "اور اُن کا دِل چونکہ کمزور ہے، آلُودہ ہوجاتا ہے" کا یہی مطلب ہے۔ اگر میرا دِل کِسی کام پر مُجھے مجرم ٹھہراتا ہے لیکن پھر بھی مَیں اُسے کر گُزرتا ہُوں تو گُناہ کرتا ہُوں۔ "جو کُچھ اِعتقاد سے نہیں وُہ گُناہ ہے" (رومیوں ۱۴: ۲۳)۔

۸:۸۔ "کھانا" بذاتہٖ "خُدا" کی نظر میں کوئی اہم چیز نہیں۔ اگر ہم بعض کھانوں سے پرہیز کرتے ہیں تو خُدا کی نظر میں مقبُول نہیں ہوجائیں گے۔ اور نہ اُنہیں کھانے سے کوئی بہتر مسیحی بن جائیں گے۔

۸:۹۔ اگرچہ اِن کھانوں کے کھانے سے کُچھ فائدہ نہیں، لیکن اگر اِن کے کھانے سے

کسی "کمزور" مسیحی کو ٹھوکر لگتی ہے تو نقصان بہت زیادہ ہے۔ یہ موقع ہے جہاں محبّت کا اُصول بیچ میں آنا چاہئے۔ ایک مسیحی کو آزادی ہے کہ بُتوں کی قربانیوں کا گوشت کھا لے۔ لیکن اگر اِس کے کھانے سے کسی "کمزور" بھائی یا بہن کو ٹھوکر لگتی ہے تو اِس کا کھانا ہرگز روا نہیں۔

۸: ۱۰- خطرہ یہ ہے کہ اِس طرح کمزور بھائی کی حوصلہ افزائی ہو کہ وُہ کام کرے جس پر اُس کا دِل اِلزام دیتا ہے۔ اگر وُہ کسی دُوسرے بھائی کو وُہ کام کرتے دیکھتا ہے جو اُس کی نظر میں قابلِ گرفت ہے، تو ایسی صُورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے کہ "اُس کا دِل بُتوں کی قربانی کھانے پر دلیر ہو جائے گا"۔ اِس آیت میں رسُول "بُت خانہ میں کھانا" کھانے کی مذمّت کرتا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ دُوسروں پر اِس کا ناپسندیدہ اثر ہو سکتا ہے۔ بلاشُبہ جب پَولُس یہاں "بُت خانہ میں" کھانا کھانے کا ذِکر کرتا ہے تو اُس کی مُراد کسی مُعاشرتی موقع یا عام تقریب سے ہے مثلاً بیاہ شادی کا موقع۔ لیکن اگر وہاں بُت پرستی کی کسی رسم میں شرکت بھی شامل ہو تو پھر ایسی جگہ پر کھانا کھانا کسی صُورت بھی جائز نہیں۔ آگے چل کر (۱۰: ۱۵-۲۶) پَولُس اِس بات کی مذمّت کرتا ہے "اگر کوئی تجھ صاحبِ علم کو ... دیکھے"۔ یہاں "صاحبِ علم" سے وُہ شخص مُراد ہے جو مسیحی آزادی کا مطلب اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے۔ جو جانتا ہے کہ بُتوں کی قربانی کا گوشت حرام یا ناپاک نہیں ہوتا۔ اہم اُصول یہ ہے کہ ہم صرف یہی نہ دیکھیں کہ ہم پر اِس کا کیا اثر ہو گا بلکہ یہ کہ دُوسروں پر کیا اثر ہو گا۔

۸: ۱۱- جو شخص "علم" رکھتا ہے کہ مسیحی کے لئے کیا جائز اور روا ہے، مُمکن ہے کہ وُہ اپنے اِس "علم" کا مظاہرہ کچھ اِس انداز سے کرے کہ مسیح میں کوئی بھائی ٹھوکر کھا جائے۔ پَولُس کہتا ہے کہ وُہ بھائی "ہلاک ہو جائے گا"۔ یہاں مُراد یہ نہیں کہ وُہ اپنی ابدی نجات کھو بیٹھے گا، بلکہ مُراد یہ ہے کہ اُس کی ترقی اور بہتری نہیں ہو گی۔ اُس کمزور بھائی کی گواہی کو نقصان پہنچے گا۔ اور جہاں تک خُدا کے لئے کارآمد ہونے کا تعلق ہے اُس کی زندگی پر بُرا اثر پڑے گا۔ کسی کمزور بھائی کو ٹھوکر کِھلانا نہایت نازُک اور سنجیدہ مُعاملہ ہے۔ اِس کا اظہار اِن الفاظ سے ہوتا ہے کہ "جس کی خاطر مسیح مُوا"۔ پَولُس کی دلیل یہ ہے کہ اگر مسیح اُس بھائی سے اِتنی محبّت رکھتا ہے کہ اُس کی خاطر اپنی جان دینے کو تیار ہو گیا تو ہمیں کوئی ایسا کام کرنے کی دلیری نہیں ہونی چاہئے جس سے اُسے ٹھوکر لگے اور اُس کی رُوحانی ترقی

میں رکاوٹ آئے۔ کیا گوشت کی دو چار بوٹیاں اتنی اہمیت رکھتی ہیں؟

۸:۱۲- معاملہ صرف کسی مسیحی بھائی کے خلاف گناہ کرنے یا اُس کے "کمزور دل کو گھایل" کرنے کا نہیں، بلکہ یہ خود "مسیح" کے خلاف گناہ کرنے کے مترادف ہے۔ جو کچھ ہم اُس کے کسی سب سے چھوٹے بھائی سے کرتے ہیں دراصل اُسی سے کرتے ہیں۔ جو چیز بدن کے کسی عضو کو دکھ دیتی ہے وہ اُس کے سر کو بھی دکھ دیتی ہے۔ وائین توجہ دلاتا ہے کہ ہر ایک موضوع پر بات کرتے ہوئے رسول اپنے قارئین کی راہنمائی کرتا ہے کہ اِس کو مسیح کی کفارہ کی موت کی روشنی میں دیکھیں۔ بارنز کہتا ہے کہ "یہ ایک التماس ہے جو خدا کے بیٹے کی گہری اور ملائم محبت، دکھوں اور موت کی کراہوں سے تیار کی گئی ہے"۔ "مسیح کے گنہگار ٹھہرتے ہو"۔ مسیح کے خلاف گناہ کو گوڈٹ "سب سے بڑا جرم" قرار دیتا ہے۔ اِس بات کو سمجھتے ہوئے ہمیں اپنے ہر فعل کا جائزہ اِس روشنی میں لینا چاہئے کہ اِس کا دوسروں پر کیا اثر ہوتا ہے۔ اور ہر اُس بات سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے کسی دوسرے بھائی کو ٹھوکر لگنے کا احتمال ہو۔

چونکہ کسی "بھائی کو ٹھوکر کھلانا" مسیح کے خلاف گناہ ہے۔ اِس لئے پولس کہتا ہے کہ "میں کبھی ہرگز گوشت نہ کھاؤں گا تاکہ اپنے بھائی کے لئے ٹھوکر کا سبب نہ بنوں"۔ کسی دوسرے شخص کی زندگی میں خدا کا کام بھنے ہوئے لذیذ گوشت سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ اگرچہ آج کے اکثر مسیحیوں کے لئے بتوں کی قربانیوں کا گوشت کوئی بڑا مسئلہ نہیں تو بھی کلام کے اِس حصے میں خدا کا روح ہمیں جو اصول دیتا ہے وہ دائمی قدر و قیمت کے حامل ہیں۔ آج بھی مسیحی زندگی میں بہت سی باتیں ہیں کہ خدا کے کلام میں اُن کی ممانعت تو نہیں لیکن کمزور مسیحیوں کے لئے بلاوجہ ٹھوکر کا باعث بن سکتی ہیں۔ بے شک ہمیں اِن میں حصہ لینے کا حق ہے۔ لیکن جن سے ہم مسیح میں محبت رکھتے ہیں یعنی اپنے ہم ایمان بھائی بہن اُن کی خاطر اِن باتوں کو چھوڑ دینا زیادہ بھاری ذمہ داری ہے۔

پہلی نظر میں معلوم ہوتا ہے کہ باب ۹ میں ایک نئے موضوع پر بات ہو رہی ہے۔ تاہم بتوں کی قربانیوں کے گوشت کا موضوع مزید دو ابواب تک چلتا ہے۔ یہاں پولس صرف تھوڑا سا رخ بدل کر دوسروں کی بہتری کی خاطر خود انکاری کے سلسلے میں اپنی مثال پیش کرتا ہے۔ ۸ : ۱۳ میں مذکور اصول کے مطابق اُسے بحیثیتِ رسول

مالی اِمداد حاصل کرنے کا حق تھا۔ چنانچہ یہ باب ۸ سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔

۹:۱- ہم جانتے ہیں کہ کرنتھس میں کُچھ افراد تھے جو پَولُس کے اِختیار پر اِعتراض کرتے تھے۔ وُہ کہتے تھے کہ وُہ بارہ ۱۲ میں سے نہیں اِس لئے اصلی رسُول نہیں۔ پَولُس اِحتجاج کرتا ہے کہ مَیں اِنسانی اِختیار سے آزاد ہُوں اور خُداوند یسوؔع کا حقیقی "رسُول" ہُوں۔ وہ اپنے دعوے کے حق میں دو ۲ حقائق پیش کرتا ہے۔ اوّل، اُس نے خُداوند یسوؔع مسیح کو اُس کے جی اُٹھنے کے بعد دیکھا تھا۔ یہ واقعہ دمشق کی راہ پر ہُوا تھا۔ دُوسرے وُہ اپنی رسالت کے ثبوت میں خُود کرنتھیوں کو پیش کرتا ہے۔ اور پُوچھتا ہے "کیا تم خُداوند میں میرے بنائے ہُوئے نہیں؟" اگر اُنہیں اُس کی رسالت پر کُچھ شک ہے تو اپنا جائزہ لیں۔ کیا اُنہیں نجات مِلی ہے؟ بے شک وُہ کہیں گے کہ ہمیں نجات مِلی ہے۔ خُوب! تو اُنہیں مسیح کا پتہ کِس نے دیا تھا؟ بے شک پَولُس رسُول نے دیا تھا۔ چنانچہ وُہ خُود اِس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ پَولُس خُداوند کا صحیح اور اصلی رسُول ہے۔

۹:۲- دُوسرے لوگ اُس کو بے شک "رسُول" نہ مانیں، مگر خُود کرنتھیوں کو تو ماننا چاہیئے کیونکہ وُہ "خُود خُداوند میں" اُس کی "رسالت پر مُہر" ہیں۔

۹:۳- آیت ۳ غالباً پہلے کہی گئی باتوں سے مُنسلک ہے، آگے آنے والی باتوں سے نہیں۔ پَولُس کہہ رہا ہے کہ مَیں نے جو کُچھ ابھی کہا ہے "جو میرا اِمتحان کرتے ہیں اُن کے لئے میرا یہی جواب ہے۔" مُراد ہے وُہ لوگ جو میری رسالت پر اِعتراض کرتے ہیں۔

۹:۴- آیات ۴-۱۴ میں رسُول بحیثیت رسُول مالی کفالت کے "حق" پر بحث کرتا ہے۔ چونکہ اُس کو خُداوند یسوؔع نے بھیجا تھا (رسُول = بھیجا ہُوا)، اِس لئے اُس کا حق تھا کہ ایمان داروں سے مالی مدد وصُول کرے۔ لیکن اُس نے اپنے اس حق پر کبھی اِصرار نہیں کیا۔ وُہ اکثر اپنے ہاتھوں سے محنت کرتا، خیمے بناتا تھا تاکہ انجیل کی منادی آزادانہ کر سکے۔ بے شک اُس کے مُعترض اور نُکتہ چین اِس بات کا بھی ناجائز فائدہ اُٹھاتے تھے۔ وُہ کہتے تھے کہ وُہ مالی اعانت اِس لئے نہیں لیتا کیونکہ جانتا ہے کہ حقیقی رسُول نہیں۔ وُہ اِس موضُوع کو ایک سوال کے ساتھ مُتعارف کراتا ہے کہ "کیا ہمیں کھانے پینے کا اِختیار نہیں؟" یعنی بغیر کام کئے ـــــ؟ کیا ہمارا حق نہیں

کہ کلیسیا ہمارے اخراجات کی کفیل ہو؟

۹: ۵- "کیا ہم کو یہ اختیار نہیں کہ کسی مسیحی بہن کو بیاہ کر لئے پھریں جیسا اور رسول اور خداوند کے بھائی اور کیفا کرتے ہیں؟" غالباً پولس کے نکتہ چین کہتے تھے کہ پولس نے اِس لئے بیاہ نہیں کیا کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ اُس کا حق (اختیار) نہیں کہ کلیسیا اُس کی اور اُس کی بیوی کی کفالت کرے۔ پطرس اور دوسرے رسول اور "خداوند کے بھائی" شادی شدہ تھے۔ پولس کہہ رہا ہے کہ اُن سب کی طرح میرا بھی حق ہے کہ شادی کروں اور اپنے اور اپنی بیوی کے لئے مسیحیوں کی طرف سے کفالت سے مستفید ہوں۔ "مسیحی بہن" سے مُراد ایمان دار خاتون ہے، اور "بیاہ کر لئے پھریں" اِس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ مجھے بھی نہ صرف بیاہ کر لینے کا حق ہے، بلکہ کلیسیا سے اپنے اور بیوی کے لئے مالی کفالت حاصل کرنے کا حق بھی ہے۔ "خداوند کے بھائی" اِن سے مُراد غالباً خداوند کے سوتیلے بھائی ہے لیکن مطلب چچیرے بھائی بھی ہو سکتا ہے۔ صرف یہ حوالہ مسئلہ حل نہیں کرتا۔ اگرچہ پاک کلام کے دیگر حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ مریم کے ہاں اپنے پہلوٹھے یسوع کے بعد دوسرے "بچے" بھی ہوئے (لوقا ۲: ۷، دیکھئے متی ۱: ۲۵؛ ۱۲: ۴۶؛ ۱۳: ۵۵؛ مرقس ۶: ۳؛ یوحنا ۲: ۱۲؛ گلتیوں ۱: ۱۹)۔

۹: ۶- معلوم ہوتا ہے کہ پولس کی طرح "برنباس" بھی خوشخبری کی منادی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے محنت مشقت کرتا تھا۔ پولس پوچھتا ہے کہ کیا صرف ہم دونوں کو ہی "محنت مشقت سے باز رہنے کا اختیار نہیں؟" کیا ہمیں حق نہیں کہ خدا کے لوگ ہمارا مالی بوجھ اُٹھائیں؟

۹: ۷- پولس رسول مالی کفالت کے لئے اپنا حق جتاتا ہے۔ اِس دعوے کی حمایت میں پہلے تو اُس نے دوسرے رسولوں کی مثال دی۔ اب وہ انسانی معاملات سے ایک دلیل پیش کرتا ہے۔ "کون سا سپاہی کبھی اپنی گرہ سے کھا کر جنگ کرتا ہے؟" سپاہی کے اخراجات اُس کی قوم برداشت کرتی ہے۔ "کون تاکستان لگا کر اُس کا پھل نہیں کھاتا؟" جو بھی "تاکستان" لگاتا ہے توقع کرتا ہے کہ "اُس کے پھل" سے اُسے کچھ بطور اُجرت دیا جائے گا۔ اور کبھی توقع نہیں کی جاتی کہ کوئی گلہ بان "گلہ" کی نگہداشت کرے اور اُس کا "دودھ" نہ پیئے، بلکہ یہ اُس کا حق مانا جاتا ہے۔ مسیحی زندگی بھی جنگ، زرعی خدمت اور پاسبانی خدمت کی مانند ہے۔ اِس میں دشمن کے خلاف لڑنا، خدا کے پھلدار درختوں کی نگہداشت کرنا اور اُس کی بھیڑوں کا نائب گلہ بان بننا

شامل ہے۔ اگر اِن دُنیاوی پیشہ وروں کے اِس حق کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ اُن کی ضرُوریات اور اخراجات برداشت کئے جائیں تو خُداوند کی خِدمت کرنے والوں کا حق تو کہیں زیادہ کیوں نہیں ہونا چاہیے؟

۹:۸۔ اپنے نُکتے کے ثبُوت کے لئے پَولُس پُرانے عہدنامے کی طرف متوجّہ ہوتا ہے۔ کیا ضرُور ہے کہ وُہ اپنی دلیل کی بُنیاد اِن دُنیاوی چیزوں ہی پر رکھے مثلاً جنگ اور باغبانی اور پاسبانی؟ "کیا توریت بھی یہی نہیں کہتی؟" کیا خُدا کا کلام بھی اِس دلیل کی تائید نہیں کرتا؟

۹:۹۔ اِستثنا ۲۵:۴ میں صاف لکھا ہُوا ہے کہ "دائیں میں چلتے ہُوئے بیل کا مُنہ نہ باندھنا"۔ یعنی جب مویشی کو فصل گاہنے کے لئے جوتا جاتا ہے تو اُسے اجازت ہوتی ہے کہ فصل میں سے کھائے۔ "کیا خُدا کو بیلوں کی فکر ہے"۔ خُدا کو بیلوں کی فکر ضرُور ہے۔ لیکن اُس نے پُرانے عہدنامہ میں یہ باتیں صِرف بے زبان جانوروں کی خاطر نہیں لکھوائیں۔ اِن میں ایک رُوحانی اصُول مُضمر ہے۔ جس کا اِطلاق ہماری زندگی اور خِدمت پر ہوتا ہے۔

۹:۱۰۔ "یا خاص ہمارے واسطے یہ فرماتا ہے"؟ جواب ہے کہ ہاں، جب یہ باتیں لکھی گئیں تو خُدا کے مدِنظر ہماری بھلائی اور بہتری تھی۔ جب آدمی ہل چلاتا ہے تو اِس اُمّید پر چلائے کہ مُجھے اُجرت مِلے گی۔ اِسی طرح جو فصل گاہتا ہے اُسے اِنتظار ہو کہ مُعاوضے میں فصل کا کُچھ حِصّہ مُجھے مِلے گا۔ مسیحی خِدمت بھی ہل جوتنے اور دائیں چلانے سے مُشابہت رکھتی ہے۔ اور خُدا کا فرمان ہے کہ جو لوگ میری اِس خِدمت میں مصرُوف ہوتے ہیں وُہ اپنی گرہ سے کھا کر یہ خِدمت نہ کریں۔

۹:۱۱۔ پَولُس اپنے بارے میں کہتا ہے کہ مَیں نے کُرنتھس کے مسیحیوں کے لئے "رُوحانی چیزیں بوئیں"۔ دُوسرے لفظوں میں اُس نے کُرنتھس میں آکر اُن کے درمیان خوشخبری کی منادی کی اور اُنہیں بیش قیمت رُوحانی سچائیوں کی تعلیم دی۔ ایسی صُورت میں اگر اہلِ کُرنتھس اپنے روپے پیسے سے یا اپنی "جسمانی چیزوں" سے اُن کی خِدمت کریں" تو کیا یہ کوئی بڑی بات ہے"؟ اِس میں دلیل یہ ہے کہ مُبشّر اور مُبلّغ کی خِدمات کے عوض اگر کُچھ دیا جاتا ہے تو بھی اُس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ رُوحانی برکات کے مُقابلے میں مادّی فوائد کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ بہُت معمُولی۔

۹ : ۱۲۔ پولس جانتا تھا کہ کرنتھس کی کلیسیا میں چند اور لوگ بھی منادی کرنے اور تعلیم دینے کی خدمت کر رہے ہیں اور کلیسیا اُن کی کفالت کر رہی ہے۔ کرنتھس کے مسیحی اُن "اَوروں" کا حق تو ادا کر رہے تھے ؛ مگر پولس رسول کے حق کو نظر انداز کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ پوچھتا ہے کہ "جب اَوروں کا تم پر یہ اختیار ہے تو کیا ہمارا اِس سے زیادہ نہ ہوگا؟" اگر وہ مالی بوجھ برداشت کرنے میں دوسروں کے حق کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ پولس جو ایمان میں اُن کا باپ ہے وہ بھی یہ حق رکھتا ہے؟ وہ مزید کہتا ہے کہ اگرچہ مجھے یہ حق حاصل ہے "لیکن ہم نے اِس اختیار سے کام نہیں لیا"۔ یعنی اُس نے اہلِ کرنتھس پر اپنا مالی بوجھ نہیں ڈالا، "بلکہ ہر چیز کی برداشت کی" "تاکہ ۔۔۔ مسیح کی خوشخبری میں ہرج نہ ہو"۔ اُس نے ہر قسم کی احتیاج اور مشکل برداشت کی تاکہ خوشخبری کا کام خوش اسلوبی سے جاری رہے۔

۹ : ۱۳۔ اب پولس اپنی دلیل کی تائید کے لئے ہیکل کی مثال پیش کرتا ہے کہ جن افراد کو یہودی ہیکل میں خدمت کی باقاعدہ ذمہ داری سونپی جاتی تھی اُن کی کفالت ہیکل کی آمدن سے ہوتی تھی۔ اِس مفہوم میں وہ "ہیکل سے کھاتے" تھے اور اِسی طرح وہ کاہن جو "قربان گاہ" پر خدمات سرانجام دیتے تھے اُن کو قربانیوں میں سے حصہ دیا جاتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ لاوی جو ہیکل میں عام فرائض سرانجام دیتے تھے، اور کاہن جن کو زیادہ مقدس ذمہ داریاں سونپی جاتی تھیں اُن سب کی کفالت یکساں طور پر ہیکل سے ہوتی تھی۔

۹ : ۱۴۔ آخر میں پولس رسول خود خداوند کا حکم پیش کرتا ہے۔ "اِسی طرح خداوند نے بھی مقرر کیا ہے کہ خوشخبری سنانے والے خوشخبری کے وسیلہ سے گزارہ کریں"۔ یہ ایک بات ہی فیصلہ کن ثبوت ہے کہ پولس کو حق ہے کہ کرنتھی اُس کے اخراجات برداشت کریں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ پولس نے کیوں اصرار نہ کیا کہ کرنتھی اُس کا مالی بوجھ اُٹھائیں؟ اِس کا جواب آیات ۱۵۔۱۸ میں ملتا ہے۔

۹ : ۱۵۔ پولس وضاحت کرتا ہے کہ "لیکن مَیں نے اِن میں سے کسی بات پر عمل نہیں کیا" یعنی اپنے حقوق طلب نہیں کئے۔ اور اب بھی خط میں یہ باتیں لکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ اُسے کوئی رقم بھیجی جائے۔ وہ کہتا ہے کہ "میرا مرنا ہی اِس سے بہتر ہے کہ کوئی میرا فخر کھو دے"۔ اُسے اپنے طرزِ عمل پر بجا طور پر فخر ہے۔

۹ : ۱۶۔ پولس کو اِس بات پر "فخر نہیں" کہ وہ خوشخبری سناتا ہے۔ اِس کام پر

تو خُدا نے اُسے مجبُور رکھا ہے۔ یہ بُلاہٹ یا پیشہ اُس نے خود اختیار نہیں کیا تھا۔ یہ فرض اُسے خُدا نے سونپا تھا۔ اور اگر اِسے پُورا نہ کرتا تو نہایت کم بخت ہوتا۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ رسُول انجیل کی منادی کرنے پر راضی نہ تھا یا خوش نہ تھا بلکہ وضاحت صِرف یہ ہے کہ فیصلہ اُس کا نہیں بلکہ خداوند کا تھا کہ وُہ انجیل کی خوشخبری سُنائے۔

۹: ۱۷۔ اگر پولُس رسُول "اپنی مرضی سے" خوشخبری سُناتا ہے تو اِس کے لئے اُس کا "اجر" بھی ہے، یعنی کہ اُس کی پرورش کی جائے۔ یہ اُس کا حق ہے۔ پُرانے اور نئے عہدناموں میں شرُوع سے آخر تک واضح طور پر تعلیم دی گئی ہے۔ کہ جو خُداوند کی خِدمت کرتے ہیں اُن سب کا حق ہے کہ خُداوند کے لوگ اُن کی کفالت کریں۔ اِس پیرے میں پولُس یہ نہیں کہہ رہا کہ مَیں خُداوند کا خادم بننا نہیں چاہتا، بلکہ صِرف یہ واضح کرتا ہے کہ میری رسالت میں خُدا کی طرف سے ایک طرح کی مجبُوری ہے۔ آیت کے آخری حِصّے میں وُہ اِسی بات پر زور دیتا ہے کہ "اگر اپنی مرضی سے نہیں کرتا" بلکہ اِس لئے کرتا ہُوں کہ میرے اندر ایک آگ لگی ہُوئی ہے اور خوشخبری سُنائے بغیر رہ نہیں سکتا تو جان لو کہ "مختاری میرے سپُرد ہُوئی ہے"۔ یعنی مجھے خوشخبری کا مختار بنایا گیا ہے، مَیں حُکم کی تعمیل کر رہا ہُوں۔ اِس لئے مَیں کِسی قِسم کا فخر نہیں کرسکتا۔

ہم مانتے ہیں کہ آیت ۱۷ بہت مُشکل ہے۔ تاہم مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پولُس کرنتھیوں سے اپنی کفالت کا حق اِس لئے طلب نہیں کرتا کیونکہ یہ خدمت ہے کوئی پیشہ نہیں جسے اُس نے چُنا ہو۔ خُدا کا ہاتھ اُسے اِس خِدمت میں لایا تھا۔ کرِنتھس کی کلیسیا میں جھُوٹے اُستاد تو دعویٰ کرسکتے ہیں کہ ہمارا حق ہے کہ مُقدّسین ہمارے اخراجات پُورے کریں، مگر پولُس کسی اَور جگہ سے اَجر چاہتا ہے۔

ناکس اِس آیت کو یُوں پیش کرتا ہے کہ "جو کام مَیں اپنی مرضی سے کرتا ہُوں اُس کے اجر کا دعویٰ تو کرسکتا ہُوں، لیکن جب مَیں مجبُوری (خُدا کا حُکم) کے تحت کچھ کرتا ہُوں تو صِرف ایک مختاری کو پُورا کرتا ہُوں۔"

رائیری یُوں تبصرہ کرتا ہے:

> "پولُس خوشخبری کی منادی کرنے کی اپنی ذمہ داری سے پہلُوتہی نہیں کرسکتا تھا، اِس لئے کہ اُسے ایک مختاری (ذمّہ داری) سونپی گئی تھی۔ اور اُسے حُکم تھا کہ منادی کرے اگرچہ اُسے کبھی اُجرت ادا نہیں کی جاتی تھی (بحوالہ لُوقا ۱۷: ۱۰)۔"

۹ : ۱۸- اگر پولس خوشخبری سُنانے کی خدمت پر فخر نہیں کر سکتا، تو کس بات پر فخر کر سکتا ہے؟ کسی ایسی بات پر جو اُس نے اپنی مرضی سے اختیار کی ہو یعنی "خوشخبری کو مُفت کر دُوں"۔ یہ ایسا کام ہے جس کو وُہ بالاارادہ کر سکتا ہے۔ وُہ کرنتھیوں کے درمیان انجیل کی منادی کر سکتا ہے اور ساتھ ہی اپنی روزی بھی کما سکتا ہے تاکہ اپنے کفالت حاصل کرنے کے حق پر عمل نہ کرے۔ اگرچہ "خوشخبری کے بارے میں" اُس کو یہ حق حاصل ہے۔

اب ہم پولس کی ساری بحث کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وُہ "فرض" اور "اختیاری" کام میں فرق کی وضاحت کرتا ہے۔ "فرض" وُہ کام ہے جو آپ کے سپُرد کیا گیا ہے۔ "اختیاری" وُہ کام ہے جو آپ اپنی مرضی سے چُن لیتے ہیں۔ اُس کے خوشخبری کی منادی کرنے میں کسی تامل یا ہچکچاہٹ کا کوئی خیال موجُود نہیں۔ وُہ یہ کام کمال خُوشی سے کرتا تھا۔ لیکن ایک گہرے مفہُوم میں یہ نہایت سنجیدہ فرض تھا جو اُس پر عاید کیا گیا تھا۔ چنانچہ اِس فرض کی ادائیگی میں فخر کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ خُوشخبری کی منادی کرنے میں وُہ اپنے اِس حق پر اِصرار کر سکتا تھا کہ میری کفالت کی جائے، مگر اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ فیصلہ کیا کہ مَیں کرنتھیوں کے لئے "خوشخبری کو مُفت کر دُوں"۔ چونکہ یہ اقدام اُس کی اپنی مرضی سے تھا وُہ اِس پر فخر کر سکتا تھا۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ پولس کے نکتہ چین دعویٰ کرتے تھے کہ پولس کے خیمہ دوزی کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ اپنے آپ کو حقیقی رسُول نہیں سمجھتا۔ یہاں وُہ اپنی خود کفالت کی تشریح سے ثابت کرتا ہے کہ میری رسالت حقیقی اور اصلی ہے بلکہ اِس کی نوعیّت بہُت اعلیٰ اور بُلند ہے۔

آیات ۱۹ سے ۲۲ میں پولس اپنی مثال دیتا ہے کہ مَیں خوشخبری کی خاطر اپنے جائز حقُوق سے بھی دستبردار رہا ہُوں۔ کلام کے اِس حصّے کا مُطالعہ کرتے ہُوئے یاد رکھنا ضروری ہے کہ پولس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مَیں نے پاک کلام کے اہم اصُولوں کو کبھی قربان کیا ہے۔ اِن آیات میں وُہ اُن باتوں کا بیان کرتا ہے جو اخلاقی لحاظ سے غیر جانب دار ہیں یعنی بذاتہٖ نہ اچھّی ہیں نہ بُری۔ پولس جن لوگوں کے ساتھ کام کرتا تھا اُن کی رسموں اور عادتوں کے ساتھ مُطابقت پیدا کر لیتا تھا تاکہ خوشخبری کے لئے اُن کی توجّہ حاصل کر سکے۔ لیکن کبھی ایسی حرکت نہیں کرتا تھا جس سے خُوشخبری کی سچّائی کو کسی بات سے مفاہمت کرنی پڑے۔

۹ : ۱۹- ایک لحاظ سے وُہ "سب لوگوں سے آزاد" تھا۔ کوئی نہ اُسے مجبُور کر سکتا

تھا نہ اپنا اختیار جتا سکتا تھا۔ تو بھی پولس نے "اپنے آپ کو سب کا غلام بنا دیا تھا تاکہ اور بھی زیادہ لوگوں کو" مسیح کے لئے جیت سکے۔ اگر کسی الٰہی سچائی کو قربان کئے بغیر وہ کوئی رعایت دے سکتا تھا تو دیتا تھا تاکہ لوگوں کو مسیح کے لئے جیت سکے۔

۹: ۲۰- "مَیں یہودیوں کے لئے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ یہودیوں کو بچانے کے لئے وہ دوبارہ موسوی شریعت کے ماتحت ہو گیا۔ اِس کے مطلب کی وضاحت ختنے کے سلسلے میں اُس کے اُس اقدام سے ہوتی ہے جو اُس نے تیمتھیس اور طِطُس کے معاملے میں کیا تھا۔ طِطُس کے معاملے میں کئی لوگ زور دے رہے تھے کہ جب تک اُس کا ختنہ نہ ہو وہ نجات نہیں پا سکتا۔ پولس نے جان لیا کہ یہ خدا کے فضل کی خوشخبری پر براہ راست حملہ ہے۔ چنانچہ اُس نے طِطُس کا ختنہ کرانے سے سختی سے اِنکار کیا (گلتیوں ۲: ۳)۔ مگر تیمتھیس کے معاملے میں ایسا کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا۔ اِس لئے وہ اُس کے ختنہ کرانے پر راضی ہو گیا تاکہ اِس کے نتیجے میں خوشخبری زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے (اعمال ۱۶: ۳)۔

"جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں اُن کے لئے مَیں شریعت کے ماتحت ہُوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا"۔ اِس کی تشریح اکثر یہ کی جاتی ہے کہ پہلے حصے میں اِس کا اشارہ یہودی رسومات کی طرف تھا جبکہ یہاں وہ اُن کی مذہبی زندگی کی بات کر رہا ہے۔

یہاں کچھ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ پولس یہودی تھا۔ وہ شریعت کے ماتحت پیدا ہُوا۔ وہ کوشش کرتا رہا کہ شریعت پر عمل کر کے خدا کے حضور خوشنودی حاصل کرے، مگر اُسے معلوم ہو گیا کہ یہ بات ناممکن ہے۔ شریعت نے صرف اِتنا دکھایا کہ وہ کیسا کمبخت گنہگار ہے اور اُسے پورے طور سے سزا کا حقدار ثابت کیا۔ آخر اُس کو معلوم ہُوا کہ شریعت نجات کی راہ (وسیلہ) نہیں بلکہ خدا کا ایک طریقہ ہے جس سے وہ اِنسان پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ کیسا گناہ آلودہ ہے اور کہ اُسے ایک مُنجّی کی ضرورت ہے۔ پھر پولس نے خداوند یسوع مسیح کا یقین کیا اور اِس طرح وہ شریعت کی مُلزم ٹھہرانے والی آواز سے آزاد ہو گیا۔ شریعت کو توڑنے کی سزا خداوند یسوع نے کلوری کی صلیب پر اُٹھائی ہے۔

اپنی تبدیلی (ایمان لانے) کے بعد پولس کو معلوم ہُوا کہ شریعت نجات کی راہ (وسیلہ) نہیں، اور نہ ایک نجات یافتہ شخص کے لئے قانونِ زندگی ہے۔ ایمان دار شریعت کے نہیں

بلکہ فضل کے ماتحت ہے۔ مگر اِس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وُہ جو چاہے کرتا پھرے، بلکہ خُدا کے فضل کا حقیقی احساس اُس کو مجبُور کر دیتا ہے کہ وُہ ایسے کام کرنے کی خواہش بھی نہ کرے۔ مسیحی کے اندر خُدا کا رُوح بستا ہے۔ وُہ اُسے کردار اور چال چلن کی ایک نئی سطح پر اُٹھا دیتا ہے۔ اَب وُہ پاک زندگی بسر کرنے کی آرزو رکھتا ہے۔ اِس لئے نہیں کہ اُسے شریعت کی نافرمانی پر سزا کا خوف ہوتا ہے، بلکہ مسیح کی محبّت اُسے مجبُور کرتی ہے کیونکہ مسیح اُس کے لئے مر گیا اور پھر زندہ ہُؤا۔ شریعت کے ماتحت مُحرّک خوف ہوتا ہے، مگر فضل کے ماتحت مُحرّک محبّت ہوتی ہے۔ محبّت خوف سے بہُت اعلیٰ تر مُحرّک ہے۔ محبّت کی خاطر اِنسان وُہ کام کر لیتا ہے جو خوف کے باعث کبھی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

آرنٹ کہتا ہے:

> "رُوحوں کو فرمانبرداری کے بندھن میں باندھنے کے لئے خُدا وُہی طریقہ اِستعمال کرتا ہے جو اجسامِ فلکی کو اپنے محوروں پر قائم رکھنے کے لئے کرتا ہے — یعنی دُور پھینکتا اور آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ آپ کو کوئی زنجیر نظر نہیں آتی، جو اِن چمکدار دُنیاؤں کو مرکز سے رِشتہ توڑ کر بھاگنے سے روکتی ہو — ایک نادیدنی اصُول اُن کو جکڑے رکھتا ہے ... اور محبّت کا نادیدنی بندھن ہے ... اُس خُداوند کی محبّت جِس نے اُن کو خریدا تھا — کہ یہ افراد جِن کو فِدیہ دے کر چُھڑایا گیا ہے ... جو اُن کو مجبُور کر دیتا ہے کہ شائستگی سے، راست بازی سے اور خُدا پرستی سے زندگی گُزاریں"۔

اِس مختصر سے پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہُوئے آئیے ہم آیت ۲۰ کے آخری حِصّے پر غور کریں۔ "جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں اُن کے لئے مَیں شریعت کے ماتحت ہُؤا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگرچہ خُود شریعت کے ماتحت نہ تھا"۔ جب پَولُس یہُودیوں کے درمیان ہوتا تو اخلاقی اعتبار سے غیر جانب دار مُعاملات میں یہُودیوں کی طرح عمل کرتا تھا۔ مثلاً وُہ وُہ کھانے کھاتا تھا جو یہُودی کھاتے تھے، اور اُن کھانوں سے پرہیز کرتا تھا جن کی اُن کو ممانعت تھی۔ غالباً پَولُس سبت کے دِن کام کرنے سے بھی پرہیز کرتا تھا، کیونکہ اُسے احساس تھا کہ ایسا کرنے سے (یہُودی) لوگ زیادہ توجّہ سے خوشخبری سُنیں گے۔

پَولُس رسُول کو خُداوند میں نئی پَیدائش کا تجربہ حاصل تھا۔ اِس لحاظ سے وُہ شریعت کے ماتحت نہیں تھا اور نہ شریعت اُس کے لئے قانونِ زندگی تھی۔ وُہ لوگوں کے رسم و رواج، عادات اور تعصّبات کے ساتھ مُطابقت پَیدا کر لیتا تھا تاکہ اُن کو خُداوند کے لئے جیت سکے۔

”بے شرع لوگوں“۔ اِس سے مُراد وُہ باغی یا سرکش لوگ نہیں جو کسی شریعت کو نہیں مانتے، بلکہ یہ ایک عمُومی ترکیب ہے جس کا مطلب سارے غیر یہُودی لوگ ہیں۔ شریعت یہُودی قوم کو دی گئی تھی، غیر قوموں کو نہیں دی گئی تھی۔ چنانچہ جب پَولُس غیر اقوام کے درمیان ہوتا تھا تو اُن کی عادات اور احساسات سے ہر مُمکن موافقت رکھتا تھا، مگر اپنے ”مُنجی“ کا وفادار رہتا تھا۔ وُہ وضاحت کرتا ہے کہ جب مَیں بظاہر ایک ”بے شرع“ شخص کی طرح عمل کرتا ہُوں، اُس وقت بھی ”خُدا کے نزدیک بے شرع“ نہیں ہوتا۔ وُہ سمجھتا ہے کہ مجھے آزادی نہیں کہ جو چاہوں کرتا پھروں بلکہ کہتا ہے کہ مَیں ”مسیح کی شریعت کے تابع“ رہتا ہُوں۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ پابند ہے کہ خُداوند یسوع سے محبّت رکھّے، اُس کو عزّت دے، اُس کی خدمت کرے اور اُسے پسند آئے۔ لیکن اب مُوسیٰ کی شریعت کے وسیلے سے نہیں بلکہ محبّت کی شریعت کے وسیلے سے ایسا کرتا ہے۔ اِس شریعت کے باعث وُہ مسیح کا پابند ہو گیا تھا۔ ہم اکثر کہتے ہیں ”جیسا دیس ویسا بھیس“۔ یہاں پَولُس کہتا ہے کہ جب مَیں غیر یہُودیوں کے درمیان ہوتا ہُوں، تو جہاں تک مُمکن ہوتا ہے اُن کے طرزِ زندگی کو اپنا لیتا ہُوں، مگر صِرف اِس قدر کہ مسیح کے ساتھ وفاداری میں فرق نہ آئے۔ لیکن یاد رکھّیں کہ کلام کے اِس حِصّے کا تعلق صِرف مُعاشرتی اور ثقافتی باتوں سے ہے اخلاقی اور عقیدہ و ایمان کے مُعاملات سے نہیں۔

۲۲:۹- اِس آیت میں ”کمزوروں“ یعنی چھوٹی چھوٹی تفاصیل میں بھی اِحتیاط کرنے والوں کا ذکر ہے۔ یہ لوگ اُن باتوں کے لئے بھی حد درجہ حسّاس تھے جو دراصل کوئی بُنیادی اہمیّت نہیں رکھتیں۔ ”کمزوروں کے لئے کمزور بنا تاکہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں“۔ وُہ گوشت کھا کر اُن کو ٹھوکر کھلانے کی بجائے سبزی خور بن جاتا۔ مُختصر یہ کہ پَولُس ”سب آدمیوں کے لئے سب کُچھ بنا ہُوا تھا“ ”تاکہ کسی طرح سے بعض کو“ بچا لے۔ اِن آیات کو کبھی بھی پاک کلام کے اصُولوں کو قُربان کرنے کے لئے اِستعمال نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں صِرف یہ بیان ہے کہ لوگوں کو خُوشخبری سُننے کے لئے آمادہ کرنے کے لئے اُن کی رسُومات اور عادات سے مُمکنہ حد تک موافقت پیدا کر لینا جائز ہے۔ جب پَولُس کہتا ہے کہ ”تاکہ کسی طرح سے

بعض کو بچاؤُں" تو اُسے ایک لمحہ کو بھی خیال نہیں آتا کہ مَیں اپنی طاقت سے کسی دُوسرے شخص کو بچا سکتا ہوں، کیونکہ اُسے علم اور اِحساس تھا کہ صِرف خُداوند یسوعؔ ہی وُہ واحد ہستی ہے جو بچا سکتا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی یہ دیکھنا بھی کِتنا دِلنواز ہے کہ جو لوگ اِنجیل کی خوشخبری میں مسیح کی خِدمت کرتے ہیں، اُن کو اُس کے ساتھ مُشابہ ہونے کا اِتنا فضل حاصِل ہے کہ اُن کو لفظ "بچاؤُں" اِستعمال کرنے کی اجازت ہے۔ خُوشخبری کی خِدمت کیسی سربُلندی، وقار اور وَقعت بخشتی ہے!

آیات ۲۳ - ۲۷ میں ضبطِ نفس کی کمی کے باعث اَجر کھو دینے کے خطرے سے خبردار کیا گیا ہے۔ کرنتھیوں کی طرف سے مالی اِمداد کا اِنکار پَولُسؔ کے لئے ایک طرح کا سخت ضبطِ نفس ثابت ہُوا۔

۹:۲۳ - "مَیں سب کُچھ انجیل کی خاطر کرتا ہُوں تاکہ اَوروں کے ساتھ اُس میں شریک ہوؤُں"۔ گُزشتہ آیات میں پَولُسؔ نے بتایا کہ خُداوند کے کام کی خاطر وُہ کِس طرح اپنے حقُوق اور اپنی خواہشات کو دبا دیتا ہے۔ وُہ اَیسا کیوں کرتا تھا؟ "اِنجیل کی خاطر" تاکہ وُہ آنے والے دِن میں اِنجیل کی کامیابیوں میں "شریک" ہو سکے۔

۹:۲۴ - جب پَولُسؔ آیت ۲۴ کے الفاظ لِکھ رہا تھا تو بِلاشُبہ اُسے وہ کھیلیں یاد آ رہی تھیں جو کرنتھسؔ کے قریب خاکنائے میں منعقِد ہُوا کرتی تھیں۔ کُرِنتھسؔ کے ایمان دار کھیلوں کے اِن مُقابلوں سے اچھی طرح واقِف تھے۔ پَولُسؔ اُن کو یاد دلاتا ہے کہ "دَوڑ میں دَوڑنے والے دَوڑتے تو سب ہی ہیں لیکن انعام ایک ہی لے جاتا ہے"۔ سبھوں کو انعام نہیں مِلتا۔ مسیحی زِندگی ایک دَوڑ کی مانند ہے۔ یہ ضبطِ نفس مانگتی ہے۔ زور دار اور مُستقِل کوشش کا تقاضا کرتی ہے۔ واضح اور پکّے نصبُ العین کا مُطالبہ کرتی ہے۔ البتہ یہ آیت کسی طور بھی نہیں کہتی کہ مسیحی دَوڑ میں صِرف ایک شخص انعام جیت سکتا ہے، بلکہ صِرف اِتنا سکھاتی ہے کہ ہم سب کو جیتنے والوں کی طرح دَوڑنا چاہئے۔ ہم سب کو اُسی قِسم کے ضبطِ نفس اور خُود اِنکاری پر عمل کرنا ہے جِس پر پَولُسؔ رسُول کاربند رہتا تھا۔ اور یہاں "انعام" نجات نہیں، بلکہ دیانتدارانہ خِدمت کا اجر ہے۔ کہیں بھی نہیں کہا گیا کہ ہمارے دَوڑ میں دیانت داری اور وفاداری کے ساتھ دَوڑنے کا نتیجہ نجات ہے۔ نجات تو خُداوند یسوعؔ مسیحؔ پر ایمان کے وسیلے سے خُدا کی مُفت بخشش ہے۔

۲۵:۹- اَب پَولُس دَوڑنے کی مثال چھوڑ کر کُشتی لڑنے کی مثال دیتا ہے۔ وُہ اپنے قارئین کو یاد دلاتا ہے کہ "ہر پہلوان سب طرح کا پرہیز کرتا ہے"۔ ایک دفعہ ایک پہلوان نے اپنے اُستاد (کوچ) سے پُوچھا "کیا مَیں تمباکو نوشی کر سکتا، شراب پی سکتا اور دیگر موج میلہ کر سکتا اور پھر بھی کُشتی لڑ سکتا ہوں؟" اُستاد نے جواب دیا "ہاں، کُشتی لڑ سکتے ہو، مگر جیت نہیں سکتے"۔ پَولُس تصوُّر کرتا ہے کہ کھلاڑی مُقابلوں میں مصرُوف ہیں، کھیلیں ختم ہوتی ہیں اور جیتنے والا انعام لینے کو آگے آتا ہے۔ انعام کیا ہے؟ "مُرجھانے والا سہرا"۔ پھُولوں کا ایک ہار، یا پتّوں کا ایک ہار جو بہُت جلد مُرجھا جائے گا۔ لیکن اِس کے مُقابلے میں وُہ ایک ایسے "سہرے" کا ذِکر کرتا ہے جو "نہیں مُرجھاتا"۔ جو اُن سبھوں کو دِیا جائے گا جو مسیح کی خِدمت میں وفادار رہے۔

۲۶:۹- اِس "نہ مُرجھانے والے" یعنی لازوال تاج کے پیشِ نظر پَولُس بیان کرتا ہے کہ "مَیں بھی اِسی طرح دَوڑتا ہُوں یعنی بے ٹھکانا نہیں مَیں اِسی طرح مُکّوں سے لڑتا ہُوں یعنی اُس کی مانند نہیں جو ہَوا کو مارتا ہے"۔ اُس کی خِدمت نہ تو بے مقصد تھی نہ غیر مُؤثر۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے ایک ٹھوس نِشانہ تھا۔ اُس کی نیّت تھی کہ اُس کا ہر کام شمُار میں آئے۔ وقت اور قُوّت کا کوئی ضیاع نہ ہو۔ رسُول کو نِشانے خطا کرنے سے کوئی دِلچسپی نہ تھی۔

۲۷:۹- بلکہ وُہ اپنے "بدن" کو ڈِسپلن میں رکھتا ہے اور "اُسے اپنے قابُو میں رکھتا ہے تاکہ" ایسا نہ ہو کہ اَوروں میں منادی کر کے آپ نامقبول" ٹھہرے۔ مسیحی زِندگی میں ضبطِ نفس، خُود پر قابُو رکھنے، پرہیزگاری اور ڈسپلن کی ضرُورت ہوتی ہے۔ ہمیں اپنے آپ پر قابُو رکھنے کی مشق کرتے رہنا ہے۔

پَولُس کو اِس خوفناک اِمکان کا احساس تھا کہ مَیں "اَوروں میں منادی کر کے آپ نامقبول" ٹھہر سکتا ہُوں۔ اِس آیت کے مفہوم پر زبردست بحث ہوتی رہی ہے۔ بعض عالم کہتے ہیں کہ اِس آیت میں یہ تعلیم ہے کہ کوئی اِنسان نجات پانے کے بعد دوبارہ بھی بھٹک کر ہلاک ہو سکتا ہے۔ یہ نظریہ نئے عہدنامہ کی عمومی تعلیم سے مُتصادم ہے کہ مسیح کی کوئی سچّی بھیڑ کبھی ہلاک نہ ہو گی۔

دُوسرے عُلما کہتے ہیں کہ جِس لفظ کا ترجمہ "نامقبول ٹھہروں"[1] کیا گیا ہے بہُت زور دار لفظ ہے اور ابدی سزا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تاہم وُہ اِس آیت کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ پَولُس رسُول یہ تعلیم نہیں دے رہا کہ جِس شخص کو ایک دفعہ نجات مِل گئی وُہ نامقبول یا نااہل بھی ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ کہ جو شخص ضبطِ نفس کو برُوئے کار نہیں لا سکتا، دراصل اُسے کبھی نجات مِلی ہی نہ تھی۔ جھُوٹے اُستادوں کو دیکھتے ہوُئے اور یہ مشاہدہ کرتے ہوُئے کہ وُہ کِس طرح اپنی خواہشات اور اپنے شوق پُورے کرنے کے پیچھے لگے رہتے ہیں پَولُس رسُول ایک عمُومی اصُول پیش کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بدن کو قابُو میں نہیں رکھتا تو یہ بات ثبوت ہے کہ وُہ نئے سِرے سے پیدا ہؤا ہی نہ تھا۔ اور اِس صُورت میں اگرچہ وُہ دُوسروں کے سامنے منادی کرتا ہے مگر خُود نامقبول ٹھہرے گا۔

یہاں ایک تیسرا مفہوُم بھی مُمکن ہے کہ اِس آیت میں پَولُس نجات کا ہرگز ذِکر نہیں کر رہا، بلکہ خِدمت کی بات کر رہا ہے۔ اُس کا مطلب یہ نہیں کہ خطرہ ہے کہ مَیں کبھی ہلاک ہو جاؤں گا، بلکہ جہاں تک میری خدمت کا تعلق ہے خطرہ ہے کہ مَیں آزمائش میں کامیاب نہ ہُوں اور انعام کے لئے نااہل قرار پاؤں۔ یہ تشریح لفظ "نامقبول ٹھہروں" adokimos سے پُوری پُوری مطابقت رکھتی ہے اور کھیلوں کا سیاق و سباق بھی اِسی کی تائید کرتا ہے۔ پَولُس اِس ہولناک اِمکان کو تسلیم کرتا ہے کہ "اَوروں میں منادی" کرنے کے بعد آپ نامقبُول ٹھہرے۔ خُداوند اُسے ایک طرف ہٹا دے کہ اب میرے کام کا نہیں رہا۔

صُورتِ حال کُچھ بھی ہو کلام کا یہ حِصّہ بہُت نازک اور سنجیدہ ہے، اور جو شخص بھی خُداوند کی خِدمت کرنا چاہتا ہے اُس کو متوجّہ کرتا ہے کہ اپنے دِل کا گہرا مُعائنہ کرے اور فیصلہ کرے کہ خُداوند کے فضل سے مجُھے اِس لفظ کے مفہوم کا کبھی عملی تجربہ نہیں ہوگا۔

پَولُس ضبطِ نفس کی ضرُورت پر غوَر کرتا ہے تو بنی اسرائیل کی مثال اُس کے ذہن میں آتی ہے۔ باب ۱۰ میں وُہ دُہراتا ہے کہ کِس طرح یہ قوم اپنی عیش و عِشرت میں پڑ گئی، اور اپنے بدنوں کو قابو میں رکھنے میں بے پروا اور بے احتیاط ہو کر نامقبول اور نااہل بن گئی۔

---

[1] لفظ adokimos کا مطلب ہے 'نامنظور کیا گیا'۔ یہ کھیلوں کے شعبے کی اصطلاح ہے، مفہوم ہے 'نااہل ٹھہرایا گیا'۔

سب سے پہلے وہ بنی اِسرائیل کے اعزازات اور مراعات کا ذِکر کرتا ہے جو اُن کو بخشے گئے تھے (آیات ۱-۴)۔ پھر اسرائیل کی سزا (آیت ۵) اور آخر میں اُن کے زوال کے اسباب (آیات ۶-۱۰) کا بیان کرتا ہے۔ اور پھر واضح کرتا ہے کہ اِن باتوں کا ہم پر کس طرح اِطلاق ہوتا ہے (آیات ۱۱-۱۳)۔

۱۰:۱۔ پولُس رسول کرِنتھیوں کو یاد دِلاتا ہے کہ یہودی قوم کے "سب باپ دادا بادل کے نیچے تھے اور سب کے سب سمندر میں سے گزرے"۔ زور لفظ "سب" پر ہے۔ وہ اُس زمانے کے بارے میں سوچ رہا ہے جب اُن کو مُلکِ مصر سے رہائی مِلی تھی اور "بادل" کا ستون دِن کو اور آگ کا ستون رات کو اُن کی معجزانہ راہنمائی اور حفاظت کرتا تھا۔ وہ ماضی کے اُس وقت کو یاد کرتا ہے جب وہ بحرِ قلزم میں سے گزرے تھے اور بچ کر بیابان میں آ گئے تھے۔ جہاں تک مراعات کا تعلق ہے، وہ سب خدا کی راہنمائی اور محافظت سے لطف اُٹھاتے رہے۔

۱۰:۲۔ صِرف یہی نہیں بلکہ "سب ہی نے اُس بادل اور سمندر میں موسیٰ کا بپتسمہ لِیا"۔ "موسیٰ کا بپتسمہ" کا مطلب ہے کہ وہ موسیٰ کے مشابہ ٹھہرے اور اُس کو اپنا لیڈر مانا۔ جب موسیٰ بنی اِسرائیل کو مِصر سے نکال لایا اور مُلکِ موعود کی طرف لے چلا تو ساری اِسرائیلی قوم نے پہلے موسیٰ کے ساتھ وفاداری کا عہد باندھا اور اُسے خدا کا مقرر کردہ چُھڑانے والا تسلیم کیا۔ بعض عُلما کہتے ہیں کہ "بادل کے نیچے تھے" اُس چیز کی طرف اشارہ ہے جو اُن کو خدا کے مشابہ ٹھہراتی تھی اور "سمندر میں سے گزرے" اُس چیز کا بیان کرتی ہے جو اُن کو مِصر سے جُدا کرتی تھی۔

۱۰:۳۔ "اور سب نے ایک ہی روحانی خوراک کھائی"۔ یہاں اشارہ "مَن" کی طرف ہے جو بیابان میں سفر کے دوران خدا اُن کو معجزانہ مہیا کرتا رہا۔ "روحانی خوراک" کا یہ مطلب نہیں کہ "مَن" کوئی غیر مادی چیز تھا یا کوئی نادیدنی اور غیر حقیقی چیز تھا۔ "روحانی" کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ "مَن" روحانی نشوونما کی تصویر یا مِثل تھا۔ یہاں بنیادی طور پر مصنف کے ذہن میں روحانی حقیقت ہے۔ اور یہ تصور بھی شامل ہو سکتا ہے کہ یہ خوراک فوق الفِطرت طریقے سے مہیا کی جاتی تھی۔

۱۰:۴۔ سارے سفر کے دوران خدا بنی اِسرائیل کو عجیب طریقہ سے پانی مہیا کرتا رہا۔

اگرچہ یہ عام حقیقی پانی تھا، مگر رسُول اس کو "رُوحانی پانی" کہتا ہے کیونکہ یہ روحانی تازگی کا عکس تھا اور مُعجزانہ مُہیّا کیا جاتا تھا۔ اگر خُداوند اُن کو مُعجزانہ طور پر پانی مہیّا نہ کرتا تو وُہ پیاس سے بُری طرح مر جاتے۔ "وہ اُس رُوحانی چٹان میں سے پانی پیتے تھے جو اُن کے ساتھ ساتھ چلتی تھی"۔ یہ لغوی مطلب نہیں کہ ایک مادّی ٹھوس چٹان سفر میں اُن کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ یہ خاص چٹان اُس دریا کی ترجمان ہے جو اُس سے بہتا تھا اور اِسرائیلیوں کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ "اور وُہ چٹان مسیح تھا"۔ مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو پانی مہیا کرنے والی ہستی مسیح تھا۔ اور یہ چٹان مسیح ہی کی نمائندگی کرتی تھی کہ وُہ اپنے لوگوں کو زندگی کا پانی دیتا ہے۔

۱۰:۵۔ اِتنی مختلف مُراعات گنوانے کے بعد اب رسُول کرنتھیوں کو یاد دلاتا ہے کہ "اُن میں اکثروں سے خُدا راضی نہ ہُوا۔ چنانچہ وُہ بیابان میں ڈھیر ہو گئے"۔ اگرچہ سارے اِسرائیلی مِصر سے نِکلے تھے اور سبھوں نے اقرار کیا کہ ہم اپنے لیڈر مُوسیٰ کے ساتھ ایک دِل اور ایک جان ہیں، تو بھی افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ اُن کے بدن تو بیابان میں تھے لیکن اُن کے دِل مِصر ہی میں تھے۔ اُنہوں نے فرعُون کی غلامی سے جسمانی آزادی کا لُطف اُٹھایا، مگر اُن کے دِل ابھی تک اُس مُلک کی شہوانی لذّتوں کے طلب گار تھے۔ بیس برس سے اوپر کی عُمر کے جتنے جنگی مرد مِصر سے نِکلے تھے اُن میں سے صرف دو ۲ — کالب اور یشوع — کو انعام مِلا اور وُہ مُلکِ موعُود میں داخل ہُوئے۔ باقی سب کی لاشیں "بیابان" میں رہ گئیں۔ یہ ثبوت ہے کہ "خُدا" اُن سے "راضی نہ ہُوا"۔

غور کریں کہ پہلی چار آیات میں "سب" اور آیت ۵ میں "اکثروں" میں کیسا تقابُل ہے۔ مُراعات اور اعزاز تو "سب" کو مِلا، مگر "اکثر" ہلاک ہو گئے۔ گوڈٹ حیران ہو کر کہتا ہے:

> "یہ کیسا منظر ہے جو رسُول کرِنتھس کے مُطمئن اِیمان داروں کی آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے! مُعجزانہ خوراک اور پانی سے آسُودہ ہو کر اِتنی لاشیں بیابان کی گرد اور دُھول پر بِکھری پڑی ہیں!"

۱۰:۶۔ خرُوج کے دَوران جو واقعات پیش آئے اُن میں ہمارے لئے سبق ہیں۔ ایسی تعلیم ہے جس کا اِطلاق ہم پر ہوتا ہے۔ بنی اِسرائیل ہمارے لئے واقعی "عبرت"

ہیں۔ وُہ ہم کو دِکھاتے ہیں کہ اگر ہم بھی "بُری چیزوں کی خواہش" کریں گے تو ہمارا بھی وُہی انجام ہوگا۔ ہم پُرانے عہدنامہ کو محض تارِیخ سمجھ کر نہ پڑھیں، بلکہ جانیں کہ اِس میں ہماری زِندگیوں کے لئے عملی سبق ہیں۔

اگلی چند آیات میں پَولُس اُن خاص گُناہوں کی فہرست دیتا ہے جِن میں بنی اسرائیل مُبتلا ہوگئے تھے۔ غور کریں کہ اِن میں بہُت سے گُناہ جسمانی خواہشات کو پُورا کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۰: ۷۔ یہاں اِشارہ سُنہری بچھڑے کو پُوجنے اور اُس کے بعد دعوت اُڑانے اور جشن منانے کی طرف ہے۔ پُورا بیان خروج باب ۳۲ میں درج ہے۔ جب مُوسیٰ کوہِ سینا سے اُترا تو اُس کو معلُوم ہُوا کہ قوم نے سونے کا ایک بچھڑا بنایا ہے اور اُس کی پرستش کر رہی ہے۔ خرُوج ۳۲: ۶ میں ہم پڑھتے ہیں کہ کِس طرح وُہ "لوگ کھانے پینے کو بیٹھے۔ پھر ناچنے کُودنے کو اُٹھے"۔

۱۰: ۸۔ اِس آیت میں جِس گُناہ کا ذِکر ہے اُس کا تعلق اُس موقع سے ہے جب بنی اِسرائیل نے مُوآبی عورتوں سے بیاہ کر لئے تھے (گنتی باب ۲۵)۔ بلعام نبی کے بہکاوے میں آکر اُنہوں نے خُداوند کے کلام کی نافرمانی کی اور حرامکاری میں پڑ گئے۔ اور اِسی آیت میں لکھا ہے کہ "ایک ہی دِن میں تیئیس ۲۳ ہزار مارے گئے"۔ پُرانے عہدنامہ میں لکھا ہے کہ "جتنے اِس وَبا سے مَرے اُن کا شُمار چَوبیس ہزار تھا" (گنتی ۲۵: ۹)۔ بائبل مُقدّس کے نکتہ چین اکثر اِس کو لے کر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پاک نوِشتوں میں تضادات پائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر وُہ متن کو ذرا غور سے پڑھیں تو دیکھیں گے کہ کوئی تضاد نہیں۔ یہاں صِرف اِتنا بیان ہُوا ہے کہ "ایک ہی دن" میں مَرنے والوں کی تعداد "تیئیس ۲۳ ہزار" تھی جب کہ پُرانے عہدنامہ میں "وَبا" سے کُل مَرنے والوں کی تعداد بیان ہُوئی ہے جو "چَوبیس ۲۴ ہزار" ہے۔

۱۰: ۹۔ اَب پَولُس اُس وقت کا ذِکر کرتا ہے جب اِسرائیلی خوراک پر بڑبڑانے اور خُداوند کی بھلائی اور شفقت پر شک کرنے لگے تھے۔ اُس وقت خُدا نے اُن کے درمیان "سانپ" بھیجے تھے (گنتی ۲۱: ۵، ۶)۔ یہاں بھی یہ بات قابلِ غور ہے کہ کھانے کی خواہش اُن کے زوال کا سبب بنی۔

۱۰:۱۰- یہاں قورح، داتن اور ابی رام کے گناہ کی طرف اِشارہ ہے (گنتی ۱۶:۱۴-۴۷)۔ قوم پھر خوراک کے بارے میں بڑبڑانے لگی (گنتی ۱۶:۱۴)۔ اُنہوں نے اپنے بدنوں کے حوالے سے ضبطِ نفس نہیں کیا۔ اُنہوں نے اپنے بدنوں کی تربیّت نہ کی، اُن کو قابُو میں نہ رکھا، بلکہ اُنہوں نے جسم کی خواہشات کو پُورا کرنے کا سامان کیا، اور یہی بات اُن کے زوال کا سبب بنی۔

۱۰:۱۱- اگلی تین آیات میں اِن واقعات کے عملی اِطلاق کی بات کی گئی ہے۔ پہلے تو پَولُس بیان کرتا ہے کہ اِن واقعات کی اہمیّت صِرف تارِیخ تک محدُود نہیں بلکہ آج ہمارے لئے بھی اہمیّت رکھتے ہیں۔ وُہ ہماری "نصیحت کے واسطے لِکھی گئیں"۔ ہم جو یہُودی دَور کے بعد فضل کی خوشخبری کے دَور میں جی رہے ہیں ہمیں خبردار کیا گیا ہے۔

۱۰:۱۲- یہ اُن لوگوں کو تنبیہ ہے جو اپنی ذات پر بھروسا رکھتے ہیں۔ "پس جو کوئی اپنے آپ کو قائم سمجھتا ہے وُہ خبردار رہے کہ گِر نہ پڑے"۔ شاید اُس مضبُوط ایمان دار کو مخاطب کیا گیا ہے جو کہتا ہے کہ مَیں اپنی خواہشات پُوری کر سکتا ہُوں۔ میری رُوحانی زِندگی پر کوئی اثر نہیں ہونے کا۔ ایسا شخص خُدا کے تادِیبی ہاتھ میں پڑنے کے زیادہ خطرے میں ہوتا ہے۔

۱۰:۱۳- جن کی آزمائش ہوتی ہے پَولُس اُن کے لئے بڑی حوصلہ افزائی کی بات کرتا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ ہماری جَیسی آزمائشوں، مُصیبتوں اور اِمتحانوں کا سب لوگوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن "خُدا سچّا (وفادار) ہے۔ وُہ تُم کو تُمہاری طاقت سے زیادہ آزمائش میں نہ پڑنے دے گا"۔ وُہ ہمیں آزمائشوں یا اِمتحانوں سے نِکال لینے کا نہیں لیکن اُن کی شِدت کو محدُود کرنے کا وَعدہ ضرور کرتا ہے۔ اور مزید وعدہ کرتا ہے کہ "آزمائش کے ساتھ نِکلنے کی راہ بھی پَیدا کر دے گا تاکہ تُم برداشت کر سکو"۔ یہ آیت کیسی تسلّی مُہیا کرتی ہے۔ صَدیوں سے خُدا کے مُقدّسین پر کڑے اور اِمتحانی وقت پڑتے آ رہے ہیں۔ اُن کے لئے یہ وَعدہ کیسے حوصلے اور تسلّی کا باعث رہا ہے۔ نوجوان ایمان دار اِس کو بچاؤ رسّی کی طرح تھامتے ہیں اور عمر رسیدہ ایمان دار اِس سے یُوں سکون پاتے ہیں جیسے تکیہ پر سَر رکھنے سے مِلتا ہے۔ شاید اُس وقت پَولُس کے بعض قارِئین کو سخت آزمائش کا سامنا تھا کہ بُت پرستی کی طرف چلے جائیں۔ پَولُس اُنہیں اِس خیال سے حوصلہ دیتا ہے کہ خُدا اُن پر کوئی ایسی آزمائش نہیں آنے دے گا جو اُن کی برداشت سے باہر ہو۔ لیکن اُن کو خبردار بھی کرتا ہے کہ اپنے آپ کو آزمائشوں کے خطرے میں نہ ڈالیں، یعنی ایسے مواقع پَیدا نہ ہونے دو۔

۱۰: ۱۴- ۱۰: ۱۴ سے ۱۱: ۱ تک کا حصّہ پھر بُتوں کی قُربانیوں کے گوشت کے موضُوع پر ہے۔ یہاں پَولُس کا انداز زیادہ وضاحتی ہے۔ سب سے پہلے رسُول اِس سُوال کا جواب دیتا ہے کہ کیا ایمان داروں کو اُن دعوتوں میں شامِل ہونا چاہیئے جو (بُتوں کے) مندروں میں ہوتی ہیں؟ (آیات ۱۴-۲۲)۔

”اِس سبب سے اے میرے پیارو! بُت پرستی سے بھاگو“۔ شاید کُرِنتھس کے ایمانداروں کے سامنے یہ آزمائش تھی کہ اُن کو مندروں میں ہونے والی بُتوں کی تقریبات میں مدعُو کیا جاتا تھا۔ شاید کُچھ ایمان دار سوچتے ہوں کہ ہم آزمائشوں سے بالاتر ہیں۔ شاید وُہ کہتے ہوں کہ ایک آدھ دفعہ شامِل ہونے سے کُچھ نہیں بگڑتا۔ رسُول کی الہامی نصیحت یہ ہے کہ ”بُت پرستی سے بھاگو“۔ وُہ یہ نہیں کہتا کہ اِس کے بارے میں مُطالعہ کرو اور بہتر واقفیت حاصِل کرو۔ کِسی طرح اِس سے چھیڑ چھاڑ کرو، بلکہ یہ کہ مخالف سمت میں بھاگو۔

۱۰: ۱۵، ۱۶- پَولُس جانتا ہے کہ مَیں ذہین اور عقل مند لوگوں سے مخاطب ہوں اور وُہ میری بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ آیت ۱۶ میں وُہ عشائے ربّانی کا حوالہ دیتا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ ”وُہ برکت کا پیالہ جس پر ہم برکت چاہتے ہیں کیا مسیح کے خُون کی شراکت نہیں؟“ ”برکت کا پیالہ“ شیرے/مَے کا وُہ پیالہ ہے جو عشائے ربّانی (پاک شراکت) میں اِستعمال ہوتا ہے۔ یہ ”پیالہ“ اُس عظیم ”برکت“ کا نشان ہے جو ہمیں مسیح کی موت کے وسیلے سے مِلی ہے۔ اِسی لئے اِس کو ”برکت کا پیالہ“ کہا جاتا ہے۔ ”جس پر ہم برکت چاہتے ہیں“۔ اِس جُملے کا مطلب ہے جس کے لئے ہم شُکر بجالاتے ہیں۔ ”جب ہم یہ پیالہ لے کر اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہیں، تو دراصل یہ کہتے ہیں کہ ہم اُن سارے فوائد میں شریک ہو رہے ہیں جو مسیح کے خُون سے بہتے ہیں۔ اِس لئے ہم اِس آیت کو آسان اور سلیس زبان میں یُوں پیش کر سکتے ہیں:

> ”وُہ پیالہ جو اُن عظیم برکتوں کا پیغام دیتا ہے جو خُداوند یسُوع کے خُون کے وسیلے سے ہم کو مِلی ہیں۔ اور یہی پیالہ جس کے لئے ہم شُکر بجا لاتے ہیں اِس حقیقت کی گواہی نہیں تو کیا ہے کہ سارے ایمان دار مسیح کے خُون کے فوائد میں شریک ہیں؟“

”وُہ روٹی جِسے ہم توڑتے ہیں“۔ مُندرجہ بالا بات عشائے ربّانی کی روٹی پر بھی صادق آتی ہے۔ جب ہم یہ روٹی کھاتے ہیں تو دراصل کہتے ہیں کہ کلوری کی صلیب پر

مسیح کے بدن کے نذر کئے جانے کے وسیلے سے ہم سب کو نجات ملی ہے۔ اور اِس لئے ہم اُس کے بدن کے اعضا ہیں۔ مختصراً یہ کہ پیالہ اور روٹی مسیح کے ساتھ رفاقت کی ترجمانی کرتے ہیں کہ ہم اُس جلالی خدمت میں شریک ہیں جو وُہ ہماری خاطر کرتا ہے۔

یہاں یہ سُوال اُٹھایا جاتا ہے کہ اِس آیت میں خُون کا ذِکر پہلے کیوں آیا ہے، جبکہ خُداوند کی عشاء (عشائے ربّانی) کے مُقرر کرتے میں روٹی کا ذِکر پہلے آتا ہے۔ ایک مُمکنہ جواب یہ ہے کہ پَولُس مسیحی رفاقت میں آنے کے واقعات کی ترتیب کے لحاظ سے بات کر رہا ہے۔ عام طور سے ایک نومُرید مسیح کے خُون کی قدر و قیمت کو پہلے جان لیتا ہے اور بدن یعنی کلیسیا کی حقیقت کو بعد میں — چنانچہ یہ آیت اُس ترتیب کو بیان کرتی ہے جِس میں ہم نجات کو سمجھتے ہیں۔

۱۰: ۱۷۔ سارے ایمان دار "جو بہُت سے ہیں" مسیح میں ایک بدن ہیں۔ اور وُہ "ایک روٹی" اِس کی نمائندگی کرتی ہے۔ "ہم سب اُسی ایک روٹی میں شریک ہوتے ہیں"۔ اِس مفہوم میں کہ مسیح کے بدن کے دِئے جانے سے جو فوائد پیدا ہُوئے ہیں "ہم سب" یعنی سارے ایمان دار اُن میں شریک ہیں۔

۱۰: ۱۸۔ پَولُس اِن آیات میں کہہ رہا ہے کہ عشائے ربّانی میں کھانا (اور پینا) خُداوند کے ساتھ رفاقت و شراکت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی اُن اِسرائیلیوں کا بھی حال تھا جو "قربانی کا گوشت کھاتے تھے کہ وُہ "قُربان گاہ کے شریک" ہوتے تھے۔ بلاشُبہ یہاں حوالہ سلامتی کے ذبیحوں کا ہے۔ لوگ اپنے نذرانے اور ذبیحے ہیکل میں لاتے تھے۔ اُن کا کُچھ حِصّہ قُربان گاہ پر آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ دُوسرا حِصّہ کاہنوں کے لئے وقف ہوتا تھا۔ اور تیسرا حِصّہ قُربانی چڑھانے والے اور اُس کے عزیزوں کے لئے ہوتا تھا۔ وُہ اِس قُربانی کو اُسی دِن کھاتے تھے۔ پَولُس اِس نکتے پر زور دیتا ہے کہ سب جو قُربانیوں میں سے کھاتے تھے خُود کو خُدا کے ساتھ اور اِسرائیلی قوم کے ساتھ مشابہ ٹھہراتے تھے۔ مُختصراً اُس ساری حقیقت کے مشابہ ٹھہراتے تھے جِس کی نمائندگی "قُربان گاہ" کرتی تھی۔

لیکن یہ ساری باتیں کلام کے اُس حِصّے کے ساتھ کیا مُطابقت رکھتی ہیں جِس کا مُطالعہ ہم کر رہے ہیں؟ جواب بالکُل سادہ ہے۔ جِس طرح عشائے ربّانی میں شریک ہونے کا مطلب خُداوند کے ساتھ رفاقت و شراکت ہے اور جِس طرح اِسرائیلیو کے سلامتی کے

ذبیحوں میں سے کھانے کا مطلب یہوواہ کی قربان گاہ کے ساتھ شراکت ہے اُسی طرح بتوں کی ضیافت کھانے کا مطلب بتوں کے ساتھ رفاقت ہے۔

۱۹:۱۰۔ "پس مَیں کیا یہ کہتا ہُوں کہ بتوں کی قربانی کچھ چیز ہے یا بت کچھ چیز ہے؟" کیا اِس ساری بات سے پولُس کا مطلب یہ ہے کہ بتوں کی قربانی کا گوشت اپنی نوعیت یا معیار بدل لیتا ہے؟ یا اُس کا مطلب ہے کہ بت حقیقی ہوتا ہے اور سُنتا، دیکھتا اور قدرت رکھتا ہے؟ بلاشُبہ دونوں سوالوں کا جواب ہے "نہیں"۔

۲۰:۱۰۔ جس بات پر پولُس زور دینا چاہتا ہے یہ ہے کہ "جو قربانی غیر قومیں کرتی ہیں شیاطین کے لئے قربانی کرتی ہیں"۔ کسی پُراسرار طریقہ سے بتوں کی پرستش، شیاطین کی پرستش سے مُنسلک ہے۔ بتوں کو اِستعمال کر کے شیاطین اُن کی پرستش کرنے والوں کے دلوں اور ذہنوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔ شیطان تو ایک ہی ہے یعنی ابلیس۔ لیکن شیاطین بہت سے ہیں جو اُس کے ایلچی اور گماشتے ہیں۔ پولُس مزید کہتا ہے "مَیں نہیں چاہتا کہ تم شیاطین کے شریک ہو"۔

۲۱:۱۰۔ "تم خُداوند کے پیالے اور شیاطین کے پیالے دونوں میں سے نہیں پی سکتے۔ خُداوند کے دسترخوان اور شیاطین کے دسترخوان دونوں پر شریک نہیں ہو سکتے"۔ یہاں "خُداوند کا پیالہ" ایک مجازی ترکیب ہے جس سے اُن فوائد کا بیان ہوتا ہے جو مسیح کے وسیلہ سے ہم کو حاصل ہوتے ہیں۔ اِس صنعت کو مجازِ مُرسل کہتے ہیں جس میں ظرف سے مظروف کا بیان کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح "خُداوند کا دسترخوان" بھی مجازی ترکیب ہے۔ یہ عشائے ربّانی نہیں، البتہ اِس میں عشائے ربّانی شامل ہو سکتی ہے۔ دسترخوان وہ چیز (یا میز) ہے جس پر کھانا چُنا جاتا ہے اور رفاقت سے لُطف اندوز ہُوا جاتا ہے۔ یہاں "خُداوند کے دسترخوان" سے مُراد وہ ساری برکات ہیں جو مسیح میں ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔

جب پولُس کہتا ہے کہ "تم خُداوند کے پیالے اور شیاطین کے پیالے دونوں میں سے نہیں پی سکتے۔ خُداوند کے دسترخوان اور شیاطین کے دسترخوان دونوں پر شریک نہیں ہو سکتے" تو اُس کا یہ مطلب نہیں کہ جسمانی یا طبعی لحاظ سے ایسا کرنا مُمکن نہیں۔ جسمانی لحاظ سے تو یہ مُمکن ہے کہ ایک ایمان دار بتوں کے مندر میں جائے اور وہاں ضیافت میں شریک ہو۔ پولُس کا مطلب ہے کہ اخلاقی لحاظ سے یہ بات بے اُصولی ہے۔

یہ بات خُداوند یسُوعؔ کے ساتھ دھوکا اور بے وفائی ہے کہ ایک طرف تو اُس کے ساتھ وابستگی کے دعوے کئے جائیں اور دُوسری طرف اُن لوگوں کے ساتھ میل مِلاپ رکھا جائے جو بُتوں کے لئے قربانیاں کرتے ہیں۔ اخلاقی نقطۂ نظر سے یہ بات بالکل نامناسب اور غلط ہے۔

۱۰: ۲۲- علاوہ ازیں اِس طرح "ہم خُداوند کی غیرت کو جوش دلاتے ہیں"۔ ولیم کیلی رقم طراز ہے کہ "محبّت اِدھر اُدھر کی چاہتوں پر غیرت کھائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ محبّت اگر بے وفائی کے بارے میں ناراض نہ ہو تو محبّت نہیں"۔ ایک مسیحی کو ڈرنا چاہئے کہ اِس طرح خُداوند کو ناراض کر کے اُس کی راست غیرت کو اشتعال نہ دِلاؤں۔ کیا ہم سوچتے ہیں کہ "ہم اُس سے زور آور ہیں؟" یعنی کیا ہمیں جرأت ہے کہ خُداوند کو ناراض کریں اور اُس کے تادیبی قہر کے اِظہار کا خطرہ مول لیں؟

۱۰: ۲۳- پَولُسؔ رسُول بُتوں کی ضیافتوں میں شریک ہونے کے موضُوع سے ہٹ کر چند عام اصُول بیان کرتا ہے جو روزمرّہ زندگی میں مسیحیوں پر لاگُو ہونے چاہئیں۔ جب وُہ کہتا ہے کہ "سب چیزیں روا تو ہیں" تو اُس کا مطلب قطعی مفہوم میں سب چیزیں نہیں۔ مثال کے طور پر لمحہ بھر کو بھی اُس کی مُراد نہیں کہ مَیں خُون کر دُوں یا شراب پیوُں۔ یاد رکھیں کہ یہاں بھی بات اُن ہی مُعاملات کی ہے جو اخلاقی لحاظ سے نہ اچھّے ہیں نہ بُرے۔ مسیحی زندگی میں وسیع حلقے ہیں جہاں بہُت سی چیزیں اپنی ذات میں بالکل روا اور جائز ہیں۔ لیکن کئی وجُوہات کی بنا پر ایک مسیحی کا اُن میں شریک ہونا دانائی نہیں۔ اِسی لئے پَولُسؔ کہتا ہے کہ "سب چیزیں روا تو ہیں مگر سب چیزیں مفید نہیں"۔ مثال کے طور پر ہو سکتا ہے کہ کوئی بات ایمان دار کے لئے جائز ہو، لیکن جہاں اور جِس قوم کے درمیان وُہ رہتا بستا ہے اُس کے رسم و رواج کے مُطابق نادانی ہو۔ مزید برآں بعض چیزیں بذاتہٖ روا اور جائز تو ہیں لیکن مُفید نہ ہوں، یعنی اُن سے کسی بھائی کے نہایت پاک ایمان میں ترقی یا نشو و نما کے سِلسلے میں کوئی مدد نہ مِلتی ہو۔ اَیسی صورت میں کیا مُجھے اپنے حقُوق طلب کرنے کی ضِد کرنی چاہئے یا مسیح میں اپنے بھائی کی مدد کا خیال رکھنا چاہئے؟

۱۰: ۲۴- ہم جتنے بھی فیصلے کرتے ہیں اُن میں خُود غرضی سے اپنے مفاد کا نہیں سوچنا چاہئے، بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ میرے پڑوسی کی "بہتری" ہو۔ کلام کے اِس حصّے میں

جو اصول ہمارے سامنے آئے ہیں اُن کا اِطلاق پوشاک، خوراک، معیارِ زندگی اور تفریحات وغیرہ سب پر ہوتا ہے۔

۱۰: ۲۵- کوئی ایمان دار گوشت خریدنے بازار جائے تو اُسے "قصابوں" سے یہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ گوشت پہلے بُتوں کی نذر تو نہیں کیا گیا تھا۔ خود گوشت پر تو اچھا یا بُرا کچھ اثر نہیں پڑتا اور مسیح کے ساتھ وفاداری کا بھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

۱۰: ۲۶- اِس نصیحت کی تشریح کے لئے پولس زبور ۲۴: ۱ سے اقتباس پیش کرتا ہے "زمین اور اُس کی معموری خداوند کی ہے"۔ یہاں خیال یہ ہے کہ جو خوراک ہم کھاتے ہیں وُہ خداوند نے بڑے فضل سے مہیا کی ہے اور خاص ہمارے استعمال کے لئے ہے۔ ہنریچی کہتا ہے کہ زبور ۲۴: ۱ کے یہ الفاظ یہودی عام طور پر دسترخوان پر شکرگزاری کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

۱۰: ۲۷- اب پولس ایک اَور صورتِ حال پیش کرتا ہے جس میں ایمان دار کو سوال پوچھنے کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ فرض کریں کہ کوئی بے ایمان شخص کسی ایمان دار کی اپنے گھر پر دعوت کرتا ہے۔ کیا مسیحی کو اجازت ہے کہ بلا تکلف اِس دعوت کو قبول کرے؟ ہاں — اگر آپ کو کسی بے ایمان گھر میں کھانے کی دعوت دی جاتی ہے اور آپ جانے پر رضامند ہیں تو آپ کو آزادی ہے کہ "جو کچھ تمہارے آگے رکھا جائے اُسے کھاؤ اور دینی اِمتیاز کے سبب سے کچھ نہ پوچھو"۔

۱۰: ۲۸- اگر دعوت میں کوئی کمزور ایمان مسیحی موجود اور کھانے کے دَوران وُہ جتا دے کہ جو گوشت پیش کیا گیا ہے وُہ "قربانی کا گوشت" ہے تو کیا آپ کو اُس کا کھانا روا ہو گا؟ آپ کو نہیں کھانا چاہئے کیونکہ اِس طرح آپ اُس کو ٹھوکر کھلائیں گے اور اُس کے کمزور ایمان کو نقصان پہنچائیں گے۔ اور اگر کسی بے ایمان کو مسیح کو قبول کرنے میں رکاوٹ ہوتی ہو، تو بھی نہیں کھانا چاہئے۔

۱۰: ۲۹- مندرجہ بالا مثالوں میں آپ "دینی اِمتیاز" کے سبب سے نہیں کھائیں گے۔ اگرچہ بحیثیت ایمان دار آپ کو کھانے کی مکمل آزادی ہے، لیکن آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے کمزور ایمان والا تو "اِمتیاز" کرتا ہے۔ چنانچہ آپ کو اُس کے "اِمتیاز" کا اِحترام کرتے ہوئے پرہیز لازم ہے۔

"بھلا میری آزادی دُوسرے شخص کے اِمتیاز سے کیوں پرکھی جائے"؟ ہم اِس سُوال کو آسان انداز میں اِس طرح پیش کر سکتے ہیں:۔

> "مَیں اپنی آزادی کا مظاہرہ خُود غرضی سے کیوں کروں اور "قُربانی کا گوشت" کھاؤں اور دُوسرے شخص کے دِینی اِمتیاز کے سامنے خطاوار ٹھہروں؟ مَیں اپنی آزادی کو دُوسرے شخص کے امتیاز کے سامنے کیوں لاؤں؟ میری اچھائی کی بُرائی کیوں کی جائے؟ (ملاحظہ کریں ۱۴:۱۶)"۔

کیا گوشت کی بوٹی اِتنی اہم ہے کہ اُس کی خاطر خُداوند یسُوع مسیح میں اپنے ایک ہم ایمان ساتھی کو رنجیدہ کروں؟ (البتہ بعض مُفسرین یقین رکھتے ہیں کہ پَولُس یہاں کرنتھیوں کے اعتراض کا اقتباس کر رہا ہے۔ یا ایک بدیہی سُوال پُوچھ رہا ہے اور اگلی آیت میں اِس کا جواب دیتا ہے)۔

۱۰:۳۰۔ رسُول کہہ رہا ہے کہ مُجھے اِس بات میں بڑا تضاد معلُوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو خُدا کا "شُکر" ادا کرتا ہُوں، اور دُوسری طرف اِسی بات سے ایک بھائی کو ٹھوکر کھِلاتا اور رنجیدہ کرتا ہُوں۔ اگر شُکر کر کے کھانے سے میری "بدنامی" ہوتی ہے تو اِس سے بہتر ہے کہ مَیں اپنے ایک جائز حق سے دستبردار ہو جاؤں۔ ولیم کیلی کہتا ہے کہ "خُود اِنکاری کرنا اور اپنی آزادی سے دستبردار ہو جانا اِس سے بہتر ہے کہ دُوسرا شخص اِس آزادی کی مذمت کرے، اور جس چیز کے لئے شُکر ادا کیا گیا ہے اُس کی 'بدنامی' کرے"۔ آزادی کا ایسا اِستعمال کیوں کیا جائے جس سے دُوسرے کو ٹھوکر لگے اور رنج پہنچے۔ میرے شُکر ادا کرنے سے مُقدّس چیز کے بارے میں غلط فہمی کیوں پیدا ہو یا ایک تہمت کیوں قرار دیا جائے؟

۱۰:۳۱۔ مسیحی زندگی کی راہنمائی کے لئے دو بڑے اصول ہیں۔ اوّل، "خُدا کا جلال"۔ دوم، "ہم جنس اِنسانوں کی بہتری و بہبُودی"۔ یہاں پَولُس ہمارے سامنے پہلا اصُول پیش کرتا ہے۔ "پس تم کھاؤ یا پیو یا جو کُچھ کرو سب خُدا کے جلال کے لئے کرو"۔ مسیحی نوجوانوں کو اکثر اِس قِسم کے فیصلوں کا سامنا ہوتا ہے کہ فلاں کام یا عمل دُرست ہے یا غلط۔ مندرجہ بالا قاعدہ بہُت کارآمد ہے۔ کیا اِس سے "خُدا" کو "جلال" مِلے گا؟ کیا اِس کام میں شامل ہونے سے پہلے مَیں سر جُھکا کر خُداوند سے درخواست کر سکتا ہُوں کہ اِس سے تیری عِزت و تعظیم ہو؟

۱۰: ۳۲۔ دوسرا اُصول اپنے ہم جنس انسانوں کی فلاح و بہبود ہے۔ "تُم نہ یہودیوں کے لئے ٹھوکر کا باعث بنو نہ یونانیوں کے لئے نہ خُدا کی کلیسیا کے لئے"۔ یہاں پولُس رسول تمام بنی نوع اِنسان کو تین طبقات میں تقسیم کر دیتا ہے۔ "یہودی" بلاشُبہ اِسرائیلی قوم ہیں۔ "یونانیوں" سے مُراد وہ غیر اقوام ہیں جو ایمان نہیں لائیں۔ اور "خُدا کی کلیسیا" میں خُداوند یسوع مسیح پر سچّے دِل سے ایمان لانے والے سب لوگ شامل ہیں، وہ خواہ یہودی ہوں خواہ غیر قوم —— ایک بات ضرور ہے کہ اگر ہم دیانت داری اور وفاداری سے اُن کے سامنے گواہی دیتے ہیں تو وہ ناراض ہوں گے اور اُن کا غضب ہم پر بھڑکے گا۔ مگر یہاں اِس زاویے سے بات نہیں ہو رہی۔ پولُس کے مدِنظر "غیر ضروری" ٹھوکر کھلانا ہے۔ وہ ہمیں اِس بات سے خبردار کر رہا ہے کہ ہم اپنے جائز حقوق استعمال کر کے دُوسروں کو ٹھوکر نہ کھلائیں۔

۱۰: ۳۳۔ پولُس پوری دیانت داری سے کہہ سکتا ہے کہ "چنانچہ میں بھی سب باتوں میں سب کو خوش کرتا ہوں اور اپنا نہیں بلکہ بہتوں کا فائدہ ڈھونڈتا ہوں"۔ شاید معدودے چند افراد ہوں گے جنہوں نے دُوسروں کے فائدہ کے لئے پولُس کی طرح بے غرض زندگی بسر کی ہو گی۔

۱۱: ۱۔ گیارھویں باب کی پہلی آیت باب ۱۰ سے زیادہ موافقت رکھتی ہے۔ پولُس ابھی ابھی یہ تذکرہ کر رہا تھا کہ میں اپنے تمام افعال و کِردار کا جائزہ اِس روشنی میں لیتا ہوں کہ اِن میں دُوسروں کا کس قدر فائدہ ہے۔ اب وہ کرنتھیوں سے کہتا ہے کہ "تُم میری مانند بنو" یعنی میری تقلید کرو "جیسا میں مسیح کی مانند بنتا ہوں"۔ اُس نے اپنے آس پاس کے دُوسرے لوگوں کی مدد کرنے کی خاطر اپنے شخصی حقوق اور مراعات اور فوائد سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اب کرنتھیوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اور خُود غرضی سے اپنی آزادی کا اِس طرح مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے جس سے مسیح کی خُوشخبری کی راہ میں رکاوٹ آئے یا کسی کمزور بھائی کی دِل آزاری ہو۔

ج۔ عورتوں کے سر ڈھانکنے کے بارے میں (۱۱: ۲-۱۶)۔

آیات ۲-۱۶ عورتوں کے سر ڈھانکنے کے اہم موضوع کے لئے وقف ہیں۔ باب کی باقی آیات کا تعلق عشائے ربّانی کے موقع پر غلط رویّوں کے ساتھ ہے (آیات ۱۷-۳۴)۔ باب کے پہلے حِصّے پر بہت بحث و تمحیص ہوتی رہی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اِس ہدایت

کا اطلاق صرف پولس کے زمانے پر ہوتا تھا۔ بلکہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ان آیات میں عورتوں کے خلاف پولس کا تعصب جھلکتا ہے، اس لئے کہ وہ خود کنوارا تھا! مگر بعض لوگ کلامِ پاک کے اس حصے کی تعلیم کو قبول کرتے ہیں۔ اور ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، خواہ ان کو پوری طرح سمجھ نہ بھی سکیں۔

۱۱: ۲۔ پہلے تو پولس کرنتھیوں کی تعریف کرتا ہے کہ "تم ہر بات میں مجھے یاد رکھتے ہو اور جس طرح میں نے تمہیں روایتیں پہنچا دیں تم اسی طرح ان کو برقرار رکھتے ہو"۔ "روایتوں" سے مراد وہ رسوم اور روشیں نہیں جو گزشتہ برسوں کے دوران کلیسیا میں پیدا ہو گئی تھیں، بلکہ مراد ہے پولس کی الہامی ہدایات۔

۱۱: ۳۔ اب پولس عورتوں کے سر ڈھانکنے کے موضوع کا تعارف کراتا ہے۔ پولس کی اس ہدایت کے پیچھے یہ حقیقت کارفرما ہے کہ ہر معاشرہ دو ستونوں پر استوار ہے ___ اختیار (حکم)، اور اختیار کی اطاعت۔ کوئی معاشرہ یا جماعت برسرِ عمل رہ نہیں سکتا جس میں ان دو اصولوں کی پابندی نہ ہوتی ہو۔ اختیار اور اطاعت کے حوالے سے پولس تین عظیم تعلقات کا بیان کرتا ہے۔ اوّل "ہر مرد کا سر مسیح ہے"۔ مسیح خداوند ہے، اور انسان اس کا مطیع ہے۔ دوم۔ اور "عورت کا سر مرد ہے"۔ سر (سرداری) کا درجہ مرد کو دیا گیا اور عورت اس کے اختیار کی مطیع ہے۔ سوم۔ اور "مسیح کا سر خدا ہے"۔ ذاتِ الٰہی میں بھی ایک اقنوم کو اختیار اور حاکم کا درجہ ہے، اور دوسرا اقنوم برضا و رغبت ماتحتی قبول کرتا ہے۔ سر (سرداری) اور اطاعت (تابع فرمانی) کی یہ مثالیں خود خدا نے بنائی ہیں اور کائنات کی ترتیب اور نظام میں ان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

ابتداء ہی میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اطاعت (تابع فرمانی) کا مطلب کمتر یا ادنیٰ ہونا نہیں۔ مسیح، خدا باپ کے تابع ہے، مگر اس سے کمتر نہیں۔ اور نہ عورت ہی مرد سے کمتر ہے، حالانکہ اس کے تابع/ مطیع ہے۔

۱۱: ۴۔ "جو مرد سر ڈھنکے ہوئے دعا یا نبوت کرتا ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتا ہے"۔ یاد رہے کہ مرد کا سر مسیح ہے۔ یوں کہئے کہ وہ مسیح کو "اپنا سر" تسلیم نہیں کرتا۔ یہ نہایت بے عزتی کی حرکت ہے۔

۱۱: ۵۔ "اور جو عورت بے سر ڈھنکے دعا یا نبوت کرتی ہے، وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتی

ہے" اور عورت کا سر مرد ہے۔ گویا وہ کہتی ہے کہ مَیں مرد کو خدا کی دی ہُوئی سرداری کو نہیں مانتی اور اُس کی اطاعت نہیں کروں گی۔[1]

اگر اِس موضوع پر صِرف یہ ایک آیت ہوتی تو یہ مفہوم اخذ ہو سکتا تھا کہ جب تک عورت کا سر ڈھکا ہُوا ہے، اُس نے چادر یا کسی اَور چیز سے سر ڈھانک رکھا ہے، جماعت میں اُس کا دُعا مانگنا یا نبوّت کرنا جائز ہے۔ لیکن ایک اَور جگہ پَولُس تعلیم دیتا ہے کہ عورتیں کلیسیا کے مجمع میں خاموش رہیں (۱-کرنتھیوں ۱۴: ۳۴)۔ اُن کو تعلیم دینے یا مَرد پر اِختیار رکھنے (حکم چلانے) کی اِجازت نہیں (۱-تیمتھیس ۲: ۱۲)۔

دَراصل جماعت یا کلیسیا کا ذِکر آیت ۱۷ سے پہلے نظر نہیں آتا۔ اِس لئے سر ڈھانکنے کی ہدایات کو کلیسیائی اجتماعات تک محدود نہیں کیا جا سکتا، بلکہ وہ جب بھی (اور جہاں بھی) دُعا مانگے یا نبوّت کرے اُس کا سر ڈھکا ہونا چاہئے۔ عورت جماعت میں خاموشی سے دُعا مانگے اِس لئے کہ جماعتی یا سرِ عام دُعا مانگنا مَردوں تک محدود کر دیا گیا ہے (۱-تیمتھیس ۲: ۸)۔ دُوسرے موقعوں پر وہ خاموشی سے یا آواز کے ساتھ دُعا مانگ سکتی ہے۔ وہ اُس وقت نبوّت کر سکتی ہے جب دُوسری عورتوں کو تعلیم دے رہی ہو (طِطُس ۲: ۳-۵) یا سنڈے سکول میں بچّوں کو سکھا رہی ہو۔

۱۱: ۶- "اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے۔ اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے"۔ عورت کا بے ڈھکا سر ایسی ہی بے شرمی کی بات ہے جیسے اُس کا سر منڈانا۔

۱۱: ۷- یہاں سے آیت ۱۰ تک پَولُس تخلیقِ مرد و زن کے حوالے سے یہ تعلیم دیتا ہے کہ عورت مَرد کی مطیع و محکوم رہے۔ اِس نُکتے سے اِس بات کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو جاتا ہے کہ پَولُس کی یہ تعلیم اُسی کے زمانے کے تمدّن و ثقافت تک محدود نہیں بلکہ موجودہ زمانے پر بھی اِس کا اِطلاق ہوتا ہے۔ مرد کی سرداری اور عورت کی محکومیت ابتدائے آفرینش سے خدا کا حکم اور اُس کے نظام کا ایک حصّہ ہے۔

---

[1] آیات ۴ اور ۵ سے قطعی واضح ہے کہ جہاں دُعا اور نبوّت کا تعلق ہے عورت کا سر ڈھکا ہُوا اور مرد کا سر ننگا ہونا چاہئے۔ جن عورتوں کو سمجھ نہ آئے کہ کیا کرنا ہے، وہ مَردوں کو دیکھیں اور اُن کے اُلٹ کر لیں۔

سب سے پہلے۔ "مَرد ... خُدا کی صُورت اور اُس کا جَلال ہے" جبکہ "عَورت مَرد کا جَلال ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ مَرد کو خُدا کا نمائندہ (خلیفہ) بناکر زمین پر رکھا گیا تاکہ اِس پر اِختیار رکھے۔ مَرد کا بے ڈھکا سَر اِس حقیقت کی شہادت ہے۔ عَورت کو سرداری کا یہ درجہ کبھی نہیں دیا گیا، بلکہ وُہ "مَردِ کا جلال" ہے۔ اِس مفہوم میں کہ وُہ مَرد کے اِختیار کو نمایاں کرتی ہے۔ دُعا مانگتے ہُوئے مَرد کو "اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہئے"۔ یہ تو خُدا کے جلال کو ڈھانکنے کے مترادِف ہوگا۔ اور یہ اُس کے اِلٰہی جلال اور شان کی بے حُرمتی ہے۔

۱۱: ۸۔ اب پَولُس ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ "مَرد عورت سے" خلق "نہیں" کیا گیا، "بلکہ عورت مَرد سے" خلق کی گئی "ہے"۔ پہلے مَرد خلق کیا گیا۔ اِس کے بعد عورت اُس کے پہلُو سے نِکالی گئی۔ مَرد کی یہ اوّلیت رسُول کی اِس دلیل کو مضبُوط کرتی ہے کہ مَرد "سَر" ہے۔

۱۱: ۹۔ اِس نکتے پر مزید زور دینے کے لئے تخلیق کے مقصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بُنیادی طور پر "مَرد عورت کے لئے" نہیں، "بلکہ عورت مَرد کے لئے پَیدا ہُوئی ہے"۔ پیدائش ۲: ۱۸ میں خُداوند نے صاف صاف کہا ہے کہ "آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں، مَیں اُس کے لئے ایک مددگار اُس کی مانند بناؤں گا"۔

۱۱: ۱۰۔ چونکہ عورت مَرد کے ماتحت کی حیثیّت رکھتی ہے، اِس لئے "عورت کو چاہئے کہ اپنے سر پر محکُوم ہونے کی علامت رکھے"۔ "محکُوم ہونے کی علامت" دوپٹہ یا اوڑھنی ہے جو اُس کے اپنے اختیار (حاکمیت) کا نہیں، بلکہ اپنے شوہر کے اِختیار کے مُطیع ہونے کا نشان ہے۔

"فرشتوں کے سبب سے ..." پَولُس نے یہ کیوں کہا؟ ہمارے خیال کے مُطابق اِس لئے کہ فرِشتوں نے وُہ ساری باتیں دیکھیں جو تخلیقِ کائنات کے وقت واقع ہُوئیں۔ اور اِسی طرح وُہ آج ہونے والی باتیں بھی دیکھتے رہتے ہیں۔ تخلیقِ اول میں اُنہوں نے دیکھا کہ عورت نے کس طرح مَرد کی "سردار" ہونے کی حیثیّت کو غصب کر لیا۔ وُہ فیصلہ اُس نے کیا جو آدمؑ کو کرنا چاہئے تھا۔ اِس کے نتیجے میں گُناہ اِنسانی نسل میں داخل ہوگیا، اور اِس کے ساتھ ساتھ بدحالی اور بدبختی آئی۔ خُدا نہیں چاہتا تھا جو تخلیقِ اوّل میں ہُوا وُہ نئی تخلیق میں بھی دُہرایا جائے۔ جب فرِشتے زمین پر نظر ڈالیں تو خُدا چاہتا ہے کہ اُن کو نظر آئے کہ عورت مَرد کی ماتحتی اور اطاعت میں برسرِ عمل ہے، اور خارجی طور پر

اِس کا اظہار اپنا سر ڈھانکنے سے کرتی ہے۔

ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دوپٹہ یا اوڑھنی (یا سر ڈھانکنے کی کوئی بھی چیز) صِرف خارجی علامت ہے۔ اور اِس کی قدر و قیمت اور افادیت صِرف اُس وقت ہوتی ہے جب یہ باطنی حُسن اور زینت کا نشان ہو۔ دُوسرے لفظوں میں ہو سکتا ہے کہ عورت سَر تو ڈھانکے ہُوئے ہو، مگر اپنے شوہر کی مُناسب طور پر اطاعت گزار نہ ہو۔ اِس صُورت میں اوڑھنی لینا بے معنی ہوگا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ دِل اطاعت گُزار ہو۔ تب ہی عورت کا سر ڈھانکنا با معنی ہوگا۔

۱۱:۱۱- پَولُسؔ کا ہرگز مطلب نہیں کہ مَرد عورت سے بالکُل ہی خُودمُختار ہے۔ اِس لئے وُہ کہتا ہے کہ "تو بھی خُداوند میں، نہ عورت مَرد کے بغیر ہے، نہ مَرد عورت کے بغیر"۔ دُوسرے لفظوں میں مَرد اور عورت کا اِنحصار ایک دُوسرے پر ہے۔ اُن کو ایک ضرُورت ہے۔ اور اطاعت کا تصوّر کِسی طور پر بھی باہمی اِنحصار کے تصوّر سے مُتصادم نہیں ہوتا۔

۱۱:۱۲- "کیونکہ جیسے عورت مَرد سے ہے" یعنی عورت مَرد سے تخلیق کی گئی یعنی آدمؔ کے پہلُو سے نِکالی گئی۔ پَولُسؔ کہتا ہے "وَیسے ہی مَرد بھی عورت کے وسیلہ سے ہے"۔ یہاں وُہ ولادت کے عمل کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ عورت ہی نر بچّے کو بھی جنم دیتی ہے۔ چنانچہ خُدا نے یہ کامِل توازُن یہ ظاہر کرنے کے لئے قائم کیا ہُوا ہے کہ ایک کا وجُود دُوسرے کے بغیر ناممکن ہے۔ "مگر سب چیزیں خُدا کی طرف سے ہیں"۔ مُراد یہ ہے کہ "خُدا" نے ساری "چیزیں" مقرر کی ہیں۔ اِس لئے شِکایت یا شِکوہ کرنے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ نہ صِرف یہ رِشتے خُدا نے تخلیق کئے، بلکہ سب کا مقصد بھی اُسی کو جلال دیتا ہے۔ اِن ساری باتوں کے پیشِ نظر مَرد کو حلیم اور عورت کو مطمئِن اور قانع رہنا چاہئے۔

۱۱:۱۳- اب رسُول کرنتھیوں کے سامنے ایک چیلنج رکھتا ہے۔ "تُم آپ ہی انصاف کرو۔ کیا عورت کا بے سر ڈھنکے خُدا سے دُعا کرنا مُناسب ہے؟" وُہ اُن کی جِبلّی سمجھ (احساس) کو اپیل کرتا ہے۔ ایما یہ ہے کہ عورت کا ننگے سَر خُدا کی حضوری میں جانا تعظیم اور شائِستگی کی بات نہیں۔

۱۱:۱۴- یہ بات واضح نہیں کہ "طبعی طور پر" کیسے "معلُوم" ہو سکتا ہے کہ "اگر مَرد لمبے بال رکھے تو اُس کی بے حُرمتی ہے"۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قُدرتی طور پر مَرد کے بال بڑھ کر اتنے لمبے نہیں ہو سکتے جتنے عورت کے ہوتے ہیں۔ مَرد لمبے بال رکھے تو "زنانہ" دِکھائی دیتا ہے۔

عموماً تمام ثقافتوں اور معاشروں میں مَرد عورتوں کی نسبت بال چھوٹے رکھتے ہیں ۔

۱۱: ۱۵ ۔ بہت سے لوگ اِس آیت کا مطلب غلط سمجھتے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ "بال اُسے (عورت کو) پردہ کے لئے دِیئے گئے ہیں" اِس لئے اُسے کسی اَور "پردہ" (اوڑھنی/دوپٹہ) کی ضرورت نہیں ۔ لیکن ایسی تعلیم کلام کے زیرِنظر حصّے کی تعلیم پر شدید ظلم ہے ۔ جب تک ہم یہ نہیں دیکھتے کہ اِس باب میں "دو" پردوں کا بیان ہے ہم بہت بڑی اُلجھن سے دوچار رہیں گے ۔ اِس بات کو سمجھنے کے لئے آیت ۶ دوبارہ دیکھئے ۔ وہاں لکھا ہے : "اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے ، تو بال بھی کٹائے "۔ مذکورہ تشریح کے مُطابق تو مطلب یہ ہو گا کہ اگر "عورت کے بال اوڑھے ہُوئے نہیں (یعنی اس کے بال نہیں ہیں) تو وُہ بال بھی کٹائے "۔ مگر یہ بات بالکل مُضحکہ خیز ہو کر رہ جاتی ہے ۔ اگر بال ہیں ہی نہیں تو اُن کا کٹانے کا کیا مطلب ہے !

آیت ۱۵ میں درحقیقت نکتہ یہ ہے کہ رُوحانی اور طبعی کے درمیان ایک حقیقی مماثلت پائی جاتی ہے ۔ خُدا نے عورت کو "زینت" کا وُہ "پردہ" دِیا جو مَرد کو نہیں دِیا ۔ اِس میں رُوحانی اہمیّت پائی جاتی ہے ۔ اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب عورت خُدا سے دُعا مانگے تو اپنا سَر ڈھانکے ۔ جو بات طبعی حلقے میں درست ہے ، وہ رُوحانی حلقے میں بھی دُرست ہے ۔

۱۱: ۱۶ ۔ پَولُس اِس حصّے کا اختتام اِس بیان سے کرتا ہے کہ "لیکن اگر کوئی حُجّتی نکلے تو یہ جان لے کہ نہ ہمارا اَیسا دستور ہے نہ خُداوند کی کلیسیاؤں کا "۔ کیا پَولُس کا مطلب ہے کہ مَیں جو باتیں کر رہا ہُوں اِتنی اہم نہیں کہ اِن پر بحث یا حُجّت کی جائے ؟ کیا اُس کا مطلب ہے کہ کلیسیاؤں میں عورتوں کے سَر ڈھانکنے کا کوئی دستور نہیں ؟ کیا اِس کا مطلب ہے کہ یہ تعلیم اِختیاری ہے اور اِن کو بطور خُداوند کے حُکم عورتوں پر تاکیدی طور پر لاگو کرنے کی ضرورت نہیں ؟ ایسی تشریح پیش کرنا ہی عجیب معلوم ہوتا ہے ۔ مگر آج کل ایسی باتیں عام ہو رہی ہیں ۔ اِن کا مطلب تو یہ ہُوا کہ پَولُس کے خیال میں اِس تعلیم کی کوئی قدر یا اہمیّت نہیں ہے اور اُس نے اُنہیں مُرتّب کرنے اور لِکھنے میں پاک نوشتوں کا آدھا باب یُوں ہی ضائع کر دیا ہے ۔

اِس آیت کی کم سے کم دو تشریحیں ہو سکتی ہیں جو پاک کلام کے دُوسرے حِصّے سے

مُطابقت رکھتی ہیں - اوّل - رسُول توقع رکھتا ہے کہ اِن مُعاملات کے سِلسلے میں کوئی نہ کوئی ”حُجتی“ اُٹھے گا - لیکن وُہ صاف کہتا ہے کہ ”نہ ہمارا ایسا دستُور ہے“ یعنی مُعاملات پر حُجت یا بحث کرنے کا دستُور نہیں ہے - ایسے مُعاملات پر دلیل بازی نہیں کیا کرتے، بلکہ اِن کو خُداوند کی تعلیم جان کر قبول کرتے ہیں - ایک اور تشریح جس کی حمایت وِلیم کیلی کرتا ہے یہ ہے کہ ”نہ خُداوند کی کلیسیاؤں کا“ ایسا دستُور ہے کہ عَورتیں بغیر سر ڈھکے دُعا مانگیں یا نبوّت کریں -

د - عشائے ربّانی کے بارے میں (۱۱: ۱۷ - ۳۴)

۱۱: ۱۷ - رسُول کرنتھیوں کو اِس بات پر جھڑکتا ہے کہ جب وُہ جماعتی طور پر جمع ہوتے تھے تو اُن میں تفرِقے پائے جاتے تھے (آیات ۱۷-۱۹) - ”جمع ہوتے“ یا ”باہم جمع ہوتے ہو“ کی تکرار پر غور کریں (آیات ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۳۳، ۳۴ اور ۱۴: ۲۳، ۲۶) - ۱۱: ۲ میں پولُس اُن کی تعریف کرتا ہے کہ تُم اُن روایتوں کو قائم رکھتے ہو جو مَیں نے تمہیں پُہنچائیں - لیکن ایک بات تھی جس میں وُہ اُن کی ”تعریف نہیں“ کر سکتا، اور اِس بات کا تفصیلی ذِکر وُہ یہاں کرتا ہے - جب وُہ اجتماعی اجلاسوں کے لئے جمع ہوتے تھے تو اُن کے ”جمع ہونے سے فائدہ نہیں بلکہ نُقصان ہوتا“ تھا - یہ بات ہمیں بھی بڑی سنجیدگی سے یاد دِلاتی ہے کہ مُمکن ہے کہ ہم کلیسیائی اجلاس (عبادت) سے فائدے کی بجائے نُقصان اُٹھا کر گھر جائیں -

۱۱: ۱۸ - اُن کو جھڑکنے کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اُن میں ”تفرِقے ہوتے ہیں“ یعنی پُھوٹ یا بدعتیں پائی جاتی ہیں - اِس کا یہ مطلب نہیں کہ بعض گروہ کلیسیا سے نِکل گئے تھے اور الگ الگ جماعتیں قائم کر لی تھیں، بلکہ کلیسیا کے اَندر ہی دھڑے اور گروہ بن گئے تھے - دھڑا تو جماعت کے اَندر ہی ہوتا ہے جبکہ فِرقہ اپنی الگ حیثیت بنا لیتا ہے - پولُس کرنتھیوں کے درمیان تفرقوں اور گروہ بندیوں کی رپورٹوں پر یقین کر سکتا تھا، کیونکہ وُہ جانتا تھا کہ اہلِ کرنتھس جسمانی حالت میں ہیں - اِسی خط میں پہلے بھی ایک موقع پر اُس نے اُنہیں تفرقہ بازی پر جھڑکا ہے - ایف - بی - ہول لکھتا ہے :

> ”پولُس کو رپورٹیں مِل رہی تھیں کہ کرنتھس میں تفرِقے پائے جاتے ہیں - چونکہ وُہ جانتا تھا کہ کلیسیا تاحال جسمانی حالت میں ہے، اِس لئے وُہ اِن رپورٹوں کا بڑی حد تک یقین کر سکتا تھا - جسمانی حالت کے باعث اُن میں خُود رائے اور مُخالف دھڑوں کا ہونا ضرُور تھا - یہاں پولُس اُن کی حالت

سے اُن کے عمل وفعل کی دلیل دیتا ہے۔ وُہ جانتا تھا کہ یہ جسمانی ہیں اور دُنیاداروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اِس کے ساتھ وُہ یہ بھی جانتا تھا کہ اِنسانی عقل وذہن کا دیرینہ رُجحان ہے کہ وُہ اپنی ایک مضبُوط رائے قائم کرلیتا ہے، اور پھر رائے کی بُنیاد پر دھڑے اور گروہ قائم ہوجاتے ہیں، جن سے تفرقے پَیدا ہوتے اور فرقے بن جاتے ہیں۔ اُسے یہ بھی علم تھا کہ خُدا اُن کی بیوقوفی کو ردّ کرسکتا ہے۔ اور اِس موقع کو اِستعمال کرکے ان افراد کو ظاہر کر سکتا ہے جو اُس کی نظر میں مقبول ہیں۔ کیونکہ رُوح کی ہدایت کے مُطابق چلتے ہیں نہ کہ اِنسانی اَنداز کے مُطابق ــــ اور ہر قسم کی دھڑے بندی اور گروہ سازی سے دُور رہتے ہیں"۔

۱۱:۱۹- پولُس خطرہ محسُوس کر رہا تھا کہ کرنتھس میں شرُوع ہونے والے تفرقے بڑھ جائیں گے اور ایک سنجیدہ صُورتِ حال پَیدا ہوجائے گی۔ اگرچہ عمُومی لحاظ سے یہ بات کلیسیا کے لئے نقصان دِہ ہوگی تو بھی اِس سے ایک اچھّی بات پَیدا ہوگی کہ جو لوگ واقعی رُوحانی ہیں اور خُدا کی نظر میں "مقبول" ہیں وُہ ظاہر ہوجائیں گے۔ کرنتھس کی کلیسیا کو موقع ہوگا کہ اُن کو جان لے۔ اِس آیت میں جب پولُس کہتا ہے کہ "تم میں بدعتوں کا بھی ہونا ضرُور ہے" تو اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ کوئی "اِخلاقی" ضرُورت[1] ہے۔ خُدا یہاں کلیسیا میں تفرقوں سے چشم پوشی نہیں کر رہا، بلکہ پولُس کا زور اِس حقیقت پر ہے کہ جسمانی حالت کے باعث لازمی نتیجہ "تفرِقے" ہے۔ یہ تفرِقے ثبوُت ہیں کہ بعض لوگ خُداوند کی سوچ کو سمجھنے اور امتیاز کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

۱۱:۲۰- اب پولُس کی ناراضی کا رُخ دُوسری غلطی کی طرف ہے جس کا تعلق عشائے ربّانی سے ہے۔ جب مسیحی باہم جمع ہوتے تھے تو بظاہر مقصد "عشائے ربّانی" کی رسم ادا کرنا ہوتا تھا۔ لیکن اُن کا کردار ایسا افسوس ناک ہوتا تھا کہ پولُس کہتا ہے کہ اِس طرح خُداوند کے مقرر کردہ طریقے کے مُطابق اِس کی یاد منانا مُمکن ہی نہیں۔ وُہ بظاہر تو سب کُچھ اُسی طرح کرتے تھے لیکن سارا ڈھنگ اور انداز خُداوند کی یاد کے مانع ہوتا تھا۔

۱۱:۲۱- کلیسیا کے ابتدائی دَور میں مسیحی عشائے ربّانی کے ساتھ "اگاپے" کی ضیافت

---

[1] یُونانی زُبان میں اخلاقی ضرُورت کے لئے لفظ opheilo ہے۔ یہاں پولُس نے dei اِستعمال کیا ہے یعنی منطقی ضرُورت۔

یا "ضیافتِ محبّت" بھی کھایا کرتے تھے۔ (آجکل اِس کو رفاقتی یا کلیسیائی کھانا یا "پریم بھوجن" کہا جاتا ہے ___ مترجم)۔ ضیافتِ محبّت عام دعوت کی طرح ہوتی تھی جس میں محبّت اور رفاقت کی رُوح میں شراکت کی جاتی تھی۔ ضیافتِ محبّت کے بعد مسیحی اکثر روٹی اور مے کے ساتھ خُداوند کی یادگاری کیا کرتے تھے۔ لیکن بہت جلد اِس رسم میں کئی خرابیاں در آئیں۔ مثال کے طور پر زیرِ نظر آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس کا اصل مقصد جاتا رہا تھا۔ نہ صِرف یہ کہ مسیحی ایک دوسرے کا انتظار نہیں کرتے تھے، بلکہ امیر افراد پُرتکلّف اور وافر کھانا لاتے تھے اور غریب بھائیوں کو صُلح تک نہیں مارتے تھے۔ اِس طرح غریب بھائیوں کو شرمسار کرتے تھے۔ "کوئی تو بھوکا" رہ جاتا تھا جبکہ "کسی کو نشہ ہو جاتا" تھا۔ اور چونکہ عشائے ربّانی ضیافتِ محبّت کے بعد ہوتی تھی اِس لئے جب وُہ عشائے ربّانی میں شریک ہونے کے لئے بیٹھتے تھے تو "نشہ" ہی میں ہوتے تھے۔

۱۱:۲۲۔ رسُول ایسے شرمناک کردار پر سخت برہمی سے جھڑکتا ہے۔ اگر ایسا کرنا ہی ہے تو کم سے کم "کلیسیا" کی میٹنگ کا تو احترام کریں۔ بدپرہیزی کرنا اور ایسے موقع پر غریب بھائیوں کو "شرمندہ" کرنا مسیحی ایمان سے قطعاً مُطابقت نہیں رکھتا۔ پَولُس ایسے رویّہ اور کردار کے لئے اُن کی ہرگز "تعریف" نہیں کر سکتا۔ اور "تعریف" نہ کر کے رسُول بڑی سختی سے اُن کی مذمّت کرتا ہے۔

۱۱:۲۳۔ اب پَولُس رسُول اُن کے کردار اور عشائے ربّانی کے حقیقی مفہوم کا تقابُل پیش کرتا ہے۔ اِس مقصد کے لئے وُہ عشائے ربّانی کے تقرر (اور خُداوند کے حُکم) کا بیان کرتا ہے۔ وُہ ثابت کرتا ہے کہ یہ کوئی عام کھانا یا ضیافت نہیں، بلکہ خُداوند کا سنجیدہ حُکم ہے۔ پَولُس کو یہ بات براہِ راست "خُداوند سے پہنچی"۔ وُہ اِس بات کا ذِکر یہ ثابت کرنے کے لئے کرتا ہے کہ اِس سے انحراف یا اِس کی خِلاف ورزی کرنا دراصل خُداوند کی نافرمانی کرنا ہے۔ پَولُس رسُول یہاں جو تعلیم دے رہا ہے وُہ اُس کو مکاشفہ سے حاصل ہوئی تھی۔

سب سے پہلے وُہ بیان کرتا ہے کہ "خُداوند یسوع نے، جِس رات وُہ پکڑوایا گیا روٹی لی"۔ لفظی ترجمہ یُوں ہے کہ "جب وہ (دھوکے سے) پکڑوایا جا رہا تھا"۔ جب باہر اُس کو پکڑوانے کی گھنونی سازِش پر عمل ہو رہا تھا "خُداوند یسوع" نے بالاخانے میں اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے ہُوئے "روٹی لی"۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ واقعہ ”رات“ کو ہُوا۔ لیکن اِس کا لازمی مطلب نہیں کہ اِس کے بعد عشائے ربّانی کی رسم رات ہی کو ادا کی جائے۔ اُس زمانے میں یہُودی دستور کے مطابق غروبِ آفتاب کے ساتھ اگلا دِن شرُوع ہو جاتا تھا۔ ہمارا دِن طلُوعِ آفتاب کے ساتھ شرُوع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسُولوں کے نمُونے اور قواعِد میں فرق ہے۔ ہم پر یہ فرض عائِد نہیں کہ وُہ سب کُچھ کریں جو رسُول کرتے تھے۔ لیکن یہ فرض ضرور عائد ہوتا ہے کہ جِن باتوں کی اُنہوں نے تعلیم دی ہے اُن کی تعمیل کریں۔

۱۱:۲۴۔ خُداوند یسوؔع نے سب سے پہلے روٹی لی اور اِس کے لئے ”شُکر کیا“۔ چونکہ روٹی اُس کے بدن کی مثیل ہے، اِس لئے دراصل وُہ اِس بات کے لئے خُدا کا شُکر کر رہا تھا کہ تُو نے مجھے اِنسانی بدن دِیا ہے جِس میں مَیں اِس دُنیا میں آ کر دُنیا کے گُناہوں کے لئے مَر سکتا ہُوں۔

جب خُداوند نے کہا کہ ”یہ میرا بدن ہے“ تو اُس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ کِسی حقیقی مفہُوم میں وُہ روٹی اُس کا بدن ”بن گئی تھی“۔ بعض اِس تعلیم پر اِصرار کرتے ہیں کہ روٹی اور مَے لُغوی معنوں میں مسیح کے بدن اور خُون میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لُوتھرن عقیدے کے مُطابق مسیح کا حقیقی بدن اور خُون میز پر رکھی روٹی اور مَے کے اندر، ساتھ اور نیچے ہوتا ہے۔

اِن نظریات کا جواب دینے کے لئے اِتنا ہی یاد رکھنا کافی ہے کہ جب خُداوند یسوؔع نے یہ یادگار منانے کی رسم مقرر کی تھی تو تا حال نہ تو اُس کا بدن قُربان ہُوا تھا، نہ اُس کا لہُو بہایا گیا تھا۔ جب خُداوند یسوؔع نے کہا کہ ”یہ میرا بدن ہے“ تو اُس کا مطلب تھا کہ ”یہ میرے بدن کی علامت ہے“ یا ”یہ تصوِیر ہے میرے بدن کی جو تمہارے لئے توڑا جاتا ہے“۔ روٹی کھانا اُس کی فِدیہ کی مَوت میں اُسے یاد کرنا ہے۔ ”میری یادگاری کے واسطے یہی کیا کرو“۔ خُداوند کے اِن الفاظ میں بلا کی نرمی اور شفقت اور درد مندی ہے۔ اِسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

۱۱:۲۵۔ ”اِسی طرح اُس نے کھانے کے بعد پیالہ بھی لیا اور کہا یہ پیالہ میرے خُون میں نیا عہد ہے۔ جب کبھی پیو میری یادگاری کے لئے یہی کیا کرو“۔ یہ فسؔح کا پیالہ تھا۔ عشائے ربّانی فسؔح کے کھانے کے فوراً بعد مُقرر کی گئی۔ اِسی لئے کہا گیا ہے کہ خُداوند یسوؔع نے ”کھانے کے بعد پیالہ بھی لیا“۔ اِس ”پیالہ“ کے تعلق سے اُس نے کہا کہ ”یہ پیالہ میرے خُون میں نیا عہد ہے“۔ یہاں اُس عہد کا حوالہ ہے جو خُدا نے یرمیاہ ۳۱:۳۱-۳۴ میں اِسرائیلی

قوم کے ساتھ کیا تھا۔ یہ ایک غیر مشروط وعدہ ہے کہ میں اُن کی ناراستی کے باوجود اُن پر رحم کروں گا اور اُن کے گناہوں اور بدیوں کو پھر کبھی یاد نہیں کروں گا۔ اِس نئے عہد کی شقیں عبرانیوں ۸: ۱۰-۱۲ میں بھی درج ہیں۔ یہ عہد موجودہ زمانے میں نافذ العمل ہے۔ لیکن اپنی بے اعتقادی کے باعث اِسرائیلی قوم اِس سے مستفید نہیں ہو رہی۔ جتنے بھی خداوند یسوع کو قبول کرتے ہیں وہ اِس وعدے کے فوائد سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ جب اِسرائیلی قوم خداوند کی طرف رجوع لائے گی وہ نئے عہد کی برکات سے مستفید ہو گی۔ یہ بات خداوند کے اِس زمین پر ہزار سالہ بادشاہی کے زمانے میں وقوع پذیر ہو گی۔ اِس "نئے عہد" کی توثیق مسیح کے "خون" سے ہوئی۔ اِسی لئے وہ کہتا ہے کہ "یہ پیالہ میرے خون میں نیا عہد ہے"۔ نئے عہد کی بنیاد صلیب کے وسیلے سے رکھی گئی تھی۔

۱۱: ۲۶۔ اِس آیت میں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ عشائے ربّانی کی رسم کتنی دفعہ ادا کرنی چاہئے۔ "جب کبھی تم یہ روٹی کھاتے اور اِس پیالے میں سے پیتے ہو ..."۔ کوئی باضابطہ قانون نہیں دیا گیا۔ نہ کوئی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ اعمال ۲۰: ۷ سے واضح ہوتا ہے کہ شاگردوں کا دستور تھا کہ وہ خداوند کو یاد کرنے کے لئے ہفتہ کے پہلے دِن جمع ہُوا کرتے تھے۔ یہ حکم کلیسیا کے صِرف اِبتدائی دَور کے لئے نہ تھا۔ اِس کا زبردست ثبوت یہ الفاظ ہیں کہ "جب تک وہ (خداوند مسیح) نہ آئے"۔ گوڈٹ بہت خوبصورت بات کہتا ہے کہ عشائے ربّانی "اُس کی دو آمدوں کے درمیان کڑی ہے یعنی ایک کی یادگار، دُوسری کا وعدہ"۔

عشائے ربّانی کے بارے میں اِس ساری ہدایت میں ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ کسی خادمِ دین یا کاہن کے ہاتھوں اِس رسم کی ادائیگی کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا۔ مسیحی ایمان دار جب باہم جمع ہوتے ہیں تو کاہنوں کی حیثیت میں جمع ہوتے ہیں۔ اور اِس طرح "خداوند کی موت کا اظہار کرتے" ہیں "جب تک وہ نہ آئے"۔

۱۱: ۲۷۔ عشائے ربّانی کے آغاز اور مقصد کا بیان کرنے کے بعد رسُول اِس میں غلط طور سے شرکت کرنے کے نتائج پر متوجّہ ہوتا ہے۔ "اِس واسطے جو کوئی نامناسب طور پر خداوند کی روٹی کھائے یا اُس کے پیالے میں سے پیئے وہ خداوند کے بدن اور خون کے بارے میں قصوروار ہو گا"۔ ہم میں سے ایک بھی اِس لائق نہیں کہ اِس سنجیدہ عشاء میں شریک ہو۔ اِس لحاظ سے ہم خداوند کے رحم یا مہربانی کے لائق نہیں۔ لیکن یہاں یہ بات

نہیں ہو رہی۔ پولُس ہماری شخصی نالائقی کی بات نہیں کر رہا۔ مسیح کے خُون میں پاک صاف ہونے کے باعث ہم اُس کے عزیز بیٹے کی پاکیزگی سے ملبّس ہو کر خُدا کے پاس آ سکتے ہیں۔ مگر یہاں پولُس اُس شرمناک کردار کا ذِکر کر رہا ہے جس کا مظاہرہ کرنتھس کے مسیحی عشائے ربّانی کے لئے جمع ہونے کے موقع پر کیا کرتے تھے۔ وُہ "قصُوروار" تھے کہ اُن کے رویّہ میں احتیاط اور اِحترام نہ تھا۔ اِسی رویّہ سے اِنسان "خُداوند کے بدن اور خُون کے بارے میں قصُوروار" ہوتا ہے۔

۱۱:۲۸۔ جب ہم عشائے ربّانی کے لئے آتے ہیں تو اپنے آپ کو آزماتے ہُوئے آئیں۔ گُناہ کا اِقرار کیا جائے اور اِسے ترک کیا جائے۔ تعلقات کو بحال کیا جائے۔ جن کو رنج پُہنچایا تھا اُن سے مُعافی مانگنی چاہئے۔ غرض ہمیں یقین ہو کہ ہماری رُوحانی حالت مَوزوں ہے۔

۱۱:۲۹۔ اگر کوئی غیر مُناسب طریقے سے کھاتا اور پیتا ہے، یعنی جو "خُداوند کے بدن کو نہ پہچانے"، وُہ گویا سزا کھاتا پیتا ہے۔ ہمیں جان رکھنا چاہئے کہ خُداوند کا بدن اِس لئے دیا گیا تھا کہ ہمارے گُناہ دُور کئے جائیں۔ اگر ہم گُناہ میں زندگی گزارتے رہیں، اور ساتھ ہی عشائے ربّانی میں بھی شریک ہوتے رہیں تو ہم جھُوٹی زندگی گزارتے ہیں۔ ایف۔ جی۔ پیٹرسن لکھتا ہے کہ "اگر ہم گناہ کے اِلزام کو دُور کئے بغیر عشائے ربّانی کھاتے ہیں تو ہم خُداوند کے بدن کو نہیں پہچانتے جو ہمارے گناہ کو دُور کرنے کے لئے توڑا گیا تھا۔"

۱۱:۳۰۔ کرنتھس کی کلیسیا میں کئی افراد اپنا محاسبہ نہیں کرتے تھے۔ اِس کے نتیجے میں اُن پر خُدا کا تادیبی غضب نازل ہُوا۔ اُن میں "بہتیرے کمزور اور بیمار" تھے اور "بُہت سے سو بھی گئے" تھے۔ دُوسرے لفظوں میں جسمانی بیماری اُن پر آ پڑی تھی اور بُہت سے آسمانی وطن کو بھی سِدھار گئے تھے۔ چونکہ اُنھوں نے اپنی زندگیوں میں گُناہ کی عدالت نہ کی، اِس لئے خُداوند کو اُن کے خلاف تادیبی کارروائی کرنی پڑی۔

۱۱:۳۱۔ اِس کے برعکس "اگر ہم" اپنا محاسبہ کریں گے تو اِس قسم کی تادیب کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

۱۱:۳۲۔ خُدا ہمارے ساتھ فرزندوں کا سا سلُوک کرتا ہے۔ وُہ ہم سے اِتنی محبّت رکھتا ہے کہ ہمیں گُناہ میں زندگی بسر کرتے رہنے کی اِجازت نہیں دے سکتا۔ چنانچہ بُہت

جلد ہمیں محسوس ہونے لگتا ہے کہ چرواہے کا چھڑ ہمارے گلے میں پڑا ہوا ہے اور ہمیں واپس اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

١١: ٣٣- چاہئے کہ ایماندار "جب" ضیافتِ محبّت یا اگاپے ضیافت کے لئے "جمع ہوں تو ایک دُوسرے کی راہ" دیکھیں اور دُوسرے مُقدّسین کی پرواہ کئے بغیر کھانا شرُوع نہ کر دیں۔ مُقابلہ کریں آیت ٢١ سے کہ "ہر شخص دُوسرے سے پہلے اپنی عشاء کھا لیتا ہے"۔

١١: ٣٤- "اگر کوئی بھوکا ہو تو اپنے گھر میں کھائے"۔ دُوسرے لفظوں میں چونکہ ضیافتِ محبّت عشائے ربّانی کے ساتھ مُنسلک تھی، اِس لئے اِس کو ضیافت عام سمجھنا غلط ہے۔ اِس کا اپنا ایک تقدّس ہے، اور اِس کے تقدّس کو نظر انداز کرنا خُدا کی طرف سے "سزا کا باعث" ہے۔

"اور باقی باتوں کو مَیں آ کر درست کر دُوں گا"۔ یقیناً کئی چھوٹی موٹی باتیں اور بھی تھیں جن کا ذِکر کرنتھیوں نے اپنے خط میں کیا تھا۔ یہاں پَولُس رسُول اُن کو یقین دِلاتا ہے کہ جب آؤں گا تو شخصی طور پر اُن پر توجّہ دے کر اور اُن کا تصفیہ کروں گا۔

٥- رُوح القُدس کی نعمتوں اور کلیسیا میں اُن کے اِستعمال کے بارے میں

(ابواب ١٢-١٤)

ابواب ١٢ تا ١٤ میں رُوح کی نعمتوں پر بحث کی گئی ہے۔ کرنتھس کی جماعت میں نعمتوں کا بہت غلط اِستعمال ہو رہا تھا، خاص طور پر غیر زُبانوں کی نعمت کا۔ اور پَولُس رسول اُن کی اِصلاح کے لئے لکھتا ہے۔

کرنتھس میں ایسے ایمان دار بھی تھے جن کو غیر زُبانیں بولنے کی نعمت مِلی تھی، یعنی اُن کو یہ زُبانیں پڑھے اور سیکھے بغیر بولنے کی توفیق عطا ہُوئی تھی۔ لیکن اس نعمت سے خُدا کو عظمت و جلال دینے اور دُوسرے ایمان داروں کو ترقی دینے کی بجائے وُہ اِسے اپنی نمائش کے لئے اِستعمال کر رہے تھے۔ وُہ میٹنگوں میں کھڑے ہو کر وُہ زبانیں بولتے تھے جنہیں کوئی دُوسرا نہیں سمجھتا تھا، اور اُمید کرتے تھے کہ ہماری زُبان دانی کی مہارت سے دُوسرے لوگ مرعوب ہو جائیں گے۔ وُہ علامتی نعمتوں کو دُوسری نعمتوں سے برتر سمجھتے تھے۔ نیز غیر زُبانیں بولنے والوں کی رُوحانیت کو برتر درجہ دیتے تھے۔ اِس طرح ایک طرف تو فخر اور گھمنڈ پیدا ہوتا تھا، اور دُوسری طرف حسد، احساسِ کمتری

اور نکمّے پن کا اِحساس اُبھرتا تھا۔ اِس لئے ضرُوری تھا کہ رسُول اِن غلط رویّوں کی اِصلاح کرے اور نعمتوں کے اِستعمال پر، خصُوصاً غیر زبانوں اور نبُوّت کی نعمتوں کے اِستعمال پر کنٹرول قائم کرے۔

۱۲:۱- پَولُس رسُول نہیں چاہتا کہ کُرنتھس کے مُقدّسین "رُوحانی نعمتوں کے بارے میں بے خبر" رہیں۔ یہاں لفظی ترجمہ یُوں ہوگا کہ "اے بھائیو! مَیں نہیں چاہتا کہ تم 'رُوحانیوں' کے بارے میں بے خبر رہو"۔ مفہُوم کی وضاحت کے لئے ترجمہ "رُوحانی نعمتوں" کیا گیا ہے۔ تاہم اگلی آیت سے یہ اِشارہ ملتا ہے کہ پَولُس رسُول صرف پاک رُوح کے ظہُوروں کے بارے ہی میں نہیں بلکہ بدرُوحوں کے ظہُور کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔

۱۲:۲- مسیح پر اِیمان لانے سے پہلے کرنتھس کے ایمان دار بُت پرست اور بدرُوحوں کے غلام تھے۔ وُہ بدرُوحوں کے خوف میں رہتے تھے، اور یہ شیطانی اثرات اُن کو جدھر لے جاتے تھے وُہ اُسی طرف چل پڑتے تھے۔ وُہ حاضرات (رُوحوں) کی دُنیا کے فوق الفطرت مظاہر دیکھتے تھے اور اُن کی تحرِیک سے کہی ہُوئی باتیں سُنتے تھے۔ بدرُوحوں کے زیرِ اثر کئی دفعہ وُہ ضبطِ نفس کھو بیٹھتے تھے اور وُہ حرکتیں کرتے تھے جو اُن کے شعُوری قواء سے باہر ہوتی تھیں۔

۱۲:۳- اب نجات پا لینے کے بعد ایمان داروں کو علم ہونا چاہئے کہ رُوحوں کے ظہُور (کاموں) میں اِمتیاز کِس طرح کیا جاتا ہے، یعنی اُن کو بدرُوحوں کی آواز اور رُوح القُدس کی مُستند آواز میں اِمتیاز کرنا آنا چاہئے۔ قطعی کسوٹی تو وُہ گواہی ہے جو خُداوند یسُوع کے بارے میں دی جاتی ہے۔ اگر کوئی آدمی کہتا ہے کہ "یسُوع ملعُون ہے" تو یقین جانئے کہ وُہ شیطان کی تحریک سے کہتا ہے، کیونکہ بدرُوحوں کی خصلت و خصُوصیت یہی ہے کہ وُہ کُفر بکتی اور یسُوع کے نام پر لعنت بھیجتی ہیں۔ "خُدا کا رُوح" کبھی ہدایت نہیں کرتا کہ کوئی مُنجّیِ عالم کے بارے میں ایسی بات کہے۔ اُس کا فرض اور خدمت تو خُداوند یسُوع کو سربلند اور سرفراز کرنا ہے۔ وُہ ہدایت کرتا ہے کہ لوگ کہیں کہ "یسُوع خُداوند ہے"۔ اور ایسا وُہ صِرف ہونٹوں ہی سے نہیں بلکہ اپنی زندگیوں اور دِلوں کے پُورے اِقرار اور یقین کے ساتھ کہیں۔ غور کریں کہ آیت ۳ اور پھر ۴-۶ میں تثلیث کے تینوں اقانیم کا ذِکر آیا ہے۔

۱۲:۴- اَب پَولُس توجّہ دلاتا ہے کہ اگرچہ کلیسیا کے اندر رُوح القُدس کی مُختلف قسم کی "نعمتیں" ہیں، لیکن اِن کے اندر ایک سہ پہلُو بنیادی اِتحاد ہے جس میں ذاتِ الٰہی کے تینوں اقانیم شامل ہیں۔

پہلا نکتہ یہ ہے کہ "نعمتیں تو طرح طرح کی ہیں مگر رُوح ایک ہی ہے"۔ کرنتھیوں کا رویّہ اور عمل ایسا تھا جیسے نعمت ایک ہی ہے یعنی طرح طرح کی زُبانیں بولنا —— پَولس کہتا ہے "نہیں تمہارا اتحاد (یگانگت) صرف ایک مُشترکہ نعمت رکھنے میں نہیں ہے، بلکہ رُوحُ القُدس رکھنے میں ہے جو ساری نعمتوں کا منبع و مبدا ہے"۔

۵:۱۲ ۔ اِس کے بعد رسُول متوجہ کرتا ہے کہ "خِدمتیں بھی طرح طرح کی ہیں"۔ مُراد ہے کہ کلیسیا کی خِدمتیں مُختلِف قِسموں کی ہیں۔ ہم سب کو ایک ہی کام نہیں سونپا گیا۔ لیکن سبھوں میں مُشترک بات یہ ہے کہ ہم جو کُچھ بھی کرتے ہیں "ایک ہی خُداوند" کے لئے کرتے ہیں اور اپنی نہیں بلکہ دُوسروں کی خِدمت کی خاطر کرتے ہیں۔

۶:۱۲ ۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ جہاں تک رُوحانی نعمتوں کا تعلق ہے "تاثیریں بھی طرح طرح کی ہیں مگر خُدا ایک ہی ہے جو سب میں ہر طرح کا اثر پیدا کرتا ہے"۔ یعنی ایمان دار کو توفیق عطا کرتا ہے۔ اگر ایک نعمت زیادہ کامیاب یا شوخ رنگ یا طاقتور لگتی ہے تو اِس لئے نہیں کہ جس شخص کو وُہ نعمت حاصل ہے اُس میں کوئی برتری ہے۔ طاقت تو خُدا ہی مہیّا کرتا ہے۔

۷:۱۲ ۔ "رُوح" "ہر" اِیمان دار کی زِندگی میں "اپنا ظہور" کوئی نہ کوئی نعمت دے کر کرتا ہے۔ کوئی ایسا اِیمان دار نہیں جِسے کوئی نہ کوئی کام نہ کرتا ہو۔ اور نعمتیں پُورے بدن کو "فائدہ پہنچانے" کے لئے دی جاتی ہیں۔ وُہ اپنی نمائش کرنے یا اپنی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ دُوسروں کی مدد کرنے کے لئے ہیں۔ یہ پُوری بحث کا مرکزی نکتہ ہے۔

اِسی لئے پَولس فِطری طور پر رُوح کی چند نعمتوں کی فہرست پیش کرتا ہے:

۸:۱۲ ۔ "حِکمت کا کلام"۔ یہ الٰہی بصیرت کے ساتھ بولنے کی فوق الفطرت توفیق ہے۔ یہ مُشکل مسائل کو حل کرنے، اِیمان کا دِفاع کرنے، تفرقوں کا تصفیہ کرتے، عملی ہدایات اور مشورہ دینے یا مُخالِف حاکموں کے سامنے اپنے مقدمے کی پیروی کرنے میں ظاہر ہوتی ہے۔ سِتفنس حِکمت کے کلام کا ایسا مظاہرہ کرتا تھا کہ اُس کے مُخالِفین "اُس دانائی اور رُوح کا جِس سے وُہ کلام کرتا تھا مُقابلہ نہ کر سکے" (اعمال ۱۰:۶)۔

"عِلمیّت کا کلام"۔ یہ اُس عِلم کو دُوسروں تک پہنچانے کی توفیق ہے جو خُدا کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اِس کی مثال پَولس کے اِن الفاظ میں مِلتی ہے "دیکھو مَیں تم سے بھید کی بات کہتا ہُوں" (۱-کرنتھیوں ۵۱:۱۵)۔ "چنانچہ ہم تم سے خداوند کے کلام کے مطابق کہتے ہیں" (۱-تھسلنیکیوں

۴:۱۵)۔ بُنیادی مطلب تو کسی نئی سچائی کو آگے بیان کرنے کا ہے۔ لیکن اب یہ مفہوم ختم ہو چُکا ہے کیونکہ مسیحی ایمان "مُقدّسوں کو" ہمیشہ کے لئے "ایک ہی بار سونپا" جا چُکا ہے (یہُوداہ ۳)۔ مسیحی عقیدے کا مجمُوعہ مُکمّل ہو چُکا ہے۔ لیکن ایک ثانوی مفہوم میں "علمیّت کا کلام" ابھی تک ہمارے ساتھ ہے۔ ابھی بھی علمِ اِلٰہی پُراسرار طور پر اُن لوگوں کو پہنچتا ہے جو خُداوند کے ساتھ قریبی رفاقت رکھتے ہیں (ملاحظہ کریں زبُور ۲۵:۱۴)۔ دُوسروں کو اِس علم میں شامِل کرنا ہی "علمیّت کا کلام" ہے۔

۱۲:۹۔ "ایمان" کی نعمت خُدا کی طرف سے وُہ توفیق ہے جو خُدا کی مرضی کی پَیروی میں مُشکلات کے پہاڑوں کو ہٹا دیتی ہے (۱۳:۲) اور خُدا کے کِسی حُکم یا وعدے کے جواب میں جو کلام میں یا نجی طور پر دیا گیا ہو، بڑے بڑے معرکے سر کرتی ہے۔ جارج مُلر اُس آدمی کا اعلیٰ نمونہ ہے جس کو ایمان کی نعمت عطا ہُوئی ہو۔ وُہ خُدا کے سوا کِسی کو اپنی ضرُوریات کی خبر نہیں ہونے دیتا تھا۔ اِسی طرح وُہ ساٹھ سال کے عرصے تک دس ہزار یتیموں کی پرورش کرتا رہا۔

"شفا دینے کی توفیق" کا تعلق بیماریوں سے مُعجزانہ شفا دینے کی طاقت سے ہے۔

۱۲:۱۰۔ "مُعجزوں کی قُدرتیں"۔ اِن میں بدرُوحوں کو نِکالنا، مُردوں کو زندہ کرنا، اور عناصرِ قُدرت پر اختیار رکھنا اور حُکم چلانا شامِل ہے۔ فِلپُّس نے سامریہ میں مُعجزے دکھائے، اور اِس طرح لوگ انجیل کی خوشخبری سُننے پر آمادہ ہُوئے (اعمال ۸:۶، ۷)۔

"نبُوّت" کی نعمت۔ اپنے بُنیادی مطلب کے مُطابق یہ نعمت اُس شخص کی نشاندہی کرتی ہے جس کو خُدا سے براہِ راست مکاشفہ حاصل ہوتا ہے اور وُہ اُسے دُوسروں تک پُہنچاتا ہے۔ بعض دفعہ نبی مُستقبل کے واقعات کا پیشگی بیان کرتے تھے (اعمال ۱۱:۲۷، ۲۸؛ ۲۱:۱۱)، لیکن بسا اوقات وُہ صِرف خُدا کی مرضی یا سوچ کا بیان کرتے تھے۔ رسُولوں کی مانند اُن کو بھی کلیسیا کی بنیاد کی فِکر ہوتی تھی (افسیوں ۲:۲۰)۔ وُہ خُود تو بُنیاد نہ تھے لیکن وُہ خُداوند یسوع کے بارے میں تعلیم کے ذریعے سے بُنیاد رکھتے تھے۔ اور جب بُنیاد پڑ جاتی تھی تو نبیوں کی ضرُورت ختم ہو جاتی تھی۔ ہمارے لئے یہ خدمت نئے عہدنامہ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ چونکہ بائبل مُقدّس مکمّل ہو چُکی ہے اِس لئے اَب کِسی اِضافی سچّائی کی ضرُورت نہیں رہی۔

ایک ضعیف مفہُوم میں ہم "نبی" کا لفظ اُس مُبلّغ کے لئے اِستعمال کرتے جو خُدا کے کلام کی منادی / اعلان اِختیار کے ساتھ، مُؤثر اور دِلوں کو چیر ڈالنے کے انداز میں کرتا ہے۔ نبوّت میں حمد و ستائش کو خُدا سے منسُوب کرنا بھی شامِل ہے (لُوقا ۱:۶۷، ۶۸) اور اُس کے لوگوں کی

حوصلہ افزائی اور تقویت کرنا بھی نبوّت کا حِصّہ ہے (اعمال ۱۵: ۳۲)۔

"رُوحوں کا اِمتیاز"۔ اِس توفیق سے اِنسان پرکھ سکتا ہے کہ کوئی نبی یا دُوسرا شخص رُوح القُدس کی ہدایت سے بول رہا ہے یا شیطان کی۔ ایسے شخص کو خصُوصی صلاحیت حاصل ہوتی ہے کہ پہچان لے کہ کوئی شخص دغاباز یا اِبن الوقت ہے یا نہیں۔ پطرس نے شمعون جادُوگر کو بے نقاب کر دیا کہ وُہ "پِت کی سی کڑواہٹ اور ناراستی کے بند میں گرفتار" تھا (اعمال ۸: ۲۰-۲۳)۔

"طرح طرح کی زبانیں"۔ اِس سے مُراد بغیر سیکھے کوئی غیر مُلکی زبان بولنے کی صلاحیت ہے۔ زُبانیں نشان کے طور پر دی گئی تھیں۔ خصُوصاً بنی اسرائیل کو۔

"زُبانوں کا ترجمہ"۔ یہ مُعجزانہ توفیق یا لیاقت اِس طور سے ظاہر ہوتی ہے کہ وُہ شخص ایسی زُبان کو جسے پہلے جانتا تک نہ تھا، سمجھ لیتا ہے اور پیغام کو مقامی زبان میں بیان کرتا ہے۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ یہ فہرست اُن نعمتوں سے شرُوع ہوتی ہے جن کا تعلق بُنیادی طور سے عقل و ذہن کے ساتھ ہے، اور ختم اُن نعمتوں پر ہوتی ہے جن کا تعلق بنیادی طور پر جذبات کے ساتھ ہے۔ کرنتھیوں نے اپنی سوچ میں ترتیب کو اُلٹ دیا تھا۔ وُہ زبانوں کی نعمت کو دُوسری نعمتوں سے افضل و اعلیٰ سمجھتے تھے۔ اُن کے ذہن میں یہ غلط بات آ گئی تھی کہ کسی شخص کو رُوح القُدس جس قدر زیادہ حاصل ہوگا، اُسی قدر زیادہ وُہ اُسے اُس کی حدُود سے آگے لے جائے گا۔ وُہ قُدرت کو رُوحانیت کے ساتھ گڈمڈ کئے ہُوئے تھے۔

۱۲: ۱۱- آیات ۸-۱۰ میں جِتنی نعمتوں کا ذِکر ہے اُن سب کو "ایک ہی رُوح" پیدا اور کنٹرول کرتا ہے۔ یہاں ہم پھر دیکھتے ہیں کہ وُہ ہر ایک کو ایک ہی نعمت نہیں دیتا۔ وُہ فرداً فرداً "جس کو جو چاہتا ہے بانٹتا ہے"۔ یہ ایک اور بہت ہی اہم نکتہ ہے۔ رُوح اپنے اختیارِ مُطلق سے نعمتیں بانٹتا ہے۔ اگر ہم اِس بات کو سمجھ لیں تو ایک طرف تو فخر اور اِترانا ختم ہو جائے گا کیونکہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمیں (خُدا سے) نہیں ملی۔ دُوسری طرف بے صبری اور بے قناعتی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ کیونکہ لامحدُود حِکمت اور محبّت نے فیصلہ کیا کہ ہمیں کون سی نعمت مِلے۔ اور اُس کا فیصلہ اور چُناؤ کامل ہوتا ہے۔ یہ چاہنا کہ سب کو ایک ہی نعمت مِلے غلط ہے۔ اگر ہر شخص ایک ہی ساز بجائے تو مُختلف آوازوں کی ہم آہنگ موسیقی کبھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور اگر سارا بدن صرف زُبان پر مشتمل ہوتا تو ایک مُہمل سا عجُوبہ ہی ہوتا

۱۲: ۱۲۔ اِنسانی "بدن" اِتحاد اور تنوع (گوناگونی) کی بہت عمدہ مثال ہے۔ بدن ایک

ہے" مگر "اُس کے اعضا بہُت سے ہیں"۔ اگرچہ سارے ایمان دار فرق فرق ہیں اور فرق فرق کام کرتے ہیں، مگر سب مِل کر ایک کار پرداز بدن ہیں، یعنی مسیح کا "بدن"۔

"اُسی طرح مسیح بھی ہے"۔ یہاں زیادہ صحیح ترجمہ ہوگا "اور اُسی طرح المسیح بھی ہے"۔ اور "المسیح" سے مُراد صِرف جلال یافتہ خُداوند یسُوع مسیح ہی نہیں جو آسمان میں ہے، بلکہ مُراد وُہ سَر بھی ہے جو آسمان میں ہے اور اُس کے مُمبران بھی جو زمین پر ہیں۔ سارے ایمان دار مسیح کے بدن کے اعضا ہیں۔ جس طرح اِنسانی بدن ایک آلہ ہے جس سے اِنسان اپنا اِظہار دُوسروں پر کرتا ہے، اُسی طرح مسیح کا بدن دُنیا میں وُہ آلہ ہے جس کے وسیلے سے وُہ خُود کو دُنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ یہ اُس عجیب فضل کی شہادت ہے جس سے خُداوند "المسیح" کی ترکیب کے اِستعمال کی اجازت دیتا ہے۔ جس میں ہم سب جو اُس کے بدن کے اعضا ہیں شامِل ہیں۔

۱۲: ۱۳۔ پولُس وضاحت کرتا ہے کہ ہم کِس طرح مسیح کے بدن کے اعضا بن گئے۔ "ہم سب نے ... ایک ہی رُوح کے وسیلے سے ایک بدن ہونے کے لئے بپتسمہ لیا"۔ یہاں زیادہ لفظی ترجمہ "ایک ہی رُوح میں[1] ..." ہے۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رُوح وُہ عُنصر ہے جس میں ہم کو بپتسمہ دِیا گیا، جس طرح پانی وُہ عُنصر ہے جس میں ایمان دار کے بپتسمہ میں ہم کو غوطہ دیا جاتا ہے۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ رُوح وُہ ذریعہ یا کارِندہ ہے جو بپتسمہ دیتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ "ایک ہی رُوح کے وسیلہ سے"۔ یہ زیادہ اِمکانی اور قابلِ فہم مطلب ہے۔

رُوح کا بپتسمہ پنتِکُست کے دِن ہُوا۔ کلیسیا اُس وقت معرضِ وجُود میں آئی یا پیدا ہُوئی۔ جب ہم نئے سِرے سے پیدا ہوتے ہیں تو اُس بپتسمہ کے فوائد میں شریک ہوتے ہیں۔ ہم مسیح کے "بدن" کے اعضا بن جاتے ہیں۔

یہاں کئی اہم نکات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اوّل۔ رُوح کا بپتسمہ وُہ اِلٰہی

---

[1] یُونانی لفظ en کا ترجمہ یکساں صحت کے ساتھ "میں" کے ساتھ اور "وسیلے سے" ہوسکتا ہے (انحصار متن پر ہوگا)۔ لیکن یہاں ہم "میں" کو زیادہ لغوی ترجمہ مانتے ہیں کیونکہ اِس کا تعلق یُونانی en کے ساتھ ہے۔

عمل ہے جو ایمان داروں کو مسیح کے بدن میں شامل کر دیتا ہے۔ یہ پانی کے بپتسمہ سے الگ ہے۔ اِس کی حقیقت متی ۳:۱۱؛ یوحنا ۱:۳۳ اور اعمال ۱:۵ سے واضح ہوتی ہے۔ یہ ایسا فضل کا کام بھی نہیں، جو نجات کے بعد اور اِس کے نتیجے میں ہوتا ہے، اور جس کے باعث ایمان دار زیادہ رُوحانی بن جاتے ہیں۔ "سب" کرنتھیوں نے رُوح میں "بپتسمہ لیا" تھا، تو بھی پولُس اُن کو جسمانی ہونے پر جھڑکتا ہے (۳:۱)۔ یہ بات قطعاً درست نہیں ہے کہ غیر زبانیں بولنا ہمیشہ ہی رُوح القُدس کے بپتسمہ کا نشان ہوتا ہے۔ "سب" کرنتھیوں نے "بپتسمہ لیا تھا" لیکن سارے زبانیں نہیں بولتے تھے (۱۲:۳۰)۔ جب ایمان دار خُود کو رُوح کے کنٹرول میں دے دیتا ہے تو رُوح القُدس کے بڑے نازک تجربات بھی ہوتے ہیں اور اُسے آسمان سے قوت بھی ملتی ہے۔ لیکن ایسا تجربہ اور رُوح کا بپتسمہ ایک ہی بات نہیں۔ اِن دونوں کو گڈمڈ نہیں کرنا چاہئے۔

زیرِ نظر آیت مزید کہتی ہے کہ "اور ہم سب کو ایک ہی رُوح پلایا گیا"۔ اِس کا مطلب ہے کہ اُن کو خُدا کے رُوح میں سے دیا گیا (یا وہ رُوح میں شریک ہوئے)، یعنی رُوح اُن کو دِل میں سکونت کرنے والے اقنوم کی صورت میں مِلا۔ اور اُن کی زِندگیوں میں رُوح کے کام کے فوائد مِلے۔

۱۲:۱۴- طرح طرح کے اعضا کے بغیر انسانی "بدن" کا ہونا مُمکن نہیں۔ ضرور ہے کہ اعضا "بہت سے" ہوں اور ہر عُضو دُوسرے سے فرق ہو اور سَر کی فرمانبرداری میں اور دُوسروں کے ساتھ تعاوُن کے ساتھ کام کرے۔

۱۲:۱۵- ہم دیکھتے ہیں کہ ایک صحت مند بدن کے لئے طرح طرح کے اعضا کا ہونا ضرُوری ہے۔ یہ بات ہمیں دو خطرات سے بچاتی ہے۔ اوّل۔ اپنے آپ کو حقیر اور کمتر سمجھنا (آیات ۱۵-۲۰)۔ دوم، دُوسروں کو حقیر اور کمتر سمجھنا (آیات ۲۱-۲۵)۔ اگر "پاؤں" اپنے آپ کو غیر اہم سمجھے کہ میں "ہاتھ" کا کام نہیں کر سکتا، تو کیسی مضحکہ خیز بات ہو گی۔ آخر پاؤں کھڑا ہو سکتا، چل سکتا، دوڑ سکتا، اُوپر چڑھ سکتا اور متعدد دُوسرے کام کر سکتا ہے۔

۱۲:۱۶- "کان" کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ "چونکہ مَیں آنکھ نہیں" اِس لِئے بدن سے خارِج ہُوں۔ ہم اپنے کانوں کے وجُود کو اُس وقت تک محسوس نہیں کرتے جب تک

بہرہ پن نہ آ دبائے۔ تب ہمیں احساس ہوتا ہے کہ کان کس قدر مُفید اور کار آمد کام سرانجام دیتے ہیں۔

۱۲: ۱۷- "اگر سارا بدن آنکھ ہی ہوتا..." تو آپ کا بہرہ پن وُہ عجُوبہ ہوتا کہ سرکس میں بھی نہ ملتا ہوگا۔ اور اگر بدن میں کان ہی کان ہوتے تو ناک نہ ہوتی کہ سُونگھ لے کہ پائپ میں سے گیس خارج ہو رہی ہے تو بہت جلد یہ بدن سُننے کے قابل بھی نہ رہتا کیونکہ بے ہوش ہو جاتا یا مَر جاتا۔

دراصل پولُس یہ نقطہ واضح کر رہا ہے کہ اگر سارا بدن زبان ہوتا تو عجُوبہ ہی ہوتا۔ اور یہاں مسیحی غیر زبانوں کی نعمت پر اِس قدر حد سے زیادہ زور دے رہے تھے کہ ایک لحاظ سے ایک ایسی مقامی جماعت تشکیل دے رہے تھے جو صِرف "زبان ہی زبان" تھی۔ یہ جماعت بول تو سکتی، اِس سے زیادہ کچھ نہ کر سکتی۔

۱۲: ۱۸- "خُدا" نے کوئی ایسی بے ڈھب حرکت نہیں کی۔ اپنی بے مثال حکمت سے اُس نے "ہر ایک عُضو کو بدن میں اپنی مرضی کے موافق رکھا ہے"۔ ہمیں اُس کی تعریف کرنی چاہیے کہ وُہ جانتا تھا کہ مَیں کیا کر رہا ہُوں! اُس نے ہمیں جو بھی نعمت دی ہے ہمیں دِل کی گہرائیوں سے اُس کا شُکرگزار ہونا چاہیے اور خُوشی کے ساتھ اِس نعمت کو اُس کے جلال اور دُوسروں کی ترقی کے لئے اِستعمال کرنا چاہیے۔ کسی دُوسرے کی نعمت سے جلنا گناہ ہے اور ہماری زندگیوں کے لئے خُدا کے کامل منصُوبے کے خلاف بغاوت۔

۱۲: ۱۹- ایسے بدن کا تصوّر کرنا بھی ناممکن ہے جو "سب ایک ہی عُضو" ہو، اِس لئے کرنتھیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر اُن سب کے پاس زبانوں کی نعمت ہو، تو پھر اُن کا "بدن" کام کرنے والا بدن نہیں ہوگا۔ دُوسری نعمتیں اگرچہ نمُود و نمائش کے لحاظ سے کمتر ہیں اور سنسنی خیز نہیں ہیں، مگر ہیں وُہ بھی بہت اہم۔

۱۲: ۲۰- جیسا خُدا نے ٹھہرا دیا ہے "اعضا تو بہت سے ہیں لیکن بدن ایک ہی ہے"۔ اِنسانی بدن کے تعلق سے یہ حقائق ہم پر بالکل ظاہر ہیں۔ اور کلیسیا میں خِدمت کے تعلق سے بھی ایسے ہی ظاہر ہونے چاہئیں۔

۱۲: ۲۱- جس طرح کسی شخص کی نعمت سے حسد کرنا حماقت ہے، اُسی طرح کسی دُوسرے کی نعمت کی بے قدری کرنا یا محسُوس کرنا کہ مجھے دُوسروں کی ضرورت نہیں، بھی

حماقت ہے۔ "پس آنکھ ہاتھ سے نہیں کہہ سکتی کہ مَیں تیری مُحتاج نہیں، اور نہ سَر پاؤں سے کہہ سکتا ہے کہ مَیں تمہارا مُحتاج نہیں"۔ آنکھ اُن کاموں کو دیکھ سکتی ہے جو کرتے ہیں، مگر کر نہیں سکتی۔ اِس کے لئے وُہ ہاتھ پر اِنحصار کرتی ہے۔ اِسی طرح سَر جان تو سکتا ہے کہ فُلاں جگہ جانا ضرُوری ہے، لیکن وہاں پہنچنے کے لئے وُہ پاؤں پر انحصار کرتا ہے۔

۱۲: ۲۲- "بدن کے" بعض "اعضا ... اَوروں سے کمزور معلُوم ہوتے ہیں"۔ مثال کے طور پر گُردے بازوؤں کی طرح مضبُوط معلُوم نہیں ہوتے، لیکن گُردوں کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا، جبکہ بازوُؤں کے بغیر ہو سکتا ہے۔ ہم بازوؤں اور ٹانگوں، بلکہ زبان کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں، لیکن دِل، پھیپھڑوں، جگر یا دماغ کے بغیر زِندہ نہیں رہ سکتے۔ مگر یہ اہم اَعضا کبھی اپنی نمُود و نمائش نہیں کرتے، بلکہ چُپکے چُپکے خُودنمائی کے بغیر اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔

۱۲: ۲۳- "بدن" کے بعض "اَعضا" بہت دِلکش اور خوبصُورت لگتے ہیں، جبکہ دُوسرے اَعضا میں کوئی شان نظر نہیں آتی۔ اور جو اعضا "نازیبا" لگتے ہیں ہم اُن کو کپڑوں سے ڈھانک دیتے ہیں۔ یُوں اعضا میں باہمی لحاظ نظر آتا ہے جس سے فرق کی تلافی ہو جاتی ہے۔

۱۲: ۲۴- بدن کے وُہ "اعضا" جو زیادہ "زیبا" ہیں اُن کو اِضافی توجّہ کی ضرُورت نہیں ہوتی۔ "مگر خُدا نے" "بدن" کے اِن گوناگوں اَعضا کو "مرکب" کر کے ایک زِندہ بدن بنا دیا ہے۔ بعض اعضا خوش وضع ہیں، بعض بد وضع۔ بعض کُھلے اچھے لگتے ہیں، بعض کُھلے اچھے نہیں لگتے۔ تو بھی خُدا نے ہمیں جبلت عطا کی ہے جس سے ہم سارے اَعضا کی قدر کرتے ہیں، اِحساس رکھتے ہیں کہ سب کا ایک دُوسرے پر اِنحصار ہے اور جن کی خوبصُورتی میں کمی ہو اس کمی کو پُورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۲: ۲۵- چونکہ اعضا ایک دُوسرے کا لحاظ رکھتے ہیں، اِس لئے "بدن میں تفرقہ" نہیں پڑتا۔ ایک عُضو کو جس بات کی مُحتاجی ہوتی ہے، دُوسرا عُضو اُسے وُہ مُہیا کر دیتا ہے۔ اِسی طرح دُوسرے اعضا سے وُہ مَدد حاصِل کرتا ہے جو صِرف وُہی دے سکتے ہیں۔ رُوح کی کِسی ایک نعمت پر ضرُورت سے زیادہ زور دینے، اُس کی اہمیّت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے سے ٹکراؤ اور تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۶:۱۲۔ جو بات ایک عضو پر اثر کرتی ہے، اُس سے سارے اعضا متاثر ہوتے ہیں۔ اِنسانی بدن کی یہ ایک مانی ہُوئی حقیقت ہے۔ مثال کے طور پر بُخار بدن کے صرف ایک عضو تک محدُود نہیں ہوتا بلکہ پُورے نظام کو متاثر کرتا ہے۔ یہی حال دُوسری بیماریوں اور دَردوں کا ہے۔ آنکھ کا ماہر ڈاکٹر کئی دفعہ آنکھ کا مُعائنہ کر کے تشخیص کرتا ہے کہ دماغ میں رسولی ہے، یا جگر میں کوئی بیماری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگرچہ یہ اَعضا الگ الگ اور ایک دُوسرے سے قطعاً فرق فرق ہیں، مگر وُہ ایک ہی بدن کا حِصّہ ہیں۔ اور ایک دُوسرے کے ساتھ ایسے اہم طور پر جُڑے ہُوئے ہیں کہ جو بات ایک عضو پر اثر کرتی ہے اُس سے سارے اعضا متاثر ہوتے ہیں۔ اِس لئے اپنی قسمت پر بڑبڑانے کی بجائے یا خود کو دُوسروں سے خُود مُختار سمجھنے کی بجائے ہمیں مسیح کے بدن کا عضو ہونے کا ٹھوس اِحساس ہونا چاہئے۔ جو چیز یا بات کسی دُوسرے مسیحی کو دُکھ پہنچاتی ہے اُس پر ہمیں گہرا رنج اور دُکھ ہونا چاہئے۔ اِسی طرح اگر ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی دُوسرا مسیحی ”عزّت“ پا رہا ہے، تو ہم حسد نہ کریں بلکہ ”اُس کے ساتھ خوش“ ہوں۔

۲۷:۱۲۔ پَولُس کرنتھیوں کو یاد دِلاتا ہے کہ ”تم مِل کر مسیح کا بدن ہو“۔ اِس سے مُراد مسیح کے بدن کی کُلیّت نہیں اور نہ اِس سے مُراد مسیح کا کوئی ایک بدن ہے۔ اِس لئے کہ بدن صرف ایک ہے۔ یہاں مطلب صرف یہ ہے کہ وُہ مِل کر مسیح کا ایک بدنِ صغیر ہیں۔ ”فرداً فرداً“ ہر ممبر ایک ایسی عظیم رفاقت کا رُکن ہے جس میں سب ایک دُوسرے کی مدد و مُعاونت کرتے ہیں۔ اِس صُورت میں اِس کو بغیر فخر اور حسد کے اپنا کام پُورا کرنا چاہئے۔ علاوہ ازیں نہ یہ اِحساس ہونا چاہئے کہ مَیں کسی دُوسرے کا مُحتاج نہیں نہ یہ کہ مَیں نکما ہُوں۔

۲۸:۱۲۔ اب پَولُس رسُول ہمیں نعمتوں کی ایک اَور فہرست پیش کرتا ہے۔ اِن میں سے کسی فہرست کو بھی مکمّل نہیں سمجھنا چاہئے۔ ”اور خُدا نے کلیسیا میں الگ الگ شخص مُقرر کئے۔ پہلے رسُول ...“۔ لفظ ”پہلے“ ظاہر کرتا ہے کہ سب کے سب رسُول نہیں۔ بارہ ۱۲ شاگرد وُہ افراد تھے جن کو خُداوند نے پیغامبر یا ایلچی مُقرر کیا تھا۔ وُہ خُداوند کی زمینی خِدمت کے دَوران اُس کے ساتھ ساتھ رہے تھے (اعمال ۱:۲۱، ۲۲) اور سوائے یہُوداہ کے اُن سب نے اُس کے جی اُٹھنے کے بعد اُس کو دیکھا (اعمال ۱:۲، ۳، ۲۲)۔ لیکن اُن بارہ ۱۲ کے عِلاوہ بھی رسُول تھے۔ اُن میں سب سے نمایاں پَولُس ہے۔ عِلاوہ ازیں برنباس (اعمال ۱۴:۴، ۱۴)، خُداوند کا بھائی یعقوب (گلتیوں ۱:۱۹)، سیلاس جو سلوانس بھی کہلایا

اور تیمتھیس (۱۔ تھسلنیکیوں ۱:۱؛ ۲: ۶) تھے۔ نئے عہدنامہ کے نبیوں کے ساتھ مِل کر اِن رسُولوں نے عقیدے کے لحاظ سے کلیسیا کی بُنیاد رکھی۔ عقیدہ وُہ ساری تعلیم ہے جو اُنہوں نے خُداوند یسوعؔ مسیح کے بارے میں دی ہے (اِفسیوں ۲: ۲۰)۔ اِس لفظ کے خاص معنوں میں اب ہمارے درمیان کوئی رسُول نہیں ہے۔ لیکن وسیع تر مفہُوم میں وُہ ایلچی (پیغام بر) اور کلیسیاؤں کا پودا لگانے والے موجُود ہیں جن کو خُداوند نے بھیجا ہے۔ لیکن ہم اُن کو رسُول نہیں کہتے۔ اِس طرح یہ تاثر پیدا کرنے سے گریز کرتے ہیں کہ اِن کو ابتدائی دَور کے رسُولوں کا غیر معمُولی اِختیار یا قُوّت حاصِل ہے۔

رسُول کے بعد "نبی" ہے۔ ہم پہلے بتا چُکے ہیں کہ نبی خُدا کی جگہ بولتے تھے۔ اِس سے پیشتر کہ وُہ کامِل لِکھی ہُوئی شکل میں دیا گیا یہ نبی خُدا کا کلام سُناتے تھے۔ نبی اُس کلام کی منادی کرتے تھے۔ "اُستاد" وُہ ہوتے ہیں جو خُدا کے کلام کی اِس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ لوگ سمجھ سکیں۔ "مُعجزہ" سے مُراد مُردوں کو زِندہ کرنا، بدرُوحوں کو نکالنا وغیرہ ہوسکتی ہے۔ "شفا دینے" کا مطلب ہے جسمانی بیماریوں سے فوری رہائی۔ اِس کا ذِکر پہلے بھی آ چُکا ہے۔ "مددگار" سے عام طور سے مُراد ڈیکن ہے جن کے سپُرد کلیسیا کے مادّی معاملات ہوتے ہیں۔ دُوسری طرف "منتظِم" کا اِطلاق عام طور پر بزُرگوں یا بِشپوں پر ہوتا ہے۔ یہ وُہ افراد ہیں جو خُدا ترسی کے ساتھ مقامی کلیسیا کی رُوحانی نگہداشت کرتے ہیں۔ فہرست کے آخر میں "طرح طرح کی زبانیں بولنے" کی نعمت ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اِس ترتیب کی بھی ایک اہمیت ہے۔ پَولُس سب سے پہلے "رسُول" اور سب سے آخر میں "زبانوں" کو رکھتا ہے جبکہ کرنتھس کے مسیحی "زبانوں" کو اوّلیت دیتے تھے اور رسُول کی بے قدری کرتے تھے۔

۱۲: ۲۹، ۳۰۔ جب پَولُس رسُول یہ سُوال پوچھتا ہے کہ کیا سب رسُول یا نبی یا اُستاد یا مُعجزہ دِکھانے والے یا شفا دینے والے یا مددگار یا منتظم یا طرح طرح کی زُبانیں بولنے والے یا ترجمہ کرنے والے ہیں، تو دراصل زبان کی گرامر سے پتہ چلتا ہے کہ ہر صُورت میں متوقع جواب "نہیں" ہے[1]۔ (اُردو میں اِس کو استفہامِ انکاری کہا جاتا ہے ــــ مترجم)۔ اس لئے یہ

---

[1] یونانی میں یہ سوال me سے شروع ہوتے ہیں۔ سلیس زبان میں اِن کا ترجمہ کچھ یوں ہوگا کہ "یقیناً سب غیر زبانیں تو نہیں بولتے"۔

کہنا یا تاثر دینا کہ "ہر" ایک شخص کو غیر زبانیں بولنے کی نعمت حاصل ہونی چاہئے، خُدا کے کلام کے خِلاف ہے اور بدن اور اِس کے بہُت سے فرق فرق اعضا کے تصوّر سے میل نہیں کھاتا، اِس لئے کہ ہر عُضو کا کام الگ الگ ہے۔

۱۲:۳۱۔ "تُم بڑی سے بڑی نعمتوں کی آرزُو رکھو"۔ یہاں پَولُس رسُول کرنتھس کی مقامی کلیسیا سے فرداً فرداً نہیں بلکہ بحیثیتِ مجمُوعی مُخاطب ہے۔ یہ بات ہم اِس لئے کہتے ہیں کہ اصل زبان میں فعل جمع کے صیغہ میں اِستعمال ہُوا ہے۔ وُہ کہہ رہا ہے کہ بحیثیت جماعت اُن کو آرزو رکھنی چاہیئے کہ ہمارے درمیان بڑی سے بڑی نعمتیں ہوں جن سے ترقی ہو اور عقل روشن ہو۔ عُمدہ ترین نعمتیں وُہ ہیں جو مُفید ہوتی ہیں، وُہ نہیں جو زیادہ شان دار اور نمائشی معلُوم ہوتی ہوں۔ ساری نعمتیں رُوحُ القُدس کی طرف سے مِلتی ہیں، اور کسی بھی نعمت کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ بعض نعمتیں دُوسری نعمتوں کی نِسبت بدن کے لئے زیادہ مفید اور کارآمد ہوتی ہیں۔ ہر مقامی جماعت کو خُداوند سے درخواست کرنی چاہیئے کہ ہماری جماعت کو یہ نعمتیں عطا کر۔

"لیکن اور بھی سب سے عُمدہ طریقہ مَیں تمہیں بتاتا ہُوں"۔ پَولُس رسُول کے یہ الفاظ "محبّت کے باب" (۱-کرنتھیوں باب ۱۳) کی تمہید ہیں۔ وُہ کہہ یہ رہا ہے کہ نِعمتوں کا صِرف مالک ہونا اُتنا اہم نہیں ہے جِتنا اُن کو محبّت کے ساتھ بروئے کار لانا ہے۔ محبّت اپنا نہیں دُوسروں کا خیال رکھتی ہے۔ جب کِسی آدمی کو رُوحُ القُدس کی غیر معمُولی نعمت حاصِل ہو تو یہ خُوشی کی بات ہے لیکن اِس سے بھی زیادہ خُوشی کی بات یہ ہوگی اگر وُہ شخص اپنی نعمت کو اپنے لئے توجہ حاصِل کرنے کے لئے نہیں بلکہ دُوسروں کو ایمان میں ترقی دینے کے لئے اِستعمال کر رہا ہے۔

اکثر لوگ باب ۱۳ کو اِس کے سیاق و سباق سے الگ کر کے دیکھتے ہیں۔ وُہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک جُملۂ مُعترضہ ہے جس کا مقصد باب ۱۲ اور ۱۴ میں غیر زبانوں کی بحث کے دباؤ اور تناؤ کو توڑنا ہے۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہے، بلکہ یہ پَولُس کی بحث کا اہم اور مسلسل حِصّہ ہے۔

زبانوں کی نعمت کے غلط اِستعمال سے جماعت میں جھگڑے اور تفرِقے پیدا ہو رہے تھے۔ وُہ اپنی نعمتوں کو خُود نمائی، خُود ستائی اور خُود پروری کے لئے اِستعمال کر رہے تھے۔ چنانچہ یہ کرِنتھی محبّت کی رُو سے کُچھ نہیں کر رہے تھے۔ اُن کو برسرِ عام ایسی زبان بول کر

بڑی تسکین ہوتی تھی جو اُنہوں نے کہیں سے سیکھی نہیں تھی۔ لیکن اُن کے لئے حقیقی مشکل تھی جن کو بیٹھ کر ایسی باتیں (زبان) سُننا پڑتی تھیں جن کو وُہ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ پولُس پُر زور تاکید کرتا ہے کہ ساری نعمتوں کو محبّت کی رُوح میں اِستعمال کرنا چاہیئے۔ محبّت کا مقصد اپنے آپ کو خوش کرنا نہیں بلکہ دُوسروں کی مدد کرنا ہوتا ہے۔

اور غالباً جو اُن کے خِلاف تھے اُن میں بھی محبّت کی کمی تھی۔ یہاں تک کہ شاید کہتے تھے کہ ساری غیر زبانیں اِبلیس کی طرف سے ہیں۔ اُن کی یُونانی زبانیں شاید غیر زبانوں سے بھی بدتر تھیں! اُن کی بے محبّتی شاید غیر زبانوں کے غلط استعمال سے بھی زیادہ بُری تھی۔

چنانچہ پولُس بڑی حکمت سے ان سب کو یاد دلاتا ہے کہ دونوں طرف سے محبّت کی ضرورت ہے۔ اگر وُہ ایک دُوسرے کے ساتھ محبّت سے پیش آئیں تو مسئلہ بڑی حد تک حل ہو جائے گا۔ یہ ایسا مسئلہ نہیں جو فرقہ بندی یا قطع تعلقات (یا جماعت سے اخراج) سے حل ہو گا، بلکہ یہ مسئلہ محبّت کا طلب گار ہے۔

۱:۱۳- اگر کوئی شخص اِنسانوں اور فرشتوں کی "زبانیں" بول سکے، لیکن اِس صلاحیّت کو دُوسروں کی بہتری اور بھلائی کے لئے اِستعمال نہ کرے تو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ مختلف دھاتیں آپس میں ٹکرانے سے جو ٹھنٹھناہٹ اور جھنجھناہٹ پیدا ہوتی ہے۔ وُہ کہاں تک فائدہ مند یا خوشگوار ہوتی ہے؟ اِس کا نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے، نہ کانوں کو اچھی لگتی ہے۔ یہی حال اُن باتوں کا ہے جو سمجھ میں آئیں، بلکہ اُلٹا یہ شور اعصاب کو ماؤف کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس سے کسی کا بھلا نہیں ہوتا۔ غیر زبانیں اِسی صُورت میں کارآمد اور مُفید ہو سکتی ہیں کہ اُن کا ترجمہ کیا جائے۔ اور ترجمہ کی صُورت میں بھی ضرور ہے کہ ترقّی کا باعث ہو۔ "فرشتوں کی زبانیں"۔ غالباً یہ اِستعارہ ہے شاندار اور مرصّع اندازِ تکلّم کا۔ لیکن مطلب کوئی انجانی زبان نہیں، کیونکہ بائبل مُقدس میں فرشتے جب بھی انسانوں سے ہم کلام ہوئے تو عام زبان میں ہوئے جو بآسانی سمجھی جاتی تھی۔

۲:۱۳- اِسی طرح ہو سکتا ہے کہ کسی اِنسان کو خُدا سے تعجّب انگیز مُکاشفات ملیں۔ وُہ خُدا کے بڑے بڑے "بھیدوں" کو سمجھ سکے۔ یعنی وُہ بڑی بڑی سچائیاں جو اب تک ظاہر نہ کی گئی تھیں، اب اُس شخص پر ظاہر کر دی جائیں۔ ہو سکتا ہے اُس کو خُدا کے "کُل علم کی واقفیت" عطا ہو جائے، یعنی خُدا فوق الفطرت طریقے سے اُسے یہ علم عنایت فرما دے۔ اُس کو سُورماؤں جیسا وُہ "ایمان" بخشا جائے جو "پہاڑوں کو ہٹا" دے۔ لیکن اگر یہ بڑی بڑی اور عجیب نعمتیں صرف

اُس کے اپنے فائدہ اور ترقی کے لئے اِستعمال ہوں، اور مسیح کے بدن کے دُوسرے اعضا کی ترقی نہ ہو، تو وُہ بے قدر اور رائیگاں ہیں۔ اور یہ نعمتیں رکھنے والا ”کُچھ بھی نہیں“ یعنی دُوسروں کو اُس سے کُچھ حاصِل نہیں ہو سکتا۔

۱۳:۳۔ رسُول کہتا ہے کہ ”اگر اپنا سارا مال غریبوں کو کھلا دُوں یا اپنا بدن جلانے کو دے دُوں“۔ لیکن اگر اِن مردانہ اور جُرأت مندانہ کاموں میں ”محبّت“ کا عُنصر نہ ہو ”تو مُجھے کُچھ بھی فائدہ نہیں“۔ اگر کوئی شخص صِرف اپنے لئے توجّہ حاصِل کرنے کے لئے، اپنی واہ واہ کروانے کے لئے نیکی اور بھلائی کے مذکُورہ کام کرتا ہے تو محض دِکھاوا اور نمائش ہے، قدر و قیمت کُچھ نہیں۔

۱۳:۴۔ کِسی نے کہا ہے کہ ”یہ محبّت کے موضُوع پر مقالہ نہیں تھا، بلکہ نئے عہدنامہ کے اکثر ادبی جواہر پاروں کی طرح یہ بعض مقامی حالات پر بات کے لئے تمہید تھی“۔ ہوج بیان کرتا ہے کہ کرنتھی بے صبرے، بے قناعت، حاسِد، بد دماغ، خود غرض، غیر مہذّب، دُوسروں کے احساسات اور دِلچسپیوں سے لاتعلق، ہٹکّی، نازُک مزاج اور عیب گیر تھے۔ اِس لئے اب رسُول اُن کا مقابلہ محبّت کے خصائص کے ساتھ کرتا ہے۔ سب سے پہلے ”محبّت صابر اور مہربان“۔ ”صبر“ کا مطلب ہے اشتعال انگیزی کے باوجُود برداشت کئے جانا۔ مہربان عملی نیکی اور بھلائی کرنے والا ہوتا ہے۔ وُہ دُوسروں کے مفاد کیلئے اِقدام کرتا ہے۔ ”محبّت حسد نہیں کرتی“ یعنی دُوسروں سے جلتی نہیں، بلکہ دُوسروں کی عِزّت افزائی اور سربلندی پر خوش ہوتی ہے۔ ”محبّت شیخی نہیں مارتی اور پُھولتی نہیں“۔ اُس کو احساس ہوتا ہے کہ میرے پاس جو کُچھ ہے خُدا کی عطا اور بخشش کے باعث ہے۔ نیز اِنسان کے اندر کُچھ نہیں جس پر وُہ گھمنڈ یا فخر کر سکے، بلکہ رُوح القُدس کی نعمتیں بھی خُدا اپنے اِختیارِ مُطلق اور مرضی کے مُطابق دیتا ہے۔ خواہ وُہ کیسی ہی شاندار کیوں نہ ہوں اِنسان کو اُن پر پُھولنا نہیں چاہئے۔

۱۳:۵۔ محبّت ”نازیبا کام نہیں کرتی“۔ حقیقی محبّت سے سرشار اِنسان مؤدب اور باِلحاظ ہوتا ہے۔ محبّت ”اپنی بہتری نہیں چاہتی“ بلکہ دُوسروں کی مدد کرتی ہے۔ ”جھنجھلاتی نہیں“ بلکہ بُردباری کے ساتھ بے عِزّتی اور تحقیر کو سہہ جاتی ہے۔ محبّت ”بدگمانی نہیں کرتی“، یعنی محبّت کِسی کو بدنیت نہیں سمجھتی۔ دُوسروں کے کاموں اور حرکتوں پر شک نہیں کرتی۔ محبّت میں چھل یا مکر نہیں ہوتا۔

۱۳:۶۔ محبّت ”بدکاری سے خُوش نہیں ہوتی بلکہ راستی سے خوش ہوتی ہے“۔

اِنسانی فطرت میں کمینگی کی ایک لہر پائی جاتی ہے جس کے باعث وُہ ناراستی پر خُوشی محسُوس کرتا ہے، خاص کر جب کوئی ناراست اور غلط کام خُود اُسے فائدہ پُہنچا رہا ہو۔ یہ محبّت کی رُوح نہیں ہے۔ محبّت "راستی" اور سچائی کی ہر کامیابی "سے خوش ہوتی ہے"۔

۱۳: ۷- محبّت "سب کُچھ سہہ لیتی ہے"۔ مُراد ہے کہ محبّت صبر کے ساتھ "سب کُچھ" برداشت کرلیتی ہے، یا دُوسروں کی خامیوں اور کوتاہیوں پر پردہ ڈالتی ہے۔ "سہہ لیتی ہے" کا ترجمہ "ڈھانکتی ہے" یا "پردہ ڈالتی ہے" بھی کیا جا سکتا ہے۔ محبّت دُوسروں کی ناکامیوں کی خواہ مخواہ تشہیر نہیں کرتی۔ البتہ جب ضرُورت ہو تو خُدا ترسی کے ساتھ تادیب اور تربیّت ضرور کرتی ہے۔

محبّت "سب کُچھ یقین کرتی ہے" یعنی کاموں اور واقعات کو جہاں تک ہو سکتا ہے اچھی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ محبّت "سب باتوں کی اُمید رکھتی ہے"۔ اِس لحاظ سے کہ دِلی طور سے چاہتی ہے کہ ساری چیزیں بہترین نتائج پَیدا کریں۔ محبّت "سب باتوں کی برداشت کرتی ہے"۔ یعنی ظُلم وستم اور بُرے سلوک کے باوجُود ثابت قدم رہتی ہے۔

۱۳: ۸- جو لوگ محبّت کی رُوح میں اپنی نعمتوں کا اِستعمال کرتے ہیں اُن کی خوبیاں اور خصائص بیان کرنے کے بعد اب رسُول محبّت کے دوام کی بات کرتا ہے۔ اِس کے مُقابلے میں نعمتیں عارضی نوعیّت کی ہوتی ہیں "محبّت کو زوال نہیں"۔ ابدیت میں بھی محبّت جاری وساری رہے گی، یعنی ہم خُداوند سے اور ایک دُوسرے سے محبّت کرتے رہیں گے۔ لیکن دُوسری طرف یہ نعمتیں وَقتی اور عارضی ہیں۔

آیات ۸- ۱۳ کی دو بڑی تشریحات ہو سکتی ہیں۔ روایت کے مُطابق ایک نظریہ تو یہ ہے کہ جب ایمان دار ابدیت کی حالت میں داخل ہوجائیں گے تو نبوّت، زبانوں اور علمیت کی نعمتیں ختم ہوجائیں گی۔ دُوسرا نظریہ یہ ہے کہ یہ نعمتیں پہلے ہی ختم ہو چُکی ہیں اور یہ اُس وقت ہوا جب نوِشتوں کی سند مکمّل ہوگئی تھی۔ اِن دونوں نظریات کو پیش کرنے کے لئے ہم "حالتِ ابدیت" اور "تکمیلِ سند" کے عُنوانات کے تحت آیات ۸- ۱۳ کو سلیس تشریحی انداز میں پیش کرتے ہیں۔

حالتِ ابدیت	تکمیلِ سند
محبّت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اِس کے برعکس جب خُدا کے لوگ آسمانی وطن میں داخل ہوجائیں گے، نبوتیں جو موجُودہ وقت میں موجُود ہیں ختم کر	محبّت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ ابھی تو (پولُس کے زمانے میں) نبوتیں ہیں، مگر جب نئے عہدنامہ کی آخری کتاب مکمّل ہوجائے گی تو ایسے براہِ راست

دی جائیں گی۔ ابھی تو علمیت کی نعمت موجود ہے، لیکن جب ہم جلال کی تکمیل کو پہنچیں گے تو یہ بھی ختم کر دی جائے گی (جب پولُس کہتا ہے کہ "علم ہو تو مِٹ جائے گا" تو مطلب یہ نہیں کہ آسمان میں کوئی علم نہیں ہو گا۔ اُس کا اِشارہ علم کی نعمت کی طرف ہے جس کے وسیلے سے الٰہی سچائی فوق الفطرت طریقے سے بتائی جاتی تھی)۔

مکاشفوں کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔ پولُس کے زمانے میں ابھی غیر زبانیں اِستعمال ہو رہی تھیں۔ لیکن جب بائبل مقدس کی چھیاسٹھ کتابیں مکمل ہو گئیں تو وہ خود بخود ختم ہو گئیں۔ کیونکہ اَب رسولوں اور نبیوں کی منادی اور تبلیغ کی تصدیق کرنے کے لئے اِن کی ضرورت نہ رہی (عبرانیوں ۲: ۳، ۴)۔ خدا رسولوں اور نبیوں کو اپنا الٰہی علم دے رہا تھا۔ لیکن جب مسیحی عقیدے کا مکمل مجموعہ ہمیشہ کے لئے ایک ہی دفعہ دے دیا گیا تو یہ بھی بند ہو گیا۔

۱۳: ۹۔ اِس زندگی میں ہمارا بہترین علم بھی ناقص اور اَدھورا ہے، اور اِسی طرح ہماری نبوتیں ہیں۔ بائبل مقدس میں بہت سی باتیں ہیں جو ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ اور خدا کی مشیت میں بہت سے بھید ہیں۔

ہم۔ یعنی رسول جزوی علم رکھتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ ہم ابھی تک خدا سے براہِ راست مکاشفہ سے الہامی علم حاصل کر رہے ہیں) اور ہم جزوی نبوت کرتے ہیں (کیونکہ ہم صرف اُسی جزوی مکاشفہ کا بیان کر سکتے ہیں جو ہم کو مل رہا ہے)۔

۱۳: ۱۰۔ مگر جب وہ جو کامل ہے آ چکے گا یعنی جب ہم ابدی دنیا میں کامل حالت کو پہنچ جائیں گے، تو یہ جزوی علم اور جزوی نبوت ختم کر دی جائے گی۔

مگر جب وہ جو کامل ہے آ چکے گا، یعنی جب نئے عہدنامہ میں آخری کتاب کے اضافے کے ساتھ تکمیل سند ہو جائے گی تو الٰہی سچائی کا تھوڑا تھوڑا کر کے دیا جانے والا مکاشفہ ختم ہو جائے گا۔ چونکہ خدا کا مکمل کلام موجود ہو گا اِس لئے جزوی مکاشفوں کی ضرورت نہیں رہے گی۔

۱۳: ۱۱۔ اِس زندگی کو بچپن سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ جب ہمارا بولنا، ہماری سمجھ اور خیالات بہت محدود اور ناپختہ ہوتے ہیں۔ آسمانی حالت پوری بلوغت کے مشابہ ہے جبکہ

علامتی نعمتوں کا تعلق کلیسیا کے بچپن سے تھا۔ نعمتیں بیگانہ نہیں تھیں، وہ رُوح القدس کی ضروری نعمتیں تھیں۔ مگر جب بائبل مقدس کی صورت میں خدا کا مکمل مکاشفہ مہیا

بچپن کی حالت ماضی کی چیز بن جائے گی

ہو گیا تو اِن مُعجزانہ نعمتوں کی ضرُورت نہ رہی لِہٰذا وُہ برطرف کر دی گئیں۔ یہاں لفظ "بچّہ" کا مطلب "چھوٹا بچّہ" (شِیرخوار[1]) ہے جِس کو بولنے کی پُوری قُدرت حاصِل نہیں ہوتی۔

۱۳:۱۲۔ جب تک ہم اِس دُنیا میں ہیں ہم کو سب کُچھ مدھم اور دُھندلا سا نظر آتا ہے جیسے ہم کِسی دُھندلے آئینے میں دیکھ رہے ہوں۔ اِس کے برعکس آسمان میں رُو برُو دیکھیں گے نظر کو دُھندلا یا تاریک کرنے کے لئے درمیان میں کوئی چیز حائِل نہ ہوگی۔ اب ہمارا عِلم جُزوی یا ادُھورا ہے۔ مگر اُس وقت ہم اِس طرح جانیں گے جیسے ہم خُود جانے گئے ہیں۔ مطلب ہے زیادہ پُورے طور پر۔ ہمارا عِلم کبھی کامِل نہیں ہو سکتا۔ آسمان میں بھی نہیں ہو سکتا۔ عالِم کُل صِرف خُدا ہے، مگر اب کی نسبت ہمارا عِلم بے حد وسیع ہو گا۔

اب (رسُولی زمانے میں) ہم آئینے میں مدھم سا دیکھتے ہیں۔ ہم (رسُولوں) میں سے کِسی ایک کو بھی خُدا کا پُورا مکاشفہ حاصِل نہیں۔ یہ کِسی مُعما puzzle کے ٹکڑوں کی طرح ہمیں تھوڑا تھوڑا کر کے دیا جا رہا ہے۔ جب مُستند نوِشتے مکمّل ہو جائیں گے، یہ دُھندلا پن دُور کیا جائے گا اور ہم پُوری تصویر کو دیکھ سکیں گے۔ موجودہ دَور میں ہمارا (بطور نبی اور رسُول کے) عِلم جُزوی یا ادھُورا ہے مگر جب نئے عہد نامہ میں آخری کتاب کا اضافہ ہو جائے گا تو ہم زیادہ پُورے طور پر اور قریبی طور پر جانیں گے جیسا پہلے کبھی نہیں جانا تھا۔

۱۳:۱۳۔ کیلی کے مقولہ کے مُطابق "ایمان، اُمید اور محبّت" "مسیحیت کے بڑے اصُول اور خصائص ہیں"۔ رُوح کے یہ پھل رُوح کی نعمتوں سے افضل ہیں اور زیادہ پائیدار بھی — مُختصر یہ کہ رُوح کا پھل رُوح کی نِعمتوں سے زیادہ اہم ہے۔

اور "محبّت" اِن فضائِل میں سب سے "افضل" ہے، کیونکہ یہ دُوسروں کے لئے سب سے زیادہ فائِدہ بخش ہوتی ہے۔ یہ خُود کو نہیں بلکہ دُوسروں کو مرکز میں رکھتی ہے۔

اِس باب کو ختم کرنے سے پہلے چند مشاہدات پیش کرنا ضروری ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا آیات ۸ - ۱۲ کی عام مقبول تشریح یہ ہے کہ وُہ اِس زِندگی کی حالتوں کا حالت ابدیت

---

[1] لفظ ہے nepios - دیکھئے عبرانیوں ۵:۱۳-

کے ساتھ مُقابلہ کرتی ہیں۔

لیکن بہُت سے ایماندار "تکمیلِ سَند" کے نظریہ کے حامی ہیں۔ اُن کا ایمان ہے کہ اِن علامتی نعمتوں کا مقصد یہ تھا کہ خُدا کے کلام کے آخری اور تحریری شکل میں دِئے جانے سے پہلے رسُولوں کی منادی کی تصدیق و توثیق ہو اور جب نیا عہدنامہ مکمل ہوگیا تو اِن کی ضرُورت ختم ہوگئی۔ اگرچہ یہ دُوسرا نقطۂ نظر سنجیدہ اور گہرے غور و خوض کا مُتقاضی ہے، مگر اِس کا فیصلہ کُن ثبوت دینا محال ہے۔ بے شک ہم یہ ایمان بھی رکھیں کہ رسُولی دَور کے خاتمے کے ساتھ یہ علامتی نعمتیں ختم ہوگئیں، تو بھی ہم قطعی اور حتمی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اگر خُدا چاہے تو آج بھی ان نعمتوں کو استعمال نہیں کر سکتا۔ ہم کِسی بھی نظریہ کو مانیں مگر مُستقل سبق یہ ہے کہ اگرچہ رُوح کی نعمتیں جُزوی اور عارضی ہیں رُوح کا پھل اَبدی اور زیادہ افضل و اعلیٰ ہے۔ اگر ہم محبّت کو بروئے کار لائیں تو یہ ہمیں نعمتوں کے غلط اِستعمال سے بچائے رکھے گی اور کشمکش، جھگڑے اور تفرقے جو غلط اِستعمال سے پیدا ہوتے ہیں وُہ دم توڑ جائیں گے۔

۱۴:۱- گزشتہ باب کے ساتھ تعلق صاف ظاہر ہے مسیحیوں کو "محبّت کے طالب" ہونا چاہئے۔ اور اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ وُہ ہر وقت دُوسروں کی خِدمت کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ساتھ ہی اُن کو دِلی "آرزُو" ہونی چاہیئے کہ جماعت کو "رُوحانی نعمتیں" حاصِل ہوں۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ رُوحُ القُدس جَیسے چاہتا ہے نعمتیں تقسیم کرتا ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم اِن نعمتوں کے لئے درخواست کر سکتے ہیں جو مقامی جماعت کے لئے ضروری ہوں۔ اِسی لئے پَولُس تجویز پیش کرتا ہے کہ نبوّت کرنے کی نعمت کی خاص آرزُو رکھو، کیونکہ یہ زبانوں کی نسبت زیادہ فائدہ مند ہے۔

۱۴:۲- "جو کوئی بیگانہ زُبان میں باتیں کرتا ہے" یعنی بغیر ترجمہ کے، وُہ جماعت کے فائِدہ کے لئے نہیں کرتا۔ "خُدا تو" سمجھتا ہے کہ وُہ کیا کہہ رہا ہے۔ لیکن لوگ نہیں سمجھتے اِس لئے کہ یہ اُن کے لئے بیگانہ زُبان ہے۔ ہوسکتا ہے ایسا شخص حیرت ناک سچائیاں بیان کر رہا ہو، جو پہلے معلُوم نہ تھیں، لیکن چونکہ کِسی کی سمجھ میں کُچھ نہیں آتا اِس لئے کوئی فائِدہ نہیں پہُنچتا۔

۱۴:۳- دُوسری طرف "جو نبوت کرتا ہے" وُہ لوگوں کی ترقی کا باعث ہوتا ہے کیونکہ وُہ "نصیحت اور تسلّی کی باتیں کہتا ہے"۔ وجہ یہ ہے کہ وُہ لوگوں کی اپنی زُبان میں بولتا ہے اور اِسی سے سارا فرق پڑتا ہے۔ جب پَولُس کہتا ہے کہ نبی 'ترقی اور نصیحت اور تسلّی' کا باعث بنتا ہے تو وُہ

صِرف یہ سمجھا رہا ہے کہ جب پیغام ایسی زبان میں دیا جائے جِسے لوگ جانتے ہوں تو یہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

۱۴:۴۔ اکثر اِس آیت کو اِس بات کی حمایت میں اِستعمال کیا جاتا ہے کہ شخصی ترقی کے لئے غیر زبانوں کو اِستعمال کرنا جائز اور مُناسب ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ لفظ "کلیسیا" اِس باب میں نو (۹) مرتبہ آیا ہے (آیات ۴، ۵، ۱۲، ۱۹، ۲۳، ۲۸، ۳۳، ۳۴)۔ یہ حقیقت قائل کر دیتی ہے کہ یہاں پَولُس اِیمان دار کی شخصی عبادتی زِندگی کا بیان نہیں کر رہا جِس کا تعلق فرد کے اپنے کمرے سے ہوتا ہے، بلکہ جماعت میں غیر زبانوں کے اِستعمال پر بحث کر رہا ہے۔ سیاق و سباق سے ثابت ہوتا ہے کہ پَولُس ذاتی ترقی کے لئے غیر زُبانوں کے اِستعمال کی وکالت اور حمایت نہیں کر رہا، بلکہ وُہ کلیسیا میں کسی بھی نعمت کے ایسے اِستعمال کی مذمّت کر رہا ہے جِس سے دُوسروں کی مدد اور ترقی نہیں ہوتی۔ محبّت اپنا خیال نہیں کرتی بلکہ دُوسروں کا۔ اگر غیر زبانوں کی نعمت کو محبّت کی راہ سے اِستعمال کیا جائے تو اِس سے صِرف اپنی ہی نہیں، دُوسروں کی بھی ترقی اور مدد ہوگی۔

"جو نبوّت کرتا ہے وُہ کلیسیا کی ترقی کرتا ہے"۔ وُہ اپنی نعمت کی نمائش اپنی ترقی کے لئے نہیں کرتا بلکہ تعمیری انداز میں اُس زبان میں بولتا ہے جو جماعت سمجھ سکتی ہے۔

۱۴:۵۔ پَولُس غیر زبانوں کی نعمت کی تحقیر نہیں کر رہا۔ وُہ جانتا ہے کہ یہ رُوح القُدس کی نعمت ہے۔ وُہ رُوح القُدس سے مِلنے والی کسی چیز کی تحقیر نہیں کر سکتا۔ جب وُہ کہتا ہے کہ "اگرچہ مَیں یہ چاہتا ہُوں کہ تُم سب بیگانہ زبانوں میں باتیں کرو" تو وُہ ہر اُس خواہش کو ترک کرتا ہے جو نعمت کو اپنے آپ اور چند مقبولِ نظر ساتھیوں تک محدُود کر دیتی ہے۔ اُس کی آرزو مُوسیٰ کی آرزو جیسی ہے کہ "کاش خُداوند کے سب لوگ نبی ہوتے اور خُداوند اپنی رُوح اُن سب میں ڈالتا" (گنتی ۱۱: ۲۹ ب)۔ مگر یہ کہتے ہُوئے پَولُس کو معلُوم تھا کہ خُدا کی مرضی نہیں کہ سارے ایمان داروں کے پاس ایک ہی نعمت ہو (دیکھئے ۱۲: ۲۹، ۳۰)۔

اُس کی زیادہ آرزو یہ ہے کہ کرنتھس کے ایمان دار "نبوّت" کریں، کیونکہ اِس طرح وُہ ایک دُوسرے کی ترقّی کا باعث ہوں گے۔ اِس لئے کہ جب وُہ بغیر ترجمہ کے غیر زبانیں بولتے تھے، تو اُن کے سُننے والے سمجھتے نہیں تھے اِس لئے اُن کو فائدہ نہیں پُہنچتا تھا۔ پَولُس "ترقی" کو نمائش پر ترجیح دیتا ہے۔ کیلی کہتا ہے کہ "رُوحانی ذہن کے لئے حیرت زدہ کرنے

والی چیز، ترقی دینے والی چیز سے کم اہمیت رکھتی ہے"۔

"اگر... ترجمہ نہ کرے" کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بولنے والے کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ترجمہ کرے۔

۱۴:۶۔ اگر پولس خود کرنتھس میں آئے اور "بیگانہ زبانوں میں باتیں" کرے تو جب تک وہ سمجھ نہ سکیں تو اُن کو کچھ "فائدہ" نہ ہوگا"۔ اگر وہ "مکاشفہ یا علم یا نبوّت یا تعلیم کی باتیں" بیان کرے تو اُن کو سمجھنے کی ضرورت ہوگی۔ مفسّرین اتفاق کرتے ہیں کہ "مکاشفہ" اور "علم" باطنی طور قبول کئے جاتے ہیں جبکہ "نبوّت" اور "تعلیم" سے وہی باتیں خارجی طور پر بیان کی جاتی ہیں۔ اِس آیت میں پولس کا نکتہ یہ ہے کہ کلیسیا کے لئے فائدہ مند ہونے کے لئے پیغام کا سمجھا جانا ضروری ہے۔ اور اگلی آیات میں وہ اِسی بات کو ثابت بھی کرتا ہے۔

۱۴:۷۔ سب سے پہلے وہ موسیقی کے سازوں کی مثال دیتا ہے۔ جب تک "بانسری یا بربط" سُروں میں "فرق" پیدا نہ کریں تب تک کوئی نہیں جان سکتا کہ کیا "پھونکا یا بجایا" جا رہا ہے۔ موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے تصوّر ہی میں یہ بات موجود ہے کہ سُروں میں فرق ہوتا ہے، تال مخصوص ہوتا ہے، اور ہر ساز کی آواز واضح اور صاف ہوتی ہے۔

۱۴:۸۔ یہی بات "تُرہی" پر صادق آتی ہے۔ جنگ کے لئے پکار یا آواز صاف اور واضح ہونی چاہئے ورنہ کوئی بھی "لڑائی کے لئے تیاری" نہیں کرے گا۔ اگر تُرہی بجانے والا کھڑا ہو کر ایک ہی سُر میں لمبی سی تان بجا دے تو کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔

۱۴:۹۔ یہی حال انسانی زبان کا ہے۔ جب تک ہمارا بولا ہوا سمجھا نہ جا سکے، کون جانے گا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ ایسے ہی بے فائدہ ہوگا جیسے "ہوا سے باتیں" کرنا۔ (اِس آیت میں "زبان" سے مراد ہمارے بدن کا عضو ہے، غیر زبان نہیں)۔ اِن ساری باتوں کا ایک عملی اطلاق بھی ہے، یعنی خدمت یا تعلیم دینا سادہ اور صاف ہونا چاہئے۔ اگر تعلیم "گہری" ہو لیکن لوگوں کے سر کے اُوپر سے گزر جائے، تو کیا فائدہ ہوگا؟ ہو سکتا ہے کہ بولنے والا تو کسی حد تک راضی ہو جائے، مگر خدا کے لوگوں کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

۱۴:۱۰۔ پولس مذکورہ سچائی کی وضاحت کے لئے ایک اَور مثال پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے "دُنیا میں خواہ کتنی ہی مختلف زبانیں ہوں..."۔ یہاں موضوع صرف انسانی زبانوں سے بہت زیادہ وسیع تر ہے۔ اِس میں دُوسرے جانداروں کی بولیاں یا مفہوم

کی ادائیگی کے لئے آوازیں — بھی شامل ہیں۔ غالباً پولُس پرندوں کی آوازوں اور دُوسرے جانوروں کی غوں غوں اور چیں چیں وغیرہ کے بارے میں بھی سوچ رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پرندے نقل مکانی، دانے وغیرہ چُگنے اور جنسی میل کے لئے مُختلف آوازیں نکالتے ہیں۔ جانور خطرے کو بھگانے کے لئے مخصُوص آوازوں کا اِستعمال کرتے ہیں۔ پولُس کہتا ہے کہ اِن ساری آوازوں کا مخصُوص مطلب ہوتا ہے۔ "اُن میں سے کوئی بھی بے معنی" نہیں ہوتی۔ ہر آواز کوئی نہ کوئی خاص پیغام دینے کے لئے اِستعمال ہوتی ہے۔

۱۴:۱۱۔ یہی اِنسانی بول چال کا حال ہے۔ اگر کوئی اِنسان واضح (یا بامعنی) آوازوں کے ساتھ نہیں بولتا تو کوئی بھی اُس کی بات نہیں سمجھ سکتا۔ وُہ گویا بے معنی گپڑ گپڑ کر رہا ہے۔ شاید ہی کوئی تجربہ ایسا ناگوار اور صبر آزما ہو جیسا کسی ایسے شخص سے بات کرنا جو آپ کی زبان نہ سمجھتا ہو۔

۱۴:۱۲۔ اِس بات کے پیشِ نظر چاہیئے کہ کرنتھی "رُوحانی نعمتوں کی آرزُو" کے ساتھ یہ تڑپ بھی رکھیں کہ "کلیسیا کی ترقی ہو"۔ مافٹ یُوں ترجمہ کرتا ہے کہ "بازی لے جانے کی آرزُو میں کلیسیا کی ترقی کو اپنا مقصد بناؤ"۔ غور کریں کہ رُوحانی نعمتیں حاصِل کرنے کی آرزُو اور تڑپ کے معاملے میں پولُس اُن کی ہرگز حوصلہ شکنی نہیں کرتا، بلکہ اُن کو نصیحت اور ہدایت کرتا ہے کہ اِن نعمتوں کو اِس طرح استعمال کریں کہ اعلیٰ ترین نصبُ العین حاصِل کریں۔

۱۴:۱۳۔ "جو بیگانہ زبان میں باتیں کرتا ہے وُہ دُعا کرے کہ ترجمہ بھی کر سکے"۔ مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی دُوسرا شخص ترجمہ کر سکے[۱]۔ عین ممکن ہے کہ جس شخص کو غیر زبانیں بولنے کی نعمت حاصِل ہے اُسے ترجمہ کرنے کی نعمت بھی مِلی ہو۔ مگر یہ اُصُول نہیں اِستثنائی صُورت ہوگی۔ اِنسانی جِسم کی مثال سے یہی واضح ہوتا ہے کہ مُختلف اعضا کے کام مُختلف ہیں۔

۱۴:۱۴آ۔ مثال کے طور پر کلیسیائی میٹنگ کے دوران کوئی شخص "بیگانہ زبان میں دُعا کرتا ہے تو اُس کی رُوح تو دُعا کرتی ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کے احساسات الفاظ میں ظاہر ہو رہے ہیں، اگرچہ عام اِستعمال ہونے والی زبان میں نہیں — "مگر اُس کی عقل بے کار ہے"۔ مُراد یہ ہے کہ اِس سے کِسی کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ جماعت نہیں جانتی کہ

---

[۱] البتہ اصل زبان میں کوئی ایسا اِشارہ نہیں کہ جُملے کا فاعل کوئی دوسرا ہو۔

وُہ کیا کہہ رہا ہے۔ ۱۴: ۱۹ کی تفسیر میں ہم بتائیں گے کہ "میری عقل" کا مطلب ہے "میری بات سمجھنے میں دُوسروں کی عقل"۔

۱۴: ۱۵۔ "پس کیا کرنا چاہئے"؟ ساری بحث سے کیا نتیجہ اخذ ہُوا؟ یہ کہ "مَیں رُوح سے بھی دُعا کروں گا اور عقل سے بھی دُعا کروں گا" یعنی اِس طرح کہ دُوسرے میری بات کو سمجھ سکیں۔ ان الفاظ کا یہی مطلب ہے۔ مطلب یہ نہیں کہ پَولُس (یا کلیسیا کا کوئی شخص) صِرف اپنی عقل یا سمجھ سے دُعا کرے گا، بلکہ اِس طرح دُعا کرے گا کہ اُس کو سمجھنے میں دُوسروں کی مدد ہو۔ پَولُس کہتا ہے کہ اِسی طرح "مَیں رُوح سے بھی گاؤں گا اور عقل سے بھی گاؤں گا۔"

۱۴: ۱۶۔ آیت ۱۶ واضح کرتی ہے کہ کلام کے اِس حِصّے کا مطلب یہی ہے۔ اگر پَولُس اپنی رُوح سے شُکرگزاری کرتا، لیکن اِس طرح نہیں کہ دُوسرے بھی سمجھ سکیں، تو جو اُس زبان کو سمجھ نہ سکا وُہ "آمین کیونکر کہے گا؟"۔

"ناواقف آدمی"۔ لفظی ترجمہ ہے "جو ناواقف کی جگہ کو بھر دیتا ہے" (دیکھئے ریفرنس بائبل کا حاشیہ)۔ مُراد ہے وُہ شخص جو سامعین کے درمیان بیٹھا ہے لیکن مقرّر کی زبان نہیں جانتا۔ اِتفاق سے یہ آیت سَند پیش کرتی ہے کہ کلیسیائی اِجتماعات میں "آمین" کا اِستعمال سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے۔

۱۴: ۱۷۔ غیر زُبان میں بولتے ہُوئے، بولنے والا شاید خُدا کی "شُکرگزاری" کر رہا ہو، مگر اِس سے "دُوسرے کی ترقی نہیں ہوتی" کیونکہ اُس کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وُہ کیا کہہ رہا ہے۔

۱۴: ۱۸۔ معلُوم ہوتا ہے کہ پَولُس رسُول اُن "سب سے زیادہ زُبانیں" بول سکتا تھا۔ زُبانیں سے مُراد غیر (بیگانہ) زُبانیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پَولُس نے چند زُبانیں سیکھی ہُوئی تھیں۔ لیکن یہاں اِشارہ غیر زُبانیں بولنے کی نعمت کی طرف ہے۔

۱۴: ۱۹۔ زُبانیں بولنے کی اِس اعلیٰ ترلیاقت کے باوجُود پَولُس کہتا ہے کہ "کلیسیا میں بیگانہ زُبان میں" جو سمجھی نہیں جا سکتی "دس ہزار باتیں کہنے سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ اَوروں کی تعلیم کے لئے پانچ ہی باتیں عقل سے کہوں" یعنی جو سمجھی جا سکیں۔ وُہ اِس نعمت کو خُودنمائی کے لئے اِستعمال کرنے کو ہرگز تیار نہیں۔ اُس کا سب سے بڑا مقصد خُدا کے لوگوں کی مدد کرنا تھا۔ اِس لئے وُہ مُصمم اِرادہ رکھتا ہے کہ جب بولے گا تو اِس طرح کہ دُوسرے سمجھ سکیں۔

"عقل سے" (اصل زُبان میں "میری" یا "اپنی عقل سے")۔ قواعِد میں اِس کو معرُوضی حالتِ اضافی کہا جاتا ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ مَیں خود سمجھوں بلکہ یہ کہ جب مَیں بولُوں تو دُوسرے سمجھیں۔

ہوج وضاحت کرتا ہے کہ یہاں سیاق وسباق کا تعلق اِس بات سے نہیں کہ پولُس غیر زبانوں میں جو کُچھ بولتا ہے اُسے خود بھی سمجھے، بلکہ اِس بات سے ہے کہ جو کُچھ وُہ بولتا ہے اُسے دُوسرے سمجھیں۔ وُہ کہتا ہے:

> "اِس بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا کہ پولُس خُدا کا اِس لئے شُکر ادا کرتا ہے کہ اُسے زُبانوں کی نعمت زیادہ کثرت کے ساتھ مِلی ہے، جبکہ یہ نعمت ایسی زبانیں بولنے کی لیاقت پر مشتمل ہے جن کو وُہ خود نہیں سمجھتا، اور اِسی مفروضہ کے تحت جن کے اِستعمال سے اُس کے اصُول کے مُطابق نہ اُس کو فائدہ پہنچتا ہے نہ کِسی دوسرے کو۔ اِس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ غیر زُبانوں میں باتیں کرنے سے ذہن (عقل) کی غیر شعُوری حالت میں باتیں کرنا مُراد نہیں۔ اِس نعمت کی نوعیّت کے بارے میں عام نظریہ صِرف وُہی ہے جو کلام کے اِس حِصّے کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ پولُس کہتا ہے کہ اگرچہ مَیں کرنتھیوں کی نِسبت زیادہ غیر زبانیں بول سکتا ہُوں، مگر بہتر سمجھتا ہُوں کہ اپنی عقل (سمجھ) سے پانچ ہی باتیں کہوں، یعنی ایسے کہ سمجھی جا سکیں، بجائے اِس کے کہ کِسی غیر زبان میں دس ہزار باتیں کہوں۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ "عقل سے" بولنے کا کیا مطلب ہے۔ یہ ایسا بولنا ہے کہ ہدایت اور تعلیم دُوسروں کو پہنچ سکے۔"

۱۴:۲۰۔ اب پولُس کرنتھیوں کو سوچ اور سمجھ میں ناپُختگی سے خبردار کرتا ہے۔ بچے افادیت کی بجائے تفریح کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ پائیدار چیزوں کی نِسبت چمکیلی بھڑکیلی چیزوں کو زیادہ چاہتے ہیں۔ پولُس کہہ رہا ہے کہ تُم اِن شاندار نعمتوں کے لئے جن کو تُم خود نمائی کے لئے اِستعمال کرتے ہو بچگانہ خُوشی محسُوس نہ کرو۔ ایک لحاظ سے تُم کو بچّوں کی مانند ہونا چاہئے، یعنی "بدی" کے لحاظ سے۔ مگر دُوسری باتوں میں تُم کو بالغ اِنسان کی طرح سوچنا چاہئے۔

۱۴:۲۱۔ یہاں پولُس رسُول یسعیاہ سے اقتباس کر کے ثابت کرتا ہے کہ غیر زُبانیں "بے ایمانوں" کے لئے نشان ہیں، ایمان داروں کے لئے نہیں۔ خُدا نے یہ اِس لئے کہا تھا کہ بنی اِسرائیل نے اُس کا پیغام رَدّ کر دیا بلکہ اُس پیغام کا مذاق اُڑایا تھا۔ چنانچہ وُہ "اِس اُمّت سے" بیگانہ

زُبان میں باتیں کرے گا (یسعیاہ ۲۸:۱۱)۔ یہ بات اُس وقت پُوری ہُوئی جب اسوری حملہ آور مُلک میں آ گئے۔ اِسرائیلی اپنے درمیان اسوری زبان سُنتے تھے۔ یہ اُن کے لئے نشان تھا کہ اُنہوں نے خُدا کے کلام کو ردّ کیا ہے۔

۱۴: ۲۲۔ یہاں دلیل یہ ہے کہ چونکہ خُدا نے "بیگانہ زبانوں" کو "بے ایمانوں کے لئے نشان" ٹھہرایا تھا، اِس لئے کرنتھیوں کو اُنہیں اِستعمال کرنے پر اِصرار نہیں کرنا چاہئے، خصوصاً جب اِیمان دار باہم اِکٹھے ہوتے ہیں۔ بہتر ہو گا کہ وُہ نبوّت کریں، اِس لئے کہ "نبوّت بے ایمانوں کے لئے نہیں بلکہ ایمان داروں کے لئے نشان ہے"۔

۱۴: ۲۳۔ "اگر ساری کلیسیا ایک جگہ جمع ہو اور سب کے سب بیگانہ زبانیں بولیں" — یعنی بغیر ترجمہ کے غیر زبانیں بولیں اور ناواقف لوگ آ جائیں تو وُہ کیا سوچیں گے؟ یہ بات اُن کے لئے گواہی نہیں ہو گی، بلکہ وُہ سوچیں گے کہ یہ ذہنی مریض ہیں۔

آیت ۲۲ اور آیات ۲۳-۲۵ میں بظاہر تضاد معلُوم ہوتا ہے۔ آیت ۲۲ میں بتایا گیا ہے کہ غیر زبانیں بے ایمانوں کے لئے نشان ہیں جبکہ نبوّت ایمان داروں کے لئے نشان ہے۔ مگر آیات ۲۳-۲۵ میں پَولُس کہتا ہے کہ کلیسیا میں غیر زبانوں کا بولنا بے ایمان کو اُلجھن میں ڈالنے اور ٹھوکر کھلانے کا باعث ہو سکتا ہے جبکہ نبوّت اُن کی مَدد کر سکتی ہے۔

اِس ظاہری تضاد کی وضاحت یُوں ہے۔ آیت ۲۲ میں بے ایمان وُہ ہیں جنہوں نے خُدا کے کلام کو رَدّ کر دیا اور اپنے دِلوں کو سخت کر لیا ہے۔ غیر زُبانیں اُن پر خدا کے غضب کا نشان ہیں جس طرح وُہ یسعیاہ کے پیغام میں بنی اِسرائیل کے لئے تھیں (آیت ۲۱)۔ آیات ۲۳-۲۵ میں بے ایمان وُہ ہیں جو تعلیم پانے پر آمادہ ہیں۔ وُہ خُدا کا کلام سُننا چاہتے ہیں، اور ثبوت یہ ہے کہ وُہ مسیحیوں کے اِجتماع میں آتے ہیں۔ اگر وُہ مسیحیوں کو غیر زبانیں بغیر ترجمہ کے بولتے ہُوئے سُنتے ہیں تو اُن کی کوئی مدد نہ ہو گی، بلکہ رُکاوٹ ہو گی۔

۱۴: ۲۴۔ اگر ناواقف لوگ ایسے اِجتماع میں آ جائیں جہاں مسیحی غیر زُبانیں بولنے کی بجائے نبوت کر رہے ہوں تو یہ مُلاقاتی وُہ باتیں سُنیں گے اور سمجھیں گے تو "سب" اُن کو "قائل کر دیں گے" اور "سب" اُن کو "پرکھ لیں گے"۔ یہاں رسُول اِس حقیقت پر زور دے رہا ہے کہ حقیقی قائلیت اُس وقت تک پَیدا نہیں ہو سکتی جب تک سُننے والے جو کچھ کہا جا رہا ہے اُس کو سمجھ نہ لیں۔ جب غیر زُبانیں بغیر ترجمہ کے بولی جاتی ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ باہر

سے آنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ نبوّت کرنے والے یقیناً اُس زبان میں کرتے ہیں جو اُن کے علاقے میں بولی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سُننے والے اُن کی باتوں سے متاثر (قائل) ہو جاتے ہیں۔

۱۴: ۲۵ - نبوّت اِنسان کے "دِل کے بھید ظاہر" کر دیتی ہے۔ وُہ محسُوس کرتا ہے کہ بولنے والا براہِ راست مجُھ سے مخاطب ہے۔ خُدا کا رُوح اُس کی رُوح میں قائلیت پیدا کر دیتا ہے۔ "تب وُہ مُنہ کے بل گر کر خُدا کو سجدہ کرے گا اور اِقرار کرے گا کہ بیشک خُدا تُم میں ہے"۔

چنانچہ آیات ۲۲ - ۲۵ میں پَولُس رسُول کا نکتہ یہ ہے کہ بغیر ترجمہ کے غیر زبانیں بے ایمانوں میں قائلیت پیدا نہیں کرتیں جبکہ نبوّت اُن کو قائل کر لیتی ہے۔

۱۴: ۲۶ - غیر زبانوں کی نعمت کلیسیا میں کئی طرح سے غلط استعمال ہو رہی تھی۔ اِس لئے خُدا کے رُوح کے لئے ضرُوری ہو گیا تھا کہ اُن کے اِستعمال کو کنٹرول کرنے کے لئے کچُھ ضوابط مُرتب کرے۔ آیات ۲۶ - ۲۸ میں اِنہی ضوابط کا بیان ہے۔

جب ابتدائی کلیسیا "جمع" ہوتی تھی تو کیا ہوتا تھا؟ آیت ۲۶ سے معلُوم ہوتا ہے کہ یہ میٹنگیں غیر رسمی اور آزاد ہوتی تھیں۔ خُدا کے رُوح کو آزادی ہوتی تھی کہ جو نعمتیں اُس نے کلیسیا کو دے رکھی تھیں اُن کو اِستعمال کرے۔ مِثال کے طور پر ایک شخص "مزمور" پڑھتا تھا۔ اور پھر کوئی دُوسرا "تعلیم" دیتا تھا۔ کوئی اَور شخص کسی "بیگانہ زبان" میں بولتا تھا، اور کوئی اَور شخص وُہ "مُکاشفہ" پیش کرتا تھا جو اُس کو براہِ راست خُداوند سے مِلا تھا۔ پھر ایک اَور شخص اُس بیگانہ زبان کا ترجمہ کرتا تھا جو پہلے دی گئی تھی۔ پَولُس ایسی غیر رسمی عبادتوں کی خاموش منظوری دیتا ہے جہاں خُدا کے رُوح کو مُختلِف اَفراد کے وسیلے سے بولنے کی آزادی ہو۔ مگر یہ بیان کرنے کے بعد وُہ نعمتوں کے اِستعمال کے تعلق سے پہلا ضابطہ مُقرر کرتا ہے۔ "سب کچُھ رُوحانی ترقی کے لئے ہونا چاہئے"۔ کسی چیز کے سنسنی خیز یا نمائشی لحاظ سے شاندار ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اِس کو کلیسیا میں کوئی مقام یا اہمیّت حاصل ہونی چاہئے۔ کسی بھی خِدمت کے قابلِ قبُول ہونے کے لئے ضرُوری ہے کہ اِس سے خُدا کے لوگوں کی "رُوحانی ترقی" ہو۔

۱۴: ۲۷ - دُوسرا ضابطہ یہ ہے کہ کسی بھی میٹنگ میں "تین۳" سے زیادہ شخص غیر زبانیں نہ بولیں۔ "اگر بیگانہ زبان میں باتیں کرنا ہو تو دو۲ دو۲ یا زیادہ سے زیادہ تین۳ تین۳ شخص باری باری سے بولیں"۔ کوئی ایسی میٹنگ نہ ہو جس میں ہجُوم کا ہجُوم اُٹھ کھڑا ہو اور غیر زبانیں

بولنے میں اپنی مہارت دِکھانے لگے۔

اِس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی ہے کہ جن دو۲ یا تین۳ اشخاص کو ایک میٹنگ میں بولنے کی اِجازت ہے وُہ "باری باری بولیں" یعنی ایک ساتھ نہ بولیں۔ اِس طرح میٹنگ بدنظمی سے بچی رہے گی۔ چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ "ایک شخص ترجمہ کرے"۔ اگر کوئی (ایک) شخص غیر زُبان میں بولنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو پہلے اِس بات کی تسلّی کرلے کہ ترجمہ کرنے کے لئے کوئی دُوسرا شخص موجُود ہے۔

۱۴:۲۸- چوتھے ضابطے کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ "اگر کوئی ترجمہ کرنے والا نہ ہو تو بیگانہ زُبان بولنے والا کلیسیا میں چُپ کا رہے"۔ وُہ ایک طرف بیٹھا غیر زُبان میں "اپنے دِل سے اور خُدا سے باتیں کرے"۔ مگر دُوسروں کو سُنائی نہ دے۔ اُس کو سب کے سامنے ایسا کرنے کی اِجازت نہیں۔

۱۴:۲۹- آیات ۲۹ تا ۳۳ ا میں نبوّت کی نعمت کے لئے ضوابط دِئے گئے ہیں سب سے پہلے "نبیوں میں سے دو۲ یا تین بولیں اور باقی اُن کے کلام کو پرکھیں"۔ کِسی ایک میٹنگ میں زیادہ سے زیادہ "تین" نبی بولیں اور وہاں موجُود مسیحی سُن کر فیصلہ کریں کہ یہ واقعی خُدا کا کلام ہے یا یہ شخص جھُوٹا نبی ہے۔

۱۴:۳۰- ہم پہلے بتا چُکے ہیں کہ نبی کو براہِ راست خُداوند سے کلام (پیغام) مِلتا ہے اور وُہ اُسے کلیسیا پر ظاہر کرتا ہے۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ مُکاشفہ کا بیان کرنے کے بعد وُہ جا کر لوگوں میں منادی کرنے لگے۔ اِس لئے رسُول یہ ضابطہ مقرر کرتا ہے کہ اگر ایک نبی بول رہا ہو، اور دُوسرے نبی پر جو پاس بیٹھا ہے "وحی اُترے تو پہلا خاموش ہو جائے" اور دُوسرے کو موقع دے جِس کو تازہ ترین مکاشفہ مِلا ہے۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ پہلا آدمی جِتنی طویل باتیں کرے گا، یا زیادہ دیر بولتا رہے گا، اُتنا ہی اِمکان ہوگا کہ وُہ الہام سے نہیں بلکہ اپنی صلاحیت سے بول رہا ہے۔ مُسلسل تقریر میں یہ خدشہ ہمیشہ ہوتا ہے کہ انسان خُدا کے کلام سے ہٹ کر اپنی باتیں کہنے لگے۔ مکاشفہ تمام دُوسری باتوں سے افضل اور برتر ہے۔

۱۴:۳۱- نبیوں کو "ایک ایک کرکے" بولنے کا موقع دینا چاہئے۔ کوئی ایک نبی سارا وقت نہ لے جائے۔ باری باری بولنے سے کلیسیا کو زیادہ سے زیادہ فائِدہ ہوگا۔ "سب" سیکھ لیں گے اور "سب کو نصیحت" حاصِل ہوگی۔ سب کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

۱۴: ۳۲۔ اِس آیت میں نہایت اہم اُصول دِیا گیا ہے۔ بین السُّطور ہمیں شک پڑتا ہے کہ کرنتھیوں کو یہ خیال تھا کہ کوئی شخص خُدا کے رُوح سے جِتنا زیادہ معمور ہوتا ہے، اُتنا ہی اُسے خُود پر کنٹرول کم ہوتا ہے۔ اُن کا خیال تھا کہ اُس پر وجد یا حال طاری ہو جاتا ہے اور گوڈٹ کے مُطابق اُن کے درمیان یہ حُجت تھی کہ جوش جِتنا زیادہ ہوگا، اپنی ذات کا ہوش اُتنا ہی کم ہوگا۔ اُن کے نظریہ کے مُطابق جو شخص پاک رُوح کے کنٹرول میں ہوتا ہے اُسے نہ تو اپنے بولنے پر، نہ بولنے کے عرصے پر اور نہ اپنی عام حرکات پر کوئی کنٹرول ہوتا ہے۔ پاک کلام کا زیرِ نظر حوالہ ایسے نظریہ کو قطعی طور پر جھوٹا ثابت کرتا ہے "نبیوں کی رُوحیں نبیوں کے تابع ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کی منظوری یا اُس کی مرضی کے بغیر اُس پر کوئی کیفیت طاری نہیں ہو سکتی۔ وُہ اِس بہانے سے اِس باب کی ہدایات سے پہلوتہی نہیں کر سکتا کہ مَیں مجبور تھا۔ وُہ خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ کب اور کِتنی دیر تک بولُوں۔

۱۴: ۳۳۔ "کیونکہ خُدا اَبتری کا نہیں بلکہ امن کا بانی ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں اگر کوئی میٹنگ بدنظمی اور ہُلڑ بازی کی تصویر پیش کرتی ہے تو یقین جانئے کہ وہاں خُدا کے رُوح کا کنٹرول نہیں ہے۔

۱۴: ۳۴۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ آیتوں کی تقسیم اور اَوقاف واعراب کا اہتمام نئے عہدنامہ کے لِکھے جانے کے صَدیوں بعد ہُوا تھا۔ آیت ۳۳ کا آخری حِصّہ اگر آیت ۳۴ کے ساتھ مِلا کر پڑھا جائے تو کلیسیا کے رواج کا مفہُوم زیادہ بہتر طور پر سمجھ میں آتا ہے۔ چنانچہ یہ بیان یُوں ہوگا کہ "جَیسا مُقدّسوں کی سب کلیسیاؤں میں ہے، عورتیں کلیسیا کے مجمع میں خاموش رہیں، کیونکہ اُنہیں بولنے کا حُکم نہیں بلکہ تابع رہیں جَیسا کہ توریت میں بھی لکھا ہے" (بعض یُونانی اور انگریزی تراجم میں یہی اعراب واوقاف استعمال ہُوئے ہیں)۔ آیت ۳۳ کا پہلا حِصّہ عالمگیر سچائی ہے۔ اِس کے ساتھ یہ الفاظ میل نہیں کھاتے کہ "جیسا مُقدِسوں کی سب کلیسیاؤں میں ہے"۔ جو ہدایت پَولُسؔ کرنتھیوں کو دے رہا ہے اُس کا اِطلاق صِرف اُنہی پر نہیں ہوتا۔ یہ ہدایات "مقدسوں کی سب کلیسیاؤں" کے لئے ہیں۔ نئے عہدنامہ کی یکساں اور بسیط گواہی یہ ہے کہ اگرچہ عورتیں بہُت سی گراں قدر خِدمات سرانجام دے سکتی ہیں، مگر وُہ پُوری کلیسیا میں خِدمتِ عامّہ نہیں کر سکتیں۔ اُن کو اجازت نہیں ہے۔ اُن کو ایک ناقابلِ بیان اہمیت کا کام سونپا گیا ہے، اور وُہ ہے خانہ داری اور

بچّوں کی پرورش۔ اُن کو کلیسیا کے مجمع میں کھُلے عام بولنے کی بھی اِجازت نہیں۔ اُن کا مقام یہ ہے کہ مردوں کے تابع رہیں۔

"جیسا توریت میں بھی لکھا ہے" کے الفاظ اِس بات کا حوالہ ہیں کہ عورت مرد کے تابع رہے۔ توریت کی یہ واضح تعلیم ہے۔ اور غالباً توریت سے یہاں مُراد اَسفارِ خمسہ ہے۔ مثال کے طور پر پیدائش ۳: ۱۶ میں کہا گیا ہے کہ "تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وُہ تجھ پر حکومت کرے گا۔"

اکثر لوگ اِعتراض کرتے ہیں کہ پولس نے یہاں جو کچھ کہا ہے اُس کا تعلق عبادت کے دَوران عورتوں کے چپڑ چپڑ باتیں کرنے اور گپ شپ لگانے سے ہے۔ لیکن یہ کوئی مستحکم تشریح نہیں ہے۔ یہاں لفظ laleo اِستعمال ہوُا ہے۔ اور بازنطینی زمانے کی یُونانی میں اِس کا مطلب گپ شپ (چپڑ چپڑ باتیں کرنا) نہیں تھا۔ اِسی باب کی آیت ۲۱ میں اور عبرانیوں ۱: ۱ میں خُدا کے بولنے کے لئے بھی یہی لفظ اِستعمال ہُوا ہے۔ اِس کا مطلب ہے بااِختیار طریقے سے بولنا۔

۱۴: ۳۵۔ عورتوں کو کلیسیا کے مجمع میں سب کے سامنے سُوال پُوچھنے کی اِجازت نہیں، بلکہ "اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے شوہر سے پوچھیں"۔ بعض عورتیں کلیسیا میں بولنے کی پابندی سے اِس طرح گریز کر سکتی ہیں کہ سُوال پُوچھنے لگیں۔ سوال پُوچھنے کے ذریعے سے بھی دُوسروں کو تعلیم دینا مُمکن ہے۔ چنانچہ یہ آیت ایسے اِعتراض اور بہانہ کا راستہ بھی بند کر دیتی ہے۔

اکثر سُوال کیا جاتا ہے کہ کُنواری یا بیوہ عورت اِس ضابطے پر کیسے عمل کر سکتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ پاک کلام ایک ایک اِنفرادی مُعاملے پر بات نہیں کرتا، بلکہ صِرف عمُومی اُصول پیش کرتا ہے۔ اگر عورت کا شوہر نہیں ہے تو وُہ اپنے باپ یا بھائی بلکہ کلیسیا کے کِسی بُزرگ سے بھی پُوچھ سکتی ہے۔ دراصل اِس کا ترجمہ یُوں بھی ہو سکتا ہے کہ "وُہ ... اپنے گھر میں مَردوں[1] سے پُوچھیں"۔ یاد رکھنے کا بُنیادی اُصول یہ ہے کہ "عورت کا کلیسیا کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے۔"

---

[1] یُونانی لفظ andres کا ترجمہ "شوہروں" "ذکور/ نروں" اور "مرد لوگوں" یعنی "مَردوں" ہو سکتا ہے۔

۱۴:۳۶۔ معلوم ہوتا ہے کہ پولس کو احساس ہو گیا تھا کہ اِس موقع پر میری اِس تعلیم پر حجت اور تکرار ہو گی۔ اُس نے بالکل درست اندازہ لگایا تھا۔ ہر قسم کی دلیل بازی کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ آیت ۳۶ میں طنز کا انداز اختیار کر کے پوچھتا ہے "کیا خدا کا کلام تم میں سے نکلا؟ یا صرف تم ہی تک پہنچا ہے؟" دوسرے لفظوں میں اگر کرنتھی دعویٰ کریں کہ اِن معاملات میں ہم پولس سے زیادہ باخبر ہیں، تو اُس کا سوال ہے کہ بحیثیت کلیسیا "کیا خدا کا کلام تم میں سے نکلا؟" یا اُن کے علاوہ کسی دوسرے کو خدا کا کلام نہیں پہنچا؟ اُن کے رویّہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اِن معاملات میں اپنے آپ کو زبردست سند مانتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا کا کلام کسی کلیسیا سے نہیں نکلا، یعنی کوئی کلیسیا خدا کے کلام کا منبع نہیں ہے۔ اور کسی بھی کلیسیا کو اِس پر حق حاصل نہیں ہے۔

۱۴:۳۷۔ مندرجہ بالا ساری ہدایات کے تعلق سے یہاں پولس رسول زور دیتا ہے کہ یہ میرے ذاتی خیالات و تاویلات نہیں ہیں بلکہ "خداوند کے حکم ہیں"۔ اور اگر کوئی شخص خداوند کا "نبی" ہے اور واقعی "روحانی" ہے تو وہ "جان" اور مان لے گا کہ پولس سچ کہہ رہا ہے۔

۱۴:۳۸۔ بے شک بعض افراد اِن کو اِس طرح قبول کرنے پر تیار نہ ہوں گے۔ اِس لئے رسول مزید کہتا ہے کہ "اگر کوئی نہ جانے تو نہ جانے"۔ اگر کوئی اِن نوشتوں کو الہامی ماننے سے انکار کرتا ہے اور فرمانبرداری سے اِن کے سامنے نہیں جھکتا، تو پھر اور کوئی چارہ نہیں۔ وہ اپنی لاعلمی میں پڑا رہے۔

۱۴:۳۹۔ نعمتوں کے استعمال کے بارے میں ہدایات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے پولس کہتا ہے "اے بھائیو! نبوّت کرنے کی آرزو رکھو اور زبانیں بولنے سے منع نہ کرو"۔ یہ آیت اِن دو نعمتوں کی تقابلی اہمیّت بیان کرتی ہے۔ ایک نعمت کی دلی "آرزو" رکھنی ہے اور دوسری سے "منع نہیں کرنا" ہے۔ غیر زبانوں کی نسبت نبوّت زیادہ گراں قدر ہے، کیونکہ اِس کے وسیلے سے گنہگار ملزم ٹھہرائے جاتے ہیں اور مقدّسین کی ترقی ہوتی ہے۔ بغیر ترجمہ کے غیر زبانوں کا سوائے اِس کے کوئی مصرف نہیں کہ اِنسان خدا کے ساتھ اور اپنے آپ کے ساتھ باتیں کرتا ہے اور اپنی مہارت کا اظہار کرتا ہے۔ اور مہارت بھی وہ جو خدا کی عطا کردہ ہے۔

۱۴:۴۰۔ آخر میں پولس خبردار کرتا ہے کہ "سب باتیں شائستگی اور قرینہ کے ساتھ عمل میں آئیں"۔ یہ اہم بات ہے کہ یہ ضابطہ اِس باب میں رکھا گیا ہے۔ برسوں سے دیکھنے میں آتا

ہے کہ غیر زبانیں بولنے والوں کی میٹنگیں قرینے سے نہیں ہوتیں بلکہ اُن کی زیادہ تر میٹنگیں بے قابُو جذبات اور عام ابتری کا منظر پیش کرتی ہیں۔

چنانچہ مقامی کلیسیا میں غیر زبانوں کی نعمت کو بُروئے کار لانے میں پَولُس رسُول مختصراً یہ ضابطے مرتب کرتا ہے:

۱۔ ہم زبانیں بولنے سے منع نہ کریں (آیت ۳۹)۔
۲۔ جب کوئی شخص غیر زبان بولے تو ساتھ ترجمہ کرنے والے کا ہونا ضروری ہے (آیات ۲۷ ج، ۲۸)۔
۳۔ کسی ایک اجلاس میں تین سے زیادہ افراد زبانیں نہ بولیں (آیت ۲۷ ا)۔
۴۔ وُہ باری باری سے (ایک وقت میں ایک) بولیں (آیت ۲۷ ب)۔
۵۔ وُہ جو کُچھ بولیں اُس سے کلیسیا کی ترقی ہو (آیت ۲۶ ب)۔
۶۔ عورتیں خاموش رہیں (آیت ۳۴)۔
۷۔ "سب باتیں شائستگی اور قرینہ کے ساتھ عمل میں آئیں" (آیت ۴۰)۔

یہ پائیدار اور دائمی ضابطے ہیں۔ اِن کا اطلاق آج ہماری کلیسیا پر بھی ہوتا ہے۔

۴۔ قیامت کے مُنکروں کو پَولُس کا جواب (باب ۱۵)

مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے مَوضُوع پر یہ بڑا عظیم باب ہے۔ کرنتھس میں چند اُستاد آ گئے تھے جو بَدن کے جی اُٹھنے کا انکار کرتے تھے۔ وُہ موت کے بعد زندگی کی حقیقت کا تو انکار نہیں کرتے تھے، بلکہ یہ تعلیم دیتے تھے کہ ہمارے جسم نہیں ہوں گے بلکہ رُوحوں کی صُورت میں وجُود رکھیں گے۔ یہاں رسُول اُن کے دلائل کا نہایت تاریخی جواب دیتا ہے۔

ا۔ قیامت اٹل ہے (۱۵: ۱-۳۴)

۱۵: ۱، ۲۔ پَولُس اُن کو وُہ خوشخبری یاد دلاتا ہے "جو پہلے دے چُکا" تھا "جسے" اُنہوں نے "قبُول بھی کر لیا تھا" اور "جس میں قائم بھی" تھے۔ یہ عقیدہ کُرنتھیوں کے لئے کوئی نیا نہ تھا۔ مگر ضرُوری تھا کہ اِس نازُک وقت پر اُن کو اِس کی یاد دِلائی جاتی۔ پَولُس کہتا ہے کہ

"اُسی (خوشخبری) کے وسیلہ سے تم (کرنتھیوں) کو نجات بھی ملتی ہے"۔ اِس کے ساتھ وُہ اِس شرط کا اِضافہ بھی کرتا ہے کہ "بشرطیکہ وُہ خوشخبری جو مَیں نے تمہیں دی تھی یاد رکھتے ہو ــــ ورنہ تمہارا ایمان لانا بے فائدہ ہُوا"۔ اُن کو قیامت کی خوشخبری سے نجات ملی تھی ــــ بشرطیکہ قیامت ہو۔ اور اگر قیامت نہیں تو اُن کو نجات بھی نہ مل سکتی تھی۔ اِس پیرے میں "بشرطیکہ" نجات کے بارے میں کسی شک وشبہ کا اشارہ نہیں، اور نہ سکھاتا ہے کہ اُن کو "قائم" رہنے کے وسیلے سے نجات ملی تھی۔ پولُس تو صرف یہ تعلیم دے رہا ہے کہ اگر قیامت جیسی کوئی چیز ہے ہی نہیں، تو پھر اُن کو ہرگز نجات نہیں ملی۔ دُوسرے لفظوں میں قیامت کا اِنکار کرنے والے اِنجیل کی خوشخبری کی پُوری سچائی پر کُھلم کُھلا حملہ کر رہے تھے۔ پولُس کے لئے تو قیامت بُنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اِس کے بغیر مسیحیت کا وجُود ممکن نہیں۔ چنانچہ یہ آیت کرنتھیوں کے لئے چیلنج ہے کہ اُس خوشخبری پر قائم رہیں جو اُن کو اُن حملوں کے مُقابلے میں ملی تھی جو اُس وقت اِس خوشخبری پر کئے جا رہے تھے۔

۱۵: ۳- پولُس نے کرنتھیوں کو "وُہی بات پہنچا دی" تھی جو اُس کو خُدا کے اِلہام سے "پہنچی تھی"۔ اِس پیغام کا پہلا بڑا اور خاص اصُول یہ ہے کہ "مسیح کتابِ مُقدّس کے مُطابق ہمارے گناہوں کے لئے مُوا"۔ اِس بیان میں مسیح کی عوضی موت پر زور دیا گیا ہے۔ وُہ اپنے گناہوں کے لئے نہیں اور نہ شہید کی حیثیت میں مُوا۔ وُہ "ہمارے گناہوں کے لئے مُوا"۔ وُہ اِس لئے مُوا" کہ "ہمارے گناہوں" کی سزا اُٹھائے۔ اور یہ سب کُچھ "کتابِ مُقدّس کے مُطابق" ہُوا۔ یہاں "کتابِ مقدّس" سے مُراد پُرانا عہدنامہ ہے، کیونکہ نیا عہدنامہ ابھی تحریری صُورت میں مُرتّب نہیں ہُوا تھا۔ کیا پُرانے عہدنامہ نے واقعی پیشین گوئی کی تھی کہ مسیح لوگوں کے گناہوں کے لئے مرے گا؟ جواب پُرزور "ہاں" ہے۔ یسعیاہ ۵۳: ۵، ۶ اِس کا کافی اور بیّن ثبوت ہے۔

۱۵: ۴- مسیح کی تدفین کی پیشین گوئی یسعیاہ ۵۳: ۹ اور جی اُٹھنے کی پیشین گوئی زبور ۶۹: ۹، ۱۰ میں موجود ہے۔ اِس بات پر غور کرنا اور اِسے یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ پولُس رسُول کس طرح "کتابِ مُقدّس" کی گواہی پر زور دیتا ہے۔ ہمارے ایمان سے مُتعلقہ ساری باتوں میں یہی کسوٹی ہونی چاہئے "کتابِ مُقدّس کیا کہتی ہے؟"

۱۵: ۵- آیات ۵ - ۷ میں اُن افراد کی فہرست ہے جنہوں نے جی اُٹھے مسیح کو دیکھا۔

(جو اُس کی قیامت کے عینی گواہ تھے)۔ سب سے پہلے خُداوند "کیفا" (پطرس) کو دِکھائی دیا۔ یہ بڑی رِقت انگیز بات معلوم ہوتی ہے۔ وُہی شاگرد جس نے اپنے خُداوند کا تین۳ بار اِنکار کیا، بڑے فضل سے اُسی کو اعزاز بخشا گیا کہ اُسی خُداوند کی قیامت شخصی طور پر اُسے دِکھائی گئی۔ بے شک خداوند یسوع مسیح کا فضل کیسا عظیم ہے! "اور اُس کے بعد" خُداوند "اُن بارہ۱۲ کو دِکھائی دیا"۔ درحقیقت وُہ بارہ۱۲ اُس وقت ایک جگہ اکٹھے نہ تھے۔ لیکن "وُہ بارہ۱۲" کی ترکیب شاگردوں کے گروہ کے مفہوم میں اِستعمال ہوتی تھی، حالانکہ کِسی بھی خاص موقع پر یہ تعداد یکجا پُوری نظر نہیں آتی۔ یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اِس فہرست میں خُداوند کی قیامت کے بعد کے وُہ سارے ظہور درج نہیں ہیں جن کا ذِکر اناجیل میں آیا ہے۔ خُدا کے رُوح نے صرف اُن مواقع کو چُنا ہے جو زیرِ نظر بحث کے لئے برمحل ہیں۔

۱۵:۶۔ "پھر پانچ سَو سے زیادہ بھائیوں کو ایک ساتھ دِکھائی دیا"۔ عام طور سے مانا جاتا ہے کہ یہ ظہور گلیل میں ہُوا تھا۔ جس وقت پَولُس یہ سطور لکھ رہا تھا اُن میں سے بہُت سے بھائی ابھی زِندہ تھے، جبکہ بعض اپنے وطنِ حقیقی میں خُداوند کے پاس جا بسے تھے۔ دُوسرے لفظوں میں اگر کوئی شخص پَولُس کی بات کی سچّائی پر اعتراض کرتا تو گواہ ابھی زِندہ تھے۔ اُن سے اِستفسار کیا جا سکتا تھا۔

۱۵:۷۔ ہم کِسی طرح معلوم نہیں کر سکتے کہ یہاں کون سے "یعقوب" کا ذِکر ہے۔ مُفسّرین کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ یہ خُداوند کا سوتیلا بھائی یعقوب تھا۔ یہ آیت مزید بتاتی ہے کہ خُداوند "سب رسُولوں" کو بھی دِکھائی دیا۔

۱۵:۸۔ یہاں پَولُس جی اُٹھے مسیح کے ساتھ اپنی شخصی مُلاقات کا تذکرہ کرتا ہے۔ یہ واقعہ دمشق کی راہ پر پیش آیا تھا۔ آسمان سے ایک بڑا نُور چمکا تو پَولُس کی جلالی مسیح سے رُوبرُو مُلاقات ہوئی تھی۔ "گویا ادھُورے دِنوں کی پیدائش"۔ اِس کا مطلب ہے بچّے کا قبل از وقت پیدا ہونا۔ وائین اِس کی تشریح کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ زمانے یا وقت کے لحاظ سے پَولُس خُود کو باقی رسُولوں سے کم تر گردانتا ہے جس طرح کہ "ادھُورے دِنوں" کا بچّہ "پُورے ایّام" کے بچّے سے کم تر ہوتا ہے۔ اِن الفاظ سے وُہ ایک طرح سے خُود کو ملامت کرتا ہے کیونکہ اپنی گزشتہ زِندگی میں وُہ کلیسیا کو ستایا کرتا تھا۔

۱۵:۹۔ رسُول کو مسیح سے رُوبرُو مُلاقات کا اِعزاز حاصل ہُوا۔ وُہ یاد کرتا ہے کہ

اُس نے کس کس طرح "کلیسیا کو ستایا تھا" اور کس طرح اِس کے باوجود خداوند نے اُسے اپنا رسُول ہونے کو بُلا لیا۔ اِس لئے وُہ پُوری خاکساری سے کہتا ہے کہ "مَیں رسُولوں میں سب سے چھوٹا ہُوں، بلکہ رسُول کہلانے کے لائق نہیں"۔

١٥: ١٠۔ وُہ جلدی سے تسلیم کرتا ہے۔ اقرار کرتا ہے کہ "جو کچھ ہُوں خُدا کے فضل سے ہُوں"۔ اُس نے اِس فضل کو ایسے قبول نہیں کیا کہ یہ تو لازمی ہونا ہی تھا، بلکہ اب وُہ اپنے آپ کو پابند سمجھتا ہے کہ اِس فضل نے اُس پر ایک ذمّہ داری عائد کر دی ہے۔ اور جس مسیح نے اُسے نجات بخشی وُہ اُس کی خدمت (اور عبادت) کے لئے دِن رات اَن تھک محنت کرتا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ "یہ میری طرف سے نہیں ہُوئی بلکہ خُدا کے فضل سے جو مُجھ پر تھا"، یعنی خُدا کا فضل اُس کے ساتھ محنت کر رہا تھا۔

١٥: ١١۔ اب پَولُس خود کو دُوسرے رسُولوں کے ساتھ شامل کر کے کہتا ہے کہ خواہ ہم میں سے کوئی بھی منادی کرے کوئی بات نہیں، کیونکہ خوشخبری کی گواہی میں ہم سب مُتفق اور مُتحد ہیں، خاص کر جہاں تک مسیح کے جی اُٹھنے کی گواہی کا تعلق ہے۔

١٥: ١٢۔ آیات ١٢-١٩ میں پَولُس جسمانی قیامت سے اِنکار کے نتائج بیان کرتا ہے۔ اوّل مطلب یہ ہوگا کہ خود مسیح نہیں جی اُٹھا۔ یہاں پَولُس کی مَنطق لاجواب ہے۔ بعض افراد کہتے ہیں کہ جسمانی قیامت ہو ہی نہیں سکتی۔ پَولُس کہتا ہے کہ مان لیا، اگر ایسی بات ہے تو پھر مسیح بھی نہیں جی اُٹھا۔ اور کرنتھیوں سے پُوچھتا ہے کہ کیا تُم یہ ماننے کو تیار ہو؟ بے شک وُہ ایسی بات نہیں مان سکتے۔ کسی حقیقت یا واقعہ کے اِمکان کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو صِرف اِتنا ثابت کرنا کافی ہے کہ یہ واقعہ ایک دفعہ ہو چُکا ہے۔ جسم کی قیامت کی حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے پَولُس معاملے کی بنیاد اِس سادہ حقیقت پر رکھنے کو تیار ہے کہ "مسیح" پہلے ہی "مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے" (یعنی یہ واقعہ ہو چُکا ہے)۔

١٥: ١٣۔ "اگر مُردوں کی قیامت نہیں تو مسیح بھی نہیں جی اُٹھا"۔ اگر اِس نتیجہ کو مانتے ہیں تو کرنتھی ایک نہایت غم ناک اور نااُمیدی کی حالت میں گرفتار ہو جائیں گے۔

١٥: ١٤۔ "اور اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ ہے"۔ "ہماری" یعنی رسُولوں کی منادی "بے فائدہ" یعنی بے حقیقت اور بے اصل ہے۔ کیوں؟ اوّل اِس لئے کہ خُداوند یسُوع نے وعدہ کیا تھا کہ مَیں تیسرے دِن مُردوں میں سے جی

اُٹھوں گا۔ اور اگر وُہ تیسرے دِن جی نہیں اُٹھا تو یا تو وُہ دغاباز تھا، یا اُسے غلطی لگی تھی۔ ہر ۲دو صورتوں میں وُہ ناقابلِ اعتبار ٹھہرا۔ دوم۔ مسیح کے جی اُٹھنے کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اگر مسیح مُردوں میں سے نہیں جی اُٹھا تو یہ جاننے کا کوئی طریقہ نہیں کہ اُس کی مَوت کِسی بھی آدمی کی مَوت سے زیادہ قیمتی اور گراں قدر ہے۔ مگر اُسے مُردوں میں سے جِلا کر خُدا نے اِس حقیقت پر مُہرِ تصدِیق کردی کہ مجھے مسیح کے فِدیہ کے کام سے پُوری تسکین ہوگئی ہے یعنی میرے سارے تقاضے پُورے ہوگئے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ اگر رسُولوں کا پیغام جھُوٹا تھا تو "ایمان بھی بے فائدہ" ٹھہرا۔ کِسی بے فائدہ یا جھُوٹے پیغام پر ایمان لانا بھی کوئی قدر و اہمیّت نہیں رکھتا۔

۱۵:۱۵ : بات صِرف اِتنی ہی نہیں کہ رسُول جھُوٹے پیغام کی منادی کرتے رہے تھے بلکہ نکتہ یہ نکلتا ہے کہ وُہ "خُدا" کے خِلاف گواہی دے رہے تھے۔ اِسی لئے پَولُس کہتا ہے کہ "ہم نے خُدا کی بابت یہ گواہی دی کہ اُس نے مسیح کو جِلا دِیا"۔ یعنی مُردوں میں سے زِندہ کر دیا۔ اگر خُدا نے ایسا نہیں کیا تو گویا رسُول اُس کے بارے میں "جھُوٹے گواہ ٹھہرے"۔

۱۵:۱۶۔ اگر مُردوں کا جی اُٹھنا یعنی قیامت قطعی ناممکن ہے تو مسیح کا جی اُٹھنا بھی ناممکن تھا۔ دُوسری طرف اگر ایک دفعہ قیامت ہوگئی ہے، جیسے مسیح کے مُعاملے میں تو پھر اِس کو ناممکن نہیں کہا جا سکتا۔

۱۵:۱۷۔ "اگر مسیح" مُردوں میں سے "نہیں جی اُٹھا" تو اِیمان داروں کا "ایمان بے فائدہ ہے"۔ اِس میں کوئی شک نہیں اور نہ "گناہوں" کی مُعافی ہُوئی ہے۔ چُنانچہ مسیح کی قیامت کو ردّ کرنا مسیح کے (فِدیہ اور نجات کے) کام کو ردّ کرنا ہے۔

۱۵:۱۸۔ جہاں تک اُن لوگوں کا تعلق ہے جو مسیح پر ایمان رکھنے کی حالت میں مَرے اُن کا مُعاملہ تو بالکُل ہی چوپٹ ہوگیا۔ اُن کے لئے کوئی اُمّید باقی نہیں۔ اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو اُن کا اِیمان لانا قطعی بے کار اور بے فائدہ ہُوا۔

"سو گئے" کا تعلق اِیمان داروں کے بدنوں سے ہے۔ نئے عہد نامہ میں "سونا" رُوح یا جان کے لئے کبھی اِستعمال نہیں ہُوا۔ مَوت کے وقت ایمان دار کی رُوح مسیح کے پاس چلی جاتی ہے۔ اور بدن کے مُتعلق کہا جاتا ہے کہ قبر میں سو رہا ہے۔

ضروری معلُوم ہوتا ہے کہ ہم "ہلاک ہُوئے" کے بارے میں بھی کُچھ بیان کریں۔

یہاں اِس لفظ کا مطلب "فنا" یا وجُود کا موقُوف ہوجانا ہرگز نہیں۔ جیسے وائین کہتا ہے اِس کا مطلب وجُود کا عدم ہونا نہیں، بلکہ بہبُود یا خیر و عافیت کا خاتمہ ہے۔ مُراد ہے کہ جس مقصد کے لئے کوئی چیز یا شخص خلق کیا گیا تھا، اُس کی حد تک وُہ تباہ و برباد یا عدم ہو گیا۔

۱۵:۱۹۔ اگر مسیح جی نہیں اُٹھا تو جو ایمان دار زِندہ ہیں اُن کی حالت بھی ویسی ہی بدتر ہُوئی جیسی مَرنے والوں کی۔ وُہ بھی دھوکے اور فریب میں ہیں۔ اور "سب آدمیوں سے زیادہ بدنصیب ہیں"۔ بِلا شُبہ پَولُس یہاں اُن دُکھوں، مُصیبتوں، آزمائشوں اور اِیذاؤں کے بارے میں سوچ رہا ہے جِن کا مسیحیوں کو سامنا رہتا ہے۔ کِسی جھوٹی بات یا جھُوٹے مقصد کے لئے ایسی کڑی اذیّت جھیلنا واقعی بدنصیبی ہے۔

۱۵:۲۰۔ پَولُس بڑے فاتحانہ انداز میں مسیح کے جی اُٹھنے کا اِعلان کرتا ہے۔ اِس اِعلان کے ساتھ ہی گزُشتہ آیات میں پَیدا ہونے والا تناؤ ختم ہوجاتا ہے۔ پَولُس مسیح کی قیامت کے مُبارک نتائج کا بھی بیان کرتا ہے۔ وُہ کہتا ہے "لیکن فی الواقع مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے اور جو سو گئے ہیں اُن میں پہلا پھَل ہُوا"۔ پاک کلام مُردوں "کے" جی اُٹھنے اور مُردوں "میں سے" جی اُٹھنے میں اِمتیاز کرتا ہے۔ گزُشتہ آیات میں مُردوں "کے" جی اُٹھنے کی بات ہورہی تھی۔ دُوسرے لفظوں میں پَولُس ایک عام دلیل دے رہا یا بحث کر رہا تھا کہ مُردے واقعی جی اُٹھتے ہیں۔ لیکن مسیح مُردوں "میں سے" جی اُٹھا۔ اِس کا مطلب ہے کہ جب وُہ جی اُٹھا تو سارے نہیں جی اُٹھے تھے۔ اِن معنوں میں یہ محدُود قیامت تھی۔ ہر قیامت مُردوں کی قیامت ہوتی ہے۔ مگر صِرف مسیح اور ایمان داروں کی قیامت ہی مُردوں "میں سے" جی اُٹھنا ہے۔

۱۵:۲۱۔ پہلے پہل موت دُنیا میں آئی تو "آدمی کے سبب سے ... آئی تھی"۔ یہ "آدمی" یعنی آدم پہلا اِنسان تھا۔ اُس کے گُناہ کے باعث سارے آدمیوں پر موت آئی۔ خُدا نے اپنے بیٹے کو "آدمی" یعنی اِنسان بنا کر دُنیا میں بھیجا تاکہ پہلے آدمی (اِنسان) کے کام کو برباد کرے اور ایمان داروں کو برکت کی حالت میں سر بُلند کرے۔ ایسی سَربلندی جو آدم میں اُن کو کبھی نصیب نہ ہوسکتی۔ چنانچہ مسیح یسوع وُہ "آدمی" تھا جس کے "سبب سے مُردوں کی قیامت بھی آئی"۔

۱۵:۲۲۔ "آدم" اور "مسیح" کو بحیثیت مرکزی سر پیش کیا گیا ہے۔ مُراد ہے کہ اُنہوں

نے دُوسرے لوگوں کے لئے عمل کیا۔ جتنے بھی اُن کے ساتھ تعلق/رشتہ رکھتے ہیں وُہ اُن کے اعمال سے متاثر ہوتے ہیں۔ "جیسے آدم میں سب مرتے ہیں، ویسے ہی مسیح میں سب زندہ کئے جائیں گے"۔ بعض اوقات اِس آیت کو عالمگیر نجات کی تعلیم کی بنیاد بنا لیا جاتا ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جو آدم میں مرتے ہیں وُہی مسیح میں زندہ کئے جائیں گے اور بالآخر سب کے سب نجات پا جائیں گے۔ لیکن اِس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کلیدی الفاظ "آدم میں" اور "مسیح میں" ہیں۔ "سب" جو "آدم میں" ہیں وُہ مرتے ہیں اور "سب" جو "مسیح میں" ہیں وُہ "زندہ کئے جائیں گے"۔ یعنی صرف وُہ جو مسیح پر ایمان رکھتے ہیں تاکہ ابد تک اُس کے ساتھ سکونت کریں۔ "سب" جو "زندہ کئے جائیں گے" اُن کی تفصیل اور وضاحت آیت ۲۳ میں کی گئی ہے۔ یعنی وُہ جو اُس (مسیح) کی آمد پر اُس کے لوگ ہوں گے۔ اِن میں مسیح کے دُشمن یا مخالفین شامل نہیں، کیونکہ وُہ تو اُس کے پاؤں تلے کر دِئے جائیں گے (آیت ۲۵)۔

۱۵: ۲۳۔ یہاں اُن گروہوں یا جماعتوں کا ذِکر ہے جو پہلی قیامت میں شامل ہوں گی۔ سب سے پہلے تو خود "مسیح" کی قیامت ہے۔ یہاں اُس کو "پہلا پھل" کہا گیا ہے۔ "پہلے پھل" کھیت یا فصل سے مُٹھی بھر پکے ہُوئے دانے ہوتے ہیں جو اَصل فصل شرُوع ہونے سے پہلے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ آنے والی چیزوں کا وعدہ یا ضمانت یا پیشگی ذائقہ ہوتے ہیں۔ اِن الفاظ کا لازمی مطلب یہ نہیں کہ مسیح زندہ ہونے والوں میں پہلا ہے۔ ہمیں قیامت (زندہ ہونے یا زندہ کئے جانے) کے واقعات پُرانے عہدنامہ میں بھی ملتے ہیں۔ اور نئے عہدنامہ میں لعزر، بیوہ کے بیٹے اور یائیر کی بیٹی کی مثالیں موجود ہیں جن کو مُردوں میں سے جِلایا گیا۔ لیکن مسیح کی قیامت اُن سب سے الگ اور فرق تھی۔ کیونکہ اُن سب کو تو دوبارہ مرنا پڑا جبکہ مسیح پھر کبھی نہ مرنے کے لئے زندہ ہُوا۔ وُہ ایک دائمی زندگی کی قدرت میں رہنے کے لئے جی اُٹھا۔ وُہ ایک جلالی بدن کے ساتھ زندہ ہُوا۔

پہلی قیامت میں شامل دُوسرا گروہ "مسیح کے آنے پر اُس کے لوگ" ہیں۔ اِن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو فضائی اِستقبال کے موقع پر زندہ کئے جائیں گے، اور وُہ بھی جو بڑی مُصیبت کے دَوران مَریں گے اور اِن ایام کے خاتمے پر زندہ کئے جائیں گے۔ اُس وقت مسیح بادشاہی کرنے کے لئے آئے گا۔ جس طرح مسیح کی آمد کے مراحل ہیں اُسی طرح اُس کے مُقدسین کی قیامت کے بھی مراحل ہیں۔ پہلی قیامت میں سارے مُردے (شرُوع سے لے کر

اُس وقت تک مرنے والے) شامِل نہیں ہوں گے، بلکہ صِرف وُہی جو مسیح پر ایمان کے ساتھ مرے تھے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلی قیامت میں صِرف وُہ مسیحی زِندہ کئے جائیں گے جو مسیح کے وفادار رہے یا وُہ جو غالب آئے۔ لیکن پاک کلام اِس خیال کی واضح تردید کرتا ہے۔ صاف لِکھا ہے کہ اُس کی آمد پر صِرف وُہی زِندہ کئے جائیں گے جو "مسیح ... کے لوگ" ہیں۔

۲۴:۱۵- "اِس کے بعد آخرت ہوگی"۔ ہمارا ایمان ہے کہ اِس کا مطلب اِس "قیامت" کی "آخرت" یا خاتمہ ہے۔ مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کے اِختتام پر، جب وُہ اپنے سارے دُشمنوں کو زیر کر چُکے گا، بدکردار یا شریر مُردوں کی قیامت ہوگی۔ یہ آخری قیامت ہوگی۔ اِس کے بعد اور کوئی قیامت نہیں ہوگی۔ جتنے بھی لوگ بے ایمانی کی حالت میں مرے ہیں وُہ بڑے سفید تخت کی عدالت کے سامنے کھڑے ہوں گے اور اپنے حشر کا فیصلہ سُنیں گے۔

ہزار سالہ بادشاہی اور شیطان کی ہلاکت کے بعد (مکاشفہ ۲۰: ۷--۱۰) - خُداوند یسوع "ساری حکومت ... خُدا یعنی باپ کے حوالہ کر دے گا"۔ اُس وقت تک وُہ "ساری حکومت اور سارے اِختیار اور قدرت" کو "نیست کر" چُکا ہوگا۔ اُس وقت تک یسوع مسیح بحیثیت "اِبنِ آدم" حکومت کرتا اور خُدا کے درمیانی کے طور پر خِدمت کرتا ہے۔ لیکن ہزار سالہ بادشاہی کے بعد دُنیا میں خُدا کے سارے اِرادے پُورے ہو چُکے ہوں گے۔ ساری مخالفت اور دُشمنی ختم کی جا چُکے گی اور سارے دُشمنوں کا خاتمہ ہو چُکا ہوگا۔ اُس وقت مسیح کی بادشاہی بطور "اِبنِ آدم" کی جگہ آسمان میں ابدی بادشاہی قائم ہو جائے گی۔ اور بحیثیت "اِبنِ خُدا" آسمان میں اُس کی بادشاہی ہمیشہ ہمیشہ تک جاری رہے گی۔

۲۵:۱۵- یہ آیت اُسی بات پر زور دیتی ہے جو کہی جا چُکی ہے یعنی کہ مسیح کی بادشاہی اُس وقت تک جاری رہے گی جب تک اُس کے خِلاف دُشمنی اور بغاوت کا پُوری طرح خاتمہ نہ ہو جائے گا۔

۲۶:۱۵- مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کے دوران بھی لوگ مرتے رہیں گے۔ خصُوصاً وُہ جو خُداوند کے خِلاف علانیہ بغاوت کریں گے۔ لیکن بڑے سفید تخت کی عدالت پر "موت" اور عالمِ ارواح آگ کی جھیل میں ڈالے جائیں گے۔

۲۷:۱۵- خُدا نے فیصلہ دے دیا ہے کہ "سب کچھ" خُداوند یسوع مسیح کے "پاؤں تلے کر دیا جائے گا"۔ بلاشُبہ "سب کچھ اُس کے تابع" کرنے میں خُدا خُود الگ رہتا ہے۔ یہ ضروری بات

ہے۔ آیت ۲۷ کا سمجھنا بہُت مُشکِل ہے، کیونکہ پتہ نہیں چلتا کہ اسمائے ضمیر کِس کِس کی طرف اِشارہ کرتے ہیں۔ ہم اِسے سلیس زُبان میں یُوں بیان کر سکتے ہیں": کیونکہ خُدا نے نے ساری چیزیں مسیح کے پاؤں تلے کر دی ہیں۔ مگر جب خُدا کہتا ہے کہ ساری چیزیں مسیح کے تابع کر دی گئی ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ خُدا اُن میں شامِل نہیں، کیونکہ اُسی نے ساری چیزیں مسیح کے تابع کر دی ہیں"۔

۱۵:۲۸۔ جب "سب کُچھ" بیٹے کے تابع ہو چُکے گا تو وُہ خُود "خُدا کے تابع" ہونے کو جاری رکھے گا۔

> "خُدا نے مسیح کو اپنے سارے منصُوبوں اور ارادوں کا مُنتظِم اور حُکمران بنا رکھا ہے۔ سارا اِختیار اور قُدرت اُس کے ہاتھوں میں ہے۔ وُہ وقت آ رہا ہے کہ جو انتظام و اِنصرام اُس کے سپُرد ہے وُہ اُس کا حِساب دے گا۔ جب وُہ سب کُچھ تابع کر لے گا تو وُہ بادشاہی واپس باپ کو دے دے گا۔ ساری کائنات کامل حالت میں اُس کے پاس واپس لائی جائے گی۔ مسیح نجات اور بحالی کے کام کے لئے اِنسان بنا تھا۔ اِس کام کو پُورا کرنے کے بعد وُہ اطاعت کا وُہ مقام دوبارہ لے لے گا جو اُس نے تجسّم کے وقت لیا تھا۔ جو کُچھ خُدا نے اِرادہ کیا تھا اور جِس کے لئے مسیح کو مقرر کیا تھا اگر وُہ سارا کُچھ کرنے کے بعد مسیح اِنسان نہ رہے، تو وُہ کڑی جو خُدا اور اِنسان کو مِلاتی ہے ختم ہو جائے گی" (منتخب)۔

۱۵:۲۹۔ یہ آیت نئے عہدنامہ میں شاید سب سے مُشکِل اور مبہم ہے۔ اِس کی بہُت سی تشریحیں پیش کی گئی ہیں۔ مثلاً ایک بحث تو یہ کی جاتی ہے کہ زِندہ ایمان دار اُن افراد کے لئے بپتسمہ لے سکتے ہیں جو اِس رسم کو پُورا کئے بغیر مَر گئے ہیں۔ یہ تشریح پاک کلام کے بالکل متضاد ہے۔ اِس کی بُنیاد صِرف ایک آیت پر ہے۔ اِسے ردّ کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اِسے باقی کلامِ پاک کی مجمُوعی حمایت حاصِل نہیں۔ دُوسرے مُفسّرین یقین رکھتے ہیں کہ مُردوں کے بپتسمہ کا مطلب ہے کہ ہم سمجھیں کہ بپتسمہ میں ہم مَرتے ہیں۔ یہ تفسیر مُمکِن ہے لیکن سیاق و سباق سے میل نہیں کھاتی۔

جو تفسیر سیاق و سباق سے بہُت اچھّی طرح میل کھاتی ہے یہ ہے:— جِس

زمانے میں پولُس نے یہ خط لکھا، مسیح کے لئے کُھلے عام اِقرار کرنے والوں پر بے حد ظلم وستم کیا جاتا تھا۔ خصُوصاً بپتسمہ کے موقع پر تو یہ ظلم اور ایذا رسانی اِنتہا کو پہُنچ جاتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جو لوگ بپتسمہ کے پانی میں مسیح پر ایمان کا برملا اور کُھلے بندوں اظہار کرتے تھے اُن کو بہُت جُلد شہید کر دیا جاتا تھا۔ لیکن یہ ظلم بھی دُوسروں کو نجات پانے اور بپتسمہ میں دُوسروں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونے سے نہ روک سکا۔ معلُوم ہوتا تھا کہ شہیدوں کی جگہ صفوں میں شامِل ہونے کے لئے ہر وقت نئے افراد موجُود ہیں۔ اور جب وُہ بپتسمہ لینے کے لئے پانی میں قدم رکھتے تھے تو حقیقی معنوں میں "مُردوں کے لئے بپتسمہ لیتے" تھے۔ یُونانی میں مطلب ہے "مُردوں کی جگہ" یعنی مُردوں کے بدلے۔ چنانچہ یہاں "مُردوں" سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو مسیح کی خاطر دلیرانہ گواہی کے نتیجے میں مارے جاتے تھے۔ اب یہاں رسُول کی دلیل یہ ہے کہ مرنے والوں کی صفوں کو پُورا کرنے کے لئے اِس طرح بپتسمہ لینا بیوقوفی ہوگی اگر — مُردوں کی قیامت نہیں۔ اِس کی مِثال تو ایسی ہے کہ ایک ایسی فوج کی صفوں کو پُورا کرنے کے لئے متبادل سپاہی بھیجے جائیں جو شکست کھا چکی ہے۔ یہ تو ایسے ہے کہ نااُمیدی کی حالت میں بھی لڑائی جاری رکھی جائے۔ "اگر مُردے جی اُٹھتے ہی نہیں تو پھر کیوں اُن کے لئے بپتسمہ لیتے ہیں؟"

۳۰:۱۵۔ "اور ہم کیوں ہر وقت خطرہ میں پڑے رہتے ہیں؟" پولُس رسُول کو ہر وقت خطرہ درپیش رہتا تھا۔ چونکہ وُہ بے خوفی اور دلیری سے مسیح کی منادی کرتا تھا، اِس لئے جہاں جاتا تھا لوگ اُس کی جان کے دُشمن ہو جاتے تھے۔ اُس کی جان لینے کے لئے سازِشیں کی جاتی تھیں، خُفیہ منصُوبے بنائے جاتے تھے۔ وُہ مسیح کے اِقرار (یا اعلان) کو ترک کر کے اِس خطرے سے بچ سکتا تھا۔ اور اگر مُردوں کی قیامت ہے ہی نہیں تو اُس کے لئے دانائی کا کام یہی تھا کہ سب کُچھ ترک کر دیتا۔

۳۱:۱۵۔ "اے بھائیو! مُجھے اُس فخر کی قسم جو ہمارے خُداوند مسیح یسوع میں تُم پر ہے، مَیں ہر روز مرتا ہُوں"۔ آسان زُبان میں یُوں کہیں گے کہ "مَیں اِس بات پر خُوشی مناتا ہُوں کہ تُم مسیح یسوع میں میرے فرزند ہو۔ اور جس طرح یقینی طور پر خُوش ہُوں اُسی طرح یقین کے ساتھ مُجھے ہر روز موت کا سامنا رہتا ہے"۔

۳۲:۱۵۔ اَب پولُس رسُول اُس نہایت سخت اذیت کو یاد کرتا ہے جو اُسے "اِفسس میں" برداشت کرنی پڑتی تھی۔ ہمیں یقین نہیں کہ اُسے واقعی اکھاڑے میں درِندوں کے آگے ڈالا

گیا تھا، بلکہ یہاں وُہ شریر لوگوں کو "درِندوں" سے تشبیہ دیتا ہے۔ دراصل پَولُس رومی شہری تھا۔ اُسے درِندوں کے ساتھ لڑنے پر مجبُور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہمیں معلُوم نہیں کہ یہاں وُہ کس واقعہ کا حوالہ دے رہا ہے۔ تاہم اُس کی دلیل بالکل واضح ہے کہ اگر مجھے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا یقین نہ ہوتا تو خُود کو ایسے خطروں میں ڈالنا بےوقوفی ہوتا۔ بلکہ اِس فلسفے پر کاربند ہونا عَین دانائی ہوتا کہ "اگر مُردے نہ جلائے جائیں گے تو آؤ کھائیں پئیں کیونکہ کل تو مَر ہی جائیں گے"۔

ہم بعض دفعہ مسیحیوں کے مُنہ سے ایسی باتیں سُنتے ہیں کہ اگر سب کچھ یہی زندگی ہے اور اِس کے بعد کچھ نہیں تو ہم پھر بھی مسیحی ہی رہیں گے کیونکہ یہ بہتر ہے۔ لیکن پَولُس اِس تصوّر سے اِتفاق نہیں کرتا۔ اگر قیامت نہیں ہو گی تو بہتر ہو گا کہ اِسی زندگی میں سب کچھ کر گزریں۔ کھانے پینے، عُمدہ لباس اور دِل کے ارمان نکالنے کے لئے جئیں۔ یہی بہشت ہے جس کی توقع کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ قیامت یقینی ہے، اِس لئے ہم اِن چیزوں اور عارضی خوشیوں کے لئے زندگی بسر کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے۔ ضرُور ہے کہ ہم "آئندہ" کے لئے جئیں، نہ کہ "موجُودہ" وقت کے لئے۔

۱۵:۳۳۔ اِس مُعاملے میں "فریب نہ کھاؤ۔ بُری صُحبتیں اچھی عادتوں کو بگاڑ دیتی ہیں"۔ پَولُس اُن جھُوٹے اُستادوں کی طرف اِشارہ کر رہا ہے جو کرنتھس کی کلیسیا میں آ گئے تھے اور جو قیامت کا اِنکار کرتے تھے۔ مسیحیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ بُرے لوگوں کے ساتھ یا بُری تعلیمات کے ساتھ تعلق رکھیں تو بگڑنے سے بچ نہیں سکتے۔

؎ اگر آگ کے پاس بیٹھو گے جا کر   تو اُٹھو گے اِک روز کپڑے جلا کر

بُری تعلیمات اِنسان کی زندگی پر اثر کئے بغیر نہیں رہتیں۔ جھُوٹی تعلیم پاکیزگی کی راہ نہیں دِکھا سکتی۔

۱۵:۳۴۔ پَولُس کرنتھیوں کو جھنجھوڑتا ہے کہ "راستباز ہونے کے لئے ہوش میں آؤ اور گناہ نہ کرو"۔ ضرُور ہے کہ وُہ ایسی بُری اور غلط تعلیم کے دھوکے میں نہ آئیں۔ "کیونکہ بعض خُدا سے ناواقف ہیں۔ مَیں تمہیں شرم دلانے کو یہ کہتا ہُوں"۔ عام طور سے اِس آیت کا مطلب یہ نکالا جاتا ہے کہ آج بھی ایسے مَرد و زَن موجُود ہیں جنہوں نے خوشخبری کا پیغام نہیں سُنا، اور مسیحیوں کو شرم آنی چاہئے کہ ہم دُنیا کو یہ پیغام سُنانے سے

قاصر رہے ہیں۔ بے شک یہ بات بھی درُست ہے۔ لیکن اِس پیرے کا بُنیادی اور اوّلین مطلب یہ ہے کہ کرنتھس کی کلیسیا میں ایسے افراد موجُود تھے جو "خُدا سے ناواقف" تھے۔ وُہ اصلی اور سچّے ایمان دار نہ تھے، بلکہ بھیڑوں کے بھیس میں بھیڑیئے تھے۔ وُہ جھُوٹے اُستاد اور مُعلّم تھے جو چُپکے سے اُن میں گھُس آئے تھے۔ اور کرنتھیوں کو "شرم" آنی چاہیئے تھی کہ اُنہوں نے ایسے افراد کو مسیحیوں کے درمیان آنے اور بُری اور غلط تعلیم دینے کی اِجازت دی۔ اُن کی بے پروائی سے بے خُدا لوگ جماعت میں داخل ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ جماعت کا پُورا اخلاقی رنگ پھیکا پڑ گیا اور اِس طرح ہر قسم کی غلطیوں کے در آنے کی راہیں کھُل گئیں۔

ب- قیامت پر اعتراضات پر غور و فکر (۱۵: ۳۵-۵۷)

۱۵: ۳۵- آیات ۳۵ تا ۴۹ میں رسُول قیامت کے حقیقی اُسلُوب اور وضع کو بیان کرتا ہے۔ وُہ اندازہ لگاتا ہے کہ جو لوگ بدن کی قیامت پر اعتراض اُٹھاتے ہیں اُن کے ذہنوں میں دو سُوال پیدا ہو سکتے ہیں۔ پہلا سُوال یہ ہے کہ "مُردے کِس طرح جی اُٹھتے ہیں؟" اور دُوسرا ہے "وُہ کیسے جسم کے ساتھ آتے ہیں؟"

۱۵: ۳۶- اِس آیت میں پہلے سُوال کا جواب دیا گیا ہے۔ قیامت کے اِمکان کو ثابت کرنے کے لئے فِطرت سے ایک عام مثال پیش کی گئی ہے۔ پَودا پیدا ہونے سے پہلے ضرُور ہے کہ ایک بیج زمین میں گرے اور مر جائے۔ ہر ایک چھوٹے سے بیج میں چھپے ہُوئے زِندگی کے بھید پر غور کرنا واقعی حیرت افزا بات ہے۔ ہم ایک بیج کو کاٹ کر اور خُردبین کے نیچے رکھ کر اِس کا مُطالعہ تو کر سکتے ہیں لیکن زِندگی کے اُصول کا راز ایک ایسا راز ہی رہتا ہے جس تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔ ہم صِرف اِتنا جانتے ہیں کہ بیج (دانہ) زمین میں گرتا ہے، اور اِس غیر اُمید افزا سے آغاز سے مُردے میں سے زِندگی پھُوٹ نِکلتی ہے۔

۱۵: ۳۷- اب رسُول دُوسرے سُوال کا جواب دیتا ہے۔ وُہ واضح کرتا ہے کہ جب تُو بیج "بوتا ہے" تو وُہ پَودا "نہیں" بوتا جو بالآخر "پیدا ہونے والا ہے"- تُو تو صِرف ایک "دانہ" بوتا ہے۔ یہ دانہ "خواہ گیہُوں کا خواہ کِسی اور چیز کا" ہو۔ ہم اِس سے کیا نتیجہ اَخذ کرتے ہیں؟ کیا پَودا وُہی چیز ہے جو دانہ ہے؟ نہیں۔ پَودا وُہ چیز نہیں ہوتا جو دانہ یا بیج ہوتا ہے۔ مگر دونوں کے درمیان زِندگی کا نہایت گہرا تعلق

ہے۔ بیج نہ ہو تو پودا بھی نہیں ہو سکتا۔ مزید براں پودا اپنے خصائص (خد و خال) بیج سے حاصل کرتا ہے۔ یہی صورتِ حال قیامت کی ہے۔

> جی اُٹھا جسم قسم کی مشابہت اور ذات کا تسلسل اُسی کے ساتھ رکھتا ہے جو بویا گیا تھا۔ لیکن فنا، ذلت اور کمزوری سے پاک ہوتا ہے۔ اب اُس کو بقا، جلال اور قوّت مل گئی ہے۔ اب وُہ رُوحانی ہو گیا ہے۔ یہ جسم تو وُہی ہے، مگر ایک حالت میں بویا جاتا ہے اور دُوسری حالت میں زِندہ کیا جاتا ہے۔

۱۵:۳۸۔ "خدا" اُس بیج کے مطابق "جسم دیتا ہے" جو بویا گیا تھا۔ اور نتیجے میں "ہر ایک بیج" سے اُس کی اپنی ہی قسم کا پودا پیدا ہوتا ہے۔ وُہ تمام عناصر جو پودے کے قد، رنگ، پتوں اور پھولوں کا فیصلہ کرتے ہیں کسی نہ کسی طرح اُس بیج کے اندر موجود ہوتے ہیں جو بویا گیا تھا۔

۱۵:۳۹۔ ہمارے جی اُٹھے جسم کا جلال ہمارے موجودہ جسم کے جلال سے فرق ہو گا۔ اِس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے پَولُس رسُول توجہ دِلاتا ہے کہ "سب گوشت یکساں گوشت نہیں"۔ مثال کے طور پر "آدمیوں کا گوشت اَور ہے، چوپایوں کا گوشت اَور، پرندوں کا گوشت اَور ہے، مچھلیوں کا گوشت اَور"۔ یہ سب گوشت ایک دُوسرے سے قطعاً فرق فرق ہیں، تو بھی ہیں گوشت۔ مشابہت ہے لیکن یکسانیت نہیں۔

۱۵:۴۰۔ جس طرح آسمانی اَجسام (ستاروں وغیرہ) کی شان و شوکت میں اور اِس زمین سے تعلق رکھنے والے اَجسام کی شان و شوکت میں فرق ہے، اُسی طرح ایمان دار کے موجودہ جسم اور اُس جسم میں فرق ہے جو اُسے موت کے بعد ملے گا۔

۱۵:۴۱۔ بلکہ خود اَجرامِ فلک کے اپنے اپنے "جلال" میں فرق ہے۔ مثال کے طور پر "آفتاب" "مہتاب" سے زیادہ روشن اور چمکدار ہے۔ "کیونکہ ستارے ستارے کے جلال میں فرق ہے"۔ کسی دو کی چمک آپس میں یکساں نہیں۔

بیشتر مُفسّرین مُتفق ہیں کہ پَولُس زور دے رہا ہے کہ جی اُٹھے جسم کا جلال ہمارے اُس جسم سے فرق ہو گا جو ہمیں یہاں زمین پر مِلا ہُوا ہے۔ اُن کا ہرگز یہ خیال نہیں کہ یہ آیت کہہ رہی ہے کہ آسمان میں ایمان داروں کے ایک دُوسرے کے جلال میں فرق

ہوگا- تو بھی ہم ہوسٹن سے اِتفاق کرتے ہیں کہ "جس انداز سے پَولُس اجرامِ فلک کے جَلال کے تنوع پر زور دیتا ہے، اُس میں یہ مفرُوضہ مُضمر ہے کہ جی اُٹھے ایمان داروں کے جَلال میں اِسی قسم کا فرق ہوگا"۔ پاک کلام کے دُوسرے حِصّوں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ آسمان میں ہم سب ایک دُوسرے کے مماثل نہیں ہوں گے- اگرچہ اخلاقی طور پر سب کے سب خُداوند کے مُشابہ ہوں گے، یعنی گُناہ سے مُبرّا ہونے کے لحاظ سے- لیکن اِس سے یہ نتیجہ نہیں نِکلتا کہ جسمانی خدوخال میں ہم خُداوند یسوؔع کے مشابہ ہوں گے- وُہ اَبد تک الگ اور ممتاز ہوگا- ہر مسیحی فرداً فرداً ایک الگ شخصیّت کا مالک ہوگا اور اِسی طرح پہچانا جائے گا- لیکن ہر ایک کے اُس اَجر میں فرق ہوگا جو مسیح کے تختِ عدالت پر دیا جائے گا- اور یہ اجر خِدمت میں ہر ایک کی وفاداری کے مُطابق ہوگا- آسمان میں سب کے سب انتہائی خوش ہوں گے- لیکن بعض کو آسمان سے لُطف اندوز ہونے کی زیادہ صلاحیّت حاصِل ہوگی- جس طرح جہنم میں دُکھ اُٹھانے میں ہر اِنسان کے گُناہوں کے مُطابق فرق ہوگا، اُسی طرح آسمان میں لُطف اُٹھانے میں بطور ایمان دار ہمارے کاموں کے مُطابق فرق ہوگا-

۱۵:۴۲- آیات ۴۲ - ۴۹ میں بتایا گیا ہے کہ ایمان دار کے موجُودہ جسم میں اور اُس کی ابدی حالت میں کیا فرق ہوگا- "جسم فنا کی حالت میں بویا جاتا ہے اور بقا کی حالت میں جی اُٹھتا ہے"- اِس دُنیا میں ہمارے جسم بیماری اور مَوت کے تابع ہیں- جب اِنہیں قبر میں رکھا جاتا ہے تو گل سڑ جاتے اور مٹی میں مِل جاتے ہیں- لیکن جی اُٹھے جسم کا یہ حال نہ ہوگا- وُہ بیماری یا گلنے سڑنے کے تابع نہیں ہوگا-

۱۵:۴۳- ہمارا موجُودہ جسم "بے حُرمتی کی حالت میں بویا جاتا ہے"- لاش (مُردہ جسم) میں کوئی رَونق اور جَلال نہیں ہوتا- لیکن یہی جسم "جَلال کی حالت میں" زِندہ کیا جائے گا- یہ جھُرّیوں، داغوں، عُمر کی علامات، موٹاپے اور گُناہ کے آثار سے آزاد ہوگا-

"کمزوری کی حالت میں بویا جاتا ہے اور قُوّت کی حالت میں جی اُٹھتا ہے"- عُمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ "کمزوری" بھی بڑھتی جاتی ہے- حتیٰ کہ مَوت اِنسان کی رہی سہی قُوّت اور طاقت کو بھی ختم کر دیتی ہے- اگلے جہان میں جسم اِن افسوس ناک اور دردناک پابندیوں کے تابع نہیں ہوگا، بلکہ اُسے وہ "قُوّت" حاصِل ہوگی جو اِس وقت نہیں ہے- مثال کے طور پر جی اُٹھا خُداوند یسوؔع مسیح اُس کمرے میں داخِل ہو سکتا تھا جس کے دروازے

بند تھے۔

۱۵: ۴۴۔ "نفسانی جسم بویا جاتا ہے اور رُوحانی جسم جی اُٹھتا ہے"۔ یہاں اِس بات کی تاکید کے ساتھ وضاحت کرنے کی ضرورت ہے کہ "رُوحانی" کا مطلب "غیر مادی" جسم نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جی اُٹھنے پر ہم بے بدن رُوحیں ہوں گے۔ اِس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں اور نہ یہ خیال دُرست ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خُداوند یسوؔع کا جی اُٹھا جسم گوشت اور ہڈی والا جسم تھا، کیونکہ اُس نے خُود فرمایا کہ "رُوح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مُجھ میں دیکھتے ہو" (لُوقا ۲۴: ۲۹)۔ "نفسانی جسم" اور "رُوحانی جسم" میں فرق یہ ہے، کہ اوّل الذکر یہاں کی زمینی زندگی کے لئے موزُوں بنایا گیا ہے۔ جبکہ آخرالذکر جسم آسمانی زندگی کے لئے موزُوں ومناسب ہوگا۔ اوّل الذکر عمُوماً جان کے کنٹرول میں ہوتا ہے جبکہ آخرالذکر رُوح کے کنٹرول میں ہوگا۔ "رُوحانی جسم" وُہ جسم ہے جو واقعی رُوح کا خادم ہوگا۔

خُدا نے انسان کو رُوح، جان اور جسم خلق کیا۔ خُدا بیان کرتے ہُوئے ہمیشہ پہلے رُوح کا ذِکر کرتا ہے، کیونکہ اُس کا اِرادہ یہ تھا کہ رُوح کو ہمیشہ نمایاں اور غالب مقام حاصل رہے، یعنی اُس کا غلبہ ہو۔

۱۵: ۴۵۔ "چُنانچہ لکھا بھی ہے کہ پہلا آدمی یعنی آدمؔ زندہ نفس بنا۔ پچھلا آدمؔ زندگی بخشنے والی رُوح بنا"۔ یہاں بھی "پہلے آدمی یعنی آدمؔ" کا مُقابلہ خُداوند یسوؔع مسیح کے ساتھ کیا گیا ہے۔ خُدا نے آدم کے نتھنوں میں زندگی کا دَم پھُونکا تو وُہ جیتی جان ہُوا (پیدائش ۲: ۷)۔ جتنے بھی اُس کی نسل سے ہیں وُہ سب اُسی کے خصائص کے مالک ہیں۔ "پچھلا آدم" یعنی مُنجیٔ دو عالم "زندگی بخشنے والی رُوح بنا" (یُوحنّا ۵: ۲۱، ۲۶)۔ فرق یہ ہے کہ پہلی صُورت میں آدمؔ کو جسمانی (طبعی) زندگی "دی گئی"، دُوسری صُورت میں مسیح، ابدی زندگی "دیتا ہے"۔ ارڈمینؔ وضاحت کرتا ہے کہ

> "ہم آدمؔ کی نسل ہیں۔ اِس لئے اُسی کی مانند بنے ہُوئے ہیں۔ زندہ جانیں، فانی جسموں میں بس رہی ہیں، اور زمینی والدین کی شبیہ رکھتے ہیں۔ لیکن مسیح کے پیرو ہونے کی حیثیت میں ہمیں غیر فانی جسموں سے مُلبّس کیا جاتا ہے، اور ہمیں اپنے آسمانی خُداوند کی شبیہ مِلتی ہے"۔

۱۵: ۴۶ - اب رسول خُدا کی کائنات کا ایک بُنیادی اُصول بیان کرتا ہے کہ "رُوحانی پہلے نہ تھا بلکہ نفسانی تھا۔ اِس کے بعد رُوحانی ہُوا"۔ اِس کو کئی مُختلِف انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔ آدم، جو "نفسانی" آدمی تھا، اِنسانی تاریخ کے سٹیج پر پہلے آیا۔ اُس کے بعد یسوع جو "رُوحانی" آدمی تھا، آیا۔ دُوسرا انداز — ہم دُنیا میں "نفسانی" ہستیوں کی صُورت میں پَیدا ہوتے ہیں، پھر جب نئے سرے سے پَیدا ہوتے ہیں تو "رُوحانی" بنتے ہیں۔ اور آخری انداز — پہلے ہم کو "نفسانی" جسم مِلتے ہیں، پھر قیامت میں جی اُٹھنے پر ہمیں "رُوحانی" جسم ملیں گے۔

۱۵: ۴۷ - "پہلا آدمی زمین سے یعنی خاکی تھا"۔ اِس کا مطلب ہے کہ اُس کی اصل "زمین سے" تھی اور خصائص زمینی تھے۔ وُہ زمین کی "خاک" سے بنایا گیا تھا اور اپنی زِندگی میں وُہ حقیقی معنوں میں زمین سے بندھا ہُوا لگتا تھا۔ "دُوسرا آدمی آسمانی ہے"۔ اور یہ ہمارا خُداوند یسوع مسیح ہے۔

۱۵: ۴۸ - جن دو آدمیوں کا ذِکر آیت ۴۷ میں آیا ہے، اُن میں سے دُوسرا یسوع ہے۔ وُہ ازل سے ہے، لیکن بحیثیتِ بشر وُہ آدم کے بعد آیا۔ وُہ آسمان سے آیا۔ اور وُہ جو کچھ کہتا اور کرتا تھا وُہ سب "آسمانی" اور رُوحانی تھا (ہے)۔ اُس کی کوئی بات زمینی نہیں بلکہ رُوحانی ہے۔

جو حال یا کیفیت اِن دونوں وفاقی (مرکزی) سروں کی ہے، وُہی اُن کے پیروؤں کی ہے۔ جو آدم سے پَیدا ہُوئے ہیں اُس کے خصائص کے وارِث ہیں۔ اور جو مسیح سے پَیدا ہُوئے ہیں وُہ "آسمانی" لوگ ہیں۔

۱۵: ۴۹ - اپنی طبعی پیدائش کے باعث ہم آدم یعنی "خاکی کی صُورت پر ہُوئے"۔ اُسی طرح اپنے جی اُٹھے جسم میں ہم "آسمانی" یعنی مسیح کی "صُورت پر بھی ہوں گے"۔

۱۵: ۵۰ - اب پولس اُس تبدیلی کا بیان کرتا ہے جو مسیح کی دُوسری آمد کے موقع پر ایمانداروں کے جسموں میں ہو گی، اور اِس میں زِندہ اور مُردہ سب ایماندار شامل ہیں۔ وُہ اپنے بیان کی تمہید میں یُوں کہتا ہے کہ "گوشت اور خُون خُدا کی بادشاہی کا وارث نہیں ہو سکتا"۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہمارا موجُودہ جسم "خُدا کی بادشاہی" کے لائق اور موزُوں نہیں، کیونکہ خُدا کی بادشاہی یعنی ہمارا آسمانی وطن اَبدی ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ "فنا بقا کی وارث" نہیں "ہو سکتی"۔

دُوسرے لفظوں میں ہمارے مَوجُودہ جِسم بیماری، گلنے سڑنے اور زوال کے تابع ہیں۔ اِس لئے وُہ اُس کیفیت یا حالت کے لئے مَوزوں نہیں جِس میں گلنا سڑنا اور زوال ہے ہی نہیں۔ اِس حقیقت سے ایک مسئلہ سامنے آتا ہے کہ مسیح کی آمد پر زِندہ ایمان داروں کے جِسم کِس طرح آسمانی زِندگی کیلئے مَوزوں بنائے جا سکتے ہیں۔

۵۱:۱۵۔ جواب ایک "بھید" کی شکل میں دِیا گیا ہے۔ ہم پہلے بھی بتا چُکے ہیں کہ "بھید" ایسی سچائی ہوتی ہے جو پہلے معلُوم نہ تھی۔ لیکن اَب خُدا اُسے اپنے رسُولوں پر ظاہر کرتا ہے اور رسُول ہمیں بتاتے ہیں۔

"ہم سب تو نہیں سوئیں گے"۔ یعنی سارے ایمان داروں کو مَوت کا تجربہ نہیں ہوگا۔ مسیح کی دُوسری آمد پر بعض اِیمان دار زندہ ہوں گے۔ مگر ہم مَر گئے ہوں یا ابھی زِندہ ہوں سب کے "سب بدل جائیں گے"۔ قیامت کی حقیقت کوئی بھید نہیں ہے، کیونکہ اِس کا بیان پُرانے عہد نامہ میں بھی ہے۔ لیکن یہ حقیقت پہلے کبھی نہیں بتائی گئی تھی کہ سب تو نہیں مَریں گے، اور یہ بھی کہ خُداوند کی دُوسری آمد پر زِندہ مُقدّسین بدل جائیں گے۔

۵۲:۱۵۔ تبدیلی فوری ہوگی "اور یہ ایک دَم میں، ایک پل میں، پچھلا نرسِنگا پھُونکتے ہی ہوگا"۔ یہاں "پچھلا نرسنگا" کا مطلب دُنیا کا خاتمہ نہیں، نہ اِس سے مُراد وُہ پچھلا نرسِنگا ہے جِس کا ذکر مکاشفہ کی کتاب میں ہے۔ بلکہ اِس سے مُراد خُدا کا وُہ نرسِنگا ہے جو اُس وقت پھُونکا جائے گا جب مسیح ہَوا میں آئے گا تاکہ اپنے مُقدّسین کو اپنے ساتھ لے جائے (۱-تھسلنیکیوں ۱۶:۴)۔ جب "نرسِنگا" پھُونکا جائے گا تو "مُردے غیر فانی حالت میں اُٹھیں گے۔ اور ہم بدل جائیں گے"۔ کیسا زبردست اور شاندار لمحہ ہوگا! اُس وقت زمین اور سمُندر اُن سب کی خاک واپس دے دیں گے جو صَدیوں سے مسیح پر ایمان رکھتے ہُوئے مَرتے آئے ہیں! انسانی ذہن اِس واقعہ کی وُسعت اور بڑائی کا اندازہ کرنے سے قاصر ہے۔ لیکن فروتن ایمان دار اِسے ایمان کے ساتھ قبول کر کے مان سکتا ہے۔

۵۳:۱۵۔ یہ آیت مسیح کی آمد کے موقع پر ایمان داروں کے دو طبقوں کا بیان کرتی ہے۔ "یہ فانی جسم" سے مُراد اُن کے جِسم ہیں جو خاک میں مِل چُکے ہیں۔ وُہ "بقا کا جامہ" پہنیں گے۔ دُوسری طرف "یہ مرنے والا جِسم" اُن کا بیان کرتا ہے جو ابھی تک جِسم میں زِندہ ہوں گے مگر موت کے تابع ہوں گے۔ یہ جِسم "حیاتِ ابدی کا جامہ" پہنیں گے۔

۱۵: ۵۴۔ "جب" مسیح میں مرنے والے زندہ ہو جائیں گے اور جو زندہ ہیں وُہ اُن کے ساتھ بدل جائیں گے" تو وُہ قول پُورا ہوگا جو لکھا ہے کہ موت فتح کا لُقمہ ہو گئی" (یسعیاہ ۲۵: ۸)۔ واہ! کیا شوکت اور حشمت ہے!

> "ایسی قُدرت کے سامنے موت، قبر، اور گلنا سڑنا کیا حقیقت رکھتا ہے؟ آپ کہتے ہیں چار دِن کے مُردہ کو زندہ کرنا مُشکل ہے! لاکھوں لاکھ جسم جو ہزاروں سال سے مٹی میں پڑے ہیں، جن کو پھپھوندی لگ رہی ہے، وُہ پلک جھپکنے میں زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ بقا اور ابدی جلال اُن کا ہو گا۔ اور یہ سب کُچھ مُبارک ہستی خداوند یسوع مسیح کی ایک پُکار سے ہو جائے گا!"

۱۵: ۵۵۔ یہ آیت ایک طنزیہ گیت ہو سکتا ہے جو ایمان دار گاتے ہوئے ہَوا میں خُداوند کا اِستقبال کریں گے۔ وُہ "موت" کا مذاق اُڑاتے ہیں، کیونکہ اُن کے لئے "موت کا ڈنک" جاتا رہا ہے۔ وُہ "عالمِ ارواح" کا بھی مذاق اُڑاتے ہیں کیونکہ وُہ اُن کو اپنے قبضے میں رکھنے کی جنگ ہار چُکا ہے۔ اب اُن کو "موت" کا کُچھ خوف نہیں کیونکہ وُہ جانتے ہیں کہ ہمارے گُناہ مُعاف ہو چکے ہیں اور وُہ خُدا کے حضُور کھڑے ہیں جو اُن کو اپنے عزیز بیٹے میں قبول کرتا ہے۔

۱۵: ۵۶۔ اگر "گُناہ" نہ ہوتا تو کسی کے لئے بھی "موت کا ڈنک" نہ ہوتا۔ وُہ گُناہ جن کا اِقرار نہیں کیا جاتا، جن کی مُعافی نہیں ہوتی اُن کا احساس اور شعُور انسان کو موت سے خوفزدہ رکھتا ہے۔ اگر ہمیں معلُوم ہو کہ ہمارے گُناہ مُعاف ہو گئے ہیں تو ہم پُورے اِعتماد کے ساتھ موت کا سامنا کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے ضمیر پر گُناہ کا بوجھ ہو تو موت بے حد خوفناک نظر آئے گی، کیونکہ یہ موت ابدی سزا کا آغاز ہو گی۔

"گُناہ کا زور شریعت ہے" یعنی "شریعت" گنہگار کو مُلزم ٹھہراتی ہے۔ جتنے بھی خُدا کے پاک احکام کو ماننے سے قاصر رہے ہیں شریعت اُن کے بُرے حشر کا اعلان کرتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر گُناہ نہ ہوتا تو موت بھی نہ ہوتی۔ اور اگر شریعت نہ ہوتی تو گُناہ کی سزا کا حکم بھی نہ ہوتا۔

"موت کا تخت ۲ دو بنیادوں پر قائم ہے۔ گُناہ، جو سزا کا تقاضا کرتا

ہے۔ اور شریعت — جو سزا کا فتویٰ دیتی ہے۔ چنانچہ چھڑانے والے کے کام نے اِن ہی دو قوتوں پر ہاتھ ڈالا۔"

۱۵:۵۷۔ مسیح پر ایمان کے وسیلے سے ہمیں موت اور قبر پر "فتح" حاصل ہے۔ موت کا ڈنک ٹوٹ گیا ہے۔ یہ حقیقت عام لوگ بھی جانتے ہیں کہ جب بعض کیڑے مکوڑے کسی کو ڈنک مارتے ہیں تو ڈنک ٹوٹ کر اُس شخص کے گوشت ہی میں پھنسا رہ جاتا ہے۔ اِس طرح اپنے "ڈنک" سے محروم ہو کر وہ مر جاتے ہیں۔ نہایت صحیح معنوں میں موت نے صلیب پر خداوند "یسوع مسیح" کو ڈنک مار کر خود کو مار ڈالا۔ اور اب جہاں تک ایماندار کا تعلق ہے دہشت کا یہ بادشاہ (موت) تمام دہشت سے بالکل محروم ہو چکا ہے۔

ج۔ قیامت کی روشنی میں اختتامی اپیل (۱۵:۵۸)

۱۵:۵۸۔ قیامت کے یقین اور اِس حقیقت کے پیشِ نظر کہ مسیح پر ایمان بے فائدہ نہیں، پَولُس رسول نصیحت کرتا ہے کہ "اے میرے عزیز بھائیو! ثابت قدم اور قائم رہو اور خداوند کے کام میں ہمیشہ افزائش کرتے رہو، کیونکہ یہ جانتے ہو کہ تمہاری محنت خداوند میں بے فائدہ نہیں"۔ قیامت کی حقیقت سب کچھ بدل ڈالتی ہے۔ اُمید اور ثابت قدمی عطا کرتی ہے۔ اور ہمیں ہمت اور توفیق دیتی ہے کہ نہایت مشکل حالات کے باوجود آگے قدم مارتے جائیں۔

۵۔ پَولُس کی آخری نصیحتیں (باب ۱۶)

ا۔ چندے کے بارے میں (۱۶:۱-۴)

۱۶:۱۔ باب ۱۶ کی پہلی آیت کا تعلق اُس "چندے" سے ہے جو کرنتھس کی کلیسیا کو جمع کرنا اور یروشلیم میں ضرورت مند "مقدسوں" کو بھیجنا تھا۔ اُن کی ضرورت یا غربت کی وجہ کا کچھ علم نہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہاں کال پڑا ہوا تھا (اعمال ۱۱:۲۸-۳۰)۔ دوسری ممکنہ وجہ یہ ہے کہ جو یہودی مسیح پر ایمان لاتے اُن کے غیر ایماندار رشتہ دار، دوست اور دیگر ہم وطن اُن سے قطع تعلق کر لیتے تھے۔ بے شک اُن کا روزگار بھی جاتا رہتا تھا

اور بے شمار طریقوں سے اُن پر مالی دباؤ ڈالا جاتا تھا تاکہ مجبور ہو کر مسیح پر ایمان سے انکاری ہو جائیں۔ پَولُس نے پہلے ہی "گلتیہ کی کلیسیاؤں کو حکم دیا" ہُوا تھا کہ مُقدّسوں کی اِس مُعاملے میں مدد کریں۔ وُہ کرنتھس کے مسیحیوں سے کہتا ہے کہ "ویسا ہی تم بھی کرو"۔

۲:۱۶۔ اگرچہ اِس آیت میں دی گئی ہدایات کا تعلق ایک خاص چندے سے ہے، لیکن جو اُصول پیش کئے گئے ہیں، وُہ دائمی قدر و قیمت کے حامل ہیں۔ اوّل، چندہ الگ کرنے (یا جمع کرنے) کا کام "ہفتہ کے پہلے دِن" کرنا تھا۔ یہاں ہمیں ایک مضبوط اشارہ ملتا ہے کہ اب ابتدائی دَور کے مسیحی سبت یا ساتویں دِن کو ماننا فرض نہیں سمجھتے تھے۔ خُداوند ہفتہ کے پہلے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھا تھا۔ پنتِکُست کے دِن ہفتے کا پہلا دِن تھا۔ اور شاگرد روٹی توڑنے کے لئے ہفتہ کے پہلے دِن جمع ہُوا کرتے تھے (اعمال ۲۰:۷)۔ اب اُن سے کہا گیا ہے کہ وُہ "ہفتہ کے پہلے دِن" .... "کچھ اپنے پاس رکھ چھوڑا" کریں جو مُقدّسوں کی اِمداد کے کام آئے۔

دُوسرا اہم اُصول یہ ہے کہ چندہ جمع کرنے کے لئے ہدایات "ہر شخص" کے لئے تھیں۔ اپنے مال میں سے قُربانی دینے کے لئے امیر اور غریب، غُلام اور آزاد سب کو شامِل ہونا تھا۔

اگلا اُصول۔ یہ کام طریقے اور سلیقے سے کرنا تھا۔ "ہفتہ کے پہلے دِن" اُن کو "کچھ اپنے پاس رکھ چھوڑا" کرنا تھا، یعنی ذخیرہ کرنا تھا۔ اِس کام کو اتفاقی موقعوں یا خاص خاص موقعوں پر نہیں کرنا تھا۔ اِس چندے کو اپنے دُوسرے پیسوں سے الگ رکھنا تھا اور مَوقع کی مُناسبت سے مخصُوص استعمال کے لئے وقف کرنا تھا۔ یہ خیرات ہر شخص کی "آمدنی کے موافق" یعنی آمدنی کے تناسب کے مُطابق جمع کرنی تھی۔ یہ الفاظ قابلِ غور ہیں کہ "اپنی آمدنی کے موافق"۔

"تاکہ میرے آنے پر چندے نہ کرنے پڑیں"۔ پَولُس رسُول نہیں چاہتا تھا کہ آخری وقت پر انتظام کیا جائے۔ اُس کو اِس سنجیدہ اِمکان کا احساس تھا کہ لوگ دِل کی اور اپنے وسائل کی مُناسب تیاری کے بغیر چندہ دیں گے۔

۳:۱۶۔ یہ آیت ہمیں گرانقدر بصیرت دیتی ہے کہ مسیحی جماعت میں جمع کئے گئے چندوں کے بارے میں کیسی احتیاط کی ضرورت ہے۔ غور کریں کہ اوّل تو یہ چندے کسی ایک شخص کے سپُرد نہیں کرنے تھے، یہاں تک کہ پَولُس بھی اکیلا وصول نہیں کرے گا۔ دُوسرا۔ یہ انتظام کہ چندے کو کون آگے پہنچائے گا، رسُول اپنی مرضی کے مُطابق

نہیں کرے گا بلکہ یہ فیصلہ مقامی کلیسیا پر چھوڑا گیا۔ جب وُہ ایلچیوں کو چُن لیں گے تو پَولُس اُن کو "خط دے کر" یروشلیم بھیج دے گا۔

۱۶: ۴۔ اگر یہ فیصلہ کیا جائے کہ پَولُس رسُول کا بھی یروشلیم "جانا" "مناسب" ہے تو مقامی بھائی بھی اُس کے "ساتھ ہی جائیں گے"۔ غور کریں کہ وُہ "مَیں بھی اُن کے ساتھ ہی جاؤں گا" نہیں کہتا بلکہ یہ کہ "وُہ بھی میرے ساتھ ہی جائیں گے"۔ غالباً یہ بحیثیتِ رسُول پَولُس کے اختیار کی طرف اشارہ ہے۔ بعض مُفسّرین کا خیال ہے کہ پَولُس کے جانے یا نہ جانے کا فیصلہ اِس بنیاد پر ہوگا کہ خیرات کی مِقدار کِتنی ہے۔ مگر ہم نہیں سمجھتے کہ یہ عظیم رسُول ایسے اصُول کی راہنمائی میں چلتا تھا۔

ب۔ اپنے ذاتی منصُوبوں کے بارے میں (۱۶: ۵-۹)

۱۶: ۵۔ آیات ۵-۹ میں پَولُس اپنے ذاتی منصُوبوں کا ذِکر کرتا ہے۔ اُس کا اِرادہ ہے کہ اِفسُس سے، جہاں اُس نے یہ خط لِکھا، روانہ ہو کر "مکِدُنیہ ہو کر" آگے جائے اور جنُوب کی طرف سفر کر کے کرنتھس پہنچے۔

۱۶: ۶-۸۔ اگر ممکن ہُؤا تو پَولُس شاید "جاڑا بھی" کرنتھس کے مُقدّسین کے درمیان کاٹے۔ اور پھر "جس طرف وُہ جانا چاہے وُہ اُسے "اُس طرف روانہ کر" دیں۔ فی الحال وُہ مکِدُنیہ کی راہ پر اُن سے "مُلاقات کرنا نہیں چاہتا، بلکہ اُمید کرتا ہے کہ خُداوند نے چاہا" تو کچھ عرصہ اُن کے پاس رہے گا۔ پَولُس کو توقع ہے کہ مکِدُنیہ کے لئے روانہ ہونے سے پیشتر وُہ "عیدِ پنتکُست تک اِفسُس میں" رہے گا۔ آیت ۸ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خط اِفسُس سے لِکھا گیا تھا۔

۱۶: ۹۔ پَولُس کو احساس تھا کہ اِس وقت اِفسُس میں خُداوند کی خِدمت کرنے کا سُنہری موقع ہے۔ اُسے یہ بھی احساس تھا کہ فی الوقت اِفسُس میں "مُخالف بہت سے ہیں"۔ یہ آیت مسیحی خدمت کی کیسی لاتبدیل تصویر پیش کرتی ہے! ایک طرف تو کاٹنے کے لئے کھیت پک کر تیار کھڑے ہیں، دُوسری طرف دُشمن ہے جو روکنے کے لئے بیدار کھڑا ہے۔ وُہ ہر مُمکن طریقے سے تفرقہ ڈالنے اور مخالفت کرنے پر کمربستہ ہے!

ج۔ اِختتامی نصیحتیں اور سلام (۱۶: ۱۰-۲۴)

۱۶: ۱۰- یہاں پولس رسول "تیمتھیس" کے بارے میں خاص بات کہتا ہے کہ اگر خداوند کا یہ جاں نثار نوجوان خادمِ کرنتھس میں آئے "تو وہ تمہارے پاس بے خوف رہے"۔ غالباً اِشارہ یہ ہے کہ تیمتھیس فِطری طور پر ڈرپوک تھا اور کرنتھیوں کو کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے اُس کے اِس رُجحان میں اِضافہ ہو۔ دُوسری طرف یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اُسے "یہ خوف" نہ ہو کہ مجھے بحیثیت خُداوند کا خادم قبول نہیں کیا جائے گا۔ پولس کے اَلفاظ دُوسرے مفہوم کی تائید کرتے ہیں کہ "وہ میری طرح خُداوند کا کام کرتا ہے"۔

۱۶: ۱۱- چونکہ تیمتھیس دیانت داری اور وفاداری سے مسیح کی خِدمت کرتا ہے اِس لئے "کوئی اُسے حقیر نہ جانے"۔ بلکہ دِلی کوشش کر کے "اُس کو صحیح سلامت" اگلے سفر پر "روانہ" کیا جائے تاکہ وُہ مقررہ وقت پر پولس کے "پاس آجائے"۔ پولس رسول "منتظر" تھا کہ تیمتھیس "بھائیوں سمیت" اُس کے پاس آئے گا۔

۱۶: ۱۲- اَب پولس "بھائی اَپلّوس" کا ذِکر کرتا ہے۔ پولس نے اُس سے پُرزور "اِلتماس" کی کہ "بھائیوں کے ساتھ" کرنتھس جائے۔ لیکن اپلّوس نے محسُوس کیا کہ "اِس وقت" خُدا کی میرے لئے یہ مرضی نہیں۔ مگر کہا کہ "جب اُس کو موقع ملے گا تو جائے گا"۔ آیت ۱۲ ہمارے لئے بے حد قیمتی ہے، کیونکہ محبّت کی اُس رُوح کو ظاہر کرتی ہے جو خُداوند کے خادموں کے درمیان موثر طور پر کام کرتی تھی۔ کِسی نے اِس کو "حسد سے پاک محبّت اور عزّت" کی خوبصُورت تصویر کہا ہے۔ یہاں وُہ آزادی بھی نظر آتی ہے جس سے خُداوند کا ہر خادم خُداوند سے ہدایت اور راہنمائی حاصِل کرتا تھا اور کِسی اور ذریعہ سے حُکم نہیں لیتا تھا۔ یہاں تک کہ خُود پولس کو اِختیار نہ تھا کہ اَپلّوس سے کہے کہ یہ کر یا وُہ کر۔

۱۶: ۱۳-۱۴- اب پولس مُقدّسین کو چند پُرمغز اور زور دار نصیحتیں کرتا ہے۔ "جاگتے رہو" یعنی ہوشیاری کے ساتھ "اِیمان میں قائم رہو۔ مردانگی کرو۔ مضبُوط ہو"۔ شاید پولس دوبارہ جھوٹے اُستادوں کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ مُقدّسین کو ہر وقت ہوشیار اور چوکنّا رہنے کی ضرُورت ہے، تاکہ اہم علاقے کا ایک اِنچ حصّہ بھی ہاتھ سے نہ نِکل جائے۔ اُن کو حقیقی حوصلے اور مردانگی سے سب کُچھ کرنا اور خُداوند میں

"مضبُوط" ہونا ہے۔ "جو کچھ کرتے ہو محبّت سے کرو"۔ ہر کام میں محبّت کا اظہار ہو۔ اِس کا مطلب ہے خُدا اور دُوسروں کے لئے جاں نثاری۔ اِس کا مطلب ہے اپنا آپ وار دینا۔

۱۵:۱۶۔ اب "ستِفناس کے خاندان" کے لئے نصیحت کی جاتی ہے۔ یہ عزیز مسیحی "اخیہ کے پہلے پھل" تھے۔ مُراد یہ ہے کہ "اخیہ" میں سب سے پہلے یہی افراد ایمان لائے تھے۔ معلُوم ہوتا ہے کہ اپنی تبدیلی کے دِنوں ہی سے وُہ "مقدّسوں کی خدمت کے لئے مُستعد" چلے آرہے تھے۔ اُنہوں نے خُود کو خُدا کے لوگوں کی خِدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اِس سے پہلے "ستِفناس کے خاندان" کا ذکر ۱۶:۱ میں آیا تھا۔ وہاں پَولُس نے بیان کیا ہے کہ مَیں نے اِس خاندان کو بپتسمہ دیا تھا۔ بہت سے مُفسّرین اصرار کرتے ہیں کہ "ستِفناس کے خاندان" میں شیرخوار بچّے بھی شامل تھے اور اِس طرح بچّوں کے بپتسمہ کو جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر اِس آیت سے معلُوم ہوتا ہے کہ اِس خاندان میں ایسے چھوٹے بچّے نہیں تھے کیونکہ صاف صاف بیان ہُوا ہے کہ "وُہ مُقدّسوں کی خِدمت کے لئے مُستعِد رہتے ہیں"۔

۱۶:۱۶۔ رسُول مسیحیوں کو نصیحت کرتا ہے کہ "ایسے لوگوں کے تابع رہو، بلکہ ہر ایک کے جو اِس کام اور محنت میں شریک ہے"۔ نئے عہدنامہ کی عام تعلیم سے ہم سیکھتے ہیں کہ جتنے لوگ اپنے آپ کو خُداوند مسیح کی خِدمت کے لئے وقف کر دیتے ہیں، خُدا کے سارے لوگوں کا فرض ہے کہ محبّت کے ساتھ اُن کا اِحترام کریں۔ اگر اِسی پہ عام عمل کیا جائے تو بہت بڑی حد تک حسد اور تفرِقہ پیدا نہیں ہوگا۔

۱۷:۱۶۔ "ستِفناس اور فُرتوناتُس اور اخیکُس کے آنے سے" پَولُس کو دلی خُوشی ہُوئی۔ "کیونکہ جو تُم (کرنتھیوں) سے رہ گیا تھا اُنہوں نے پُورا کر دیا"۔ غالباً مطلب یہ ہے کہ اُنہوں نے پَولُس رسُول سے مہربانی کا وُہ سلوک کیا جس میں کرنتھیوں سے کوتاہی ہُوئی تھی۔ یا مطلب یہ ہے کہ دُور ہونے کے باعث کرنتھی جو کچھ پَولُس کے لئے نہ کر سکتے تھے وُہ اِن شخصوں نے "پُورا کر دیا"۔

۱۸:۱۶۔ وُہ کرنتھس سے پَولُس کے لئے خبریں لائے اور رسُول سے خبریں لے کر اپنی آبائی جماعت میں واپس گئے۔ پَولُس پھر نصیحت کرتا ہے کہ مقامی کلیسیا اُن

سے محبت اور احترام سے پیش آئے۔

۱۶:۱۹- "آسیہ کی کلیسیائیں"- مراد ہے آسیہ کے صوبہ کی جماعتیں۔ اس صوبے کا صدر مقام افسس تھا۔ لگتا ہے کہ "اکولہ اور پرسکہ" اس وقت افسس میں رہائش پذیر تھے۔ کسی وقت وہ کرنتھس میں رہتے تھے۔ لہٰذا وہاں کے مقدسین اُن کو جانتے تھے۔ پیشہ کے لحاظ سے اکولہ خیمہ دوز تھا۔ اُس نے پولس کے ساتھ بھی یہ کام کیا تھا۔ "اُس کلیسیا سمیت جو اُن کے گھر میں ہے"۔ اِس سے ہمیں نظر آتا ہے کہ اُس زمانے میں جماعتی زندگی کیسی سادہ تھی۔ عبادت، دعا اور رفاقت کے لئے مسیحی اپنے گھروں میں جمع ہوتے تھے۔ پھر وہ نکل کر اپنے کاروبار کی جگہ، بازاروں، مقامی قید خانہ اور جہاں کہیں قسمت اُن کو لے جاتی تھی ہر جگہ خوشخبری کی منادی کرتے تھے۔

۱۶:۲۰- جماعت کے "سب بھائی" کرنتھس میں اپنے ہم ایمان ساتھیوں کو محبت بھرا سلام بھیجتے ہیں۔ رسول اپنے قارئین کو ہدایت اور تاکید کرتا ہے کہ "پاک بوسہ لے کر آپس میں سلام کرو"۔ اُس زمانے میں بوسہ لے کر سلام کرنا ایک عام رواج تھا، بلکہ مردوں میں بھی یہی رواج تھا۔ "پاک بوسہ" کا مطلب ہے ایسا بوسہ جس میں بناوٹ، مکر اور بدنیتی نہ ہو۔ آج کل بوسے کی جگہ مصافحہ (ہاتھ ملانے) نے لے لی ہے۔

۱۶:۲۱- پولس کا عام قاعدہ تھا کہ اپنے ہم خدمتوں میں سے کسی ایک سے خط لکھوایا کرتا تھا۔ آخر میں قلم خود پکڑ کر اپنے ہاتھ سے چند لفظ لکھتا اور پھر اپنا مخصوص سلام لکھتا تھا۔ یہاں بھی اُس نے یہی کیا ہے۔

۱۶:۲۲- "ملعون"- یونانی لفظ anathema کا ترجمہ ہے۔ جو لوگ "خداوند کو عزیز نہیں" رکھتے وہ پہلے ہی ملعون ہیں۔ اُن پر پہلے ہی سزا کا حکم ہے۔ لیکن اُن کا حشر خداوند یسوع مسیح کی دوسری آمد پر ظاہر ہوگا۔ مسیحی وہ ہے جو منجی سے پیار کرتا ہے۔ وہ خداوند کو ہر چیز اور ہر شخص سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ خدا کے بیٹے سے محبت نہ رکھنا خود خدا کے خلاف جرم ہے۔ رائل اس پر یوں تبصرہ کرتا ہے:

> "جو شخص مسیح سے محبت نہیں رکھتا مقدس پولس اُس کے لئے کوئی راہِ فرار نہیں چھوڑتا۔ ہوسکتا ہے کہ کسی شخص میں واضح ذہنی علم کی کمی ہو، مگر وہ نجات پا سکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی بے حوصلہ ہو،

اور اِنسان کے خوف سے مغلوب ہو جائے جیسے پطرس ہو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے وُہ داؤد کی طرح نہایت بُری طرح گِر جائے، مگر پھر اُٹھ کھڑا ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص مسیح کو عزیز نہیں رکھتا تو وُہ زِندگی کی راہ پر نہیں ہے۔ لعنت اُس پر قائم ہے۔ وُہ کُشادہ راستے پر چل رہا ہے جو ہلاکت کو پہنچاتا ہے۔"

"ہمارا خُداوند آنے والا ہے"۔ ارامی زبان کے لفظ مارانا تھا maranatha کا مطلب ہے "اے خُداوند، آ!" ابتدائی دَور کے مسیحی اِسے عام استعمال کرتے تھے۔ اگر اِس کو مارن آتھا maran atha بولا جائے تو مطلب ہے "ہمارا خُداوند آ گیا ہے"۔ اور اگر تھوڑا اَور بدل کر مارانا۔تھا marana tha بولیں تو مطلب ہے "ہمارے خُداوند، آ"۔

۱۶:۲۳۔ "فضل" پَولُس کا پسندیدہ موضُوع ہے۔ وُہ اِسی عظیم لفظ سے خط کا آغاز کرتا اور اِختتام بھی کرتا تھا۔ اور یہ نشان ہے کہ خط اُسی کی تصنیف ہے۔

۱۶:۲۴۔ پُورے خط میں مسیح کے اِس جان نثار رسُول کے دِل کی دھڑکن سُنائی دیتی ہے۔ وُہ بہتری اور بہبُود کی بات کرتا ہے، تسلّی و اطمینان کے کلمے کہتا ہے، نصیحت کرتا ہے اور ایمان میں اپنے فرزندوں کو جھڑکتا ہے۔ مگر ہر رنگ میں اُس کے دِل کی دھڑکن شامِل ہے۔ کوئی شک نہیں کہ اُسے اُن سے "محبّت" ہے۔ جب وُہ ان اختتامی الفاظ کو پڑھیں گے تو شاید شرمسار ہوں گے کہ ہم نے اپنے اندر جھُوٹے اُستادوں کو گھُس آنے دیا، پَولُس کی رسالت پر اعتراض کئے اور اُس کے لئے پہلی سی محبّت پر قائم نہ رہے۔

کُرنتھیوں کے نام دُوسرا خط

تعارُف

"پَولُس پر (۲۔کرنتھیوں میں) مکاشفہ اِس قدر صاف اور واضح ہے کہ سارا مُقدّس ادب اِس کا مُقابلہ نہیں کر سکتا۔"
سیڈلر

۱۔ مُستنَد کتابوں میں یکتا درجہ

جہاں مُبشّر اور مُبلّغ ۱۔کرنتھیوں کا وسیع مُطالعہ کرتے اور بشارت میں اِس کا وسیع اِستعمال کرتے ہیں، وہاں ۲۔کرنتھیوں کو وسیع پیمانے پر نظر انداز کرتے ہیں۔ مگر یہ نہایت اہم خط ہے۔ بے شک اِسے نظر انداز کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اُسلُوبِ بیان اکثر طنزیہ ہے اور اِس کا مفہوم بیان کرنا مُشکل ہے۔ پَولُس نے طرزِ تحریر میں جذبات سے بہُت کام لیا ہے۔ اِس لئے ترجمہ کرتے وقت کئی الفاظ اپنے پاس سے بھرتی کرنے پڑتے ہیں تاکہ گہرے مفہُوم کی صحیح عکاسی ہو سکے۔

اِس خط کو سمجھنا مُشکل ہے۔ بہُت سی آیات کا مطلب مبہم اور غیر واضح ہے۔ اِس کی کئی توجیہات پیش کی جا سکتی ہیں۔ (۱) پَولُس نے طنز کا بہُت اِستعمال کیا ہے۔ لیکن بعض اوقات اِمتیاز کرنا مُشکل ہے کہ کہاں طنز ہے اور کہاں نہیں۔ (۲) بعض حِصّوں کو پُورے طور پر سمجھنے کے لئے پَولُس کے مشنری دَوروں کے بارے میں مزید معلُومات کی ضرُورت ہے۔ اُس کے ہم خِدمتوں کے دَوروں اور پَولُس کے خطُوط کے متعلق بھی بہُت کُچھ مزید جاننے کی ضرُورت ہے۔ (۳) یہ خط بہُت ہی ذاتی خط ہے، اور الفاظ اکثر و بیشتر دِل کی زبان ہیں۔ اِن کو سمجھنا ہمیشہ اِتنا آسان نہیں ہوتا۔

لیکن اِن مُشکلات کے باعث دِل چھوٹا نہیں کرنا چاہئے۔ خوش قسمتی سے خط کی بنیادی سچائیوں پر اِن کا کُچھ اثر نہیں پڑتا، صِرف تفاصیل پر کُچھ اثر پڑتا ہے۔

پھر ۲۔کرنتھیوں ایسا خط ہے جس کا بہُت زیادہ اقتباس کیا گیا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

۲۔ مُصنّف

کوئی بھی اِنکار نہیں کرتا کہ ۲۔کرنتھیوں پَولُس ہی کی تصنیف ہے۔ البتہ چند ایک

علما یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ کہیں کہیں کچھ "اضافے" موجود ہیں، تاہم خط کی وحدت (پولس کے مخصوص تجاوزات کے ساتھ) نمایاں ہے۔

۲-کرنتھیوں کے حق میں خارجی "شہادت" بہت مضبوط ہے۔ لیکن ۱-کرنتھیوں کی نسبت قدرے بعد کی ہے۔ حیرانی کی بات ہے کہ روم کے کلیمینس نے اس خط میں سے اقتباس نہیں کیا۔ البتہ پولیکارپ، ایرینیوس، سکندریہ کا کلیمینس، طرطلیان اور قپریانس سب نے اقتباس کیا ہے۔ مرقیون نے جن دس خطوط کو پولس کی تصنیف مانا ہے اُن کی فہرست میں اسے تیسرے نمبر پہ لکھا ہے۔ یہ مرتوری فہرست میں بھی شامل ہے۔ ۱۷۵ء کے بعد ۲-کرنتھیوں کے لئے شہادتیں کثرت سے ملتی ہیں۔

داخلی شہادتیں بھی بکثرت ہیں کہ یہ خط پولس کی تصنیف ہے۔ فلیمون کے علاوہ یہ خط پولس کا خاص شخصی خط ہے اور اِس میں عقائد کی تعلیم سب سے کم ہے۔ دقیق شخصی حوالے، رسول کے مزاج کی خاص خصوصیات اور ۱-کرنتھیوں، گلتیوں، رومیوں اور اعمال کی کتاب کے ساتھ قریبی نمایاں تعلق، یہ سب باتیں اس روایتی نظریہ کی حمایت کرتی ہیں کہ یہ خط پولس کا لکھا ہُوا ہے۔ شروع سے ہی عام خیال تھا کہ ۱-کرنتھیوں کا مصنف پولس ہے۔ اِس خط میں بھی وُہی جماعت اور وہی خط لکھنے والا اور صاف اور واضح شہادتیں ہیں۔

۳- سنِ تصنیف

۲-کرنتھیوں پہلے خط سے غالباً ایک سال سے بھی کم عرصہ بعد مکدنیہ سے لکھا گیا تھا (بعض قدیم تراجم فلپی کی نشاندہی کرتے ہیں)۔ عام طور سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ خط ۵۷ء میں تحریر ہُوا۔ لیکن بہت سے عُلماء ۵۵ء یا ۵۶ء کے حق میں ہیں، جبکہ ہارنک اِسے ۵۳ء کی تصنیف بتاتا ہے۔

۴- پس منظر اور موضوع

ہم ۲-کرنتھیوں کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ اِس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ نہایت ذاتی خط ہے۔ پولس کی دُوسری تحریروں کی نسبت اِس خط میں اُس نے گویا اپنا دِل کھول کر رکھ دیا ہے۔ ہم اِس سے گہری قُربت محسُوس کرتے ہیں۔ ہم خُود کو خُداوند کے کام کے لئے اُس کے ولولہ میں شریک محسُوس کرتے ہیں۔ ہمیں زندگی کی سب سے بڑی بلاہٹ کی عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ ہم خاموشی اور حیرت سے اُن دُکھوں کی فہرست پڑھتے ہیں جو

رسُول کو برداشت کرنی پڑیں۔ ہمیں وُہ خفگی نظر آنے لگتی ہے جس سے وُہ اپنے بے دھڑک نکتہ چینوں کو جواب دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ پولُس ہمیں اپنی زِندگی کا ہر راز بتا دیتا ہے۔

پولُس کے کرنتھس کے پہلے دَورے کا حال اعمال باب ۱۸ میں درج ہے۔ وُہ اپنے دُوسرے تبلیغی دَورے کے دوران وہاں گیا تھا۔ اور اِس سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اُس نے اتھینے میں وہ یادگار خطاب کیا تھا جس کو ہم مریخ کے پہاڑ کا خطاب کہتے ہیں۔

کرنتھس میں پولُس پرسِکلہ اور اکوِلہ کے ساتھ خیمہ دوزی کا کام کرتا اور یہودیوں کے عبادت خانے میں خوشخبری کی منادی کرتا رہا۔ سیلاس اور تیمتھیس مکدُنیہ سے آکر اِس تبلیغی کام میں اُس کے شریک ہوئے، جو کم سے کم اٹھارہ ۱۸ ماہ تک چلتا رہا (اعمال ۱۸: ۱۱)۔

جب اکثر و بیشتر یہودیوں نے پولُس کے پیغام کو ردّ کر دیا تو وُہ غیر قوموں کی طرف مُتوجہ ہُوا۔ جب لوگ —— یہودی اور غیر قوم، دونوں —— نجات پانے لگے تو یہودی لیڈروں نے ناراض ہوکر اُس کو رومی گورنر کے سامنے پیش کر دیا۔ مُقدمہ کے فیصلے کے بعد پولُس بہت دِنوں تک کرنتھس ہی میں رہا۔ پھر کنخریہ اور اِفسس کو روانہ ہُوا، اور قیصریہ اور اِنطاکیہ کی طرف واپسی کا طویل سفر اختیار کیا۔

اپنے تیسرے بشارتی دَورے کے دَوران وُہ دوبارہ اِفسس میں آیا اور دو ۲ سال تک وہاں رہا۔ اِس قیام کے دَوران کرنتھس سے ایک وَفد اُسے مِلنے آیا اور کئی مُعاملات میں پولُس سے رائے اور مشورہ لیا۔ اِس موقع پر اُٹھائے گئے سُوالات کے جواب میں کرنتھیوں کا پہلا خط لِکھا گیا تھا۔

کُچھ عرصہ بعد رسُول کو فِکر ہُوئی کہ پتہ کرے کہ کرنتھیوں نے میرے پہلے خط کا، اور خصُوصاً اُس حِصّے کا کیا تاثر لیا ہے اور کیا ردِّ عمل دِکھایا ہے جس کا تعلق گناہ کرنے والے رُکن کی تادیب کے ساتھ ہے۔ چنانچہ وُہ اِفسس سے ترواس آیا جہاں اُسے طِطُس سے مُلاقات کی اُمید تھی لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ چنانچہ وُہ جہاز پر سوار ہوکر مکِدُنیہ پہنچا جہاں طِطُس بھی خبریں لے کر آپہنچا۔ کُچھ خبریں اچھّی تھیں اور کُچھ بُری۔ مقدسین نے گناہ کرنے والے رُکن کی تادیب کی تھی —— اور اِس طرح وُہ رُوحانی طور پر بحال ہوگیا تھا۔ یہ اچھّی خبر تھی۔ لیکن مسیحیوں نے یروشلیم کے حاجتمند مُقدسین کے لئے کوئی اِمدادی

رقم نہیں بھیجی تھی، حالانکہ اُن کا ارادہ تو تھا۔ یہ کوئی اچھی خبر نہ تھی۔ ططس نے یہ اِطّلاع بھی دی کہ جھُوٹے اُستاد کرنتھس میں بہُت سرگرم ہیں۔ وُہ نہ صِرف رسُول کے کام کی جڑیں کھوکھلی کر رہے تھے بلکہ اُس کی رسالت اور خُدا کے خادِم کی حیثیت سے اُس کے اِختیار پر بھی اِعتراض کر رہے تھے۔ یہ بہُت بُری خبر تھی۔

یہ حالات تھے جن کے باعث مکدُنیہ سے کرنتھیوں کے نام دُوسرا خط لِکھا گیا۔

پہلے خط میں پَولُس بنیادی طور پر ایک مُعلّم نظر آتا ہے، مگر دُوسرے خط میں وُہ پاسٹر کا کردار اختیار کرتا ہے۔ اگر آپ کان لگا کر سُنیں تو آپ کو ایک ایسے شخص کے دِل کی دھڑکن سُنائی دے گی جو خُدا کے لوگوں سے دِلی محبّت رکھتا ہے اور جِس نے خُود کو اُن کی بھلائی کے لئے وقف کر رکھا ہے۔

چنانچہ آیئے ہم اِس بڑی مُہم پر روانہ ہوں، اور اُن "سانس لیتے ہُوئے خیالات، اور جلتے ہُوئے الفاظ" کا مُطالعہ کریں۔ آیئے ہم دُعا کے ساتھ آغاز کریں کہ خُدا کا پاک رُوح اُن کو ہمارے لئے روشن کرے!

خاکہ

۱۔ پولُس خِدمت کی تشریح کرتا ہے ابواب ۱: ۷

ا۔ سلام ۱: ۱، ۲
ب۔ دُکھوں میں تسلّی دینے کی خِدمت ۱: ۳-۱۱
ج۔ پولُس کے منصوبوں میں تبدیلی کی وضاحت ۱: ۱۲- ۲: ۱۷
د۔ خِدمت کے لئے پولُس کی اسناد ۳: ۱- ۵
ہ۔ پُرانے عہد اور نئے عہد کا مُقابلہ ۳: ۶-۱۸
و۔ خُوشخبری کی واضح منادی کرنے کا فرض ۴: ۱- ۶
ز۔ مٹی کا برتن اور آسمانی منزِل ۴: ۷- ۱۸
ح۔ مسیح کے تختِ عدالت کی روشنی میں جینا ۵: ۱- ۱۰
ط۔ خِدمت میں پولُس کی نیک نامی ۵: ۱۱- ۶: ۲
ی۔ خِدمت میں پولُس کا کردار ۶: ۳- ۱۰
ک۔ کھُلے دِل اور شفقت کے لئے پولُس کی اپیل ۶: ۱۱- ۱۳
ل۔ کلام کے مُطابق علیحدگی اختیار کرنے کی اپیل ۶: ۱۴- ۷: ۱
م۔ کرنتھس سے اچھی خبر مِلنے پر پولُس کی خُوشی ۷: ۲- ۱۶

۲۔ پولُس کی نصیحت کہ یروشلیم کے مُقدسین کے لئے چندہ بھیجنے کا کام مکمّل کیا جائے ابواب ۸، ۹

ا۔ فراخدِلی سے دینے کے اچھے نمونے ۸: ۱- ۹
ب۔ چندہ جمع کرنے کے کام کو پُورا کرنے کا نیک مشورہ ۸: ۱۰، ۱۱
ج۔ فراخدِلی سے دینے کے تین ۳ عُمدہ اصول ۸: ۱۲- ۱۵
د۔ چندہ اور خیرات تیار کرنے کے لئے تین نیکنام بھائی ۸: ۱۶- ۲۴
ہ۔ اپیل کہ کرنتھیوں پر پولُس کے فخر کی تصدیق ہو ۹: ۱- ۵
و۔ فراخدِلی سے دینے کا اَجر ۹: ۶- ۱۵

۳- پولُس اپنی رسالت کا دِفاع کرتا ہے   ابواب ۱۰-۱۳

ا- پولُس اپنے مُعترِضین کو جواب دیتا ہے   ۱۰: ۱-۱۲

ب- پولُس کا اُصول — مسیح کے لئے نئی زمین تیار کرنا   ۱۰: ۱۳-۱۶

ج- پولُس کا عظیم نصبُ العین۔ خُداوند کی خوشنودی۔   ۱۰: ۱۷، ۱۸

د- پولُس اپنی رسالت کا دعویٰ کرتا ہے   ۱۱: ۱-۱۵

ہ- پولُس کا مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانا اُس کی رسالت کی حمایت کرتا ہے   ۱۱: ۱۶-۳۳

و- پولُس کے مکاشفات اُس کی رسالت کی حمایت کرتے ہیں   ۱۲: ۱-۱۰

ز- پولُس کے عجیب کام (مُعجزے) اُس کی رِسالت کی حمایت کرتے ہیں   ۱۲: ۱۱-۱۳

ح- پولُس کا اِلتوا میں پڑا ہوا کرنتھس کا دورہ   ۱۲: ۱۴-۱۳: ۱

ط- اہلِ کرنتھس خود پولُس کی رسالت کے گواہ ہیں   ۱۳: ۲-۶

ی- پولُس کی خواہش کہ کرنتھیوں سے بھلائی کرے   ۱۳: ۷-۱۰

ک- خُدائے ثالوث کے نام میں پولُس کی پُرفضل الوداع   ۱۳: ۱۱-۱۴

تفسیر

۱- پولُس خدمت کی تشریح کرتا ہے (ابواب ۱-۷)

ا- سلام (۱:۱-۲)

۱:۱- خط کے شروع میں "پولُس" اپنا تعارف کراتا ہے کہ وُہ "خُدا کی مرضی سے مسیح یسوع کا رسُول ہے"۔ ضرُوری ہے کہ وُہ شرُوع ہی میں یہ بات واضح کر دے کیونکہ کرنتھس میں ایسے لوگ موجُود تھے جو اعتراض کرتے تھے کہ کیا خُداوند نے پولُس کو رسُول مقرر کیا ہے؟ اُس کا جواب ہے کہ مَیں نے یہ خِدمت اپنی مرضی سے نہیں چُنی، نہ مُجھے آدمیوں نے مُقرر اور مخصوص کیا ہے، بلکہ "خُدا کی مرضی سے" یسوع مسیح نے مُجھے اِس خِدمت میں ڈالا ہے۔ رِسالت کے لئے اُس کی بُلاہٹ دمشق کی راہ پر ہُوئی تھی۔ یہ اُس کی زِندگی کا ایک نہ بُھولنے والا تجربہ تھا۔ اِس اِلٰہی بُلاہٹ کا شعُور ہی اُسے مُصیبت اور دُکھوں کی بے شمار گھڑیوں میں قائم اور ثابت قدم رکھتا تھا۔ مسیح کی خِدمت کے دَوران بسا اوقات اُس پر دباؤ حد سے بڑھ جاتا تھا، یہاں تک کہ وُہ کہہ سکتا کہ مَیں سب کُچھ چھوڑ کر گھر جا بیٹھتا ہُوں۔ مگر اُسے یقین تھا کہ یہ بُلاہٹ خُدا کی طرف سے ہے، اِس لئے وُہ کبھی ہمّت نہیں ہارتا تھا۔

پہلی ہی آیت میں "تیمتھیس" کے ذِکر کا یہ مطلب نہیں کہ اُس نے یہ خط مرتب کرنے یا لِکھتے لِکھانے میں مَدد کی۔ صِرف اِتنا ظاہر ہوتا ہے کہ جب خط لِکھا گیا تو وُہ پولُس کے پاس تھا۔ اِس مذکُورہ حقیقت کے سِوا اُن دِنوں میں تیمتھیس کی نقل وحرکت کے بارے میں وُثُوق سے کُچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اِس خط میں "خُدا کی اُس کلیسیا" کو "جو کرنتھس میں ہے اور تمام اخیہ کے سب مُقدّسوں" کو مخاطب کیا گیا ہے۔

"خُدا کی ... کلیسیا"۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے اُن ایمان داروں کی جماعت جو "خُدا" کے ہیں۔ یہ بُت پرستوں یا بے دِینوں کی جماعت نہ تھی اور نہ لوگوں کا کوئی غیر مذہبی

اجتماع تھا، بلکہ اُن مسیحیوں کی رفاقت اور جماعت تھی جو نئے سرے سے پیدا ہوئے تھے اور دُنیا میں سے بُلائے گئے تھے کہ خُداوند کے ہو جائیں۔ جب پَولُس یہ الفاظ لکھ رہا تھا تو یقین ہے کہ اُسے یاد آرہا تھا کہ مَیں نے پہلی دفعہ کرنتھس میں جا کر کس طرح بشارت دی تھی۔ بُت پرستی اور شہوت پرستی میں غلطاں مرد و زن نے یسوع مسیح کو خُداوند قبول کیا تھا، اور اُس کے حیرت انگیز فضل سے نجات پائی تھی۔ اگرچہ بعد میں کرنتھس کی جماعت میں کئی مُشکلات اور مسائل پیدا ہو گئے تھے تو بھی رسُول کا دِل یہ سوچ کر خُوشی سے بھر جاتا تھا کہ اُن پیارے لوگوں کی زندگیوں میں زبردست تبدیلی آئی تھی۔ اِس خط میں صِرف کرنتھس کے ایمان داروں کو نہیں بلکہ "تمام اخیہ کے سب مُقدسوں" کو مخاطب کیا گیا ہے۔ "اخیہ" یونان کے جنوبی حِصّے کی اور مکِدُنیہ شمالی حِصّے کی نمائندگی کرتا تھا۔ اِس خط میں ہم مکِدُنیہ کے بارے میں کافی کُچھ پڑھیں گے۔

۲:۱- "فضل اور اطمینان ..." یہ بہت پیارا سلام ہے۔ اب ہم جان گئے ہیں کہ عزیز رسُول پَولُس اِسی طرح سلام لکھتا ہے۔ جب وُہ خُدا کے لوگوں کے لئے اپنی زبردست خواہش کا اظہار کرنا چاہتا ہے تو وُہ اُن کے لئے سونے چاندی جیسی مادّی چیزوں کی تمنّا نہیں کرتا۔ وُہ جانتا ہے کہ یہ چیزیں بہت جلد جاتی رہتی ہیں، بلکہ وُہ اُن کے لئے رُوحانی برکتوں کی تمنّا کرتا ہے، جیسے "فضل" اور "اطمینان" کیونکہ اِن میں ہر وُہ اچھی چیز شامل ہے جو زمین پر ایک گنہگار حاصِل کر سکتا ہے۔ فضل خوشخبری کا پہلا اور آخری لفظ ہے اور اطمینان ایمان دار میں مسیح کے کام کی تکمیل ہے۔ یہ برکات "ہمارے باپ خُدا اور خُداوند یسوع مسیح کی طرف سے آتی ہیں۔ "ہمارا باپ خُدا" سرچشمہ ہے اور "خُداوند یسوع مسیح" راستہ یا ذریعہ ہے۔ پَولُس "خُداوند یسوع مسیح" کو "خُدا باپ" کے ساتھ ساتھ رکھنے سے نہیں جھجکتا کیونکہ "مسیح" تثلیث کا ایک اُقنُوم اور "باپ" کے برابر ہے۔

ب- دُکھوں میں تسلّی دینے کی خِدمت (۱:۳-۱۱)

۳:۱- آیات ۳-۱۱ میں رسُول دِلی طور سے شُکر گزاری کرتا ہے، کیونکہ اُسے مُصیبتوں اور دُکھوں میں "تسلّی" مِلتی ہے۔ بلاشُبہ "تسلّی" وہ اچھی خبر تھی جو طِطُس نے مکِدُنیہ آکر اُسے دی تھی۔ اِس کے بعد رسُول ثابت کرتا ہے کہ مَیں دُکھوں میں گھِرا ہُوں، یا آرام و سکُون میں ہُوں، ہر

حالت سے بالآخر اُن ایمان داروں کی بہتری اور بھلائی پیدا ہوتی ہے جن کی مَیں خِدمت کرتا ہُوں۔ شُکرگزاری میں "ہمارے خُداوند یسوع مسیح کے خُدا اور باپ" کو مُخاطب کیا گیا ہے۔ نئے عہدنامہ میں یہ خُدا کا مُکمّل لقب ہے۔ اب اُس کو ابرہام کا خُدا اور اضحاق کا خُدا اور یعقوب کا خُدا کہہ کر مخاطب نہیں کیا جاتا۔ اب وُہ "ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا خُدا اور باپ" ہے۔ اِس لقب سے اِس حقیقت کا بھی اِظہار ہے کہ خُداوند یسوع، خُدا اور اِنسان دونوں ہے۔ خُدا تو ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا خُدا ہے۔ اِس سے "یسوع" کے ابنِ آدم ہونے کا بیان ہوتا ہے۔ لیکن خُدا "ہمارے خُداوند یسوع مسیح" کا "باپ" بھی ہے۔ اِس سے "مسیح" کا ابنِ خُدا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ خُدا کو "رحمتوں کا یاپ اور ہر طرح کی تسلّی کا خُدا" بھی کہا گیا ہے۔ اُسی سے تمام رحمت اور تمام تسلّی صادر ہوتی ہے۔

۱:۴- اپنی تمام مُصیبتوں اور دُکھوں کے دَوران پَولُس کو خُدا کی تسلّی بخش حضُوری کا اِحساس رہا۔ یہاں وُہ بہُت سی وجُوہات میں سے ایک وجہ بتاتا ہے کہ خُدا اُسے کیوں تسلّی دیتا تھا۔ تاکہ وُہ (پَولُس) دُوسرے مُصیبت زدہ لوگوں کو "تسلّی دے" سکے۔ اور یہ وُہی "تسلّی" ہے جس سے خُدا خُود اُسے "تسلّی دیتا ہے"۔ لفظ تسلّی سے ہم اکثر یہ مطلب لیتے ہیں کہ رَنج وغم کے موقع پر دِلاسا دینا۔ مگر نئے عہدنامہ میں اِس کا مطلب بہُت وسیع تر ہے۔ اِس سے مُراد وُہ حوصلہ افزائی اور نصیحت ہے جو ضرورت کے وقت ہمارا ساتھ دینے والے سے ہم کو ملتی ہے۔ اِس آیت میں ہم سب کے لئے ایک عملی سبق پایا جاتا ہے۔ جب ہمیں تسلّی مِلتی ہے، تو یاد رکھیں کہ ہمیں یہ تسلّی دُوسروں کو بھی پہُنچانی ہے۔ ہمیں بیماری والے یا مَوت والے گھر سے پہلو بچا کر نہیں نِکل جانا، بلکہ جِتنی جلدی ممکن ہو اُن کے پاس پہُنچنا چاہیئے جن کو تسلّی اور دِلاسے اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے۔ ہمیں تسلّی اِس لئے نہیں مِلتی کہ سکُون اور دِلجمعی کے ساتھ بیٹھے رہیں، بلکہ اِس لئے کہ خُود تسلّی دینے ولے بنیں۔

۱:۵- پَولُس دُوسروں کو کیوں تسلّی دے سکتا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جس قدر مُصیبتیں ہوتی ہیں "مسیح کے وسیلہ سے" اُسی قدر "تسلّی" بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں "مسیح کے دُکھ" سے مُراد مُنجّی کے وُہ دُکھ نہیں جو اُس نے ہمارے کفّارہ کے لئے سہے۔ وُہ تو یکتا اور بے مثال تھے، اور کوئی اِنسان اُن میں شریک نہیں ہو سکتا۔ لیکن مسیحی خُداوند یسوع کے ساتھ تعلّق کے باعث دُکھ سہہ سکتے ہیں اور سہتے بھی ہیں۔ اُن کو ملامت، ردّ کئے جانے،

عداوت، نفرت، بے وفائی اور لاتعلقی وغیرہ بیسیوں قسم کے دُکھوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اِن کو مسیح کے دُکھ کہا گیا ہے، کیونکہ جب وُہ دُنیا میں تھا تو اُس نے بھی یہ سارے دُکھ سہے۔ اور اب بھی جب اُس کے بدن کے اعضا پر یہ دُکھ آتے ہیں تو وُہ بھی یہ دُکھ محسوس کرتا اور برداشت کرتا ہے۔ ہماری "تمام مُصیبتوں میں وُہ مُصیبت زدہ" ہوتا ہے (دیکھئے یسعیاہ ۶۳: ۹)۔ لیکن یہاں پولُس یہ نکتہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اِن سارے دُکھوں کا معاوضہ گراں قدر ہے، کہ اِسی نسبت سے مسیح کی "تسلّی" بھی "زیادہ" مِلتی ہے۔

۱: ۶- پولُس رسُول دیکھتا ہے کہ میرے دُکھوں اور میری تسلّی دونوں سے بھلائی اور بہتری پیدا ہوتی ہے۔ صلیب دونوں کی تقدیس کرتی ہے۔ "اگر ہم مُصیبت اُٹھاتے ہیں تو تُمہاری (مقدسین کی) تسلّی اور نجات کے واسطے"۔ مُراد اُن کی رُوحوں کی نجات نہیں، بلکہ وُہ قوت اور برداشت ہے جو اِن آزمائشوں اور اِمتحانوں میں سے اُن کو کامیاب نِکالے گی۔ پولُس کی برداشت سے اُن کی تقویت ہو گی اور اُن کے لئے چیلنج ہو گا۔ اور وُہ یہ منطقی نتیجہ اخذ کریں گے کہ اگر خُدا پولُس کو مُصیبت برداشت کرنے کا فضل دے سکتا ہے تو ہمیں بھی دے گا۔

وُہ تسلّی جو پولُس رسُول کو مِلی، وُہ کُرنتھیوں میں بھی پُوری پُوری "تاثیر" دِکھائے گی تاکہ جب وُہ بھی اُن مُصیبتوں میں سے گُزریں جو رسُول بھی سہتا تھا تو "صبر کے ساتھ... برداشت" کر سکیں۔ جو لوگ کڑی آزمائشوں میں سے گُزرے ہیں وہی جانتے ہیں کہ دُوسرے مُصیبت زدوں کی تسلّی کے لئے مَوزُوں اور مُناسب الفاظ کیسے بولتے ہیں۔ جو ماں اپنے اکلوتے بیٹے کی موت کا غم سہہ چکی ہو، صرف وُہی اُس دُوسری ماں کو صحیح تسلّی دے سکتی ہے جس کا دِل اُسی طور ٹوٹا ہو۔ مگر بہترین مثال اُس (آسمانی) باپ کی ہے جس کا اپنا اِکلوتا بیٹا مَر گیا۔ وُہی اُن سب کو تسلّی اور دِلاسا دیتا ہے جن کے عزیز و اقارب جاتے رہے ہیں۔

۱: ۷- اب رسُول اِس اِعتماد کا اِظہار کرتا ہے کہ جس طرح کرنتھی جانتے ہیں کہ مسیح کی خاطر دُکھ سہنے کا کیا مطلب ہے، اُسی طرح اُن کو مسیح کی تسلّی اور مَدد بھی مِلے گی۔ مسیحیوں پر "دُکھ" کبھی اکیلے نہیں آتے بلکہ ساتھ ساتھ مسیح کی "تسلّی" بھی آتی ہے۔ پولُس کی طرح ہمیں بھی یہ اِعتماد ہونا چاہئے۔

آیات ۳-۷ کا سلیس ترجمہ[1] یُوں بھی ہو سکتا ہے:

---

[1] لِوِنگ بائبل سے ماخوذ۔

> "ہمارا خُدا کیسا عجیب خُدا ہے — وُہ ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا باپ ہے۔ وُہ ہر قسم کی رحمت کا سرچشمہ ہے، اور ہماری مصیبتوں اور آزمائشوں میں عجیب طور پر ہمیں تسلّی اور تقویت دیتا ہے۔ وُہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ تاکہ جب دُوسرے مُصیبت میں ہوں، جب اُن کو ہماری ہمدردی اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہو، تو جو تسلّی اور مدد خُدا نے ہمیں دی ہے، وُہ ہم اُن تک بھی پُہنچا سکیں ... ہماری مُصیبتوں میں خُدا نے ہمیں تسلّی دی ہے ... اِس لئے بھی کہ تُمہاری مدد ہو۔ اور ہمارے ذاتی تجربے سے تُم کو دِکھایا جائے کہ جب تُم اِسی قِسم کے دُکھوں سے گُزرو گے تو خُدا بڑی شفقت سے تُم کو بھی اِسی طرح تسلّی دے گا۔ وُہ تُم کو برداشت کرنے کی قُوت دے گا"۔

۱:۸- دُکھوں اور تسلّی کے بارے میں عام بات کرنے کے بعد پَولُس اُس شدید آزمائش کا ذِکر کرتا ہے جس میں سے خود اُس کو حال ہی میں گُزرنا پڑا تھا۔ "اے بھائیو! ہم نہیں چاہتے کہ تم اُس مُصیبت سے ناواقف رہو جو آسیہ میں ہم پر پڑی" (آسیہ اُس علاقے کا ایک صوبہ تھا جو آج کل ایشیائے کوچک کا مغربی حِصّہ ہے) - کونسی "مُصیبت" تھی جس کا ذِکر رسُول یہاں کر رہا ہے؟ شاید وُہ خطرناک ہنگامہ اور فساد ہو جو افسس میں برپا ہُوا تھا (اعمال ۱۹ : ۲۳-۴۱)۔ بعض مُفسّرین کا خیال ہے کوئی مُہلک بیماری تھی، جبکہ کُچھ لوگوں کا خیال ہے کہ پَولُس کا اِشارہ کرنتھس سے مِلنے والی حوصلہ شکن خبر کی طرف ہے۔ خوش قِسمتی کی بات ہے کہ اِس حوالے کی قدر و قیمت اور لُطف کا انحصار صحیح تفاصیل پر نہیں ہے۔

• البتہ مُصیبت اتنی کڑی تھی کہ پَولُس "حد سے زیادہ پست" ہو گیا تھا۔ یعنی قُوتِ برداشت سے اِتنی باہر تھی کہ وُہ کہتا ہے کہ "یہاں تک کہ ہم نے زِندگی سے بھی ہاتھ دھو لئے"۔ ایک مُفسّر نے اِس آیت کو سلیس زبان میں یُوں پیش کیا ہے کہ "اُس وقت ہم پر ایسا شدید دباؤ تھا کہ برداشت سے باہر تھا، بلکہ ہم کہتے تھے کہ بس حشر ہو گیا ہے"۔

۱:۹- رسُول کے حالات ایسے ہولناک نظر آ رہے تھے کہ "اپنے اُوپر موت کے حُکم کا یقین کر" چکا تھا۔ اگر کوئی اُس سے پُوچھتا کہ "موت ہو گی یا زِندگی؟" تو وُہ ضرور یہی

جواب دیتا کہ "موت"۔ خُدا نے اپنے خادِم کو اِس انتہائی حالت تک اِس لئے پہنچنے دیا تاکہ "اپنا بھروسا نہ" رکھے "بلکہ خُدا کا جو مُردوں کو جِلاتا ہے"۔ بلاشُبہ یہاں "خدا جو مُردوں کو جِلاتا ہے" اِن معنوں میں اِستعمال ہُؤا ہے کہ وُہ قادرِ مُطلق ہے۔ جس شخص کی موت کا فیصلہ ہو چکا اُس کی اُمّید صِرف وُہی ہستی ہو سکتی ہے، جو مُردوں کو جِلا سکتی ہے۔ اور رسُول خُود کو موت کے حوالے ہی سمجھ رہا تھا۔

۱:۱۰- پولُس رسُول "چھُڑانے" یا رہائی دِلانے کے حوالے سے دونوں زمانوں کا ذِکر کرتا ہے۔ یعنی ماضی "چھُڑایا" اور مُستقبل "چھُڑائیگا" اور "چھُڑاتا رہے گا"۔ اگر یہاں اِفسُس کا ہنگامہ پیشِ نظر ہے تو پولُس اشارہ دے رہا ہے کہ ہنگامہ کیسے اچانک موقوف ہو گیا اور وُہ بچ گیا تھا (اعمال ۲۰:۱)۔ پولُس رسُول جانتا ہے کہ جس خُدا نے اُسے ماضی میں "چھُڑایا"، وُہ اُسے ہر روز چھُڑانے پر بھی قادر ہے، اور اُس آخری اور شاندار لمحے تک "چھُڑاتا رہے گا" جب وُہ اِس دُنیا کے دُکھوں، مُصیبتوں اور ایذا رسانیوں سے پُورے طور پر آزاد ہو جائے گا۔

۱:۱۱- یہ رسُول بڑی فراخدلی سے فرض کر لیتا ہے کہ میری کڑی آزمائش کے دِنوں میں کرنتھُس کے مسیحی میرے لئے دُعائیں مانگتے رہے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بہُت سے ایمان دار اُس پر اعتراض اور نُکتہ چینی کرنے لگے تھے۔ بہُت سنجیدہ سُوال ہے کہ کیا وُہ رسُول کو فضل کے تخت کے سامنے یاد بھی کرتے تھے کہ نہیں؟ توبھی وُہ اُن سے اچھّی بات کی توقع رکھتا ہے۔ "جو نعمت ہم کو بہُت سے لوگوں کے وسیلہ سے ملی"۔ یہاں "نعمت" سے مُراد پولُس کی رہائی ہے جو "بہُت سے لوگوں" کی دُعاؤں کا نتیجہ تھی۔ وہ اپنی رہائی کو مُقدسین کی براہِ راست شفاعت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ چونکہ "بہُت سے لوگوں" نے دُعائیں مانگیں اِس لئے "اُس کا شُکر بھی بہُت سے لوگ ہماری طرف سے کریں" کہ اُن دُعاؤں کا جواب مِلا۔

ج۔ پولُس کے منصُوبوں میں تبدیلی کی وضاحت (۱:۱۲-۲:۱۷)

۱:۱۲- پولُس محسُوس کرتا ہے کہ وہ ایمان داروں کی دُعاؤں پر اِنحصار کر سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وُہ اُن کے ساتھ ہمیشہ صاف دِلی سے پیش آتا رہا ہے۔ وُہ اُن کے

ساتھ اپنی دیانت پر فخر کر سکتا ہے - اور اُس کا ضمیر اس حقیقت کی گواہی دیتا ہے کہ میرے کردار کی خصوصیّت "پاکیزگی اور صفائی" ہے - مُراد ہے چال چلن ایسا پاکیزہ اور شفاف ہے جو "خدا کے فضل" ہی سے ممکن ہوتا ہے - وُہ "جسمانی حِکمت" کے آگے نہیں جُھکا، بلکہ سب کے سامنے ایسے کُھلے طور سے دِن گزارے جو صِرف "خُدا کے فضل" سے مِلنے والی طاقت اور توفیق ہی سے ہو سکتا ہے اور کرنتھیوں پر یہ سب کُچھ خاص طور سے واضح ہونا چاہیئے -

۱:۱۳- جس دیانت سے وُہ ماضی میں کرنتھیوں کے ساتھ پیش آتا رہا، وُہ اِس خط کی خصُوصیت بھی ہے - وُہ اپنے دِل کی بات پُوری دیانت داری سے لِکھ رہا ہے، جسے بین السُّطور دیکھنے کی کُچھ ضرُورت نہیں - مطلب بالکل صاف، سادہ اور واضح ہے، یعنی بالکُل وُہی ہے جو وُہ "پڑھتے" ہیں - اور رسُول اُمید کرتا ہے کہ وُہ "آخر تک" یعنی جب تک جیتے رہیں گے اِس بات کو "مانتے" رہیں گے -

۱:۱۴- کرنتھس کی جماعت میں سے "کِتنوں ہی نے مان بھی لیا" تھا، یعنی سب نے نہیں، لیکن بُہت سے ایمان داروں نے پولُس کو مان لیا تھا - یہ وفادار ایمان دار دو حقیقتوں کو سمجھتے تھے کہ "خُداوند یسوع کے دِن" ہم اِس پر فخر کریں گے اور وُہ ہم پر فخر کرے گا - "خُداوند یسوع کے دِن" سے مُراد مسیح کے تختِ عدالت کا دِن ہے جب ایمان داروں کی خِدمت کا جائزہ لِیا جائے گا اور اجر دیا جائے گا - جب پولُس اُس تختِ عدالت پر نظر ڈالتا ہے تو اُس کو اُن سب کے چہرے دِکھائی دیتے ہیں جو اُس کی خِدمت کے وسیلے سے نجات میں شامِل ہُوئے - وُہ اُس کی خوشی اور شادمانی کا تاج ہیں اور بدلے میں وُہ بھی خوش ہوں گے کہ پولُس ہمیں مسیح کے قدموں میں لانے کا وسیلہ ہُوا -

۱:۱۵- "اِسی بھروسے پر" پولُس کو اِعتماد ہے کہ کرنتھس کے مُقدسین خوشی مناتے ہیں کہ وُہ یسوع مسیح کا سچا رسول ہے اور اُس کی سچائی اور اخلاص شک وشُبہ سے بالاتر ہے - وُہ یہ تسلّی لے کر اُن کے پاس آنا چاہتا تھا کہ وُہ اُس پر بھروسا کرتے، اُس کی عزّت کرتے اور اُس سے پیار کرتے ہیں - وُہ کہتا ہے کہ "مَیں نے یہ اِرادہ کیا تھا کہ پہلے تُمہارے پاس آؤں" یعنی وُہ مکِدُنیہ جانے سے پہلے، اور پھر مکِدُنیہ سے واپسی پر بھی اُن کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا تھا - اِس طرح اُن کو "ایک اَور نعمت" مِلتی، یعنی پولُس ایک کی بجائے دو دفعہ اُن کے پاس جاتا -

۱:۱۶- اِس آیت میں "ایک اور نعمت" کی مزید وضاحت کی گئی ہے - جیسا پہلے ذکر ہُوا، منصُوبہ یہ تھا کہ پَولُس اِفسُس سے روانہ ہو گا تو اخیہ آئے گا جہاں کرنتھس واقع تھا- پھر شمال کو سفر کرتے ہُوئے "مکِدُنیہ" چلا جائے گا- وہاں بشارت دینے کے بعد واپس کرنتھس آئے گا- اُسے اُمید تھی کہ اِس موقع پر کرنتھس کے مُقدسین اُس کی مدد کر کے اُسے "یہوُدیہ کی طرف روانہ" کر دیں گے ـــ یہ مدد غالباً اُن کی مہمان نوازی اور دُعاؤں تک محدُود ہو گی- اِس میں مالی مدد شامل نہیں ہو گی، کیونکہ آگے چل کر (۱۱:۷-۱۰ میں) پَولُس اِس مُصمم ارادے کا بیان کرتا ہے کہ وُہ کسی سے مالی امداد نہیں لے گا-

۱:۱۷- پَولُس کے اصل منصُوبے پر کبھی عمل نہ ہو سکا- وُہ اِفسُس سے روانہ ہو کر تروآس میں آیا- اور جب وہاں طِطُس اُسے نہ مِلا تو سیدھا مکِدُنیہ چلا گیا اور کرنتھس کو اپنے اِس دَورے میں سے نکال دیا- اِس لئے یہاں وُہ پُوچھتا ہے "پس مَیں نے جو یہ ارادہ کیا تھا تو کیا تلوّن مزاجی سے کیا تھا؟" غالباً اُسے بدنام کرنے والے بالکل یہی بات کہہ رہے تھے - "متلون مزاج، بدل جانے والا پَولُس! کہتا کچھ ہے کرتا کچھ ہے - کیا ایسا شخص سچّا رسُول ہوتا ہے؟" پَولُس کرنتھیوں کو چیلنج کرتا ہے کہ کیا مَیں غیر مُعتبر ہُوں- جب مَیں منصُوبہ بناتا ہُوں تو "کیا جسمانی طور پر کرتا ہُوں؟" جس کے نتیجے میں ایک لمحہ "ہاں" ہوتی ہے اور دُوسرے لمحے "نہیں نہیں" ہوتی ہے؟ کیا مَیں منصُوبہ بندی صِرف سہولت اور مصلحت کی بِنا پر کرتا ہُوں؟ سلیس زبان میں یہ یُوں ادا ہو سکتا ہے: "چونکہ ہم کو یہ منصُوبہ بدلنا پڑا تو کیا اِس کا مطلب ہے ہم متلون مزاج ہیں؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ مَیں منصُوبہ بندی کرتے ہُوئے کُچھ باتیں چھُپا کر رکھتا ہُوں کہ کہتا "ہاں" ہُوں اور مطلب "نہیں" ہوتا ہے؟"-

۱:۱۸- پَولُس اپنے سفر کے منصُوبوں کو چھوڑ کر اپنے منادی کے منصُوبوں کے بارے میں "کلام" کرتا ہے- شاید اُس کے نکتہ چین کہتے تھے کہ اگر وُہ عام گفتگو میں قابلِ اعتبار نہیں، تو اُس کی منادی پر بھی اِعتبار نہیں کیا جا سکتا-

۱:۱۹- پَولُس دلیل دیتا ہے کہ میرے اعمال و کردار ناقابلِ اِعتبار نہیں، کیونکہ جس نجات دہندہ کی میں منادی کرتا ہُوں وُہ اِلٰہی اور لاتبدیل ہستی ہے- وُہ شش و پنج میں نہیں رہتا- اُس میں تبدیلی ہے ہی نہیں- جب، وہ (پَولُس) "سِلوانُس اور تیمتھیس"

کے ساتھ پہلی دفعہ کرنتھس آیا تھا (اعمال ۱۸: ۵) تو انہوں نے "خُدا کے بیٹے یسوع" کی منادی کی تھی جو کامل طور سے قابلِ اعتبار ہے۔ اُن کا پیغام غیر محکم نہیں تھا، کیونکہ وُہ "خدا کے بیٹے" کے بارے میں تھا جو محکم اور لاتبدیل ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جو شخص رُوح میں خُداوند یسوع کی منادی کرتا ہے اُس کے لئے ایسی حرکت کرنا ممکن ہی نہیں جس کا اِلزام اُس کے مُعترضین اُس پر لگا رہے تھے۔ کیسے ممکن ہے کہ وُہ منادی تو ایک وفادار خُدا کی کرے اور خُود اپنی باتوں میں بے وفا ہو؟

۱: ۲۰۔ "خُدا کے جتنے وعدے ہیں"۔ یہ وعدے تعداد میں کتنے بھی ہوں وُہ "مسیح میں" پُورے ہوتے ہیں۔ اور جتنے لوگ دیکھتے ہیں کہ خُدا کے وعدے "اُس میں" پُورے ہُوئے ہیں، وُہ اِس پر "آمین!" کہتے ہیں۔

کسی نے کیا خُوب کہا کہ

> "ہم اپنی بائبل کھول کر کوئی وعدہ نکالتے ہیں اور خُدا کی طرف اُمید بھری نظر سے دیکھتے ہیں تو خُدا کہتا ہے "مسیح کے وسیلے سے تُم یہ سب کچھ لے سکتے ہو"۔ مسیح پر یقین رکھتے ہُوئے ہم خُدا سے کہتے ہیں "آمین"۔ خدا مسیح کے وسیلے سے کلام کرتا ہے اور ہم مسیح پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسیح نیچے کو ہاتھ بڑھاتا ہے اور ایمان اُوپر کو ہاتھ بڑھاتا ہے، اور خُدا کا ہر ایک وعدہ یسوع مسیح میں پُورا ہوتا ہے۔ مسیح میں اور اُس کے وسیلے سے ہم اِن وعدوں کے حقدار بنتے ہیں اور کہتے ہیں 'ہاں، خُداوند، مَیں تیرا یقین کرتا ہُوں'۔ یہ ایمان کی 'ہاں' ہے۔"

یہ سب کچھ اِس لئے ہے "تاکہ ہمارے وسیلہ سے خُدا کا جلال ظاہر ہو"۔ جب کسی اِنسان پر یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ خُدا نے یہ ساری باتیں جو ہمارے تصوّر میں بھی نہیں آسکتی تھیں، ہماری بھلائی کے لئے کہی ہیں، اور جب یہ بھلائی اُس کے بیٹے میں یقینی اور محفوظ نظر آتی ہے، تو اُس کا جلال ظاہر ہوتا ہے۔

"ہمارے وسیلہ سے"۔ یہ الفاظ کرنتھیوں کو یاد دِلاتے ہیں کہ سلوانُس، تیمتھیُس اور پَولُس جیسے آدمیوں کی منادی کے "وسیلہ سے" وُہ مسیح میں خُدا کے وعدوں کے وارث بنے۔ اگر پَولُس اُس کے مخالفین کے الزام کے مُطابق دھوکے باز ہوتا، تو کیا خُدا نے ایسے

حیرت افزا نتائج پیدا کرنے کے لئے ایک فریبی اور جھوٹے شخص کو استعمال کیا تھا؟ اِس کا جواب بے شک "نہیں" ہے۔

۱:۲۱- اب پولس ثابت کرتا ہے کہ وہ اور کرنتھی زندگی کے ایک ہی بندھن میں بندھے ہوئے ہیں۔ "خدا" نے اُن کو ایمان میں اور اپنے کلام کے وسیلے سے "مسیح میں" قائم کیا تھا۔ اُس نے اُن کو اپنے رُوح القدس سے "مسح" کر کے اُن کو توفیق اور تعلیم دی تھی۔

۱:۲۲- خدا ہی نے اُن پر "مُہر بھی کی اور بیعانہ میں رُوح" بھی اُن کے "دلوں میں دیا"۔ یہاں ہم کو رُوح القدس کی دو اور خدمات نظر آتی ہیں۔ مُہر ملکیت اور محافظت کی علامت ہے۔ ایمان دار کے اندر سکونت کرنے والا "رُوح" (نشان) ہے کہ اب ایمان دار خدا کی ملکیت ہے اور ابد تک محفوظ ہے۔ بے شک یہ مُہر نادیدنی ہے۔ لوگوں کو کس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ہم مسیحی ہیں؟ کیا کسی بِلّے یا ظاہری نشان سے جو ہم لگائے پھرتے ہیں؟ نہیں، بلکہ ہماری رُوح سے معمور زندگی اِس کی گواہی دیتی ہے۔ خدا نے "بیعانہ میں رُوح ہمارے دلوں میں دیا" ہے۔ یہ اس وعدہ کا بیعانہ ہے کہ پوری میراث ہم کو ملے گی۔ جب خدا کسی آدمی کو نجات دیتا ہے تو اُسے "رُوح القدس" بھی دیتا ہے جو اُس کے اندر سکونت کرتا ہے۔ "رُوح" کا ملنا اِس بات کی ضمانت ہے کہ خدا کی پوری میراث بھی ملے گی۔ جس قسم کی برکات رُوح القدس یہاں ہماری زندگی میں بخشتا ہے، وہ دن آتا ہے کہ وہی برکات پوری پوری ہماری ہوں گی۔

۱:۲۳- پولس نے پہلے کرنتھس آنے کا منصوبہ بدل دیا تھا۔ اِس وجہ سے اُس پر متلون مزاجی کا الزام لگایا جا رہا تھا۔ اب ۱:۲۳ سے ۲:۴ تک پولس اِس کا دو ٹوک جواب دیتا ہے۔ چونکہ کوئی اِنسان بھی پولس کی باطنی نیت کو نہیں پہچان سکتا، وہ "خدا کو گواہ" ٹھہراتا ہے۔ اگر رسول منصوبے کے مطابق کرنتھس آتا تو وہ حالات سے پوری سختی سے نمٹتا۔ وہ مقدسین کو شخصی طور پر جھڑکتا، کیونکہ وہ جماعت میں گناہ کو برداشت کر رہے تھے۔ یہ اُن کی کوتاہی تھی۔ اُن کو اِس رنج اور دُکھ سے بچانے کے لئے پولس نے "کرنتھس میں" آنے میں تاخیر کی۔

۱:۲۴- مگر پولس یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری اِس بات سے لوگ سمجھنے لگیں کہ میں کرنتھیوں پر اپنا حکم چلاتا ہوں۔ اِس لئے وہ کہتا ہے "یہ نہیں کہ ہم ایمان کے بارے میں

تُم پر حکومت جتاتے ہیں بلکہ خُوشی میں تُمہارے مددگار ہیں کیونکہ تُم ایمان ہی سے قائم رہتے ہو"۔ پَولُس اُن کے مسیحی "ایمان کے بارے میں" اُن پر حُکم نہیں چلانا چاہتا تھا۔ وُہ نہیں چاہتا تھا کہ کرنتھی ایمان دار مُجھے ظالم اور جابر سمجھیں، بلکہ وُہ اور اُس کے ہم خِدمت اُن کی "خوشی" میں صِرف "مددگار" تھے۔ مُراد یہ ہے کہ وُہ صِرف وُہی کُچھ کرنا چاہتا تھا جس سے مسیحی راہ پر چلنے میں اُن کی مَدد اور اُن کی "خُوشی" میں اِضافہ ہو۔

آیت کے آخری حِصّے کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "تُم ایمان ہی میں قائم رہتے ہو"۔ یعنی جہاں تک اُن کے ایمان کا تعلق ہے کِسی تصحیح یا دُرستی کی حاجت نہ تھی، کیونکہ اِس سِلسلے میں وُہ کافی مضبُوط تھے۔ جن باتوں کی وُہ درستی کرنا چاہتا تھا، اُن کا تعلق ایمان یا عقیدے سے نہیں بلکہ کلیسیا کے اندر عملی کردار سے تھا۔

۲:۱۔ یہ آیت گزشتہ باب کی آخری دو آیات کے خیال کو آگے بڑھاتی ہے۔ پَولُس مزید وضاحت کرتا ہے کہ منصُوبے کے مُطابق اُس کے کرنتھس نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ "تُمہارے پاس غمگین ہو کر نہ آؤں"۔ یہ الفاظ قابِلِ غور ہیں کہ "مَیں نے اپنے دِل میں یہ قصد کیا تھا کہ پھر تمہارے پاس غمگین ہو کر نہ آؤں"۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ اپنے پہلے دَورے (جس کا ذِکر اعمال ۱۸: ۱-۱۷ میں ہے) کے بعد بھی کرنتھس گیا تھا، مگر اُس موقع پر اُسے کافی غم اور رنج سہنا پڑا تھا۔ ۲-کرنتھیوں ۱۲: ۱۴، اور ۱۳: ۱ میں بھی اِشارہ مِلتا ہے کہ وُہ درمیانی عرصے میں کرنتھس گیا تھا۔ غمگین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پَولُس کو اُن پر خفا ہونا اور اُن کو جھڑکنا پڑا تھا۔

۲:۲۔ اگر رسُول کرنتھس آئے اور وہاں کے مسیحیوں کو رُو برُو جھڑکے تو یقیناً وُہ "غمگین" ہوں گے اور وہ خود بھی غمگین ہو گا، کیونکہ وُہ تو اُن سے خُوشی کی توقع رکھتا ہے۔

۲:۳۔ شخصی مُلاقات سے اس طرح باہم "غمگین" ہونے کی بجائے، پَولُس نے خط لِکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اُسے اُمیّد تھی کہ خط سے متوقع نتائج حاصِل ہو جائیں گے، کرنتھی قصوروار بھائی کی تادیب اور سرزنش کریں گے اور پَولُس کو اگلے دَورے کے دَوران بھائیوں میں کشیدگی کا غم نہیں دیکھنا پڑے گا، کیونکہ وُہ اُن سے دِلی محبّت رکھتا ہے۔

اِس آیت کے پہلے حِصّے میں ایک خط ("وُہی بات لِکھی تھی") کا ذِکر ہے۔ کیا اِس سے مُراد کرنتھیوں کے نام پَولُس کا پہلا خط ہے، یا کوئی اَور خَط جو اَب مَوجود نہیں؟ بہت

سے عُلما یقین رکھتے ہیں کہ یہ ۱-کرنتھیوں نہیں ہو سکتا کیونکہ آیت ۴ میں بیان ہُوا ہے کہ یہ خط "بڑی مُصیبت اور دِلگیری کی حالت میں بہُت آنسو بہا بہا کر ... لِکھا گیا تھا"۔ مگر بعض عُلما محسُوس کرتے ہیں کہ یہ بیان ۱-کرنتھیوں سے پُوری پُوری مُطابقت رکھتا ہے ۔ بہُت ممکن ہے کہ پَولُس نے کرنتھیوں کو کوئی بہُت سخت خط لِکھا ہو، مگر اِسے محفوظ نہ کیا گیا ہو۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ خط اُس نے اپنے پہلے غمناک دَورے (۲-کرنتھیوں ۲: ۱) کے بعد لکھا تھا اور اِسے پہنچانے کی ذِمّہ داری طِطُس کے سپُرد کی تھی۔ خیال ہے کہ ۲: ۴، ۹ اور ۷: ۸، ۱۲ میں اِسی خط کی طرف اِشارہ ہو ۔

کوئی بھی نظریہ درست ہو، آیت ۳ میں خیال یہ ہے کہ پَولُس نے اُن کو یہ خط اِس لئے لِکھا تھا "تاکہ ایسا نہ ہو کہ مجھے آکر جِن سے خُوش ہونا چاہئے تھا مَیں اُن کے سبب سے غمگین ہُوں"۔ یعنی جِن سے خُوشی سے مِلنے کی توقع ہے اُن کے باعث غم ملے۔ اُس کو اِعتماد تھا کہ جِن باتوں سے مجھے "خوشی" ہوتی ہے اُنہی باتوں سے اُن سب کو بھی خُوشی ہوگی۔ مُراد یہ ہے کہ نظم وضبط اور تادیب کے مُعاملے کو خُدا خوفی کے ساتھ حل کرنے سے سب کو شادمان ہونے کا موقع مِلے گا۔

۲: ۴ - یہ آیت ہمیں ایک عظیم پاسبان کے دِل کے اندر جھانکنے کا مَوقع دیتی ہے ۔ پَولُس کو اِس بات کا دِلی رنج تھا کہ کرنتھس کی کلیسیا میں گُناہ کو برداشت کیا گیا تھا ۔ اُس کے لئے یہ "بڑی مُصیبت اور دلگیری" کی بات تھی اور وُہ اِس پر "بہُت سے آنسُو" بہاتا تھا۔ صاف معلُوم ہوتا ہے کہ کرنتھس میں گُناہ پر خُود کرنتھیوں کی نِسبت رسُول زیادہ دلگیر اور افسردہ تھا - اُن کو اِس خط کا یہ مطلب نہیں نِکالنا چاہئے کہ پَولُس اُن کے جذبات کو مجرُوح کرنا چاہتا ہے، بلکہ اِسے اُس کی "محبّت" کا ثبوت سمجھنا چاہئے۔ اُسے اُمّید تھی کہ میرے خط لِکھنے سے اُن کو حالات درست کرنے کو کافی وقت مِل جائے گا۔ اور نتیجے میں اُس کا دَورہ خُوشگوار اور سب کے لئے باعثِ مسرت ہوگا۔ "جو زخم دوست کے ہاتھ سے لگیں پُر وفا ہیں" (امثال ۲۷: ۶) - اگر ہماری خُدا خوفی کے ساتھ تنبیہ کی جائے یا اِصلاح دی جائے تو ہمیں بُرا نہیں ماننا چاہئے، بلکہ سوچنا چاہئے کہ ایسا کرنے والا شخص ہمارا خیر خواہ ہے۔ راست جھڑکی کو خُداوند کی طرف سے سمجھنا چاہئے، اور اِس کے لئے شُکر گزار ہونا چاہئے۔

۲:۵ - آیت ۵ سے ۱۱ تک رسُول براہِ راست اُس واقعہ کا بیان کرتا ہے جس سے ساری مُشکل پَیدا ہُوئی تھی - غور کریں کہ پَولُس مسیحی فِکرمندی اور خُوش اُسلوبی کا کیسا مظاہرہ کرتا ہے - وُہ نہ تو جُرم کا نہ جُرم کرنے والے کا نام لیتا ہے - "اگر کوئی شخص غم کا باعث ہُوا ہے ..." یہ الفاظ ۱-کرنتھیوں ۵:۱ میں مذکور اُس شخص کی طرف بھی اِشارہ کر سکتے ہیں جس نے اپنے باپ کی بیوی کو رکھا ہُوا تھا اور کِسی دُوسرے شخص کی طرف بھی جس نے کلیسیا میں مُشکل پَیدا کی ہُوئی تھی - ہمیں ایسا لگتا ہے کہ یہاں اوّل الذِکر شخص مُراد ہے - پَولُس اِس گُناہ کو اپنے خِلاف جُرم نہیں سمجھتا، بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ وُہ شخص "کِسی قدر ... سب (ایمانداروں) کے غم کا باعث ہُوا" ہے -

۲:۶ - کرنتھس کے ایمان دار مُتفِق تھے کہ مُجرم کے خِلاف تادیبی کارروائی ہونی چاہئے - لگتا ہے کہ اُنہوں نے اُس کو کلیسیا سے خارِج کر دیا تھا - نتیجے میں وُہ سچّے دِل سے تائب ہو گیا تھا اور خداوند میں بحال کر دیا گیا تھا - اِس لئے پَولُس کہتا ہے کہ "یہی سزا ... کافی ہے" - اَب وُہ اِسے بِلا ضرُورت طُول نہ دیں - آیت کے آخری حِصّے میں لِکھا ہے "... اُس نے اکثروں کی طرف سے پائی" - بعض عُلما کو یقین ہے کہ "اکثروں" کا مطلب "اکثریت" ہے، جبکہ دُوسرے اِصرار کرتے ہیں کہ مُراد "سب اراکین" ہیں سوائے مُجرم کے - اُن کا کہنا ہے کہ کلیسیائی مُعاملات میں "اکثریتی فیصلہ" کافی نہیں ہوتا کیونکہ جہاں خُدا کے رُوح کی راہنمائی حاصِل کی جاتی ہے وہاں ہر فیصلہ اور کارروائی مُتفقہ ہونی چاہئے -

۲:۷، ۸ - اب چونکہ متعلقہ شخص پُورے دِل سے تائب ہو چکا ہے اِس لئے کرنتھیوں کو چاہئے کہ اُس کو "مُعاف" کریں اور رفاقت میں دوبارہ شامِل کر لیں - ورنہ خطرہ ہے کہ "وُہ غم کی کثرت سے تباہ ... ہو" جائے، یعنی وُہ اپنی مُعافی کی حقیقت سے مایُوس ہو جائے اور مستقِل غم اور بے دِلی میں پڑا رہے -

کرنتھی کُھلے بازُوؤں کے ساتھ اُس کے لئے اپنی "محبّت" پر مُہرِ تصدیق کر سکتے تھے، اور خُوشی اور شفقت کے ساتھ اُسے بحال کر سکتے تھے - یہی اُن کی "محبّت کا فتویٰ" ہے -

۲:۹ - اپنے پہلے خط سے رسُول نے کرنتھیوں کو "آزمایا" تھا - اُن کو موقع دیا تھا کہ ثابت کریں کہ وُہ خُداوند کے کلام کے "فرمانبردار" ہیں جو اُن کو پَولُس کی معرفت پُہنچا تھا - اُس خط

میں رسُول نے مشورہ دیا تھا کہ اُس شخص کو کلیسیا سے خارج کیا جائے۔ اور اُنہوں نے ایسا ہی کیا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ ہم "فرمانبردار" ہیں۔ اب پَولُس چاہتا ہے کہ وُہ ایک قدم اور آگے بڑھیں اور اُس آدمی کو کلیسیا میں دوبارہ شامل کر لیں۔

۲: ۱۰- پَولُس چاہتا ہے کہ وُہ جان لیں کہ تائب گنہگار کو مُعاف کرنے میں وُہ پُورے طور پر اُن کے ساتھ ہے۔ اگر پَولُس "کو کُچھ" مُعاف کرنا تھا تو وُہ کرنتھیوں کی خاطر اُسے "مُعاف" کرتا ہے۔ اور وُہ "مسیح کا قائم مقام ہو کر" مُعاف کرتا ہے۔

اِس خط میں کلیسیائی نظم وضبط (اور تادیبی کارروائی) پر زور اِس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر آج کی اِنجیل کلیسیاؤں میں اِس موضوع کو بُری طرح نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک اور مثال ہے کہ ہم دعوے تو کرتے ہیں کہ پاک نوشتے اِلہامی ہیں، مگر اِن پر عمل صرف اُس وقت کرتے ہیں جب ہمارا اپنا مطلب نِکلتا ہو۔

۲: ۱۱- جب ضرورت کے باوجُود کوئی جماعت اِنضباطی کارروائی نہ کرے تو اُس کے لئے خطرہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح جب سچّی توبہ کے باعث مُعافی دینے کی ضرورت ہو اور نہ دی جائے تو اُس وقت بھی خطرہ ہوتا ہے۔ "شیطان" تو ہر قسم کی صورتِ حال میں اپنی عیّاری اور مکّاری کے ہتھکنڈوں سمیت آموجود ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں وُہ گناہ کو برداشت کرنے (اور نظرانداز کرنے) کے باعث کلیسیا کی گواہی کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ دُوسری صُورت میں وُہ تائب شخص کو غم کے بوجھ تلے دبا کر تباہ کر دیتا ہے۔ اُسے غم یہ ہوتا ہے کہ توبہ کے باوجُود کلیسیا نے مجھے بحال نہیں کیا۔ اگر شیطان حرامکاری سے تباہ نہیں کر سکتا تو وُہ توبہ کے بعد اِنتہائی غم کو اِستعمال کرتا ہے۔

"ہم اُس کے حیلوں سے ناواقف نہیں"۔

رُوحوں کو سچائی سے بھٹکانے کے لئے شیطان ہر حِیلہ، بہانہ اور داؤ اِستعمال کرتا ہے۔ "پھٹکنے" کے لئے چھاج (لُوقا ۲۲: ۳۱)۔ داؤ لگانے کے لئے "حیلے" (زیرِ نظر آیت)۔ دبانے کے لئے "جھاڑیاں" (متّی ۱۳: ۲۲)۔ پھنسانے کے لئے "منصُوبے" (افسیوں ۶: ۱۱)۔ ڈرانے کے لئے شیرِ ببر کی گرج (۱-پطرس ۵: ۸)۔ فریب دینے کے لئے فرشتے کا بھیس (۲-کرنتھیوں ۱۱: ۱۴)۔ اسیر کرنے کے لئے "پھندے" (۲-تیمتھیس ۲: ۲۶)۔

۲: ۱۲- آیت ۴ کے بعد پولس نے اپنے منصوبوں میں تبدیلی کا موضوع چھوڑ دیا تھا۔ اب وہ دوبارہ اِسی موضوع پر بات کرتا ہے۔ پہلے اُس نے اِعلان کِیا تھا کہ مَیں کرنتھس آؤں گا، مگر پھر گیا نہیں۔ گزشتہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ وہ جِھڑکنے اور سرزنش کرنے کی سخت رُوح میں وہاں نہیں جانا چاہتا تھا۔ آیات ۱۲ سے ۱۷ میں وہ بتاتا ہے کہ میری خِدمت کے اِس مرحلے پر دراصل ہُوا کیا تھا۔ پہلے بیان ہُوا ہے کہ پولس اِفسس سے روانہ ہو کر "تروآس میں آیا" تھا۔ اُسے اُمید تھی کہ وہاں طِطُس سے مُلاقات ہوگی اور وہ کرنتھس کی خبریں دے گا۔ جب وہ تروآس میں آیا تو "خُداوند میں" اُس کے لئے "دروازہ کھُل گیا" یعنی خُداوند نے عجیب طور سے موقع پَیدا کر دیا کہ وہ "مسیح کی خوشخبری" کی منادی کر سکے۔

۲: ۱۳- اِس سُنہری موقع کے باوجود پولس کی "رُوح کو آرام نہ مِلا"، اِس لئے کہ وہاں "طِطُس" سے اُس کی ملاقات نہ ہُوئی۔ کرنتھس کی کلیسیا کے بارے میں رسُول کے دِل پر بڑا بوجھ تھا۔ کیا وہ تروآس میں ٹھہرا رہے اور مسیح کی انجیل کی منادی کرے؟ یا مکدُنیہ جانے کو کمر باندھ لے؟ اُس نے "مکدُنیہ" جانے کا فیصلہ کر لیا، اور وہاں چلا گیا۔ معلُوم نہیں جب کرنتھیوں نے یہ خبر پڑھی تو اُن کا ردِّ عمل کیا تھا۔ کیا اُن کو اِحساس ہُوا اور شرم آئی کہ ہمارے برتاؤ اور رویّہ کے نتیجے میں رسُول کی زِندگی میں اِس قدر بےچینی پَیدا ہُوئی کہ اُس نے خوشخبری کی منادی کا ایسا عُمدہ موقع چھوڑ دِیا تاکہ ہماری رُوحانی حالت کے بارے میں معلُوم کر سکے؟

۲: ۱۴- پولس ناکام نہیں رہا۔ وہ مسیح کی خِدمت میں جہاں بھی گیا کامیابی اور فتح نے اُس کے قدم چُومے۔ چنانچہ وہ شُکرگزاری کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ "مگر خُدا کا شُکر ہے جو مسیح میں ہم کو ہمیشہ اسیروں کی طرح گشت کراتا ہے"۔ اے۔ ٹی۔ رابرٹسن کہتا ہے:

> "وضاحت کا ایک لفظ کہے بغیر پولس مایُوسی اور بے دِلی کی دلدل سے چھلانگ لگا کر باہر آتا ہے، اور پرِندے کی طرح خُوشی و شادمانی کی بُلندیوں پر اُڑنے لگتا ہے۔ وہ شاہین کی طرح بُلند پروازی کرتا اور بڑے فخر سے نیچے کی وادی کو تضحیکی نظروں سے دیکھتا ہے"۔

یہاں پولس رومی فاتحین کے فتح کے جلوس کی مثال مستعار لیتا ہے۔ شاندار فتوحات کے بعد رومی فاتح جب وطن واپس آتا تھا تو دارالحکومت کی گلیوں میں سے گزرتا تھا۔ اس کے جنگی قیدی جلوس کی شکل میں اُس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ بخوردان اُٹھائے ہوئے غلام دونوں طرف جلوس کے ساتھ چلتے تھے اور پورا منظر لوبان کی "خوشبو" سے مہک جاتا تھا۔ اِسی طرح پولس خداوند کی تصویر پیش کرتا ہے کہ وہ ترواس سے مکدنیہ تک ایک فاتح کی طرح جلوس کے آگے آگے جا رہا ہے، اور رسول اُس کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ جہاں کہیں خداوند جاتا ہے اُس کے خادموں کے وسیلے سے فتح ہی فتح ہوتی ہے، اور مسیح کے علم کی خوشبو اُس کے رسول کے وسیلے سے ہر جگہ پھیلتی چلی جاتی ہے۔ ایف۔ بی۔ مائر لکھتا ہے:

> "وہ جہاں کہیں جاتے تھے، لوگ یسوع کو بہتر طور پر جان لیتے تھے۔ مالک کے کردار کی خوبصورتی اَور زیادہ نمایاں ہو جاتی تھی۔ لوگوں کو احساس ہونے لگتا تھا کہ ایک انجانی سی خوشبو ہوا میں چاروں طرف بس گئی ہے۔ یہ خوشبو اُن کو ناصری کی طرف کھینچتی تھی۔"

چنانچہ پولس محسوس نہیں کرتا کہ اُسے شیطان سے جنگ میں شکست ہوئی ہے، بلکہ خداوند کو فتح ہوئی ہے اور پولس اِس فتح میں شریک ہے۔

۲:۱۵- فتح کے جن جلوسوں کا حوالہ پولس نے دیا ہے، اُن میں لوبان کی خوشبو فاتحین کی شاندار فتح کا اعلان کرتی تھی لیکن اسیروں کے لئے موت کا پیغام ہوتی تھی۔ اِس لئے رسول متوجہ کرتا ہے کہ انجیل کی خوشخبری دُہرا اثر رکھتی ہے۔ "نجات پانے والوں" کے لئے اِس کی ایک اہمیت ہے، جبکہ "ہلاک ہونے والوں" کے لئے اِس کی اہمیت بالکل مختلف ہے۔ جو اِسے قبول کرتے ہیں اُن کے لئے تو یہ ایک شاندار مستقبل کی ضمانت ہے جبکہ دوسروں کے لئے ہلاکت کا نشان ہے۔ مگر ہر دو صورتوں میں "خدا" کو جلال حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک صورت میں یہ اُس کے فضل کی "خوشبو" ہے۔ دوسری صورت میں عدل کی خوشبو ہے۔ ایف۔ بی۔ مائر کیا خوب بیان کرتا ہے:

> "چنانچہ جب ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم خدا کے نزدیک مسیح کی دلپسند خوشبو ہیں تو اِس کا مطلب لازماً یہ ہے کہ ہم اِس طرح زندگی گزاریں کہ خدا کو اُسی خوشبو کی یاد آئے جو یسوع کی دُنیاوی زندگی سے اُٹھتی تھی۔

> مُراد یہ ہے کہ جب خُدا روز بروز ہم پر نظر کرے اُسے ہم میں یسوع دکھائی دے۔ اور اُسے وُہ مُبارک زِندگی یاد آئے جو خُدا کو ہدیہ اور راحت انگیز خُوشبو کی قربانی کے طور پر پیش کی گئی تھی"۔

۱۶:۲- نجات یافتہ لوگوں کے لئے تو مسیحی "جینے کے لئے زِندگی کی بُو ہیں" لیکن ہلاک ہونے والوں کے لئے وہ "مَوت کی بُو ہیں"۔ ہم وُہ ہیں جن کو فلپّس "خُود زندگی کی تازگی بخش خوشبُو" کہتا ہے کہ ایمان لانے والوں کے لئے زِندگی لاتے ہیں اور جو ایمان لانے سے اِنکار کرتے ہیں اُن کے لئے "مَوت کی بدبُو ہیں"۔ یہ دُہرا اثر پُرانے عہدنامہ کے ایک واقعہ میں بڑی خوبصُورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ جب فِلستی عہد کے صندُوق کو چھین کر لے گئے تو جب تک یہ صندُوق اُن کے درمیان رہا مَوت اور تباہی کا باعث بنا رہا (۱-سموئیل باب۵)۔ لیکن جب اُس کو واپس لاکر عوبید ادوم کے گھر میں رکھا تو اُس کے خاندان کے لئے برکت اور خُوشحالی کا باعث بنا (۲-سموئیل ۱۱:۶)۔ جب پَولُس پیغام کی منادی کرنے کے زبردست اِمکان پر غور کرکے دیکھتا ہے کہ اُس کے نتائج اِتنے دُور رس ہیں تو پُکار اُٹھتا ہے کہ "کون اِن باتوں کے لائق ہے؟"

۱۷:۲- آیت ۱۶ اور ۱۷ کے درمیان تعلّق اور تسلسل کو واضح کرنے کے لئے ہمیں "ہم ہیں" کے الفاظ کا اِضافہ کرنا پڑے گا "کون اِن باتوں کے لائق ہے؟" — ہم ہیں۔ "کیونکہ ہم اُن بُہت لوگوں کی مانند نہیں جو خُدا کے کلام میں آمیزش کرتے ہیں"۔ (مگر اس بات کو بھی ۵:۳ کی روشنی میں جاننا اور سمجھنا چاہئے جہاں پَولُس کہتا ہے کہ ہماری لیاقت خُدا کی طرف سے ہے)۔ "بُہت لوگوں" سے مُراد وُہ اُستاد ہیں جو مسیحیوں کو یہُودی رسم و رواج کا پابند بننے کی تعلیم دیتے تھے اور اِس کوشش میں تھے کہ کرنتھس کے ایماندار پَولُس رسُول سے دُور ہٹ جائیں۔ یہ لوگ کِس کی مانند تھے؟ پَولُس کہتا ہے کہ وُہ "خُدا کے کلام" کو پھیری والوں کی طرح بیچتے پھرتے ہیں۔ اِس کو مالِ تجارت بنا لیتے ہیں۔ وُہ اُجرت وصُول کرنے کی نیّت سے کلام میں "آمیزش کرتے ہیں"۔ وُہ خِدمت کو ایک مُنافع بخش کاروبار میں بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی لفظ اُن لوگوں کے لئے بھی اِستعمال ہوتا تھا جو شراب میں آمیزش کرتے تھے۔ اِس میں کُچھ ملا دیتے تھے۔ اُسی طرح یہ جھُوٹے اُستاد خُدا کے کلام میں اپنی تعلیمات (اپنے عقائد) مِلا کر اُس میں آمیزش کرتے تھے۔

مثال کے طور پر وہ شریعت اور فضل کو باہم مِلانے کی کوشش کرتے تھے۔

پولُس اُن میں سے نہیں تھا جو خُدا کے کلام میں آمیزش کرتے یا اُسے منافع بخش مالِ تجارت بنا لیتے تھے بلکہ وُہ اپنی خِدمت کا بیان چار اہم تراکیب سے کرتا ہے۔ اوّل "دل کی صفائی"۔ مطلب ہے کہ ہمارا اخلاص صاف شفاف نظر آتا ہے۔ اُس کی خِدمت بادیانت خِدمت تھی۔ اِس میں کوئی داؤ فریب یا حیلہ نہیں تھا، ہر بات کُھلی اور سب کے سامنے تھی۔

دوم، وُہ اپنی خِدمت کو "خُدا کی طرف سے" کہتا ہے۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ جو کُچھ بولتا تھا "خدا کی طرف سے" بولتا تھا۔ خُدا ہی اُس کے پیغام کا منبع تھا۔ اور اِس خدمت کو کرنے کے لئے قوّت اور توفیق بھی "خُدا کی طرف سے" مِلتی تھی۔ اِس کا مطلب ہے کہ پولُس اِس شعور کے ساتھ خُداوند کی خِدمت کرتا تھا کہ "خُدا" مُجھے دیکھ رہا ہے۔ میری نِگرانی کر رہا ہے۔ اُس کو پُورا پُورا احساس تھا کہ مَیں خُدا کے سامنے جوابدہ ہُوں اور اُس کی نظروں سے کُچھ بھی چھپا نہیں سکتا۔

سوم۔ وُہ کہتا ہے کہ "ہم ... مسیح میں بولتے ہیں"۔ مطلب ہے کہ وُہ "مسیح" کے نام میں کلام سُناتا تھا یعنی "مسیح" کے اختیار سے، گویا "مسیح" کا نمائندہ ہوکر بولتا تھا۔

د۔ خِدمت کے لئے پولُس کی اَسناد (۳: ۱-۵)

۳: ۱۔ دُوسرے باب کی ۱۷ آیت کے آخری حِصّے میں پولُس نے اپنی خِدمت کے حق میں چار نمایاں تراکیب اِستعمال کی ہیں۔ اُس کو اِحساس ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کو، اور خصُوصاً میرے مُعترضین کو محسُوس ہوگا کہ مَیں اپنے مُنہ میاں مٹھُو بن رہا ہُوں۔ چنانچہ وُہ اِس باب کا آغاز اِس سُوال سے کرتا ہے "کیا ہم پھر اپنی نیک نامی جتانا شرُوع کرتے ہیں؟" یہاں "پھر" میں یہ معنی مُضمر نہیں کہ اُس نے پہلے بھی اپنی تعریف کی تھی۔ مطلب صِرف اِتنا ہے کہ اُس پر ایسا کرنے کا اِلزام لگایا گیا تھا۔ اب اُسے توقع ہے کہ اُس پر یہ اِلزام پھر لگایا جائے گا۔

"یا ہم کو بعض کی طرح نیک نامی کے خط تمہارے پاس لانے یا تُم سے لینے کی حاجت ہے؟"

جن "بعض" کی طرف پولُس نے یہاں اِشارہ کیا ہے وُہ ۲: ۱۷ کے جھُوٹے اُستاد ہیں۔ غالباً وُہ یروشلیم سے "نیکنامی کے خط" لے کر کرنتھس میں آئے تھے، اور جب کرنتھس سے

گئے تو شاید وہاں کی کلیسیا سے بھی ایسے ہی خط لیتے گئے۔ ابتدائی کلیسیا کے زمانے میں جب مسیحی ایک جگہ سے دُوسری جگہ جاتے تھے تو نیک نامی کے خط لے کر جاتے تھے۔ اِس آیت میں رسُول اِس رسم کی ہرگز حوصلہ شکنی نہیں کرنا چاہتا، بلکہ ایک لحاظ سے یہ کہہ رہا ہے کہ اُن جھُوٹے اُستادوں میں اگر کوئی نیک نامی کی بات تھی تو صِرف وُہ خط تھے جن کو وُہ اُٹھائے پھرتے تھے! ورنہ اُن کے پاس کوئی سند نہ تھی۔

۲:۳ - یہُودی رسم و رواج کے حامی جو کرنتھس میں آ گئے تھے وُہ پَولُس کی رسالت کے اختیار پر اعتراض کرتے تھے۔ وُہ اُس کے مسیح کے سچے اور حقیقی خادِم ہونے کا اِنکار کرتے تھے۔ وُہ کرنتھیوں کے دِلوں میں ایسے شک شاید اِس لئے ڈالتے تھے کہ جب پَولُس اگلی دفعہ اُن کے پاس آئے تو وُہ اُس سے نیک نامی کے خط کا مُطالبہ کریں۔ وُہ پہلے ہی پُوچھ چُکا ہے کہ کیا مجھے ایسے خط کی حاجت ہے؟ کیا وُہ اُن کے پاس اُس وقت نہیں آیا تھا جب وُہ بے دین بُت پرست تھے؟ کیا وُہ اُن کو مسیح کے پاس نہیں لایا؟ کیا خُداوند نے کرنتھس میں قیمتی رُوحیں رسُول کو دے کر اُس کی خِدمت پر اپنی مُہر نہیں لگائی؟ یہ ہے جواب۔ کرنتھی خُود پَولُس کے لئے "مسیح کا خط" تھے جو اُس کے "دِل کی تختی" پر لِکھا ہُوا تھا، اور "اُسے سب آدمی جانتے اور پڑھتے ہیں"۔ اُس کو قلم اور سیاہی سے لِکھے ہُوئے خط کی کوئی ضرُورت نہ تھی۔ وُہ خُود اُس کی خِدمت کا پھل تھے اور عزیزوں اور مُقدسوں کی طرح اُس کے دِل میں بستے تھے۔ صِرف یہی نہیں۔ بلکہ اُن کو "سب آدمی جانتے اور پڑھتے" تھے۔ مُراد یہ ہے کہ اُس عِلاقے میں سارے لوگ اُن کے ایمان لانے سے بخُوبی واقِف ہو گئے تھے۔ سارے لوگ دیکھتے تھے کہ اِن کرنتھیوں میں بڑی تبدیلی آ گئی ہے، کہ اَب وُہ بُتوں کو چھوڑ کر خُدا کی طرف رجُوع ہو گئے ہیں اور مُقدّس زِندگی گزار رہے ہیں۔ وُہ خُود ثبوت تھے کہ پَولُس کی خِدمت خُدا کی طرف سے ہے۔

۳:۳ - پہلی نظر میں آیت ۳ آیت ۲ کی تردید معلُوم ہوتی ہے۔ پہلے اُس نے کرنتھیوں کو "اپنا خط" قرار دیا، اور اب کہتا ہے کہ وہ "مسیح کا خط" ہیں۔ آیت ۲ میں وُہ کہتا ہے کہ یہ "خط ہمارے دِلوں پر لِکھا ہُوا ہے"، جبکہ آیت ۳ کے آخری حِصّے میں کہتا ہے یہ خط کرنتھیوں کے دلوں پر لِکھا گیا ہے۔ اور معلُوم ہوتا ہے کہ اِسے مسیح نے لِکھا ہے۔ اِن تضادات کی کیا وضاحت ہو سکتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ آیت ۲ میں پَولُس بیان کرتا

ہے کہ اہلِ کرنتھس میری نیک نامی کے خط ہیں، اور آیت ۳ میں اِس کی تشریح ہے۔ اگر ہم یُوں کہیں تو بات صاف ہو جاتی ہے "تم ہمارا خط ہو ... کیونکہ "ظاہر ہے کہ تم مسیح کا وُہ خط ہو"۔ دُوسرے لفظوں میں کرنتھی اِس لئے پَولُس کی نیک نامی کا خط ہیں کیونکہ سب پر صاف ظاہر تھا کہ خُداوند نے اُن کی زِندگی میں فضل کا کام کیا ہے۔ سب کو معلُوم تھا کہ وُہ مسیحی ہیں۔ چونکہ اُن کو خُداوند کے پاس لانے میں پَولُس اِنسانی وسیلہ بنا تھا اِس لئے وُہ اُس کی سند تھے۔ "ہم نے خادِموں کے طور پر..." کے الفاظ میں یہی خیال پایا جاتا ہے۔ خُداوند یسوع وُہ ہستی ہے جِس نے اُن کی زِندگی میں کام کیا، لیکن پَولُس کی خدمت کے وسیلے سے۔

نیک نامی کے جو خط پَولُس کے مخالفین اِستعمال کرتے تھے وُہ "سیاہی" سے لِکھے ہُوئے تھے، مگر پَولُس کا خط "زِندہ خُدا کے رُوح سے" لِکھا گیا تھا، اِس لئے خُدا کی طرف سے تھا۔ "سیاہی" یقیناً مدھم پڑ جاتی ہے، مِٹائی جا سکتی ہے اور نابُود ہو سکتی ہے۔ مگر جب "خُدا کا رُوح" اِنسانی دِلوں پر لکھتا ہے تو اس کا لِکھا ہُؤا ابد تک قائم رہتا ہے۔ پَولُس رسُول مزید کہتا ہے کہ یہ خط "پتھر کی تختیوں پر نہیں بلکہ گوشت کی یعنی دِل کی تختیوں پر" لکھا گیا ہے۔ کرنتھس میں آنے والے لوگ مسیح کے اِس خط کو کِسی بڑے چوراہے میں کِسی یادگار ستُون پر کُھدا ہؤا نہیں دیکھتے تھے بلکہ یہ خط وہاں کے مسیحیوں کے دِلوں اور زِندگیوں میں لِکھا ہُؤا تھا۔

پَولُس نے "پتھر کی تختیوں" اور "گوشت کی یعنی دل کی تختیوں" میں تقابُل پیش کیا ہے۔ اور یقیناً اُس کے ذہن میں شریعت اور انجیل کا تقابُل بھی موجُود تھا۔ شریعت کوہِ سینا پر پتھر کی تختیوں پر کھود کر لکھی گئی تھی، لیکن انجیل کے ماتحت خُدا فضل اور محبّت کے اُس پیغام سے فرمانبرداری حاصِل کرتا ہے جو اِنسانی دِلوں پر لِکھا گیا ہے۔ آگے چل کر پَولُس اِس موضوع پر تفصیلی بات کرے گا۔ یہاں صِرف ایک اِشارہ دیتا ہے۔

۳: ۴ - پَولُس اپنی رسالت اور خُداوند کی طرف سے سونپی گئی اپنی خِدمت کے بارے میں پُورے اِعتماد کے ساتھ بات کرتا ہے۔ سب کُچھ سُننے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ "پَولُس! آپ اِس مُعاملے میں اِتنے اِعتماد سے بات کرنے کی جُرأت کیسے کر سکتے ہیں؟" جواب یہاں آیت ۴ میں دِیا گیا ہے۔ اپنی رسالت کا دِفاع تو خُود اپنی تعریف معلُوم ہوتا ہے، لیکن یہاں وُہ اِس کا اِنکار کرتا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ میرا یہ بھروسا اور اعتماد "خُدا پر ہے"، یعنی ایسا اِعتماد ہے جو خُدا کی طرف سے جانچ پڑتال پر پُورا اُتر سکتا ہے۔ بھروسا اور اعتماد

اپنی ذات پر نہیں، نہ اپنی لیاقت پر ہے، بلکہ "مسیح کی معرفت" ہے، اور اُس کام پر ہے جو مسیح نے کرنتھیوں کی زندگیوں میں کیا ہے، اور یہ میری خدمت کی حقیقت اور سچائی کا ثبوت ہے۔

۵:۳۔ یہاں بھی پولُس اپنی ذات اور لیاقت سے انکار کرتا ہے کہ مُجھ میں کوئی ایسی خُوبی یا لائق بات نہیں جس کی بنا پر مَیں اپنے آپ کو یسوع مسیح کا رسُول سمجھوں۔ میری خدمت کے لئے طاقت میرے اندر سے نہیں بلکہ اُوپر سے آتی ہے۔ رسُول اپنی تعریف کا ہرگز خواہاں نہیں۔ اُسے احساس اور شعُور ہے کہ "ہماری لیاقت خُدا کی طرف سے ہے"۔ اپنے آپ میں ہم کُچھ نہیں کر سکتے۔

۴۔ پُرانے عہد اور نئے عہد کا مُقابلہ (۱۸-۶:۳)

۶:۳۔ خدمت کے لئے اپنی اہلیت اور اپنی اسناد پر بات کرنے کے بعد اب پولُس خود خدمت کا تفصیلی بیان شرُوع کرتا ہے۔ اگلی چند آیات میں وُہ پُرانے عہد (شریعت) اور "نئے عہد" (انجیل/ خوشخبری) کا تقابُل پیش کرتا ہے۔ اور اس مرحلے پر ایسا کرنے کی خاص وجہ ہے۔ جو لوگ کرنتھس میں اُس پر کڑی تنقید کر رہے تھے، وُہ لوگ تھے جو مسیحیوں کو یہُودی رسم و رواج کا پابند کرنا چاہتے تھے۔ یہ لوگ شریعت اور فضل کو آپس میں ملانے کی کوشش کرتے تھے۔ وُہ تعلیم دیتے تھے کہ خُدا کے حضُور پُورے طور سے مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مسیحی بھی مُوسیٰ کی شریعت کے خاص خاص حصّوں کی پابندی کریں۔ چنانچہ یہاں رسُول ثابت کرتا ہے کہ نیا عہد پُرانے عہد سے افضل ہے۔ وُہ بات کا آغاز اِن الفاظ سے کرتا ہے کہ خُدا نے "ہم کو نئے عہد کے خادم ہونے کے لائق بھی کیا"۔ سب جانتے ہیں کہ "عہد" ایک وعدہ ہوتا ہے۔ پُرانا عہد قوانین یا رسومات کا وُہ نظام ہے جو خُدا نے مُوسیٰ کو دِیا تھا۔ اِس کے تحت برکت فرمانبرداری کے ساتھ مشرُوط تھی۔ یہ "اعمال" (نیک کاموں) کا عہد تھا۔ یہ خُدا اور انسان کے درمیان ایک سمجھوتا تھا کہ اگر انسان اپنا حِصّہ ادا کرے گا تو خُدا بھی اپنا حِصّہ ادا کرے گا۔ لیکن چونکہ اِس کا انحصار انسان پر تھا اِس لئے راستبازی پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ "نیا عہد" 'خوشخبری' ہے۔ اِس عہد کے تحت خُدا وعدہ کرتا ہے کہ مَیں اپنے مُفت فضل سے مسیح یسوع کے مخلصی کے کام کے وسیلے سے

اِنسان کو برکت دُوں گا۔ نئے عہد کے تحت کسی بات کا بھی اِنحصار اِنسان پر نہیں، بلکہ ساری باتوں کا اِنحصار خُدا پر ہے، اِس لئے نیا عہد وُہ کام پُورا کر سکتا ہے جو پُرانا عہد نہیں کر سکتا تھا۔

پَولُس شریعت اور خُوشخبری کے درمیان کئی زبردست تقابل پیش کرتا ہے۔ یہاں آیت ۶ میں وُہ پہلا تقابل اِن الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ "لفظوں کے خادم نہیں بلکہ رُوح کے کیونکہ لفظ مار ڈالتے ہیں مگر رُوح زِندہ کرتی ہے"۔ اِس کی عام تشریح یہ کی جاتی ہے کہ اگر آپ پاک نوشتوں کے خارجی اور لغوی لفظوں پر جائیں اور اُن کی فرمانبرداری کرنے کی کوشش کریں اور پیغام کی رُوح کی فرمانبرداری کرنے کی خواہش نہ ہو، تو آپ کو فائدہ کی بجائے نُقصان ہوگا۔ فریسی اِس دلیل کی عُمدہ مثال ہیں۔ وہ دہ یکی دینے میں چھوٹی سے چھوٹی تفصیل کا بھی بڑی احتیاط سے خیال رکھتے تھے، مگر دُوسروں سے محبّت اور رحم کے ساتھ پیش نہیں آتے تھے (متّی ۲۳: ۲۳)۔ یہ کلام کے اِس حصّے کا صحیح اِطلاق تو ہے، مگر اِس کی تفسیر نہیں۔ اِس آیت میں "لفظ" مُوسوی شریعت کے نمائندہ ہیں جبکہ "رُوح" خُدا کے فضل کی خُوشخبری کا اِشارہ ہے۔ جب پَولُس کہتا ہے کہ "لفظ مار ڈالتے ہیں" تو وُہ شریعت کی خدمت کی بات کرتا ہے۔ جتنے لوگ شریعت کے پاک احکام کی تعمیل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، شریعت اُن سب کو مُلزم ٹھہراتی ہے۔ "شریعت کے وسیلہ سے تو گُناہ کی پہچان ہی ہوتی ہے" (رومیوں ۳: ۲۰)۔ "جو کوئی اُن سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں وہ لعنتی ہے" (گلتیوں ۳: ۱۰)۔ خُدا کا کبھی اِرادہ نہ تھا کہ شریعت زِندگی دینے کا وسیلہ ہو، بلکہ اِس کا مقصد گُناہ کی پہچان کرانا اور گُناہ کے بارے میں مُلزم ٹھہرانا تھا۔ یہاں نئے عہد کو "رُوح" کہا گیا ہے۔ یہ پُرانے عہد کے عکسوں اور مثیلوں کی رُوحانی تکمیل کی نمائندگی کرتی ہے۔ جو کچھ شریعت مُطالبہ کرتی تھی، مگر پیدا نہیں کر سکتی تھی، وُہ انجیل کے وسیلے سے ہوگیا ہے۔

۳: ۷۔ آیات ۷ اور ۸ میں پُرانے عہد اور نئے عہد میں تقابل جاری ہے۔ یہاں پَولُس اِن دونوں کے "جلال" کا تقابل پیش کرتا ہے۔ شریعت کے دیتے وقت ایک "جلال" ساتھ تھا، اور ایک "جلال" اِنجیل کے ساتھ مُنسلک ہے۔ اَلواب

۳ اور ۴ میں لفظ "جلال" اور "جلال والا" سترہ دفعہ آیا ہے۔ پُرانے عہد کو "موت کا وُہ عہد جس کے حُروف پتھروں پر کھودے گئے تھے" کہا گیا ہے۔ یہ اشارہ صِرف دس احکام کی طرف ہو سکتا ہے۔ اِن کی تعمیل نہ کرنے والوں، سب کے لئے موت کا حُکم تھا (خرُوج ۱۹: ۱۳)۔ پَولُس یہ نہیں کہتا کہ شریعت کے دِئے جانے کے ساتھ کوئی جَلال نہیں تھا۔ یقیناً ایسی بات نہ تھی۔ جب خُدا نے کوہِ سینا پر موسیٰ کو دس حُکم دِئے تو خُدا کی قُدرت اور حضُوری کا زبردست اِظہار ہُوا (خروج باب ۱۹)۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ موسیٰ خُدا کے ساتھ گُفتگو کر رہا تھا۔ اُس کا اپنا چہرہ چمکنے لگا تھا۔ یہ خُدا کی شان و شوکت کا ایک عکس تھا۔ یہاں تک کہ "بنی اسرائیل موسیٰ کے چہرہ پر ... غور سے نظر نہ کر سکے"۔ چمک اِتنی تیز تھی کہ اُن کی نظر وہاں ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ مگر پھر پَولُس ایک اہم بات کہتا ہے "حالانکہ وُہ (جَلال) گھٹتا جاتا تھا"۔ مطلب ہے کہ موسیٰ کے چہرے پر جو تیز نُورانی چمک ظاہر ہُوئی وُہ مُستقِل نہ تھی۔ وُہ جَلال عارضی اور گھٹتے گھٹتے ختم ہونے والا جلال تھا۔ اِس کا رُوحانی مطلب یہ ہے کہ پُرانے عہد کا "جلال" عارضی تھا۔ شریعت کا ایک مخصُوص کام تھا۔ شریعت اِس لئے دی گئی کہ گناہ کو ظاہر کرے۔ یہ خُدا کے پاک تقاضوں کا اِظہار تھا اور اِس لحاظ سے جَلال والا تھا۔ مگر یہ مسیح کے زمانے تک کے لئے دیا گیا تھا جو کہ "ہر ایک ایمان لانے والے کی راستبازی کے لئے ... شریعت کا انجام ہے" (رومیوں ۱۰: ۴)۔ وُہ عہد "عکس" تھا، مسیح "حقیقت" ہے۔ وُہ آنے والی بہتر چیزوں کی تصویر تھا۔ اور یہ چیزیں دُنیا کے مُنجی میں حقیقت بن جاتی ہیں۔

۳: ۸ - چنانچہ اگر شریعت (پُرانا عہد) ایسی جَلال والی خصوصیّت رکھتی تھی "تو رُوح کا عہد تو ضرُور ہی جَلال والا ہو گا"۔ "رُوح کا عہد" کا مطلب انجیل/ خوشخبری ہے۔ خُدا کا رُوح انجیل کی منادی کے وسیلے سے کام کرتا ہے، اور نتیجے میں خُدا کا رُوح اُن کو دیا جاتا ہے جو نجات کی خُوشخبری کو قبول کرتے ہیں۔ لفظ "ہو گا" مُستقبل کے زمانے کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ لازمی نتیجے کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر ایک حقیقت یا حالت موجُود ہے، تو دُوسری لازماً ہو گی۔

۳: ۹ - یہاں پُرانے عہد کو "مجرم ٹھہرانے والا عہد" کہا گیا ہے۔ یہ اِس کا نتیجہ تھا۔

یہ عہد سارے اِنسانوں کو "مُجرم ٹھہراتا" ہے، اِس لئے کہ کوئی بھی پُورے طور پر اِس کی تعمیل نہیں کرسکتا، تو بھی ایک خاص "جَلال" اِس کے ساتھ مُنسلِک تھا - اپنے زمانے کے دوران اِس کا خاص مقصد اور خاص فائدہ تھا - "تو راست بازی کا عہد تو ضرور ہی جلال والا ہوگا" - ہوج کہتا ہے کہ "راست بازی کا عہد وُہ عہد ہے جو اُس راست بازی کو ظاہر کرتا ہے جس سے انسان راست باز ٹھہرایا جاتا ہے - اور یُوں وُہ اُس جُرم سے چُھوٹ جاتے ہیں جو شریعت اُن پر لگاتی ہے" - خوشخبری کا جلال ایسا نہیں جو جسمانی نظر کو اچھا لگتا ہے، بلکہ یہ ایسی گہری اور دائمی فضیلت ہے جو رُوح کو اچھی لگتی ہے - کلوری کے جلال کے سامنے سینا کا جلال محض گہن ہے -

۳:۱۰ - اگرچہ ایک مفہوم میں شریعت "جلال والا" عہد تھی مگر جب آپ اِس کا مُقابلہ "نئے" عہد کے ساتھ کرتے ہیں تو وُہ بالکُل "بے جلال" نظر آتی ہے - یہ آیت ایک زبردست تقابل پیش کرتی ہے اور کہتی ہے کہ جب دونوں عہدوں کو ساتھ ساتھ رکھا جاتا ہے تو ایک کی چمک یعنی نئے کی چمک دُوسرے یعنی پُرانے عہد کی چمک کو بالکُل ماند کر دیتی ہے - ڈینی تبصرہ کرتا ہے کہ "جب سُورج پُوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہے، تو آسمان میں اَور کوئی چمک نہیں ہوتی" -

۳:۱۱ - "کیونکہ جب مِٹنے والی چیز جلال والی تھی (لغوی معنی = جلال کے ساتھ تھی) تو باقی رہنے والی چیز تو ضرور ہی جلال والی ہوگی (لغوی معنی = جلال میں جلال والی)" - اصل زبان میں دو الگ الگ حرُوفِ جار اِستعمال ہُوئے ہیں - پُرانے عہد کے لئے "کے ساتھ" اور نئے عہد کے لئے "میں" - یہ نہایت اہم فرق ہے - پہلی صُورت میں جلال اُس کے ساتھ تھا - دُوسری صُورت میں جلال اُس "میں" یعنی اُس کی ذات کا ایک عُنصر ہے - جب پُرانا عہد دیا گیا تو جلال اُس کے ساتھ (یا اُس کی حضُوری میں) کھڑا تھا، جبکہ خُدا کے فضل کی خُوشخبری بذاتہ جلال والی ہے -

اِس کے عِلاوہ یہ آیت شریعت اور خوشخبری کا ایک اَور تقابُل بھی پیش کرتی ہے کہ شریعت عارضی اور ناپائیدار ہے، جبکہ انجیل کی خوشخبری مستقِل اور باقی رہنے والی ہے - "مِٹنے والی چیز" - اِس سے مُراد دس اَحکام ہی ہوسکتے ہیں — "موت کا وُہ عہد جِس کے حرُوف پتھروں پر کھودے گئے تھے" (آیت ۷) — چنانچہ

یہ آیت ہفتہ مشن (سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ) کے دعوؤں کی تردید کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ رسوماتی شریعت منسوخ ہو گئی ہے، لیکن دسؔ حکم منسوخ نہیں ہوئے۔ (دسؔ احکام کے منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بطور راہِ نجات وہ بے اثر ہو گئے ہیں)۔

۳:۱۲- ایسی ”اُمّید“- پولسؔ جس اُمّید کا ذِکر کرتا ہے وہ ٹھوس یقین اور قابلیت ہے کہ خوشخبری کا جلال کبھی ماند یا مدھم نہیں ہونے کا۔ اِس مضبوط یقین کے باعث پولسؔ ”بڑی دلیری سے“ بولتا ہے۔ اُس کے پاس کوئی ایسی بات نہ تھی جس کو چھپانا ضروری ہوتا۔ نقاب اِستعمال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ آج دُنیا کے بہت سے مذاہب میں کئی فرضی بھید ہیں۔ نو مریدوں کو یہ گہرے بھید سِکھانا ضروری ہوتا ہے۔ وہ ایک درجہ سے پاس ہو کر دُوسرے درجہ میں جاتے ہیں۔ مگر انجیل کی خوشخبری کے معاملے میں ایسا نہیں ہوتا۔ ہر بات صاف اور کھلی ہوتی ہے۔ خوشخبری نجات، تثلیث، آسمان/ بہشت اور دوزخ جیسے موضوعات پر صاف صاف اور پُورے اِعتماد کے ساتھ بات کرتی ہے۔

۳:۱۳- ”اور مُوسیٰؔ کی طرح نہیں ہیں جس نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالا تاکہ بنی اِسرائیل اُس مٹنے والی چیز کے انجام کو نہ دیکھ سکیں“۔ اِس آیت کا پس منظر خروج ۳۴:۲۹-۳۵ ہے۔ وہاں سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ خُداوند کی حضوری میں رہنے کے بعد جب مُوسیٰؔ کوہِ سینا سے واپس آیا تو اُس کو خبر نہ تھی کہ اُس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ اُس کے چہرہ کے جلال کے باعث بنی اِسرائیل اُس کے نزدیک آنے سے ڈرتے تھے۔ مگر اُس نے اُن کو پاس بُلایا۔ پھر اُس نے اُن کو وہ سارے اَحکام دِئے جو خُداوند نے اُس کو بتائے تھے۔ خروج ۳۴:۳۳ میں لکھا ہے کہ ”اور جب مُوسیٰؔ اُن سے باتیں کر چکا تو اُس نے اپنے مُنہ پر نقاب ڈال لیا“۔ ۲-کرنتھیوں ۳:۱۳ میں رسُول وضاحت کرتا ہے کہ مُوسیٰؔ نے ایسا کیوں کیا۔ ”تاکہ بنی اِسرائیل اُس مِٹنے والی چیز کا انجام نہ دیکھ سکیں“۔ اُس کے چہرے کا جلال مِٹنے والا جلال تھا۔ دُوسرے لفظوں میں جو شریعت خُدا نے اُس کو دی تھی اُس کا جلال عارضی اور ناپائیدار تھا۔ وہ اُس وقت بھی ماند پڑتا جا رہا تھا اور مُوسیٰؔ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ”اُس ۔۔۔ کا ۔۔۔ انجام“ دیکھیں۔ یہ نہیں کہ مُوسیٰؔ جلال کو چھپانا چاہتا تھا، بلکہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اُسے مِٹتے ہُوئے دیکھیں۔ ایف۔ ڈبلیو گرانٹ بہت خوبصورت انداز میں بیان کرتا ہے کہ ”ضرور ہے کہ مُوسیٰؔ کے چہرے کا جلال

کسی دُوسری ہستی کے چہرہ کے جلال کے لئے جگہ خالی کرے"۔ خُداوند یسُوعؔ مسیح کی آمد سے یہ بات واقع ہو چکی ہے۔ اور نتیجہ یہ ہُوا ہے کہ نئے عہد کے خادم کو اپنا چہرہ ڈھانکنا نہیں پڑتا۔ خوشخبری کا جلال نہ کبھی مدھم پڑے گا نہ ختم ہو گا۔

۳: ۱۴- "لیکن اُن کے خیالات کثیف ہو گئے"۔ بنی اسرائیل مُوسیٰ کے اِس عمل کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے بلکہ صدیوں سے یہُودی قوم کا یہی حال رہا ہے۔ جن دِنوں پَولسؔ نے یہ لِکھا، اُس وقت بھی بنی اِسرائیل نجات کے لئے شریعت ہی کو چمٹے ہُوئے تھے اور خُداوند یسُوعؔ مسیح پر ایمان لانے کو تیار نہ تھے۔

"کیونکہ آج تک پُرانے عہد نامہ کو پڑھتے وقت اُن کے دِلوں پر وُہی پردہ پڑا رہتا ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں جس زمانے میں پَولس نے لکھا، تب بھی جب یہُودی "پُرانا عہد نامہ" پڑھتے تھے، اُس بھید کو نہیں سمجھتے تھے جس کو مُوسیٰ نے اُن کے باپ دادا سے "پردہ" میں چھپایا تھا۔ وُہ نہیں جانتے تھے کہ شریعت کا جلال مِٹنے والا جلال ہے اور کہ شریعت خُداوند یسُوعؔ مسیح میں پُوری ہو چکی ہے۔

"اور وہ (پردہ) مسیح میں اُٹھ جاتا ہے"۔ بعض عُلما کہتے ہیں کہ "وُہ" سے مُراد "پردہ" نہیں بلکہ "پُرانا عہد" ہے جو مسیح میں منسُوخ ہو گیا ہے۔ ایک اَور زیادہ قرینِ قیاس مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص مسیح کے پاس آجاتا ہے تو "پُرانے عہد نامہ" کو سمجھنے کی مُشکل دُور ہو جاتی ہے۔ ہوج اِس سلسلے میں کہتا ہے:

> "پُرانے عہد نامہ کے نوشتوں کو سمجھنا صرف اُسی وقت آسان ہوتا ہے جب جان لیا جائے کہ وُہ مسیح کے بارے میں نبوّت کرتے اور اُسی کے آنے کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ مسیح کا علم ... پُرانے عہد نامہ سے پردہ اُٹھا دیتا ہے۔

۳: ۱۵- یہاں تصویر قدرے بدل جاتی ہے۔ پُرانے عہد نامہ کی مثال میں پردہ مُوسیٰ کے "چہرہ" پر تھا، مگر اب "پردہ" یہُودی قوم کے دِلوں پر "پڑا رہتا ہے"۔ وُہ ابھی تک "اعمال" کے اُصول سے راست بازی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آتا کہ مُنجّی نے کلوری کی صلیب پر سارا کام پُورا کر دیا ہے۔ وُہ اپنی خُوبیوں سے نجات پانے کی کوشش کر رہے ہیں اور احساس نہیں کرتے کہ

شریعت ہمیں قطعی طور پر مُجرم ٹھہراتی ہے اور چاہیئے کہ ہم رحم اور فضل کے لئے خداوند کے کھُلے بازوؤں کی طرف بھاگیں ۔

۳:۱۶ ۔ "اُن کا دِل" ۔ اِس سے مُراد انفرادی طور پر کسی یہُودی کا دِل بھی ہو سکتا ہے اور اِس سے بحیثیّت قوم اِسرائیل کی طرف بھی اِشارہ ہو سکتا ہے ۔ ہر صُورت میں جب وُہ "خُداوند کی طرف پھِرے گا" اور یسُوع کو مسیحِ موعُود مانے گا "تو وُہ پردہ اُٹھ جائے گا" ۔ سارا ابہام دُور ہو جائے گا ۔ پھر یہ صداقت طلُوع ہو گی کہ شریعت کے سارے عکس اور مثالیں خُدا کے پیارے بیٹے، اِسرائیل کے مسیحِ موعُود میں پُوری ہوتی ہیں ۔ اگر اِسرائیلی "قوم" پیشِ نظر ہو تو یہ آیت اُس دِن کی طرف اِشارہ کرتی ہے، جب رومیوں ۱۱: ۲۵، ۲۶، ۳۲ کی پیشین گوئی کے مُطابق اِسرائیل کا ایمان دار بقیہ "خُداوند کی طرف پھِرے گا" ۔

۳:۱۷ ۔ پولُس اِس بات پر زور دیتا آ رہا ہے کہ مسیح پُرانے عہد نامہ کی کلید ہے ۔ یہاں وُہ اِسی سچائی پر دوبارہ زور دینے کے لئے کہتا ہے "اور وُہ خُداوند رُوح ہے" ۔ بعض مُفسّرین اِس سے مُراد رُوح القُدس لیتے ہیں ۔ مگر سیاق وسباق سے یہی مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ خُداوند پُرانے عہد نامہ کی رُوح ہے ۔ جِس طرح کہ "یسُوع کی گواہی نبُوّت کی رُوح ہے" (مکاشفہ ۱۹: ۱۰) ۔ "اور جہاں کہیں خُداوند کا رُوح[1] ہے وہاں آزادی ہے" ۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں کہیں یسُوع مسیح کو خداوند یا یہوواہ مان لیا جاتا ہے وہاں "آزادی ہے" یعنی شریعت کے بندھن سے آزادی، پاک نوشتوں کو پڑھتے ہُوئے نہ سمجھ سکنے سے آزادی، اور خُداوند کے بے نقاب چہرہ پر غور سے نظر کرنے کی آزادی ۔

۳:۱۸ ۔ پُرانے عہد میں صِرف مُوسیٰ کو خُداوند کا جلال دیکھنے کی آزادی تھی ۔ نئے عہد میں ہم سب کو "خُداوند کا جلال" دیکھنے کا اعزاز اور اِستحقاق حاصل ہے ۔ لوگوں سے باتیں کرنے کے بعد مُوسیٰ کے چہرے کو نقاب سے ڈھانپنا پڑتا تھا ۔ لیکن ہم کو "بے نقاب" چہرہ دستیاب ہے ۔ ہم گُناہ کا اِقرار کر کے اور اسے ترک کر کے، اور خدا

---

[1] اصل زبان کی اِملا کے مُطابق مطلب خدا کا رُوح (رُوح القُدس) بھی اور عام رُوح بھی ہو سکتا ہے ۔

کے ساتھ اور اپنے ساتھ پُورے طور پر دیانت دار رہ کر اپنے چہرے کو "بے نقاب" رکھ سکتے ہیں۔

"خُداوند کا جلال اِس طرح منعکس ہوتا ہے جس طرح آئینہ میں . . ." اگلا قدم خُداوند کے جلال کو آئینے میں دیکھنے کا ہے۔ "آئینہ" خُدا کا کلام ہے۔ جب ہم بائبل مُقدس میں دیکھتے ہیں تو خُداوند یسوع اپنی پُوری حشمت اور شوکت کے ساتھ جلوہ فرما نظر آتا ہے۔ ابھی ہم اُس کو رُوبرو نہیں دیکھتے بلکہ اُسے کلامِ پاک میں "منعکس" دیکھتے ہیں۔ غور کریں کہ یہ "خُداوند کا جلال" ہے۔ یہاں پولس یسوع کے اخلاقی حُسن و خوبصورتی کی بات نہیں کر رہا جو اِس دُنیا میں بطور بشر اُس سے ظاہر ہوتی تھی بلکہ اُس کے موجُودہ جلال کی بات کر رہا ہے جو اُس کو خُدا کے داہنے ہاتھ سرفراز ہونے میں حاصل ہے۔ ڈینی متوجہ کرتا ہے کہ مسیح کا جلال یہ ہے:

> "کہ وُہ باپ کے ساتھ تخت نشین ہے۔ کہ وُہ کلیسیا کا سر ہے، اور تمام الٰہی فضل کا مالک اور دینے والا ہے، کہ وُہ دُنیا کا مُنصف ہو کر آنے والا ہے، کہ وُہ ہر دُشمن قُوّت کا فاتح ہے، کہ وُہ اپنے لوگوں کا شافع ہے۔ مُختصر یہ کہ وُہ اُس تمام شوکت و حشمت کا مالک ہے جو اُس کے شاہانہ منصب کے شایان ہے۔"

چونکہ ہم جی اُٹھے، آسمان پر گئے اور سرفراز کئے گئے خُداوند یسوع مسیح کے جلال پر غور کرتے ہیں اِس لئے "ہم اُسی جلالی صُورت میں درجہ بدرجہ بدلتے جاتے ہیں"۔ یہ مُختصر طور پر مسیحی پاکیزگی کا بھید ہے — مسیح پر نظر کرنا، اپنے پر نہیں کیونکہ اِس سے صِرف شکست حاصل ہوتی ہے۔ دُوسروں پر نہیں، کیونکہ اِس سے صِرف مایُوسی حاصل ہوتی ہے بلکہ "خُداوند کے جلال" پر نظر کرتے رہنا ہے۔ اِس طرح ہم درجہ بدرجہ اُس کی مانند بنتے جاتے ہیں۔

یہ حیرت ناک تبدیل کرنے والا عمل "درجہ بدرجہ" ہوتا ہے، یعنی ہم "جلال" کے ایک درجے سے ترقّی کر کے دُوسرے درجے تک جا پہنچتے ہیں۔ یہ لمحہ بھر میں تبدیلی کا مُعاملہ نہیں ہے۔ مسیحی زندگی میں کوئی ایسا "تجربہ" نہیں ہے جو لمحہ بھر میں مسیح کے ساتھ مشابہت پیدا کر دے۔ یہ ایک عمل ہے، اچانک نمودار ہونے والی کیفیت نہیں

ہے۔ یہ شریعت کے مِٹنے والے جَلال کی مانند نہیں، بلکہ ہر دم بڑھنے والا جلال ہے۔ اِس عجیب اور شاندار عمل کی قُوّت خُدا کا پاک رُوح ہے —— "اُس خُداوند کے وسیلہ سے جو رُوح ہے ..." جب ہم جلال کے خُداوند کو دیکھتے، اُس کا مُطالعہ کرتے، اُس پر غور و خوض کرتے اور اُس کی حَمد کرتے ہُوئے اُس پر نظر کرتے ہیں تو "خُداوند کا رُوح" ہماری زِندگی میں کام کرتا ہے اور ہمارے روز بروز مسیح کے مشابہ ہوتے جاتے کا عجیب مُعجزہ رُونما ہوتا ہے۔

ڈاربی متوجہ کرتا ہے کہ سِتفنس کِس طرح خُداوند کو دیکھنے سے تبدیل ہُوا تھا:

> "ہم کو یہ عمل سِتفنس میں نظر آتا ہے۔ جب اُسے سنگسار کیا جا رہا تھا وُہ اُوپر نظر اُٹھاتا اور خُدا اور یسوع کا جلال دیکھتا ہے۔ مسیح نے کہا تھا 'اے باپ! اِن کو مُعاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں'۔ اور خُدا کے جلال میں یسوع کا نظّارہ سِتفنس کے دِل میں یہ دُعا اُبھارتا ہے کہ 'اے خُداوند! یہ گُناہ اِن کے ذِمّہ نہ لگا'۔ پھر مسیح صلیب پر کہتا ہے 'اے باپ! مَیں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں'۔ اور سِتفنس کہتا ہے، 'اے خُداوند یسوع! میری رُوح کو قبول کر'۔ وُہ مسیح کی صُورت پر تبدیل ہو گیا تھا"۔

چنانچہ نئے عہد کے افضل ترین جلال پر غور کرو۔ پُرانے عہد میں تو صرف ایک آدمی کے چہرے پر جلال آیا، لیکن آج یہ خُدا کے ہر ایک فرزند کا خون خریدہ استحقاق ہے۔ مزید برآں صِرف اپنے چہروں سے خُدا کا جلال منعکس کرنے کی بجائے "ہم سب" جو نئے عہد میں ہیں واقعی "اُس خُداوند کے وسیلہ سے جو رُوح ہے ہم اُسی جلالی صُورت میں درجہ بدرجہ بدلتے جاتے ہیں" (لغوی معنی = کایا پلٹتی جاتی ہے)۔ مُوسیٰ کے چہرے سے تو جلال منعکس ہوتا ہے، جبکہ ہمارے چہرے اندر سے جَلال کی شُعاعیں بکھیرتے ہیں۔

اِس طرح پَولس نئے عہد کی عارفانہ اور گہری رُوحانی تشریح اور پُرانے عہد کے ساتھ اِس کے تقابل کا اختتام کرتا ہے۔

و۔ خوشخبری کی واضح منادی کرنے کا فرض (۴: ۱-۶)

۴: ۱- باب ۴ کی پہلی چھ آیات میں پولس اِس سنجیدہ ذِمّہ داری پر زور دیتا ہے کہ خُدا کے ہر خادِم کو انجیل کا پیغام نہایت وضاحت سے پیش کرنا چاہئے۔ کوئی پردہ نہیں رہنا چاہئے۔ کوئی بات پوشیدہ یا پُراسرار نہیں ہونی چاہئے۔ سب کُچھ واضح اور صاف ہو۔

پولس بیان کر رہا تھا کہ خُدا نے کیسے عجیب طور سے اُسے نئے عہد کا مؤثر خادم بنا دیا۔ وُہ اُسی نکتے سے پھر سلسلہ شرُوع کرتا ہے۔ مسیحی "خدمت" کی عظیم وُقعت اور عظمت پولس جیسے آدمی کو "ہمّت نہیں" ہارنے دیتی۔ بے شک مسیحی خدمت میں بے شمار باتیں مایُوسی اور حوصلہ شکنی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ لیکن خداوند ضرُورت کے ہر لمحے میں اپنا فضل اور رحم عطا کرتا ہے، اِس لئے حالات کیسے ہی حوصلہ شکن کیوں نہ ہوں، حوصلہ افزائی مِلتی ہی رہتی ہے۔

پولس کہتا ہے کہ "ہم ہمّت نہیں ہارتے" بلکہ بظاہر ناقابلِ عبُور رکاوٹوں کے باوجُود دلیری اور حوصلے کے ساتھ کام کئے جاتے ہیں۔

۴: ۲- فلپس اِس آیت کو نہایت خُوبصُورت انداز میں سلیس کر کے پیش کرتا ہے:

> "ہم کوئی شعُبدہ بازی، کوئی بازیگری نہیں کرتے، خُدا کے کلام کے ساتھ ہاتھ کی صفائی نہیں دِکھاتے۔ ہم سِیدھی سادی سچائی بیان کرتے ہیں۔ اور اِس طرح خُدا کے رُوبرُو ہر ایک آدمی کے سامنے اپنی نیک نامی ظاہر کرتے ہیں"۔

بے شک یہاں پولس پھر اُن جھُوٹے اُستادوں کے بارے میں سوچ رہا ہے جو کرنتھس کی کلیسیا میں آ گئے تھے۔ اُن کا طریقۂ کار وُہی تھا جو بدی کی قُوتیں ہمیشہ اِستعمال کرتی ہیں یعنی بے شرمی کے ساتھ گُناہ کی ترغیب دینا، سچائی میں بڑی مہارت کے ساتھ ہیرا پھیری کرنا، فلسفیانہ دلیلیں دینا اور خُدا کے کلام میں مِلاوٹ کرنا۔ اِس آخری بات کے بارے میں وُہ کہتا ہے کہ ہم "نہ خُدا کے کلام میں آمیزش کرتے ہیں"۔ بلاشُبہ یہاں پولس جھُوٹے اُستادوں کے دِلپسند شغل کی طرف اِشارہ کرتا ہے، یعنی شریعت اور فضل کو باہم مِلانا۔

پولس کا طریقۂ کار بالکُل فرق تھا۔ اِس کا اظہار وُہ اِن الفاظ سے کرتا ہے کہ "بلکہ حق ظاہر کر کے خُدا کے رُوبرُو ہر ایک آدمی کے دِل میں اپنی نیکی بٹھاتے ہیں"۔ "حق ظاہر

کرنے کی بھی دو صُورتیں ہوسکتی ہیں۔ اوّل۔ ہم "سچائی" کو سادہ، آسان اور قابلِ فہم انداز میں بیان کرتے ہیں۔ دوم۔ ہم دُوسروں کے سامنے اِس "سچائی" کے مُطابق زِندگی گزارتے ہیں تاکہ وُہ ہمارے نمونے سے اِس کو دیکھ لیں۔ پَولُس رسُول یہ دونوں طریقے اِستعمال کرتا تھا۔ وُہ خوشخبری کی منادی کرتا تھا اور اپنی زِندگی میں اِس کی فرمانبرداری کرتا تھا۔ اِس طرح وُہ "ہر ایک آدمی کے دِل میں اپنی نیکی" بٹھانے کی کوشِش کرتا تھا۔

۴: ۳- پَولُس بیان کرتا ہے کہ مَیں اپنی منادی اور نمونہ دونوں سے خُدا کی سچائی اِنسانوں پر واضح کرنے میں اِنتہائی احتیاط اور دیانت سے کام لیتا ہُوں۔ لیکن پھر بھی اگر بعض کے لئے اِس "خوشخبری پر پَردہ پڑا ہے" یعنی اُن کی سمجھ میں نہیں آتی تو اِس میں خُدا کا تو کُچھ قصُور نہیں، اور نہ ہمارا (پَولُس کا) کُچھ قصُور ہے۔ تو بھی یہ الفاظ لِکھتے ہُوئے پَولُس کو اِحساس ہے کہ اِن ساری کوشِشوں کے باوجود کُچھ لوگ ہیں جو خوشخبری کو قبول نہیں کرتے۔ یہ کون ہیں؟ یہ "ہلاک ہونے والے" ہیں۔ اُن کی آنکھوں پر اِس طرح پَردہ کیوں پڑا ہُوا ہے؟ وُہ کیوں اندھے ہوگئے ہیں؟ جواب اگلی آیت میں دیا گیا ہے۔

۴: ۴- مُجرم تو شیطان ہے۔ یہاں اُس کو "اِس جہان کا خُدا" کہا گیا ہے۔ وُہ ایمان نہ لانے والوں کی عقلوں پر پَردہ ڈالنے میں کامیاب رہا ہے۔ وُہ اُن کو دائمی تاریکی میں رکھے گا "تاکہ مسیح جو خُدا کی صُورت ہے اُس کے جلال کی خوشخبری کی روشنی اُن پر نہ پڑے"۔ شیطان کی پُوری کوشِش ہے کہ وُہ نجات نہ پائیں۔

ہماری طبعی دُنیا میں سُورج ہر وقت چمکتا رہتا ہے۔ مگر ہم اِس کو ہر وقت دیکھ نہیں سکتے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی چیز سُورج اور ہمارے درمیان آجاتی ہے۔ یہی حال خوشخبری کا ہے۔ "خوشخبری کی روشنی" تو ہر وَقت چمکتی رہتی ہے۔ خُدا اِنسانوں کے دِلوں میں ہر وقت چمکتے رہنے کی کوشِش کرتا ہے۔ لیکن شیطان خُدا اور بے ایمانوں کے درمیان رُکاوٹیں کھڑی کر دیتا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ رُکاوٹ غرُور کا بادِل ہو، یا بغاوت، اپنے آپ کو راستباز جاننا یا اَور سینکڑوں چیزوں میں سے کوئی ایک ہو۔ یہ سب کی سب "خوشخبری کی روشنی" کو روکتی ہیں۔ شیطان ہرگز نہیں چاہتا کہ اِنسان نجات پائے۔

"خوشخبری" کا تعلق "مسیح ... کے جلال" کے ساتھ ہے۔ ناصرت کے بڑھئی کو ایمان دار کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا، اور نہ ہی صرف اُس مسیح کو پیش کیا جاتا ہے جو لعنت اور

ذِلّت کی صلیب پر کھینچا گیا ہے بلکہ اُس خُداوند یسوعؔ مسیح کو پیش کیا جاتا ہے جو مَر گیا، دَفن ہُؤا اور مُردوں میں سے جی اُٹھا اور جو اِس وقت آسمان پر خُدا کے دہنے ہے۔ وُہی ایمان دار کے ایمان کا مرکز ہے۔ وُہ خُدا کا جلالی بیٹا ہے جو آسمان پر ہے۔

۴:۵ - اِس آیت کا موضُوع کسی مُبشّر کے لئے بہُت اچھّا موضُوع بھی ہو سکتا ہے اور بہُت بُرا بھی۔ بُرا موضُوع اُس وقت جب منادی "اپنے حق میں" کی جائے اور بہترین موضُوع اُس وقت جب منادی "مسیح یسوعؔ کے حق میں" ہو۔

لگتا ہے کہ یہُودی رسم و رواج کی طرف بُلانے والوں کی عادت تھی کہ وُہ "اپنے حق میں" منادی کرتے تھے۔ پَولُسؔ اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے الگ کرتا ہے۔ وُہ ایسے ناقص اور بُرے موضُوع پر منادی کر کے لوگوں کا وقت ضائع کرنے کو ہرگز تیار نہیں۔ اُس کا موضُوع ہمیشہ "مسیح یسوعؔ ... خُداوند" ہے۔ وُہ ہر وقت اِس کوشش میں رہتا تھا کہ مَرد و زَن کو اُس مقام پر لے آئے جہاں وُہ یسوعؔ مسیح کے سامنے گھُٹنے ٹیکیں اور اُس کو اپنی زِندگی کا خُداوند مان کر اُس کی اطاعت کریں۔

رسُول اپنے ساتھیوں یا اپنی ٹیم کا تعارُف اِن الفاظ سے کراتا ہے "یسوعؔ کی خاطر تُمہارے غُلام"۔ اِس طرح وُہ اپنے آپ کو اور اپنے ہم خِدمتوں کو پَس منظر میں چھپا دیتا ہے کہ ہم صِرف "غلام" ہیں اور ہر اُس طریقے سے مدد کرنے کو تیار ہیں جس سے لوگ خداوند یسوعؔ کے قدموں میں آسکیں۔

۴:۶ - یہاں پَولُسؔ گنہگار کی تبدیلی کو کائِنات کی ابتدا میں روشنی کی آمد کے مشابہ ٹھہراتا ہے۔

اِبتدا میں خُدا نے حُکم دیا تھا کہ "تاریکی میں سے نُور چمکے"۔ "اور خُدا نے کہا روشنی ہو جا اور روشنی ہو گئی" (پَیدائِش ۱:۳)۔

یہاں پَولُسؔ کہہ رہا ہے کہ وُہ "خُدا" جس نے کائِنات پَیدا کرتے وقت کہا تھا کہ "تاریکی میں سے نُور چمکے"۔ اَب "وُہی ہمارے دِلوں میں چمکا" ہے۔ یہ بہُت ہی خُوبصورت بات ہے۔ پہلی تخلیق میں خُدا نے "فرمایا" یا حُکم دیا تھا کہ نُور چمکے۔ نئی تخلیق میں وُہ خُود "ہمارے دِلوں میں" چمکتا ہے۔ یہ کیسی شخصی بات ہے۔

پیدائِش کی کتاب کے پہلے باب کے پہلے حِصّے کے واقعات اُن واقعات کی تصویر

ہیں جو نئی تخلیق میں رُونما ہوتے ہیں۔ خُدا نے اِنسان کو اپنی اصل حالت میں بے گُناہ خلق کیا تھا۔ مگر گُناہ آ گیا اور گُناہ کے ساتھ گہری تاریکی آ گئی۔

انجیل کی خوشخبری کی منادی کی جاتی ہے تو خُدا کا رُوح اِنسان کے دِل پر جُنبش کرتا ہے جس طرح کہ پہلی تخلیق کے وقت خُدا کی رُوح گہراؤ پر جُنبش کرتی تھی۔

پھر خُدا اُس اِنسان کے دِل میں چمکتا ہے اور اُس کو دکھاتا ہے کہ تُو خطاکار گنہگار ہے اور تجھے نجات دہندہ کی ضرورت ہے۔ پیدائش کی کتاب میں مادی مخلوقات کا آغاز روشنی سے ہؤا تھا۔ اُسی طرح رُوحانی تخلیق میں بھی ہوتا ہے۔ خُدا "ہمارے دِلوں میں چمکا"۔ یہ عمل رُوحُ القُدس کے وسیلہ سے ہوتا ہے۔ اِس طرح رُوحانی زِندگی شرُوع ہوتی ہے۔

اِس کے ساتھ ہی یہ آیت وضاحت کرتی ہے کہ خُدا کیوں "ہمارے دِلوں میں چمکا" ہے۔ وضاحت یہ ہے "تاکہ خُدا کے جلال کی پہچان کا نُور یسُوع مسیح کے چہرہ سے جلوہ گر ہو"۔ اِس بات سے معلُوم ہے کہ اُس کا مقصد ہم کو "خُدا کے جلال کی پہچان" عطا کرنا ہے۔ خُدا صرف یہ "پہچان" عطا کرنے کے لئے ہمارے دِلوں میں نہیں چمکتا بلکہ اِس لئے کہ ہمارے وسیلے سے یہ "پہچان" دُوسروں پر چمکے۔ ہم کو جو برکات حاصل ہیں وُہ ہم ہی پر ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ ہم اِن کو آگے پہنچانے کا وسیلہ ہیں۔

پاک کلام میں اِس کی مثال خود پولُس کی زِندگی ہے۔ دمشق کی راہ پر خُدا اُس پر چمکا۔ اُس کو معلُوم ہو گیا کہ جس ہستی سے مَیں عداوت رکھتا تھا، اور سمجھتا تھا کہ وُہ یہُودیہ کی ایک قبر میں مدفون ہے، دراصل وُہی جلال کا خُداوند ہے۔ اُسی دِن سے پولُس "خُدا کی پہچان کے نُور کو" پھیلانے میں لگ گیا۔ اور یہ "نُور" وُہ ہے جو "یسُوع مسیح کے چہرہ سے جلوہ گر" ہوتا ہے۔

ز۔ مٹی کا برتن اور آسمانی منزل (۴: ۷-۱۸)

۴: ۷۔ ہر مسیحی کا فرض ہے کہ خوشخبری کو صاف اور آسان طریقے سے پیش کرے۔ اِس موضوع پر بات کرنے کے بعد اب پولُس رسُول اِنسانی وسیلے (آلۂ کار) کا بیان کرتا ہے، کیونکہ خوشخبری کا گراں قدر خزانہ اِنسانوں ہی کے سپُرد ہؤا ہے۔

"خزانہ" سے مُراد انجیل کا پُرجلال پیغام ہے۔ اور "مٹی کے برتنوں" سے مُراد ہے کمزور اور بے ثبات اِنسانی بدن۔ اِن دونوں کے درمیان جو فرق ہے بہُت زیادہ اور زبردست ہے۔ خوشخبری ایک بیش بہا ہیرے کی مانند ہے۔ اِس کو جس پہلو بھی گھمایا جائے اِس کی چمک دمک خیرہ کئے دیتی ہے۔ ذرا غور کریں کہ ایسا بیش بہا ہیرا ایسے کمزور اور نازُک برتن میں رکھا گیا ہے!

خدا نے کیوں مقرر کیا کہ "یہ خزانہ" "مٹی کے برتنوں میں" رکھا جائے؟ جواب یہ ہے "تاکہ یہ حد سے زیادہ قُدرت ہماری طرف سے نہیں بلکہ خُدا کی طرف سے معلوم ہو"۔ خُدا نہیں چاہتا کہ اِنسانوں کی نظریں اِنسانی آلۂ کار پر جمی رہیں، بلکہ خُدا کی قُدرت اور عظمت کو تسلیم کریں۔ اِس لئے وہ انجیل کے پیغام کو دانستہ کمزور بنی نوع اِنسان کے سپُرد کرتا ہے۔ تمام حمد و ستائش اور جلال خالق کے لئے ہے، نہ کہ مخلوق کے لئے۔

جووٹ کہتا ہے:

> "جب برتن خزانے کا جلال چھین لیتا، یا زیورات کی نسبت اُن کی صندُوقچی کو زیادہ توجہ ملتی ہے تو کہیں نہ کہیں غلطی ضرور ہوتی ہے۔ اگر تصویر اپنے فریم کی نسبت دُوسرا درجہ پاتی ہے اور دعوت میں کھانے کا برتن خوراک کی جگہ لے لیتا ہے تو یقیناً اہمیّت غلط چیز کو ملتی ہے۔ اور اگر "یہ حد سے زیادہ قُدرت" خُدا کی نہیں، بلکہ ہماری طرف سے معلُوم ہوتی ہے، تو مسیحی خدمت میں یقیناً مہلک خرابی ہے۔ اِس قسم کی فضیلت لمحہ بھر میں اُڑ جاتی ہے اور اس کا شاداب پودا تیزی سے مُرجھا کر گُمنامی میں چلا جاتا ہے"۔

یہ آیت لکھتے وقت پَولُس کے ذہن میں یقیناً قاضیوں باب ۷ کا ایک واقعہ ہوگا۔ وہاں درج ہے کہ جدعون نے اپنی فوج کو نرسنگوں اور خالی گھڑوں، اور گھڑوں کے اندر جلتی مشعلوں کے ساتھ مُسلح کیا۔ مقررہ اِشارہ ملنے پر اُس کے آدمیوں کو گھڑے توڑنے اور نرسنگے پھُونکنے تھے۔ گھڑے ٹُوٹے تو مشعلوں کی چمک اور روشنی نمایاں ہوگئی اور دُشمن پر ایک ہیبت طاری ہوگئی۔ اُنہوں نے سوچا کہ ہم پر ایک بڑے لشکر نے حملہ کر دیا ہے، جبکہ جدعون کے آدمیوں کی تعداد صرف تین سَو ۳۰۰ تھی۔ اِس میں سبق یہ ہے کہ جس طرح اِس واقعہ میں روشنی صرف اُس وقت چمکی جب گھڑے توڑے گئے اِسی طرح جب انسانی آلۂ کار توڑے

جاتے اور خُداوند کے تابع کر دِیئے جاتے ہیں صِرف اُسی وقت ہمارے وسیلے سے خُوشخبری کا نُور اپنی پُوری آب وتاب کے ساتھ چمکتا ہے۔

۴:۸- اب رسُول اِس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ چونکہ یہ خزانہ مٹی کے برتنوں میں رکھا ہے، تو ایک طرف تو بظاہر شکست نظر آتی ہے، جبکہ دُوسری طرف دائمی فتح ہے۔ بظاہر تو کمزوری دِکھائی دیتی ہے، جبکہ، دراصل بے مثال قُوّت ہے۔ جب وُہ کہتا ہے کہ "ہم ہر طرف سے مُصیبت تو اُٹھاتے ہیں لیکن لاچار نہیں ہوتے" تو مطلب یہ ہے کہ میرے مُخالفین اور میری مُشکلات مجھے ہر وقت دبائے رکھتی ہیں، لیکن مُجھے آزادانہ پیغام دینے سے روک نہیں سکتیں۔

"حیران تو ہوتے ہیں مگر نااُمید نہیں ہوتے"۔ اِنسانی نقطۂ نظر سے پولُس اکثر نہیں جانتا تھا کہ اُس کی مُشکلات اور مصائب کا کوئی حل بھی ہے۔ لیکن خُداوند اُسے کبھی "نااُمید" نہیں ہونے دیتا تھا۔ وُہ کبھی کِسی ایسی مُشکِل میں نہیں پھنستا تھا جِس سے بچ نِکلنا مُمکِن نہ ہو۔

۴:۹- "ستائے تو جاتے ہیں، مگر اکیلے نہیں چھوڑے جاتے"۔ کئی دفعہ پولُس کو محسُوس ہوتا تھا کہ دُشمن کا سخت ہاتھ اُس کی گردن پر ہے۔ مگر خُداوند نے اُس کو کبھی دُشمنوں کے رحم وکرم پر نہ چھوڑا۔ "گرائے تو جاتے ہیں، لیکن ہلاک نہیں ہوتے"۔ مطلب یہ ہے کہ مُیدانِ کارزار میں پولُس کئی دفعہ شدید زخمی ہُؤا تو بھی خُداوند اُسے ہر دفعہ اُٹھا کھڑا کرتا تھا کہ خُوشخبری کا پُرجلال پیغام لے کر آگے بڑھے۔

ایک کتاب میں آیات ۸ اور ۹ کو سادہ زُبان میں یُوں بیان کیا گیا ہے، "ہم گھیرے میں تو آجاتے ہیں، مگر گھائل نہیں ہوتے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں، لیکن اُمید سے محرُوم نہیں ہوتے۔ اِنسان شِکاریوں کی طرح ہمارے پیچھے تو لگے ہوتے ہیں، مگر خُدا ہمیں کبھی اکیلے نہیں چھوڑتا۔ گرائے تو جاتے ہیں مگر ہمارا کام تمام نہیں ہوتا"۔

ہم حیران ہوتے ہیں کہ خُداوند اپنے خادِم پر ایسی آزمائشیں اور اِمتحان کیوں آنے دیتا تھا۔ ہم سوچتے ہیں کہ اگر اُس کی راہ میں رُکاوٹیں اور مُشکلیں نہ ہوتیں تو وُہ زیادہ مؤثر خِدمت سرانجام دے سکتا تھا۔ مگر خُدا کا کلام بالکُل مُختلِف تعلیم دیتا ہے۔ اپنی حیرت افزا حِکمت میں خُدا مُناسب جانتا ہے کہ میرے خادِموں پر بیماری، غم، مُصیبت، ایذائیں، مُشکلیں اور دُکھ آئیں۔ سب کا مقصد مٹی کے برتن کو توڑتا ہے

تاکہ خُوشخبری کا نُور زیادہ آب و تاب کے ساتھ چمکے۔

۴:۱۰۔ خُدا کے خادم کی زِندگی مُستقِل "مرنا" ہے۔ جس طرح خُداوند "یسوؔع" کو زندگی بھر ظُلم و تشدد اور ایذا رسانی کا سامنا رہا، اُس کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کو بھی ویسے ہی سلُوک کا سامنا کرنا ہو گا۔ یہ فتح کا راستہ ہے۔ جب ہم اِس طرح ہر روز مرتے ہیں تو دُوسروں کو برکت پر برکت ملتی ہے۔

صِرف یہی ایک طریقہ ہے جس سے ہمارے بدن میں یسوؔع کی زِندگی نمایاں ہو سکتی ہے۔ "یسوؔع کی زِندگی" سے یہاں بنیادی طور پہ اُس کی زمینی زِندگی بحیثیت بشر مُراد نہیں، بلکہ اُس کی موجُودہ "زِندگی" جو آسمان میں سرفراز خُدا کے بیٹے کی حیثیت سے ہے۔ آج وہ جِسمانی یا شخصی لحاظ سے دُنیا میں موجُود نہیں، چنانچہ دُنیا اُس (مسیح) کی زِندگی کیونکر دیکھ سکتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ جب ہم مسیحی خُداوند کی خِدمت کے باعث دُکھ اور مُصیبت اُٹھاتے ہیں تو اُس کی "زندگی بھی ہمارے بدن میں ظاہر" ہوتی ہے۔

۴:۱۱۔ اِس آیت میں "مَوت" سے "زِندگی" کا تصوّر جاری ہے۔ یہ ہمارے وجُود کا ایک گہرا اُصُول ہے۔ جو گوشت ہم کھا کر زِندہ رہتے ہیں وُہ جانوروں کی مَوت سے حاصِل ہوتا ہے۔ رُوحانی دُنیا میں بھی یہی اُصُول کارفرما ہے۔ "شہیدوں کا خُون کلیسیا کا بیج ہے"۔ کلیسیا پر جِتنی مُصیبت آتی اور جِس قدر ظُلم و سِتم زیادہ ہوتا ہے، اور جِتنی ہی اِس کو شِکار کرنے اور مٹانے کی کوشِش کی جاتی ہے یہ اُتنی ہی ترقی کرتی اور پھیلتی ہے۔

تو بھی ہمارے لئے اِس حقیقت/ سچّائی کو قبول کرنا بہُت مشکِل ہے۔ جب خُدا کے کِسی خادِم پر ظُلم و سِتم وارِد ہوتا ہے تو عام طور پر ہم اِس کو المیہ کہتے ہیں، حالانکہ دراصل یہ خُدا کے برتاؤ کا عام طریقہ ہے، کوئی انوکھی صُورت نہیں ہوتی۔ "یسوؔع کی زِندگی بھی ہمارے فانی جسم میں ظاہِر" کرنے کا الٰہی طریقہ یہی ہے کہ "ہم جیتے جی یسوؔع کی خاطر ہمیشہ مَوت کے حوالے کئے جاتے ہیں"۔

۴:۱۲۔ اَب پولُسؔ اپنی پُوری بات کا خُلاصہ پیش کرتا ہے۔ اِس مقصد کے لئے وُہ کرنتھیوں کو یاد دلاتا ہے کہ میرے مُستقِل دُکھ اُٹھانے سے تُم کو "زِندگی" مِلی ہے۔ پولُسؔ کو کرنتھسؔ میں خوشخبری پہنچانے کی خاطر بے بیان مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وُہ خُداوند یسوؔع پر ایمان لائے تھے اور اب وُہ ابدی زِندگی کے مالک تھے۔ پولُسؔ

کے جسمانی دکھ اور نقصان دوسروں کے لئے رُوحانی منافع کا باعث تھے۔ رابرٹسن لکھتا ہے کہ "اُس کا (ہر روز) مرنا اُن کے لئے بھلائی پیدا کرتا تھا جو اُس کی خدمت سے مستفید ہوتے تھے"۔

کئی دفعہ ہم بیمار ہوں تو خداوند کو پکارنے لگتے ہیں کہ اِس سے رہائی دے تاکہ ہم بہتر طور پر تیری خدمت کر سکیں۔ زندگی میں ایسے دکھوں کے لئے شاید بعض اوقات ہم کو خداوند کا شکر کرنا چاہئے اور اپنی کمزوریوں میں اُس کو جلال دینا چاہئے تاکہ مسیح کی قدرت ہمارے اُوپر ٹھہرے۔

۴:۱۳۔ پولُس انسانی برتن کی کمزوری اور بے ثباتی کی بات کر رہا ہے کہ خوشخبری ایسے برتن کے سپرد کی گئی ہے۔ چنانچہ اِس سارے معاملے کے بارے میں اُس (پولُس) کا رویہ کیا تھا؟ کیا ہار مان گیا اور بے حوصلہ اور ناامید ہو کر بیٹھ گیا؟ ہرگز نہیں۔ ایمان اُس کو توفیق اور طاقت دیتا ہے کہ خوشخبری کی منادی کئے جائے، کیونکہ وُہ جانتا ہے کہ اِس زندگی کے دکھوں کے بعد بے بیان جلال ہے۔

زبور ۱۱۶: ۱۰ میں زبور نویس کہتا ہے "مَیں ایمان لایا اور اِسی لئے بولا" (پُرانے عہدنامہ کے اُردو ترجمہ میں یُوں ہے: "مَیں ایمان رکھتا ہُوں۔ اِس لئے یہ کہوں گا"۔ یہاں لفظی فرق ہے معنوی نہیں —— مترجم)۔ زبور نویس خداوند پر بھروسا رکھتا تھا، اِس لئے جو کُچھ کہتا تھا کھرے اور مضبوط ایمان کے نتیجے میں کہتا تھا۔ پولُس کا بھی یہی حال ہے۔ اُس کو بھی ایمان کی وُہی رُوح ملی تھی جو زبور نویس کو ملی تھی۔ پولُس کہتا ہے "پس ہم بھی ایمان لائے اور اِسی لئے بولتے ہیں"۔

پولُس کی زندگی کی مصیبتوں اور ایذاؤں نے اُس کا مُنہ بند نہیں کر دیا۔ جہاں سچا ایمان ہوتا ہے، وہاں اُس کا اظہار بھی ضرور ہوتا ہے۔ سچا ایمان چُھپ نہیں رہ سکتا۔

۴:۱۴۔ شاید ہمیں یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہو کہ موت کے مستقل خطرے سے بھی پولُس کو کیوں جنبش نہیں ہُوئی؟ وہ لڑکھڑایا کیوں نہیں؟ جواب اِس آیت میں موجود ہے۔ مسیحی پیغام سُنانے میں اُس کی دلیری اور بے خوفی کا راز یہ ہے: وُہ جانتا تھا کہ یہ دُنیاوی زندگی ہی سب کُچھ نہیں۔ وُہ جانتا تھا کہ ایمان دار کے لئے جی اُٹھنا یقینی ہے۔ وُہ خدا "جس نے خداوند یسوع کو جِلایا" وُہ مجھے (پولُس کو) بھی "یسوع

کے ساتھ شامل جان کر جلائے گا اور تمہارے (کرنتھیوں کے) ساتھ اپنے سامنے حاضر کرے گا"۔

۴ : ۱۵۔ پولس کے سامنے قیامت کی حقیقی اور یقینی اُمید ہے۔ اِس لئے وُہ بڑی سے بڑی مُصیبت کا سامنا کرنے کو تیار ہے۔ وُہ جانتا ہے کہ اِن سارے دُکھوں کا نتیجہ دُہرا ہوتا ہے۔ اوّل، یہ کرنتھیوں کے لئے کثرت سے برکت کا باعث بنتے ہیں۔ اور دُوسرے "خُدا کے جلال کے لئے شُکر گزاری بھی" بڑھتی ہے۔ پولس جو کُچھ کہتا اور کرتا تھا اُس کے پیچھے یہ دونوں مقصد کارفرما ہوتے تھے۔ اُس کو ہمیشہ "خُدا کے جلال" اور دُوسروں کے لئے برکت کی فکر ہوتی تھی۔

پولس جانتا ہے کہ مَیں جس قدر زیادہ دُکھ اُٹھاتا ہُوں، اُسی قدر دُوسروں پر "فضل" زیادہ ہوتا ہے۔ جتنے زیادہ لوگ نجات پاتے ہیں "خُدا کے جلال کی شُکر گزاری" اُتنی زیادہ ہوتی ہے یعنی "شُکر گزاری" جتنی زیادہ ہوتی ہے "خُدا" کو "جلال" بھی اُتنا زیادہ مِلتا ہے۔

ایک مُفسّر نے اِس آیت کی یُوں وضاحت کی :-

> "ہماری یہ مُصیبتیں تمہارے فائدہ کے لئے ہیں۔ اور تُم میں سے جتنے زیادہ مسیح کے لئے جیتے جاتے ہیں، اُس کی بڑی مہربانی اور رحمت کے لئے شُکر گزاری کرنے والے بھی اُتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں، اور اُسی قدر خُداوند کو زیادہ جلال مِلتا ہے"۔

۴ : ۱۶۔ پولس کہہ رہا تھا کہ مَیں ہر قسم کے دُکھوں اور خطروں میں سے گزرنے کو تیار ہُوں کیونکہ میرے سامنے قیامت کی یقینی اُمید ہے۔ "اِس لئے" وُہ "ہمّت نہیں" ہارتا۔ اگرچہ ایک طرف بدنی کمزوری اور زوال کا عمل مسلسل جاری ہے، مگر دُوسری طرف رُوحانی بحالی اور نئے ہونے کا عمل بھی جاری ہے جو ہر قسم کے مخالف حالات میں بھی آگے بڑھتے رہنے کی توفیق اور ہمّت دیتا ہے۔ "ظاہری اِنسانیت زائل ہوتی جاتی ہے"۔ اِس کی وضاحت اور تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ عمل تو ہمارے بدن میں نہایت نمایاں طور پر ظاہر ہے۔ لیکن پولس یہاں اِس حقیقت پر خوشی مناتا ہے کہ خُدا ہر روز کی مسیحی خدمت کے لئے طاقت اور ہمّت فراہم کرتا رہتا ہے۔

آئرن سائیڈ یُوں تبصرہ کرتا ہے:

> "کہا جاتا ہے کہ ہمارا مادّی بدن ہر سات سال بعد پُورے طور پر بدل جاتا ہے تو بھی ہمیں شعور رہتا ہے کہ ہم وہی شخصیّت ہیں۔ ساتوں سال ہماری شخصیّت میں کوئی ردّوبدل نہیں ہوتا اور یہی حال اُس بڑی تبدیلی کا ہے جو ابھی آنے والی ہے۔ تتلی میں وہی زندگی ہے جو کیڑے میں تھی"۔

۴: ۱۷- ہم نے پڑھا ہے کہ پَولُس پر کیسی کڑی مُصیبتیں اور زبردست اذیتیں آئیں اِن کا حال جان لینے کے بعد شاید ہمیں یہ سمجھنا مُشکل ہو کہ وُہ اِن کو "دم بھر کی ہلکی سی مصیبت" کیسے کہہ سکتا ہے۔ ایک لحاظ سے تو وُہ ہرگز ہلکی نہ تھیں، بلکہ نہایت تلخ اور ظالمانہ تھیں۔ لیکن وضاحت اُس تقابل میں ہے جو پَولُس پیش کرتا ہے۔ اگر اِن مُصیبتوں اور دُکھوں پر نظر ڈالی جائے تو بے شک نہایت بھاری اور تلخ ہیں۔ مگر جب اِن کا مُقابلہ اُس "ازحد بھاری اور ابدی جلال" کے ساتھ کیا جاتا ہے جو مِلنے والا ہے تو یہ بالکل ہلکے معلُوم ہوتے ہیں۔ دُوسری بات یہ کہ یہ "ہلکی سی مُصیبت" "دَم بھر کی" ہے، جبکہ جلال "ابدی" ہے۔ اِس دُنیا میں مُصیبتوں سے ہم جو سبق سیکھتے ہیں وُہ آنے والی دُنیا میں ہمارے لئے بیش قیمت پھل پیدا کرتے ہیں۔

۴: ۱۸- اِس آیت میں "نظر" صِرف اِنسانی بصارت کا بیان نہیں کرتی بلکہ کسی چیز کو اہم سمجھنے کا مفہُوم رکھتی ہے۔ جہاں تک "دیکھی ہُوئی چیزوں" کا تعلق ہے، یہ ہماری زِندگی کا مقصد یا نصب العین نہیں ہیں۔ بنیادی طور پر یہاں اِن سے مُراد مُشکلات، آزمائشیں اور دُکھ ہیں جو پَولُس نے سہے۔ یہ پَولُس کی خِدمت کا ایک اِتفاقی حِصّہ تھے۔ اُس کی خِدمت کا عظیم تر مقصد وُہ ہے جس کو وُہ "اَن دیکھی چیزوں" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اِس میں مسیح کا جلال، اپنے ہم جنس اِنسانوں کی برکت، اور وُہ اجر جو دیانت دار خادم کے لئے مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے منتظر ہے، سب شامل ہیں۔

جووٹ کہتا ہے:

> "پہلی چیزوں کو دیکھنے والی بصارت ہے، دُوسری چیزوں کو دیکھنے والی بصیرت ہے۔ دیکھنے کا پہلا انداز جسمانی ہے دُوسرا

اندازِ رُوحانی ہے۔ پہلی صُورت میں اِمتیاز کا بنیادی عُضو عقل ہے، دُوسری صُورت میں اِمتیاز کا بنیادی عُضو ایمان ہے۔ پاک نوِشتوں میں بصارت اور بصیرت کا یہ تقابُل ہمارے سامنے مُسلسل پیش کِیا جا رہا ہے اور ہر موقع پر ہمیں سکھایا جاتا ہے کہ ایک کی کم مائیگی اور تنگ دستی کا مُقابلہ دُوسری کی وسعت، کُشادگی اور بھرپُوری سے کرتے رہیں"۔

ح- مسیح کے تختِ عدالت کی روشنی میں جینا (۵: ۱-۱۰)

زیرِ نظر آیات گُزشتہ آیات کے ساتھ قریبی ربط رکھتی ہیں۔ پَولُس اپنی دُنیاوی زِندگی کے دُکھوں اور مُصیبتوں کا ذِکر اور آئندہ کے جلال کا جو اُس کے لئے رکھا ہُوا ہے، بیان کر رہا تھا- یہ بیان اُسے مَوت کے مضمُون تک لے آتا ہے۔ خُدا کے پاک کلام کے اِس حِصّے میں مَوت کے بھید سے پردہ اُٹھایا گیا ہے۔ بیان کِیا گیا ہے کہ ایک مسیحی کا مَوت کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

۵: ۱- اِس آیت میں پَولُس رسُول ہمارے موجُودہ فانی بدن کو زمینی گھر "خیمہ کا گھر" کا نام دیتا ہے- "خیمہ" کوئی مُستقِل رہائش گاہ نہیں ہوتا بلکہ مُسافروں اور زائرین کے لئے وُہ "گھر" ہوتا ہے جس کو بآسانی ساتھ اُٹھائے پھرتے ہیں۔

مَوت کو اِس گھر کا گرایا جانا کہا گیا ہے۔ مَوت کے وقت یہ "خیمہ" گرایا جائیگا۔ بدن تو قبر میں چلا جائے گا جبکہ ایمان دار کی جان اور رُوح خداوند کے پاس چلی جائیں گی۔

پَولُس رسُول اِس باب کا اِفتتاح اِس یقین دہانی سے کرتا ہے کہ اگر میرا "خیمہ کا گھر" (گزشتہ باب میں مذکُور دُکھوں کے نتیجے میں) "گرایا جائے گا" تو مُجھے معلوم ہے کہ مُجھ کو "خُدا کی طرف سے آسمان پر ایک ایسی عمارت مِلے گی جو ہاتھ کا بنا ہُوا گھر نہیں بلکہ ابدی ہے"- آپ "خیمہ" اور "عمارت" کے درمیان فرق پر غور کریں- عارضی "خیمہ" گرایا جائے گا، لیکن آسمانوں سے بھی پرے ایک نیا اور مُستقِل "گھر" ایمان دار کا مُنتظِر ہے- اور یہ "عمارت" "خُدا کی طرف سے" ہے یعنی خُدا یہ عمارت ہم کو دیتا ہے۔

مزید برآں یہ "ہاتھ کا بنا ہُوا گھر نہیں"۔ پَولُس کو یہ کہنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ ہمارے موجُودہ جسم ہاتھ کے بنے ہُوئے نہیں تو وُہ کیوں زور دیتا ہے کہ ہمارے مُستقِل

کے جلالی بدن ہاتھ کے بنے ہُوئے نہیں ہوں گے؟ جواب یہ ہے کہ "ہاتھ کا بنا ہُوا ... نہیں" کا مطلب ہے اِس کائنات/تخلیق/دُنیا کا نہیں۔ اِس کی وضاحت عبرانیوں ۹:۱۱ میں پائی جاتی ہے، جہاں لکھا ہے کہ "لیکن جب مسیح آئندہ کی اچھی چیزوں کا سردار کاہن ہو کر آیا تو اُس بزرگ تر اور کامل تر خیمہ کی راہ سے جو ہاتھوں کا بنا ہُوا، یعنی اِس دُنیا (خلقت۔ ریفرنس بائبل کا حاشیہ) کا نہیں ..." یہاں ۲-کرنتھیوں ۵:۱ میں پَولُس یہ کہہ رہا ہے کہ ہمارے موجُودہ جسم اِس دُنیا کی زندگی کے لئے موزُوں ہیں، مگر ہمارے آئندہ کے جلالی بدن اِس کائنات/دُنیا یا خِلقت کے نہیں ہوں گے۔ اُن کو آسمانی زندگی کے لئے خاص طور سے تیار کیا جائے گا۔

ایمان دار کے مُستقبل کے بدن کو "ابدی" بھی کہا گیا ہے۔ یہ ایسا بدن ہے جو بیماری، سڑاند اور موت سے مبرّا ہو گا۔ وُہ ابد تک اپنے آسمانی مکان میں سکونت پذیر ہو گا۔

اِس آیت سے یہ تاثر بھی اُبھر سکتا ہے کہ مرنے کے فوراً بعد ایمان دار کو خدا سے یہ عمارت مِل جاتی ہے۔ مگر بات یہ نہیں ہے۔ ایمان دار کو جلالی بدن اُس وقت تک نہیں مِلے گا جب تک مسیح اپنی کلیسیا کو لینے کے لئے نہیں آتا (۱-تھسلنیکیوں ۴:۱۳-۱۸) — ایمان دار کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے وُہ یہ ہے۔ موت کے وقت اُس کی جان اور رُوح مسیح کے پاس چلی جاتی ہیں اور وہاں ایمان دار پُورے شعُور (ہوش و حواس) کے ساتھ آسمان کے جلال سے محظوظ ہوتا ہے۔ اُس کا بدن قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔ خُداوند کی دُوسری آمد پر اُس کی خاک قبر میں سے اُٹھائی جائے گی۔ خُدا اِس سے ایک نیا جلالی بدن تیار کرے گا اور پھر اِس کا جان اور رُوح کے ساتھ دوبارہ مِلاپ ہو گا۔ ایمان دار کی موت اور خُداوند کے اپنے مُقدسین کے لئے آنے کے درمیان (کہہ سکتے ہیں) ایمان دار بے بدنی کی کیفیت میں ہوتا ہے۔ مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کو شعور نہیں ہوتا بلکہ وُہ پُورے شعُور کے ساتھ آسمان کی برکت اور خوشی میں شریک ہوتا ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہ بتانا ضرُوری سمجھتے ہیں کہ "آسمان پر ایک ایسی عمارت مِلے گی جو ہاتھ کا بنا ہُوا گھر نہیں بلکہ ابدی ہے"۔ اِس کی تین بڑی بڑی تشریحیں کی جاتی ہیں۔

۱- خُود آسمان۔

۲- موت اور قیامت کے درمیانی عرصے کے لئے ایک ثانوی بدن۔

۳ - جلالی بدن ۔

اِس گھر سے مُراد خُود آسمان نہیں ہو سکتا کیونکہ اِس کو آسمان "میں" اور "ابدی" اور پھر "آسمانی" (۵ : ۲) بتایا گیا ہے ۔ جہاں تک ثانوی یا درمیانی مُدّت کے لئے بدن کا تعلق ہے تو پاک کلام میں اِس کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں آیا ۔ علاوہ ازیں یہ عمارت جو ہاتھ کا بنا ہُوا گھر نہیں، اِس کو "آسمان پر" اور "ابدی" کہا گیا ہے ۔ اور کوئی ثانوی بدن ایسا ہو نہیں سکتا ۔ تیسرا نظریہ ۔ کہ یہ گھر جی اُٹھا اور جلالی بدن ہے ــــ یہ نظریہ درُست معلُوم ہوتا ہے ۔

۵ : ۲ - چونکہ ہمارا فانی بدن ہمیں محدُود کر دیتا اور ہماری رُوحانی زندگی میں رُکاوٹ کا باعث ہوتا ہے اِس لئے اکثر "ہم اِس میں کراہتے ہیں اور بڑی آرزُو رکھتے ہیں کہ اپنے آسمانی گھر سے ملبّس ہو جائیں" ۔

اِس آیت میں پولُس خیمے کی مثال چھوڑ کر لباس کی مثال دیتا ہے ۔ ایک مجوزہ وضاحت یہ ہے کہ پولُس خیمہ دوز تھا اور جانتا تھا کہ جس قسم کا خام مال خیمہ بنانے میں استعمال ہوتا ہے اُسی قسم کا لباس بنانے میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ کچھ بھی ہو مطلب صاف ہے کہ اُسے جلالی بدن حاصل کرنے کی زبردست آرزُو تھی ۔

۵ : ۳ - "ننگے نہ پائے جائیں" ــــ اِس کا مطلب کیا ہے ؟ کیا مُراد یہ ہے کہ ایک شخص کو نجات نہیں ملی اور وُہ خُدا کے حضُور راستبازی سے ملبّس نہیں ؟ یا کیا مُراد یہ ہے کہ کسی کو نجات تو مِل گئی ہے مگر مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے اُس کا اجر کوئی نہیں ؟ یا مُراد یہ ہے کہ ایک نجات یافتہ شخص کو مَوت اور قیامت کے درمیانی عرصے میں بدن میسّر نہیں اور اِس مفہُوم میں ننگا ہے کہ بے بدن رُوح ہے ؟

راقم الحرُوف اِس سے بے بدن یا بے لباس ہونے کا مفہوم ہی سمجھتا ہے ۔ پولُس کہہ رہا ہے کہ میری آرزُو یہ نہیں کہ مَوت آئے اور مجُھے اِس کے ساتھ وابستہ بے بدنی کی کیفیت حاصل ہو، بلکہ یہ کہ خُداوند یسوع مسیح آ جائے جب سب مُوئے ہُوؤں کو جلالی بدن مِلیں گے ۔

۵ : ۴ - ہم نے آیت ۳ کی جو تشریح پیش کی ہے آیت ۴ اُس کی تصدیق کرتی ہے ۔ پولُس رسُول کہتا ہے کہ "کیونکہ ہم اِس خیمہ میں رہ کر بوجھ کے مارے کراہتے ہیں ۔ اِس لئے نہیں کہ یہ لباس اُتارنا چاہتے ہیں بلکہ اِس پر اَور پہننا چاہتے ہیں تاکہ جو فانی ہے زندگی میں غرق ہو جائے" ۔

"اِس خیمہ" سے مُراد موجُودہ دُنیاوی بدن ہے۔ دُوسرے لفظوں میں پَولُس سمجھتا ہے کہ ایمان دار کے لئے مثالی آرزُو یہ نہیں کہ اُس کیفیّت پر نظر رکھے جو مَوت اور فضائی استقبال کے درمیانی وَقفے کے دَوران ہوگی، بلکہ وُہ کیفیّت ہے جو فضائی استقبال کے وقت ہو جائے گی، جب ایمان دار کو وُہ بدن مِلے گا جو مَوت کے ماتحت نہیں ہوگا۔

۵:۵ - "جس نے ہم کو اِسی بات کے لئے تیار کیا ہے وُہ خُدا ہے"۔ "اِسی بات" سے مُراد بدن کی مخلصی ہے۔ یہ ہمارے لئے خُدا کے ارادوں اور مقاصد کا نقطۂ عرُوج ہوگا۔ موجُودہ وقت میں ہماری مخلصی ہماری رُوح کے حوالے سے ہے، مگر اُس وقت مخلصی میں ہمارا بدن بھی شامل ہوگا۔ ذرا غور کریں۔ خُدا نے ہمیں اِسی مقصد سے بنایا تھا — جلالی کیفیت — آسمان میں ایک ایسی عمارت جو ہاتھ کا بنا ہُؤا گھر نہیں۔

ہم کو کِس طرح یقین ہو سکتا ہے کہ ہمیں ایک جلالی بدن ملے گا؟ جواب یہ ہے کہ خُدا نے "ہمیں رُوح بیعانہ میں دِیا" ہے۔ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ خُدا کا "رُوح" ہر ایمان دار کے اندر سکُونت کرتا ہے۔ یہ رُوح بیعانہ یا ضمانت ہے کہ خُدا کے "سارے" وعدے پُورے ہوں گے۔ وُہ آنے والی باتوں کی علامت ہے۔ خُدا کا "رُوح" خُود ایک "بیعانہ" ہے کہ خُدا نے ہم کو جو کُچھ جُزوی طور پر دِیا ہے، ایک دِن وُہ کلّی طور پر ہمارا ہوگا۔

۶:۵ - اِن قیمتی حقائق کی بِنا پر پَولُس کی "خاطر جمع رہتی ہے"۔ وُہ جانتا ہے کہ "جب تک ہم بدن کے وطن میں ہیں، خُداوند کے ہاں سے جلاوطن ہیں"۔ بے شک پَولُس اِس کو مثالی کیفیت نہیں سمجھتا۔ لیکن وُہ اِس حالت میں رہنے پر اِس لئے آمادہ ہے کہ اِس طرح اِس دُنیا میں مسیح کی خِدمت کر سکے اور خُدا کے لوگوں کے لئے مددگار ثابت ہو۔

۷:۵ - یہ حقیقت کہ "ہم ایمان پر چلتے ہیں نہ کہ آنکھوں دیکھے پر" اِس بات کا بڑا ثبوت ہے کہ ہم خُداوند کے ہاں سے جلاوطن ہیں۔ ہم نے اپنی جسمانی آنکھوں سے خُداوند پر کبھی نظر نہیں کی۔ ہم نے اُس کو صرف ایمان کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جب تک ہم بدن کے وطن میں ہیں تو ایسی زِندگی میں ہیں جو حقیقی طور پر دیکھنے کی زِندگی سے دُور ہے۔

۸:۵ - اِس آیت میں آیت ۶ کے خیال کے ساتھ دوبارہ سِلسلہ جوڑا گیا ہے۔

پولُس کے سامنے ایک مُبارک اُمید ہے جس کی بنا پر اُس کی خاطر جمع رہتی ہے اور وُہ کہہ سکتا ہے کہ "ہم کو بدن کے وطن سے جُدا ہو کر خُداوند کے وطن میں رہنا زیادہ منظور ہے"۔ برنارڈ کیا خوب کہتا ہے کہ "پولُس آسمانی گھر سے دُور رہنے کے باعث غمگین ہے"۔

بظاہر لگتا ہے کہ یہ آیت پولُس کی پہلی بات کی تردید کرتی ہے۔ گزشتہ آیات میں وُہ جلالی بدن حاصل کرنے کی شدید آرزو کرتا ہے۔ لیکن یہاں وُہ کہتا ہے کہ مَیں "بدن کے وطن سے جُدا ہو کر خُداوند کے وطن میں رہنا" چاہتا ہُوں۔ یعنی اُس بے بدنی کی کیفیت میں رہنا چاہتا ہُوں جو موت اور فضائی اِستقبال کے درمیانی عرصے میں ہوتی ہے۔

لیکن دراصل یہاں کوئی ایسا تضاد نہیں ہے۔ ایک مسیحی کے لئے تین اِمکانات ہوتے ہیں۔ مُعاملہ اِن میں سے کسی ایک کو زیادہ ترجیح دینے کا ہے۔ ایک تو اِس دُنیا میں فانی بدن میں زندگی ہے۔ دُوسری وُہ کیفیت یا حالت ہے جو موت اور مسیح کی آمد کے درمیانی عرصہ میں ہو گی، یعنی بے بدنی کی حالت، لیکن اِس حالت میں جان اور رُوح پورے شعُور کے ساتھ مسیح کی حضُوری سے بہرہ مند ہوتی ہیں۔ تیسرے، ہماری نجات کی تکمیل ہے، جب ہم مسیح کی دُوسری آمد پر جلالی بدن حاصل کریں گے۔ یہاں پولُس صرف یہ تعلیم دے رہا ہے کہ پہلی حالت اچھی ہے، دُوسری حالت بہتر ہے اور تیسری حالت بہترین ہے۔

۵:۹۔ ایمان دار کا نصب العین یہ ہونا چاہئے کہ مَیں خُداوند کو "خوش" کروں۔ اگرچہ اُس کی نجات اعمال پر مُنحصر نہیں تو بھی آنے والے اُس دن میں اُس کا اجر براہِ راست خُداوند کے ساتھ وفاداری کے تناسُب سے ہو گا۔ ایماندار کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ "نجات" کا تعلق "ایمان" کے ساتھ اور "اجر" کا تعلق "اعمال" کے ساتھ ہے۔ اُس کو نجات اعمال سے نہیں بلکہ ایمان کے وسیلے سے فضل سے ملتی ہے۔ لیکن جب نجات مِل گئی تو چاہئے کہ وُہ نیک اعمال کرنے کی آرزو رکھے۔ اِس طرح کرنے سے اُسے اجر ملے گا۔

غور کریں کہ پولُس چاہتا ہے کہ "ہم وطن میں ہوں خواہ جلاوطن اُس کو خوش کریں"۔ مطلب یہ ہُوا کہ اِس دُنیا میں اُس کی خدمت و مقصد و مُدعا خُداوند کو خوش کرنا تھا۔ خواہ وُہ اِس دُنیا میں ہو، خواہ مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے کھڑا ہو۔

۵:۱۰۔ مسیح کو خُوش کرنے کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ہم کو "مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے" حاضر ہونا ضرُور ہے۔ دراصل مسئلہ وہاں "حاضر" ہونے کا نہیں بلکہ "سب

کا حال ظاہر" ہونے کا ہے۔ "مسیح کی عدالت میں ہماری زندگی کو کھول کر رکھ دیا جائے گا"۔ کسی ڈاکٹر کے سامنے حاضر ہونا ایک بات ہے، لیکن وہ ہمارا ایکسرے کرے، یہ بالکل دوسری بات ہے۔ "مسیح کا تختِ عدالت" بالکل کھول کر دکھا دے گا کہ مسیح کی خدمت میں ہماری زندگی کیسی رہی ہے۔ وہاں نہ صرف ہمارے کام/ خدمت کی "مقدار" بلکہ اس کا "معیار" اور مزید برآں اس کے پیچھے "نیت" بھی کھول کر سامنے رکھ دی جائے گی۔

جو گناہ ہم ایمان لانے کے بعد کرتے ہیں اگرچہ ان کا اثر ہماری خدمت پر ہوگا، لیکن اس نازک وقت میں ایمان دار کے گناہوں کو عدالتی فیصلے کے لئے نہیں کھولا جائے گا۔ ان کی عدالت تو کوئی دو ہزار سال پہلے ہو چکی ہے۔ جب خداوند یسوع ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا۔ اُس نے ہمارے گناہوں کا قرض پورا پورا ادا کر دیا۔ اور خدا ان گناہوں کو پھر کبھی عدالت میں نہیں لائے گا (یوحنا ۵: ۲۴)۔ "مسیح کے تختِ عدالت" کا تعلق ہماری اُس خدمت سے ہے جو ہم خداوند کے لئے کرتے ہیں۔ وہاں مسئلہ یہ نہیں ہوگا کہ ہم نجات پا چکے ہیں یا نہیں، یہ تو پہلے ہی ایک مسلمہ حقیقت ہے، بلکہ اُس وقت جزا یا جزا سے محرومی کا مسئلہ ہوگا۔

ط۔ خدمت میں پولس کی نیک نامی (۵: ۱۱-۶: ۲)

۵: ۱۱۔ عام طور سے اس آیت کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ چونکہ پولس گناہ کی ہولناک عدالت اور جہنم کی دہشت انگیزی سے واقف تھا، اس لئے وہ ہر جگہ جا کر لوگوں کو انجیل کی (خوشخبری) کو قبول کرنے پر اُبھارتا ہے۔ اگرچہ یہ بات سچ ہے، لیکن ہم مانتے ہیں کہ کلام کے اس حصے کا بنیادی اور اوّلین مطلب یہ نہیں ہے۔

پولس یہاں غیر نجات یافتہ لوگوں کے لئے خداوند کی دہشت اور ہولناکی کا بیان نہیں کر رہا، بلکہ اُس عقیدت، احترام اور خوف کا بیان کرتا ہے جس سے وہ "خداوند" کی خدمت کرتا اور اُسے خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جہاں تک خدا کا تعلق ہے پولس جانتا ہے کہ میری زندگی ایک کھلی کتاب ہے۔ لیکن وہ کرنتھیوں کو بھی خداوند کی خدمت میں اپنی دیانت اور وفاداری کا قائل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ

چونکہ ہم "خداوند کے خوف" کو جانتے ہیں اس لئے ہم لوگوں کو قائل

کرتے ہیں کہ بحیثیت خُدا کے خادِم ہم مخلص اور دیانت دار ہیں۔ لیکن ہم لوگوں کو قائل کرنے میں کامیاب ہوں، یا نہ ہوں "خُدا" ہم کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور ہمیں اُمید ہے کہ تُم کرنتھیوں کے "دِلوں پر بھی" ہمارا یہ حال "ظاہر ہُؤا ہوگا"۔

یہ تشریح سیاق و سباق کے ساتھ بالکل مُطابقت رکھتی ہے۔

۱۲:۵ - پولُس کو فوراً اِحساس ہوتا ہے کہ جو بات مَیں نے ابھی ابھی کہی ہے اِس سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ وُہ اپنی تعریف آپ کر رہا ہے۔ وُہ نہیں چاہتا کہ کوئی اُس کے بارے میں ایسا سوچے۔ اِس لئے وُہ کہتا ہے کہ "ہم پھر اپنی نیک نامی تُم پر نہیں جتاتے"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس نے پہلے اُن کے سامنے اپنی نیک نامی جتائی تھی۔ نہیں، بلکہ اُس پر بار بار یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ اپنی نیک نامی جتاتا ہے۔ یہاں وُہ اُن کے ذہن سے ایسا خیال نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔

وُہ اپنی خدمت کا اِتنا طویل دِفاع کیوں کرتا ہے؟ پولُس کا جواب یہ ہے کہ "ہم اپنے سبب سے تُم کو فخر کرنے کا موقع دیتے ہیں تاکہ تُم اُن کو جواب دے سکو جو ظاہر پر فخر کرتے ہیں اور باطن پر نہیں"۔ اُس کو اپنی نیک نامی جتانے کی کوئی پروا نہ تھی بلکہ اُسے احساس تھا کہ کرنتھس کے مُقدسین کے سامنے مُجھ پر سخت نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ وُہ چاہتا ہے کہ ایماندار جان لیں کہ پولُس پر اِن حملوں کا جواب کیسے دینا ہے۔ اِس لئے وُہ اُنہیں یہ معلُومات فراہم کرتا ہے تاکہ جب اُن کے سامنے اُس کی مذمت کی جائے تو وہ اُس کا دِفاع کر سکیں۔

وُہ اپنے نکتہ چینیوں کا بیان یُوں کرتا ہے کہ وہ "ظاہر پر فخر کرتے ہیں اور باطن پر نہیں" (مُقابلہ کریں ۱- سموئیل ۷:۱۶)۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ ظاہری دِکھاوے میں دِلچسپی رکھتے تھے، دیانت داری اور ایمان داری جیسی باطنی خُوبیوں پر نظر نہیں کرتے تھے۔ وُہ جسمانی شکل و صُورت، خوش بیانی اور ظاہری جوش و خروش ہی کو سب کُچھ سمجھتے تھے۔ "ظاہر پرستوں کے نزدیک سطحی اور ظاہری شکل و صُورت ہی سب کُچھ تھی، دِل کا اخلاص اور سچائی کُچھ حقیقت نہ رکھتی تھی"۔

۱۳:۵ - اِس آیت سے ایسا لگتا ہے کہ رسُول پر پاگل پن، کٹڑ پن اور دیگر ذہنی اِنتشارات کے اِلزام بھی لگائے گئے تھے۔ بقول ڈینی وُہ ایسی حالت میں رہنے کا اِنکار

نہیں کرتا جس کو "رُوحانی تناؤ" یا روحانی ہیجان کا نام دیا جا سکتا ہے۔ وُہ صِرف اِتنا کہتا ہے کہ "اگر ہم بے خُود ہیں تو خُدا کے واسطے ہیں"۔ جو بات اُس کے نُکتہ چینوں کو پاگل پن معلُوم ہوتی ہے دراصل اُس کی خُداوند کے لئے دِلی جاں نثاری یا وارفتگی ہے۔ وُہ خُدا کی باتوں کے لئے ایک جوش میں جلتا رہتا ہے۔ دُوسری طرف "اگر (ہم) ہوش میں ہیں تو تمہارے واسطے" ہیں۔ "تُمہارے" یعنی کرنتھس کے ایمان داروں کے واسطے۔ مختصراً یہ کہ یہ آیت کہتی ہے کہ پَولُس کے پُورے چال چلن اور برتاؤ کی وضاحت دو طریقوں سے کی جا سکتی ہے۔ یا تو یہ خُداوند کے لئے جوش تھا، یا ہم ایمانوں کی بھلائی اور بہبُود کا جذبہ۔ دونوں صُورتوں میں اُس کی نیّت صاف اور بے لوث تھی۔ کیا اُس کے مُعترضین اور نکتہ چین خُود اپنے لئے یہ کہہ سکتے تھے؟

۵ : ۱۴ - جو شخص بھی رسُول کی زِندگی کا مُطالعہ کرتا ہے حیران ہُوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وُہ کِس طرح ایسی انتھک اور بے لوث خِدمت کرتا تھا! یہاں وُہ اِس سُوال کا جواب دیتا ہے — "مسیح کی محبّت"۔

"مسیح کی محبّت"۔ اِس کا مطلب کیا ہے؟ اُس کی محبّت ہمارے لئے یا ہماری محبّت اُس کے لئے؟ کوئی شک نہیں کہ مُراد "اُس کی محبّت ہمارے لئے" ہے۔ ہم اُس سے صِرف اِس لئے محبّت رکھتے ہیں کہ پہلے اُس نے ہم سے محبّت رکھّی۔ یہ اُس کی محبّت ہے جو "ہم کو مجبُور کر دیتی ہے"، ہم کو آگے چلاتی ہے۔ جب پَولُس اُس حیرت ناک "محبّت" پر غور کرتا ہے جو "مسیح" نے اُس کے لئے دِکھائی تو وُہ اپنے اِس پیارے خُداوند کی خدمت میں آگے بڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یسوؔع "سب کے واسطے مُؤا"۔ موت میں وُہ ہم سب کا "نمائندہ" ہُوا۔ جب وُہ مؤا تو اُس میں ہم "سب مر گئے" جیسے آدمؔ کا گناہ اُس کی پُوری نسل (آئندہ پُشتوں) کا گناہ بن گیا، اُسی طرح مسیح کی موت اُن سب کی موت بن گئی جو اُس پر اِیمان لاتے ہیں

(رومیوں ۵ : ۱۲ - ۲۱؛ ۱ - کرنتھیوں ۱۵ : ۲۱، ۲۲) -

۵ : ۱۵ - پَولُس کی دلیل ناقابِلِ تردید ہے۔ مسیح "سب کے واسطے مُؤا"۔ وُہ کیوں "سب کے" واسطے مُؤا؟ اِس لئے کہ جو اُس پر ایمان کے وسیلے سے "جیتے ہیں وُہ آگے کو اپنے لئے نہ جیئیں بلکہ اُس (مسیح) کے لئے" جیئیں۔ مُنجّی ہمارے واسطے اس لئے نہیں

مُؤا تھا کہ ہم اپنی نکمّی، خُودغرضانہ زِندگی اُسی طرح جاری رکھیں جیسے ہم چاہتے ہیں، بلکہ وُہ ہمارے واسطے اِس لئے مُؤا کہ ہم رضامندی اور خُوشی کے ساتھ اپنی زِندگی اُس کے سپُرد کر دیں، اُس کے لئے وقف کر دیں۔ ڈینی اِس پر یُوں رقم طراز ہے :

> "ہماری مَوت مرنے کے وسیلے سے مسیح نے محبّت میں ہمارے لئے اِتنا بڑا کام کیا ہے کہ اَب ہمیں ہمیشہ کے لئے اُس کا اور صِرف اُسی کا ہو جانا چاہئے۔ اُس کی مَوت کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم کو اپنا بنا لے"۔

۱۶:۵۔ شاید پَولُس پیچھے آیت ۱۲ کا حوالہ دے رہا ہے جہاں وُہ اپنے نکتہ چینوں کو ظاہر پر فخر کرنے والے اور باطن پر فخر نہ کرنے والے قرار دیتا ہے۔ اب وُہ اِسی مَوضوع کو دوبارہ چھیڑتا اور تعلیم دیتا ہے کہ جب ہم مسیح کے پاس آجاتے ہیں تو نئے مخلُوق بن جاتے ہیں۔ "اب سے" ہم اِنسانوں کو جِسمانی اور دُنیاوی طریقے سے، یعنی ظاہری شکل وصُورت یا اطوار و کِردار سے، یا اِنسانی اَسناد سے یا قومیّت سے نہیں جانیں گے۔ "اب سے" ہم اُن کو قیمتی رُوحیں جانیں گے جِن کے لئے مسیح نے اپنی جان دی۔ وہ مزید کہتا ہے کہ ہم نے "اگرچہ مسیح کو بھی جِسم کی حیثیت سے جانا تھا" یعنی اُس کو محض ایک اَور اِنسان سمجھا تھا، لیکن اب اَیسا نہیں ہے۔ دُوسرے لفظوں میں یسوؔع کو گویا ناصرؔت میں اپنا ایک اَور ہمسایہ جاننا اور بات ہے یا اُس کو کوئی دُنیاوی مسیحا سمجھنا اور بات ہے، لیکن جلالی مسیح کے طور پر جاننا جو اِس وقت خُدا کے دہنے ہاتھ ہے، بالکُل ہی فرق بات ہے۔ آج ہم خُداوند یسوؔع کو زیادہ قریبی طور پر جانتے ہیں، کیونکہ رُوح کے کلام کے وسیلے سے وُہ ہم پر ظاہر کیا گیا ہے، بہ نسبت اُن لوگوں کے جنہوں نے اُس کی دُنیاوی زِندگی کے دَوران محض انسانی اور ظاہری شکل وصُورت کے مُطابق اُس کے مُتعلق اپنی رائے قائم کی۔

ڈیوڈ سمتھ یُوں تبصرہ کرتا ہے :

> "اگرچہ ایک زمانہ تھا کہ پَولُس رسُول ایک دُنیاوی مسیحِ موعود کے یہُودی تصوّر میں شریک تھا، لیکن اب اُس کو ایک نہایت اَرفع و بُلند تصوّر مِل گیا تھا۔ اب مسیح اُس کے لئے جی اُٹھا اور جلالی منجّی ہے، جِس کو حقیقتاً جِسم کی حیثیت سے نہیں بلکہ رُوح کی حیثیت سے جانا ہے۔ تاریخی روایت کے مُطابق نہیں بلکہ اُس کے ساتھ گہری اور قریبی رفاقت کے وسیلے سے جانا ہے"۔

۵:۱۷- "اگر کوئی مسیح میں ہے" یعنی نجات یافتہ ہے "تو وہ نیا مخلوق ہے"۔ ایمان لانے سے پہلے تو اِنسان دُوسروں کے متعلق اپنی رائے اِنسانی معیار کے مطابق قائم کرتا ہے، مگر ایمان لانے کے بعد سب کچھ بدل جاتا ہے۔ "پُرانی چیزیں"۔ جانچنے کے پُرانے طریقے جاتے رہے۔ "پُرانی چیزیں جاتی رہیں۔ دیکھو وُہ نئی ہو گئیں"۔

جن لوگوں نے تازہ تازہ نئی پیدائش کا تجربہ حاصل کیا ہے اُن کو یہ آیت بہت پسند آتی ہے اور وُہ اِسے شخصی گواہی میں اکثر پیش کرتے ہیں۔ لیکن اِس طرح پیش کرنے سے بعض اوقات نہایت غلط تاثر سامنے آتا ہے۔ سُننے والے سوچنے لگتے ہیں کہ جب کوئی شخص نجات پاتا ہے تو اُس کی پُرانی عادتیں، بُرے خیالات اور شہوانی نظریں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہیں اور اُس شخص کی زندگی میں ہر بات نئی ہو جاتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ حقیقت نہیں۔ یہ آیت ایماندار کے طرزِ عمل کا نہیں بلکہ اُس کی حیثیت اور مرتبے کا بیان کرتی ہے۔ غور کریں کہ کیا کہا گیا ہے۔ خاص بات ہے "مسیح میں"۔ یہ لفظ اِس پُورے حصّے کو سمجھنے کی کلید ہیں۔ "مسیح میں ... پُرانی چیزیں جاتی رہیں۔ دیکھو وُہ نئی ہو گئیں"۔ بدقسمتی سے "مجھ میں" ابھی تک یہ ساری باتیں سچ نہیں ہیں! لیکن جیسے جیسے میں مسیحی زندگی میں آگے بڑھتا ہُوں، ترقی کرتا ہُوں، تو میری آرزُو ہوتی ہے کہ میرا طرزِ عمل بھی روز افزوں میری حیثیت کے مُطابق ہوتا جائے۔ ایک دِن جب خُداوند یسوع دوبارہ آئے گا تو دونوں کامل طور پر مُطابقت رکھیں گی۔

۵:۱۸- "اور سب چیزیں خُدا کی طرف سے ہیں"۔ وُہی "سب" چیزوں کا منبع اور سرچشمہ اور صانع ہے۔ اِنسان کو فخر کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہی خُدا ہے "جس نے مسیح کے وسیلہ سے اپنے ساتھ ہمارا میل ملاپ کر لیا اور میل ملاپ کی خدمت ہمارے سپرد کی"۔ بائبل کی ایک لُغت میں میل ملاپ کے اِس عقیدے کا شاندار بیان یُوں درج ہے:

> "صلیب پر خُداوند یسوع کی مَوت کے وسیلے سے خُدا نے اپنے بڑے فضل سے اُس فاصلے کو مِٹا دیا جو گُناہ نے خُدا اور اِنسان کے درمیان پیدا کر دیا تھا تاکہ مسیح کے وسیلے سے ساری چیزیں اپنی ذات کے موافق کر کے اپنے سامنے پیش کرے۔ مسیح کی مَوت کے وسیلے سے ایمان داروں کا خُدا کے ساتھ میل ملاپ ہو چکا ہے تاکہ وہ پاک، بے عیب

> اور بے اِلزام (نیا مخلوق) ہو کر اُس کے حضور پیش کِئے جائیں۔ جب مسیح دُنیا میں تھا تو خُدا مسیح میں ہو کر دُنیا کا اپنے ساتھ میل ملاپ کر رہا تھا۔ وُہ اُن (اِنسانوں) کی تقصیریں اُن کے خِلاف محسُوب نہیں کرتا تھا۔ اب جبکہ صلیب میں خُدا کی محبّت پُورے طور پر ظاہر ہو چکی ہے تو گواہی ساری دُنیا میں پہنچ کر اِنسانوں سے اِلتماس کرتی ہے کہ خُدا کے ساتھ میل ملاپ کر لو۔ مقصد یہ ہے کہ اِنسان خُدا کی خوشنودی کا باعث بنے۔“

۱۹:۵ - یہاں ’میل ملاپ کی خِدمت‘ کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ ”پیغام“ ہے کہ ”خُدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دُنیا کا میل ملاپ کر لیا“۔ اِس بیان کی دو تشریحیں ہو سکتی ہیں اور دونوں ہی پاک کلام کے مُطابق دُرست ہیں۔ اوّل، ہم کہہ سکتے ہیں کہ ”خُدا مسیح میں“ تھا۔ مفہُوم یہ ہے کہ خُداوند یسوع مسیح اِلٰہی ذات ہے۔ یہ بالکُل سچ ہے۔ لیکن اِس کا دُوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”خُدا ... مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دُنیا کا میل ملاپ کر“ رہا تھا، یعنی وُہ ”دنیا کا میل ملاپ کر“ رہا تھا۔ لیکن یہ کام خُداوند یسوع ”مسیح“ کی ذات میں ہو کر کر رہا تھا۔

ہم ان میں سے کوئی سی تشریح بھی قبول کریں، سچائی واضح ہے کہ خُدا گُناہ کے ساتھ نمٹ کر مُؤثر طور سے اُس سبب کو دُور کر رہا تھا جس نے اُس کے اور اِنسان کے درمیان اجنبیت اور بیگانگی پیدا کر دی تھی۔ خُدا کو میل مِلاپ کی ضرُورت نہیں، البتہ اِنسان کو لازماً ضرورت ہے کہ خُدا کے ساتھ اُس کا میل ملاپ ہو۔

”اور اُن کی تقصیروں کو اُن کے ذِمّہ نہ لگایا“۔ سرسری نظر میں معلُوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عالمگیر نجات کی تعلیم دیتی ہے کہ مسیح کے کام کے وسیلے سے سارے اِنسانوں کو نجات مِل گئی ہے۔ لیکن ایسی تعلیم خُدا کے کلام سے کوئی مُواقفت نہیں رکھتی۔ خُدا نے ایک راستہ مہیّا کر دیا ہے جس کے وسیلہ سے ممکن ہوتا ہے کہ انسانوں کی تقصیریں اُن کے خِلاف شمار نہ ہوں۔ اگرچہ یہ راستہ سب کو دستیاب ہے، لیکن فائدہ صِرف اُن کو ہوتا ہے جو مسیح میں ہیں۔ غیر نجات یافتہ یا بے ایمان اِنسانوں کی تقصیریں بلاشُبہ اُن کے خِلاف شمار ہوتی ہیں، یعنی اُن کے ذِمّہ لگی رہتی ہیں۔ لیکن جُونہی یہ لوگ خُداوند یسوع کو اپنا نجات دہندہ مان لیتے ہیں، اُسی لمحے وُہ مسیح میں راستباز گنے جاتے ہیں، اور اُن کے گُناہ مِٹ جاتے ہیں۔

خُدا میل ملاپ کرتا ہے۔ اِس کے علاوہ اُس نے ”میل ملاپ کا پیغام“ اپنے خادِموں کو

"سونپ دیا ہے"۔ یعنی اُس نے اپنے خادموں کو شاندار اعزاز و اِستحقاق بخشا ہے کہ ساری دُنیا میں جاکر ہر جگہ اِس جلالی پیغام کی منادی کریں ۔ اُس نے یہ مُقدّس ذمہ داری فرشتوں کو نہیں، بلکہ ناتواں اور کمزور اِنسان کے سپُرد کی ہے۔

۵:۲۰ - گُزشتہ آیت میں پَولُس نے بیان کیا ہے کہ میل ملاپ کا پیغام مجھے دیا گیا ہے ۔ مُجھے بھیجا گیا ہے تاکہ بنی نوع اِنسان کے سامنے اِس پیغام کی منادی کروں ۔ ہماری رائے میں ۵ : ۲۰ سے ٦ : ۲ تک میل ملاپ کے پیغام کا خلاصہ دیا گیا ہے ۔ دُوسرے لفظوں میں پَولُس ہمیں وُہ پیغام سُنا رہا ہے جِس کی منادی وُہ مُلک مُلک اور براِعظم براعظم غیر نجات یافتہ لوگوں کے سامنے کرتا پھرتا تھا۔ یہ بات سمجھنا بہُت ضرُوری ہے ۔ یہاں پَولُس کرنتھیوں کو نہیں کہہ رہا کہ خُدا کے ساتھ میل ملاپ کر لو۔ وُہ تو پہلے ہی خُداوند یسوؔع میں ایمان دار ہیں، بلکہ وُہ کرنتھیوں کو سمجھا رہا ہے کہ یہ وُہ پیغام ہے جو مَیں ہر جگہ غیر نجات یافتہ لوگوں کو سُناتا ہُوں۔

ایک سفیر اپنے مُلک کا خادِم ہوتا ہے ۔ وُہ کِسی دُوسرے مُلک میں اپنے حاکم کی نمائندگی کرتا ہے۔ پَولُس مسیحی خِدمت کو ہمیشہ ایک سربلند اور باوقار بُلاہٹ قرار دیتا ہے ۔ یہاں وُہ اپنے آپ کو ایک ایلچی (سفیر) ٹھہراتا ہے جیسے "مسیحؔ" نے اِس دُنیا میں بھیجا ہے جِس میں ہم رہتے ہیں ۔ وُہ خُدا کا ترجمان تھا اور اُس کے "وسیلہ سے خُدا اِلتماس کرتا" تھا (ہے) ۔ یہ نہایت عجیب سی زبان لگتی ہے جِس کا اِطلاق ایلچی پر کیا جا رہا ہے ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایلچی کا کام "اِلتماس" کرنا نہیں ہوتا۔ لیکن یہ خوشخبری کی شان ہے کہ خُدا آنکھوں میں آنسُو بھر کر مَرد و زَن سے اِلتماس کرتا ہے کہ میرے ساتھ "میل ملاپ" کر لو۔ اگر دُشمنی ہے تو اِنسان کی طرف سے ہے، خُدا نے اپنے اور اِنسان کے ساتھ رفاقت اور یگانگت کو کامل کرنے کے لئے ہر رُکاوٹ دُور کر دی ہے ۔ خُداوند جو کُچھ کر سکتا تھا اُس نے کر دیا ہے ۔ اب ضرُور ہے کہ انسان بغاوت کے ہتھیار پھینک دے، اپنی ہٹ اور بغاوت کو ترک کر دے، "اور خُدا سے میل ملاپ" کر لے۔

۵:۲۱ - یہ آیت میل ملاپ کی بُنیاد فراہم کرتی ہے ۔ خُدا نے یہ میل ملاپ کیسے مُمکن بنایا ہے؟ وُہ اُن پُرتقصیر گُنہگاروں کو کِس طرح قبول کر سکتا ہے جو توبہ اور ایمان کے ساتھ اُس کے پاس آتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ خُداوند یسوؔع نے ہمارے گُناہوں کا مسئلہ حل کر دیا ہے، اِس لئے

اب ہم خُدا کے ساتھ میل مِلاپ کر سکتے ہیں۔

دُوسرے لفظوں میں خُدا نے مسیح کو "ہمارے واسطے گُناہ ٹھہرایا"۔ مسیح "جو گُناہ سے واقف نہ تھا اُسی کو ——— تاکہ ہم اُس میں ہو کر خُدا کی راست بازی ہو جائیں"۔

ہمیں اِس نظریہ سے خبردار رہنا چاہیئے کہ کلوری کی صلیب پر خُداوند یسوع مسیح واقعی "گناہ آلودہ" بن گیا تھا۔ یہ نظریہ قطعی غلط ہے۔ ہمارے گُناہ اُس پر "لادے" گئے تھے۔ وُہ اُس "میں" نہیں تھے۔ ہُوا یہ تھا کہ خُدا نے اُس کو ہماری جگہ، ہمارے بدلے میں گناہ کی قُربانی بنایا۔ اُس پر ایمان لا کر، ہم خُدا کی طرف سے راست باز گنے جاتے ہیں۔ ہمارے عِوضی نے شریعت کے سارے تقاضوں کو پُورا کر دیا ہے۔

کیسی مُبارک سچائی ہے کہ "جو (مسیح) گُناہ سے واقف نہ تھا اُسی کو اُس (خُدا) نے ہمارے واسطے گُناہ ٹھہرایا" تاکہ ہم جو راست بازی سے واقف نہ تھے "اُس (مسیح) میں ہو کر خُدا کی راست بازی ہو جائیں"۔ کوئی اِنسانی زبان خُدا کے ایسے بے کراں فضل کے لئے کافی طور پر شکر ادا نہیں کر سکتی۔

۶:۱ - بعض لوگ اِس آیت سے سمجھتے ہیں کہ پَولُس کرنتھیوں سے مخاطب ہے اور اُن کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے کہ خُدا کا "فضل" جو اُن پر ہُوا تھا اُس سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھائیں۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ پَولُس ابھی تک اُسی پیغام کا بیان کر رہا ہے جو وُہ غیر نجات یافتہ لوگوں کو سُناتا تھا۔ وُہ بے ایمانوں کو بتا چُکا ہے کہ خُدا نے تُم کو کیسا حیرت افزا فضل پیش کیا ہے۔ اب وُہ اُن کی مِنّت کرتا ہے کہ اِس "فضل" کو جو تُم پر ہُوا ہے "بیفائدہ نہ رہنے دو"۔ خوشخبری کے بیج کو بنجر زمین میں نہ گرنے دو، بلکہ اِس حیرت انگیز پیغام کو مانو اور جس مُنجّی کی یہ خبر دیتا ہے اُس کو قبول کر لو۔

۶:۲ - یہاں پَولُس یسعیاہ ۴۹ : ۸ سے اِقتباس کرتا ہے۔ اگر ہم یسعیاہ کے مذکورہ باب کا مُطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ چونکہ اُمّت نے مسیحِ موعُود کو ردّ کر دیا اِس لئے خُدا اپنی اُمّت کے ساتھ حُجت کر رہا ہے۔ آیت ۷ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اُمّت نے خداوند یسوع کو ردّ کر دیا جس کا نتیجہ اُس کی مَوت ہُوا۔ لیکن آیت ۸ میں یہوواہ کے الفاظ ہیں جن سے وُہ خُداوند یسوع کو یقین دِلاتا ہے کہ تیری دُعا سُن لی گئی ہے اور خُدا تیری مدد کرے گا اور تجھے سنبھالے رہے گا۔

"مَیں نے ... نجات کے دن تیری مدد کی" ۔ یہ اشارہ ہے خُداوند یسوع مسیح کی قیامت کا۔ "قبولیت کے وقت" اور "نجات کے دِن" کا اِجرا ہی مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے سے ہونا تھا۔

خوشخبری کی منادی کرنے میں پولُس اِس تعجب انگیز سچائی کو مضبوطی سے تھامتا ہے اور اپنے غیر نجات یافتہ سامعین کے سامنے اعلان کرتا ہے کہ "دیکھو اب قبولیت کا وقت ہے، دیکھو یہ نجات کا دِن ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ دَور جس کو یسعیاہ نے نبوّت سے "نجات کا دِن" کہا تھا، وُہ شرُوع ہو گیا ہے۔ اِس لئے پولُس لوگوں کو راغب کرتا ہے کہ جب تک "نجات کا دِن" ہے مُنجی کو قبول کر لو۔

ی۔ خدمت میں پولُس کا کردار (۶: ۳-۱۰)

۶: ۳- اَب پولُس اپنے (میل ملاپ کے) پیغام کی بات چھوڑ کر مسیحی خِدمت میں خود اپنے کردار کی بات کرتا ہے۔ اُس کو احساس ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ موجُود ہوتے ہیں جو نجات کے پیغام کو قبول نہ کرنے کا بہانہ ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اور اگر اُن کو منادی کرنے والے کی زندگی سے یہ بہانہ مِل جائے کہ وُہ تعلیم کچھ دیتا ہے اور اُس کا اپنا کردار کچھ اور ہے، تو اُن کا کام بن جاتا ہے۔ اِس لئے وُہ کرنتھیوں کو یاد دلاتا ہے کہ "ہم کسی بات میں ٹھوکر کھانے کا کوئی موقع نہیں دیتے تاکہ ہماری خِدمت پر حرف نہ آئے"۔ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ یہاں خِدمت سے مُراد کوئی معزز کلیسیائی عُہدہ نہیں بلکہ مسیح کی خِدمت ہے۔ یہاں اِنسان کی طرف سے مخصُوصیت اور تقرر کا خیال موجُود نہیں۔ یہ "خِدمت" اُن سب کی ہے جو مسیح کے ہیں۔

۶: ۴- آیات ۴-- ۱۰ میں پولُس اِس خدمت میں اپنے طریقۂ کار کا بیان کرتا ہے۔ اور یہ طریقہ ایسا تھا جس پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکتا تھا، کوئی اُنگلی نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ پولُس کو پُورا پُورا احساس ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کا خادِم ہوں۔ اِس لئے وُہ ہر وقت کوشش میں رہتا ہے کہ میرا کردار و عمل اِس بُلاہٹ کے لائق ہو۔

آیات ۴ اور ۵ میں پولُس اُن جسمانی دُکھوں کا بیان کرتا ہے جو اُس کو برداشت کرنے پڑے۔ اور جو گواہی دیتے ہیں کہ وُہ خُداوند کا سچا، مخلص اور وفادار خادم ہے۔ اگلی دو آیات میں اُن مسیحی خوبیوں کا بیان کرتا ہے جو اُس کی زندگی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور آیات ۸ تا ۱۰ میں

اُن تجربات کا ذِکر کرتا ہے جو مسیحی خِدمت کا خاصّہ ہیں۔

"بڑے صبر سے" — بلاشُبہ یہ بیان ہے پولُس کے تحمّل اور برداشت کا۔ مُختلف افراد، مقامی کلیسیائیں اور ساری مُصیبتیں اُس کو ثابت قدمی کی راہ سے ہٹانے کی سرتوڑ کوشش کرتی ہیں، مگر پولُس "بڑے صبر سے" سب کچھ برداشت کرتا ہے۔

"مُصیبت سے" — غالباً اِشارہ ہے اُس ظُلم و ستم کی طرف جو وُہ مسیح کے نام کی خاطر برداشت کرتا تھا۔

"احتیاج سے" — اِس میں تصوّر ہے کہ یہ خادم خوراک اور لباس اور رہائش کی کمی یا نایابی کی مُشکل بھی خُوشی سے سہتا ہے۔

"تنگی سے" — اِس میں وُہ سارے ناموافق بلکہ مُخالف حالات شامل ہیں جن سے پولُس اکثر دوچار ہوتا رہتا تھا۔

۵:۶ — "کوڑے کھانے سے" — پولُس کو مُتعدد بار کوڑے کھانے پڑے، دیکھئے اعمال ۱۶: ۲۳۔ اُس کے "قید ہونے" کا بیان آگے ۲-کرنتھیوں ۱۱: ۲۳ میں درج ہے۔ اور "ہنگاموں سے" بلاشُبہ اُن ہنگاموں اور فسادوں کی طرف اِشارہ ہے جو انجیل کی منادی کے موقعوں پر اکثر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے (اِس خُوشخبری کے باعث کہ غیرقوم افراد بھی نجات پا سکتے ہیں یہُودی سیخ پا ہو جاتے اور اکثر ہنگامہ آرائی کرتے تھے)۔ "محنتوں سے" — پولُس کی "محنتوں" میں اُس کی خیمہ دوزی بھی شامل ہے۔ اِس کے عِلاوہ کئی قسم کی ہاتھوں کی محنت اور تقریباً مسلسل سفر کرنا بھی "محنتوں" کا حِصّہ ہیں۔

"بیداری سے" — یہ بیان ہے ہر وقت ہوشیار اور چوکس رہنے کا۔ ایک طرف تو ابلیس کی مکاری اور عیاری تھی، دُوسری طرف اِنسانی دشمن اُس کو نقصان پہنچانے کی گھات میں لگے رہتے تھے۔

"فاقوں سے" اگرچہ یہاں مفہُوم رضاکارانہ طور پر کھانا نہ کھانا بھی ہو سکتا ہے، مگر زیادہ قرینِ قیاس وُہ بُھوک ہے جو غربت کی وجہ سے برداشت کرنی پڑتی تھی۔

۶:۶ — پولُس "پاکیزگی" کے ساتھ خِدمت کرتا تھا۔ یعنی خالص نیّت اور پُوری دیانت داری کے ساتھ۔ اُس پر کبھی بداخلاقی کا اِلزام نہیں لگایا جا سکتا۔

پھر یہ خِدمت "عِلم سے" ہوتی ہے۔ یہاں اِس حقیقت کی طرف اِشارہ ہے کہ یہ جہالت کی خِدمت نہیں بلکہ اُس "عِلم سے" ہے جو خُدا نے عطا کیا ہے۔ اِس کا ثبوت پولُس

کے خطوط میں اِلٰہی سچائی کی وسعت ہے۔

کرنتھیوں کو پولس کے "تحمل" کا ثبوت درکار نہیں ہونا چاہیئے! جس صبر سے وہ اُن کے گناہوں اور ناکامیوں کو برداشت کرتا رہا ہے وہی اُس کے "تحمل" کا کافی ثبوت ہے۔ پولس کی "مہربانی" اِس سے ثابت ہوتی ہے کہ اُس نے پوری بے غرضی سے اپنے آپ کو دوسروں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ وہ خدا کے لوگوں کے ساتھ محبت کا رویّہ رکھتا تھا اور اُن سے ہمدردی کے ساتھ برتاؤ کرتا تھا۔

"رُوح القدس سے"۔ بلاشبہ مطلب یہ ہے کہ پولس جو کچھ بھی کرتا تھا رُوح القدس کی قدرت سے اور اُس کے مطیع رہ کر کرتا تھا۔

"بے ریا محبت سے"۔ پولس کی زِندگی میں دوسروں کے لئے محبت بہت نمایاں تھی۔ اِس محبت میں بناوٹ یا دِکھاوے کا شائبہ تک نہیں تھا۔ یہ محبت بالکل خالِص تھی اور اُس کے اعمال واطوار سب اِسی کے تابع تھے۔

۶: ۷۔ "کلامِ حق سے"۔ پولس کی خِدمت کی خصوصیت یہ تھی کہ "کلامِ حق" کی فرمانبرداری کرتا تھا، یعنی ساری خدمت دیانت داری سے کرتا تھا۔ اور یہ خِدمت اُس پیغام سے مطابقت رکھتی تھی جس کی منادی کرتا تھا۔

"خدا کی قدرت سے"۔ اِس کا مطلب تو واضح ہے کہ رسول اپنی طاقت اور قوت سے کچھ نہیں کرتا تھا، بلکہ اس قوت پر اِنحصار کرتا تھا جو "خدا" عطا کرتا ہے۔ بعض علما کا خیال ہے کہ یہاں اُن معجزوں کی طرف اشارہ ہے جن کے کرنے کی توفیق رسول کو عطا ہوئی تھی۔

"راست بازی کے ہتھیاروں کے وسیلہ سے"۔ اِن ہتھیاروں کا بیان افسیوں ۶: ۱۴-۱۸ میں موجود ہے۔ اِس سے ایک راست، کھرے اور اصول وقواعد کی پابند زِندگی کی تصویر سامنے آتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "جب کوئی شخص عملی راست بازی سے ملبّس ہوتا ہے تو ناقابلِ گرفت ہوتا ہے"۔ اگر ہمارا ضمیر خدا اور اِنسان کی طرف سے بے الزام ہے تو ابلیس کا نشانہ نہیں بن سکتا۔

"جو دہنے بائیں ہیں"۔ اِس ترکیب کے بالکل صحیح معنوں کے بارے میں کچھ شک پایا جاتا ہے۔ ایک اِمکانی مطلب یہ ہے کہ قدیم طرزِ جنگ میں تلوار دائیں ہاتھ میں اور ڈھال بائیں ہاتھ میں ہوتی تھی۔ تلوار جارحانہ جنگ کی اور ڈھال مدافعانہ جنگ کی علامت ہے۔ زیرِ نظر صورتِ حال

میں پُولُس کہہ رہا ہے کہ اچھّا مسیحی چال چلن مضبُوط جارحیّت بھی ہے اور مُوثر دفاع بھی۔

۸:۶ - آیات ۸ تا ۱۰ میں پولُس اُن واضح تضادوں کا بیان کرتا ہے جو خُداوند یسوُع کی خِدمت میں پائے جاتے ہیں۔ سچّے شاگرد کو ہر قسم کے نشیب و فراز کا تجربہ ہوتا ہے۔ کبھی وہ پہاڑ کی چوٹی پر ہوتا ہے، کبھی نیچے وادی میں۔ علاوہ ازیں وُہ درمیان کی ساری زمین کے تجربات میں سے بھی گزرتا ہے۔ اِس زِندگی میں "عِزّت اور بے عِزّتی" دونوں ملتی ہیں۔ کبھی کامیابی اور فتح اور کبھی بظاہر ناکامی۔ کبھی تعریف اور کبھی نکتہ چینی کا سامنا ہوتا ہے۔ خُدا کے سچے خادم کو کبھی "بدنامی" اور کبھی "نیک نامی" کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ بعض لوگ اُس کے حوصلے اور جذبے کی تعریف کرتے ہیں، جبکہ دُوسرے اُس کی صِرف مذمّت کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ اُس کو دھوکے باز اور فریبی اور دغا باز قرار دیا جاتا ہے لیکن تو بھی خُدا کا خادِم "سچّا" ہوتا ہے۔ نہ وُہ فریبی ہوتا ہے نہ "گمراہ کرنے والا" بلکہ خُدا تعالیٰ کا سچا خادم ہوتا ہے۔

۹:۶ - ایک لحاظ سے پولُس "گُمناموں" میں شامل تھا۔ اُس کی تعریف نہیں ہوتی تھی بلکہ اُس کو غلط سمجھا جاتا تھا۔ مگر یہ دُنیاوی نُقطۂ نظر سے تھا۔ دراصل اپنے ہم ایمانوں میں[1] اور خُدا کے سامنے وُہ "مشہُور" تھا۔

پولُس کی زِندگی ہر روز مَرنے کی زِندگی تھی، تو بھی وُہ کہتا ہے "مگر دیکھو جیتے ہیں!" اُس کو دھمکیاں دی جاتی تھیں، لوگ شکاریوں کی طرح اُس کے پیچھے لگے رہتے تھے، ہر جگہ تعاقب کرتے تھے، ستاتے اور ظُلم و ستم کرتے تھے، قید میں ڈال دیتے تھے۔ مگر وُہ آزادی حاصِل کرتا اور پہلے سے بھی زیادہ جوش و جذبے سے منادی کرتا تھا۔ اِسی حقیقت پر زور دینے کے لئے وہ کہتا ہے کہ ہم "مار کھانے والوں کی مانند ہیں مگر جان سے مارے نہیں جاتے"۔ اُسے اِنسانوں کے ہاتھوں کتنی ہی دفعہ سزا اُٹھانی پڑی۔ کئی دفعہ تو اُس کے دُشمنوں نے سمجھ لیا کہ ہم نے اُس کی طُوفانی زِندگی کا خاتمہ کر دیا ہے — لیکن پھر اُن کو خبر ملتی کہ وُہ دُوسرے

---

[1] نیلسن ڈربی (۱۸۰۰ء - ۱۸۸۲ء) پولُس کی مانند ساری دُنیا میں خدمت کرتا تھا۔ اُس کی قبر کے کتبے پر درج ہے "گُمناموں کی مانند ہیں تو بھی مشہُور ہیں"۔ اُس کی زِندگی اور خِدمت کی مناسبت سے یہ نہایت موزُوں الفاظ ہیں۔

شہروں میں مسیح کے لئے فتوحات حاصِل کر رہا ہے۔

۱۰:۶- پولُس کی خدمت میں غم بھی آتے تھے، لیکن تو بھی وُہ "ہمیشہ خوش" رہتا تھا- یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وُہ خوشخبری کے پیغام کے ردّ کِئے جانے پر، خُدا کے لوگوں کی ناکامیوں پر اور اپنی خامیوں اور کمزوریوں پر غمگین ہوتا تھا- لیکن جب وہ خُداوند کا خیال کرتا، اور خُدا کے وعدے پر دھیان کرتا تو بے حد خوش اور مسرور ہوتا تھا-

جہاں تک دُنیاوی مال و دَولت کا تعلق ہے پولُس ایک "کنگال" آدمی تھا- اُس کی جائیداد یا دَولت کے بارے میں کہیں کُچھ نہیں لِکھا ہُوا- مگر ذرا اُن زِندگیوں کا حِساب لگائیں جو اُس کی خِدمت کے وسیلے سے دَولت مند ہو گئیں! اگرچہ وُہ "ناداروں کی مانند" تھا، تو بھی "سب کُچھ" رکھتا تھا-

ک- کُھلے دِل اور شفقت کے لئے پولُس کی اپیل (۱۳-۱۱:۶)

۱۱:۶- اب پولُس کرنتھیوں" سے دردمندانہ اپیل کرتا ہے کہ میرے لئے اپنے دِلوں کو کھولو- وُہ کہتا ہے مَیں نے "تم سے کُھل کر باتیں کیں"- اُس نے اُن کے ساتھ اپنی محبّت کے بارے میں واقعی دِل کھول کر باتیں کی ہیں- اُس کی زبان ایسے دِل کی ترجمانی کرتی اِن لوگوں کے لئے محبّت اور شفقت سے لبریز تھا- اِس آیت کا عام مطلب یہی ہے جیسا کہ اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ہمارا دِل تمہاری طرف سے کشادہ ہو گیا" یعنی تمہیں محبّت کے ساتھ قبول کرنے کو تیار ہے-

ٹوزر نے اِس کا یوں اظہار کیا ہے، "پولُس ایک چھوٹا آدمی تھا لیکن اُس کی باطنی زِندگی بہت وسیع و عریض تھی- اُس کا بڑا دِل اپنے شاگردوں کی تنگ نظری سے اکثر مجروح ہوتا تھا- وُہ اُن کی سکڑی سہمی رُوحوں کو دیکھ کر بہت دُکھی ہوتا تھا"-

۱۲:۶- محبّت اور شفقت کے مُعاملے میں پولُس کا دِل تنگ نہیں تھا- جو "تنگی" تھی وُہ کرنتھیوں کے دِلوں میں تھی- اُنہوں نے اُس کے لئے اپنی محبّت کو محدُود کر رکھا تھا- یہاں تک اُنہیں پتہ نہ تھا کہ اُسے قبُول کریں یا نہ- لیکن اُن کے لئے اُس کی محبّت ہرگز محدُود نہ تھی- محبّت میں کمی پولُس کی طرف سے نہیں کرنتھیوں کی طرف سے تھی-

۱۳:۶- اگر وُہ اُس کی محبّت کا بدلہ دینا چاہتے ہیں (وُہ ایمان میں اپنے "فرزندوں" سے

مخاطب ہے) تو چاہیئے کہ وُہ بھی "کشادہ دِل" ہو جائیں، یعنی کھُلے دِل سے اُس کے ساتھ محبّت کریں۔ پَولُس محسُوس کرتا ہے کہ وُہ اُن کا باپ ہے۔ اور چاہیئے کہ وُہ بھی اُسے ایمان میں باپ جان کر اُس سے محبّت کریں۔ صِرف خُدا ہی ایسا کر سکتا ہے لیکن ضرُور ہے کہ وُہ خُدا کو ایسا کرنے دیں۔

مافٹ نے آیات ۱۱ سے ۱۳ کے تصوّر کو بہت عُمدگی سے پیش کیا ہے:

> "اے کرنتھیو! مَیں نے تُم سے کُچھ بھی دریغ نہیں کِیا۔ میرا دِل تمہارے لئے بے حد کُشادہ ہے۔ رکاوٹ؟ ــــ یہ تمہاری طرف سے ہے، میری طرف سے نہیں۔ فرزندوں کی طرح مُنصِفانہ بدلہ دو۔ میرے لئے اپنے دِلوں کو کھول دو۔"

ل۔ کلام کے مُطابق علیحدگی اختیار کرنے کی اپیل (۶: ۱۴-۷: ۱)

۶: ۱۴۔ آیت ۱۳ اور ۱۴ کا باہمی تعلق یہ ہے۔ پَولُس رسُول نے مُقدسین سے کہا ہے کہ میرے لئے محبّت میں اپنے دِل کُشادہ کرو۔ اب وُہ بتاتا ہے کہ ایسا کرنے کا ایک طریقہ ہر قسم کے گُناہ اور ناراستی سے کنارہ کشی ہے۔ بے شک اُسے کُچھ خیال اُن جھُوٹے اُستادوں کا بھی ہے جنہوں نے کرنتھس کی جماعت پر یلغار کر رکھی تھی۔

"ناہموار جُوئے" سے اِستثنا ۲۲: ۱۰ یاد آ جاتا ہے "تُو بَیل اور گدھے دونوں کو ایک ساتھ جوت کر ہل نہ چلانا"۔ بَیل پاک جانور ہے جبکہ گدھا ناپاک جانور ہے۔ اُن کے قدم اور ہل کھینچنے کا انداز دونوں فرق فرق ہیں۔ تقابل کے لحاظ سے جب ایمان دار خُداوند یسُوع کے ساتھ ایک جُوئے میں جوتے جاتے ہیں تو اُن کو پتہ چلتا ہے کہ اُس کا جُوا ملائم ہے اور اُس کا بوجھ ہلکا (متّی ۱۱: ۲۹، ۳۰)۔

علیحدگی کے موضُوع پر ۲۔ کرنتھیوں کا یہ حِصّہ پُورے پاک کلام میں کلید کی حیثیت رکھتا ہے۔ بالکل واضح اور صاف ہدایت ہے کہ ایمان دار خُود کو "بے ایمانوں" سے، بے دینی سے، تاریکی سے، بلیعال سے اور بُتوں سے دُور رکھے۔ اُن سے علیحدہ رہے۔

بے شک اِس بیان کا تعلق شادی بیاہ کے رِشتے سے بھی ہے۔ ایک مسیحی کو غیر نجات یافتہ شخص سے شادی نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن ایسی حالت میں کہ جہاں ایک ایمان دار کی شادی پہلے ہی بے ایمان شخص سے ہو چکی ہے تو یہ کلام علیحدگی یا طلاق کو جائز قرار نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں خُدا کی مرضی ہے کہ شادی کا رِشتہ قائم رکھا جائے۔ اور پیشِ نظر بات یہ ہے کہ

بالآخر بے ایمان ساتھی نجات پانے تک آسکتا ہے (۱-کرنتھیوں ۷: ۱۲-۱۶) ۔

علاوہ ازیں اِس کا تعلق کاروبار سے بھی ہے ۔ ایک مسیحی کو ایسے شخص کے ساتھ کاروبار میں شراکت نہیں کرنی چاہیئے جو خُداوند کو نہ جانتا ہو ۔ واضح طور پر اس کا اِطلاق خفیہ تنظیموں اور انجمنوں پر بھی ہوتا ہے ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص جو مسیح کا وفادار ہے ایسی انجمنوں میں شامل ہوتا رہے جہاں خُداوند یسوع کا خیر مقدم نہیں ہوتا؟ مُعاشرتی زِندگی میں اِس کا اِطلاق یُوں ہوتا ہے ۔ ایک مسیحی بے ایمانوں کے ساتھ اِس نظریے سے تعلق قائم رکھے کہ اُنہیں مسیح کے لئے جیتنا ہے لیکن اُن کی گُناہ آمیز خوشیوں، تفریحات اور دیگر سرگرمیوں میں شامل نہ ہو، مبادا وُہ سوچنے لگیں کہ یہ ہم سے فرق نہیں ہے ۔ پھر کلام کے اِس حِصّے کا اطلاق مذہبی مُعاملات پر بھی ہوتا ہے ۔ مسیح کا سچا پیرو کِسی ایسی کلیسیا کا ممبر بنے رہنا گوارا نہیں کرے گا جس میں بے ایمانوں کو دیدہ دانستہ ممبر بنایا اور ممبر رکھا جاتا ہے ۔

آیات ۱۴ سے ۱۶ تک زندگی کے تمام اہم تعلقات کا اِحاطہ کرتی ہیں :

"راستبازی" اور "بے دینی" ــــ اِخلاقی چلن اور کردار کا پُورا علاقہ اِس میں آجاتا ہے ۔

"روشنی" اور "تاریکی" ۔ یہ شعبہ خُدا کے بارے میں باتوں کی سمجھ بُوجھ اور علم سے تعلق رکھتا ہے ۔

"مسیح" اور "بلیعال" ۔ اِختیار کا سارا دائرہ اِس میں شامل ہے ۔ دُوسرے لفظوں میں ایک شخص اپنی زِندگی میں کِس کو مالک مانتا ہے ۔

"ایمان دار" اور "بے ایمان" ۔ اِس کا تعلق ایمان کی دُنیا سے ہے ۔

"خُدا کا مقدِس" اور "بُتوں" ۔ یہ عبادت کے پُورے مَوضُوع کا احاطہ کرتے ہیں ۔

"راستبازی" اور "بے دینی" میں رفاقت نہیں ہوسکتی ۔ یہ اِخلاقی طور پر ایک دُوسرے کی ضِد ہیں ۔ نہ "روشنی" اور "تاریکی" میں "شراکت" ہوسکتی ہے ۔ جب "روشنی" کمرے میں داخل ہوتی ہے تو "تاریکی" بھاگ جاتی ہے ۔ دونوں ایک ساتھ اکٹھی نہیں ہوسکتیں ۔

۶: ۱۵- "بلیعال" نام کا مطلب ہے "نِکماپن" یا "شرارت" ۔ یہاں یہ شریر یعنی ابلیس کے لئے اِستعمال ہُوا ہے ۔ کیا مسیح اور شیطان میں صُلح ہوسکتی ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ نہیں ہوسکتی ۔ اور نہ "ایمان دار" اور "بے ایمان" کے درمیان رفاقت و شراکت ہوسکتی ہے ۔ ایسی کوشش کرنا بھی خُداوند کے خِلاف بغاوت اور دغا بازی ہے ۔

۱۶:۶- "بُتوں" کو "خُدا کے مقدس" سے کوئی مُناسبت، کوئی سروکار نہیں ہو سکتا۔ اِس صُورت میں ایمان دار جو کہ "زندہ خُدا کا مقدس ہیں" بُتوں کے ساتھ کِس طرح چل سکتے ہیں؟ یقیناً یہاں "بُتوں" کا مطلب کھودے یا ڈھالے ہُوئے مُجسّمے نہیں، بلکہ ہر وُہ چیز ہے جو مسیح اور رُوح کے درمیان آجاتی ہے۔ اِن میں روپیہ پیسہ، تفریحات، شُہرت اور ناموری کی ہوس اور مادّی چیزوں کا لالچ وغیرہ بھی شامل ہے۔

رسُول کے پاس کافی ثبُوت ہیں کہ ہم "زِندہ خُدا کا مقدس" ہیں (دیکھئے خرُوج ۴۵:۲۹؛ احبار ۱۲:۲۶ اور حزقی ایل ۲۷:۳۷)۔ ڈینی کہتا ہے:

> "پولُس توقع رکھتا ہے کہ خُدا کے گھر کے تقدّس کو قائم رکھنے میں مسیحی اِتنے ہی سرگرم ہوں گے جتنا یہُودی اِسے خراب کرنے میں سرگرم ہیں۔ اور اب وُہ کہتا ہے کہ یہ "گھر کام ہیں۔ ہمارا اپنا آپ ہے جس کو ہمیں دُنیا سے بے داغ رکھنا ہے"۔

۱۷:۶ اس بات کے پیشِ نظر پولُس ایک چیلنج پیش کرتا ہے کہ "اُن میں سے نِکل کر الگ رہو۔" وہ یسعیاہ ۵۲: ۱۱ سے اِقتباس کرتا ہے۔ بدی اور گُناہ سے الگ رہنے کے لئے یہ خُدا کی اپنی قوم کو واضح ہدایت ہے۔ مسیحیوں کو اِس (بدی) کے درمیان نہیں رہنا۔ اِس کا حِصّہ نہیں بننا۔ یہ بہانہ نہیں کرنا کہ ہم اِس کا علاج کرنے کے لئے اِس کا حِصّہ بنے ہیں۔ خُدا کا پروگرام ہے کہ "نِکل کر الگ رہو"۔ اِس آیت میں "ناپاک چیز" بنیادی طور پر بے دین اور بُت پرست دُنیا ہے۔ مگر اِس آیت کا اِطلاق ہر قسم کی بدی پر ہوتا ہے، خواہ وُہ تجارتی ہو، مُعاشرتی ہو یا مذہبی ہو۔

اِس آیت کو دُوسرے ایمان داروں سے علیحدگی کی تعلیم دینے کے لئے ہرگز اِستعمال نہیں کرنا چاہئے۔ مسیحیوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ "رُوح کی یگانگی صُلح کے بند سے بندھی رہے" (اِفسیوں ۳:۴)۔

۱۸:۶- اکثر اوقات مسیحیوں کو بڑی مُشکل پیش آتی ہے کہ خُدا کے کلام کا حُکم ماننے کے لئے برسوں کے تعلقات کو توڑ لیں۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ آیت ۱۸ میں خُدا پہلے ہی اِس مُشکل کو دیکھ رہا ہے۔ اُس نے آیت ۱۷ میں کہا تھا "مَیں تُم کو قبول کر لُوں گا" اور اب وُہ کہتا ہے کہ "(مَیں) تمہارا باپ ہُوں گا اور تُم میرے بیٹے بیٹیاں ہو گے۔ یہ خُداوند قادرِ مُطلق کا قول ہے"۔ بدی کی لشکر گاہ سے باہر مسیح کے ساتھ کھڑے ہونے کا اجر "باپ" کے ساتھ

ایک نئی اور گہری رفاقت ہے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم خُدا کے کلام کی تعمیل اور فرمانبرداری کرنے سے اُس کے بیٹے اور بیٹیاں بن جاتے ہیں بلکہ یہ کہ جب ہم اِس طرح زِندگی گزارتے ہیں اور ایسی عادات واطوار دِکھاتے ہیں تو آشکارا ہو جاتا ہے کہ ہم اُس کے "بیٹے بیٹیاں" ہیں۔ اور ہم کو فرزندیت کی خُوشیوں اور مُسرتوں کا وُہ تجربہ ہوتا ہے جیسے پہلے کبھی نہ ہُوا تھا۔

حقیقی علیحدگی کی مُبارک حالت خُود عظیم خُدا کی جلالی رفاقت سے کسی طرح کم نہیں۔

۷:۱۔ یہ آیت گزشتہ باتوں سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ یہ نئے پیرے کا آغاز نہیں بلکہ ۶:۱۴ سے شرُوع ہونے والے پیرے کا اِختتام ہے۔

اِس آیت میں جن "وعدوں" کا حوالہ ہے وُہی ہیں جن کا ذِکر گُزشتہ باب کی آیات ۱۷ اور ۱۸ میں ہُوا ہے۔ "مَیں تُم کو قبول کر لُوں گا ... تمہارا باپ ہُوں گا ... تُم میرے بیٹے بیٹیاں ہو گے"۔ خُدا کے اِن حیرت افزا "وعدوں" کے پیشِ نظر "آؤ ہم اپنے آپ کو ہر طرح کی جسمانی اور رُوحانی آلودگی سے پاک کریں"۔ "جسمانی" آلُودگی میں ہر طرح کی بدنی ناپاکی اور "رُوحانی" آلُودگی میں باطنی زِندگی، خیالات اور نیتوں کی ناپاکی شامل ہے۔

خُدا صرف منفی پہلُو ہی نہیں دِکھاتا، بلکہ مثبت پہلُو بھی دِکھاتا ہے "خُدا کے خوف کے ساتھ پاکیزگی کو کمال تک پُہنچائیں"۔ ہم کو صِرف اُن ہی چیزوں کو دُور نہیں کرنا جو ناپاک اور آلُودہ کرتی ہیں بلکہ ہمیں اپنی روزمرّہ زِندگی میں خُداوند یسوع مسیح کے مُشابہ ہوتے جانا ہے۔ یہ آیت ہرگز یہ تاثر نہیں دیتی کہ ہم اپنی زمینی زندگی کے دَوران کامل طور پر پاک ہو سکتے ہیں۔ عملی تقدیس ایک ایسا عمل ہے جو ساری زندگی جاری رہتا ہے۔ ہم خُداوند یسوع مسیح کی مانند ہوتے جاتے ہیں۔ یہ عمل اُس دِن تک جاری رہے گا جب ہم اُس کو روبرو دیکھیں گے، اور پھر ابد تک ہم اُس کے مشابہ ہی رہیں گے۔ چونکہ ہم بڑی عقیدت، احترام اور خوفِ خُدا سے مسیح کی پیروی کرتے ہیں اِس لئے ہمارے دِلوں میں پاک بننے کی آرزُو ہے۔

م۔ کرنتھس سے اچھی خبر ملنے پر پَولُس کی خُوشی (۷: ۲-۱۶)

۷:۲۔ "ہم کو اپنے دِل میں جگہ دو"۔ کوئی وجہ نہیں کہ کرنتھی ایسا نہ کریں۔ پَولُس مزید کہتا ہے "ہم نے کِسی سے بے اِنصافی نہیں کی۔ کِسی کو نہیں بگاڑا۔ کِسی سے دغا نہیں کی"۔ اُس کے نکتہ چین اُس کے خِلاف کُچھ بھی کہتے رہیں، پَولُس رسول نے کِسی کو

دُکھ نہیں پہنچایا تھا۔ کسی سے مالی فائدہ حاصل نہیں کیا تھا۔

۷: ۳۔ پولُس نے جو کچھ کہا ہے اور کہہ رہا ہے اُس سے کرنتھیوں کو "مُجرم" ٹھہرانا ہرگز مقصُود نہیں۔ وُہ اُن کو بار بار یقین دِلا چُکا ہے کہ زندگی اور مَوت میں بھی تمہارے لئے میری محبّت قائم رہے گی۔

۷: ۴۔ چونکہ وُہ کرنتھس کے ساتھ ایسی گہری وابستگی محسُوس کرتا ہے، اِس لئے اُن سے "بڑی دلیری کے ساتھ باتیں" کرنے کی آزادی بھی محسُوس کرتا ہے۔ لیکن اگر اُن کے ساتھ اُس کی بے تکلفی اِتنی زیادہ ہے تو دُوسروں کے سامنے اُسے اُن پر "بڑا فخر" بھی ہے۔ اِس لئے مُناسب نہیں کہ وُہ اُس کی سیدھی اور کھری باتوں کی غلط تشریح کریں کہ محبّت میں کمی آگئی ہے بلکہ اُن کو احساس ہونا چاہئے کہ رسُول کو اُن پر واقعی فخر ہے اور وُہ جہاں کہیں جاتا ہے اُن کی تعریف کرتا ہے۔ غالباً اُن کی مسیحی زندگی کا خاص پہلُو جس کے باعث وُہ اُن کی تعریف کرتا ہے یہ ہے کہ یروشلیم کے حاجت مند مُقدسین کے لئے اِمداد کے سِلسلے میں اُنہوں نے بڑی رضامندی دِکھائی تھی۔ پولُس رسُول اِس موضُوع پر بھی ابھی بات کرے گا۔ لیکن یہاں صِرف ایک اشارہ کرتا ہے۔

"مجھ کو پُوری تسلّی ہو گئی ہے۔ جتنی مُصیبتیں ہم پر آتی ہیں اُن سب میں میرا دِل خُوشی سے لبریز رہتا ہے"۔ اِن جُملوں کی تشریح اگلی آیات میں کی گئی ہے۔ اپنی ساری "مُصیبتوں" کے باوجُود پولُس کا "دِل خُوشی سے لبریز" کیوں رہتا تھا؟ وجہ یہ ہے کہ طِطُس کرنتھیوں کے بارے میں بڑی اچھی خبر لایا تھا۔ اِس سے رسُول کو زبردست خوشی اور حوصلہ افزائی حاصل ہُوئی تھی۔

۷: ۵۔ ہم پہلے بتا چُکے ہیں کہ پولُس اِفسُس سے روانہ ہو کر طِطُس کی تلاش میں ترواس کو گیا۔ وُہ وہاں اُس کو نہ مِلا تو وُہ جہاز پر سُوار ہو کر "مکدُنیہ" چلا گیا۔ اب وُہ بیان کرتا ہے کہ وہاں پہنچ کر بھی مطلُوبہ "چین نہ مِلا"۔ وُہ ابھی تک پریشان اور "مصیبت میں گرفتار" تھا۔ ابھی تک اُس پر ظُلم ہو رہا تھا۔ "باہر لڑائیاں تھیں"، یعنی دُشمن ضرب پر ضرب لگا رہا تھا اور "اندر دہشتیں" تھیں۔ فِکریں اور اندیشے تھے۔ بلا شُبہ اِن کا تعلق اِس حقیقت سے تھا کہ ابھی تک طِطُس سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔

۷: ۶۔ پھر خُدا نے قدم بڑھایا اور "طِطُس کے آنے سے ہم کو تسلّی بخشی"۔ اِس

موقع پر پَولُس کو امثال ۲۷: ۱۷ کی سچائی کا تجربہ ہُوا کہ "جس طرح لوہا لوہے کو تیز کرتا ہے اُسی طرح آدمی کے دوست کے چہرہ کی آب اُسی سے ہے"۔ ذرا مسیح کے اِن دو جاں نثار خادموں کی مُلاقات کا منظر ذہن میں لائیے۔ پَولُس سُوال پر سُوال پُوچھے جا رہا ہے اور طِطُس حتیٰ المقدُور تیزی سے جواب دینے کی کوشش کر رہا ہے (امثال ۲۵: ۲۵ بھی دیکھئے)۔

۷: ۷ طِطُس کے ساتھ دوبارہ مُلاقات ہی پَولُس کے لئے خُوشی کا باعث نہ تھی بلکہ یہ خبر اور بھی زیادہ باعثِ مُسرت تھی کہ خود طِطُس کو بھی کرنتھیوں کے بارے میں "تسلّی" تھی کہ انہوں نے پَولُس کے خط پر اچھا ردِّ عمل ظاہر کیا تھا۔

یہ خبر بہت اچھّی تھی کہ کرنتھی پَولُس سے ملاقات کے مُشتاق ہیں حالانکہ جھُوٹے اُستاد ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ اِن مُقدسین اور پَولُس کے درمیان اِختلافات پَیدا ہوں اور وُہ ایک دُوسرے سے دُور ہو جائیں۔ کرنتھی نہ صِرف پَولُس سے مُلاقات کے آرزُومند تھے بلکہ اُس کے لئے "غم" بھی کھاتے تھے۔ "یہ غم" اُن کو اپنے غیر مُحتاط رویّہ پر بھی ہو سکتا ہے کہ وُہ جماعت میں گُناہ کو برداشت کرتے رہے تھے، اور اِس بات پر بھی کہ وُہ رسُول کے لئے فِکرمندی اور دُکھ کا باعث بنے تھے۔ طِطُس نے اُن کے اِس "غم" کی خبر دینے کے علاوہ اُن کے "جوش" کا بھی بیان کیا تھا، جس سے پَولُس "اور بھی خُوش ہُوا"۔

چنانچہ پَولُس کی خُوشی صِرف طِطُس کے "آنے" پر نہ تھی بلکہ اِس حقیقت کی شہادتوں پر بھی تھی کہ کرنتھی اُس کی ہدایات پر کاربند ہُوئے اور ابھی تک اُس کو محبّت سے یاد کرتے تھے۔

۷: ۸- "گو مَیں نے تُم کو اپنے خط سے غمگین کیا مگر اُس سے پچھتاتا نہیں، اگرچہ پہلے پچھتاتا تھا- چنانچہ دیکھتا ہُوں کہ اُس خط سے تُم کو غم ہُوا گو تھوڑے ہی عرصہ تک رہا"۔

جس خط کا ذکر پَولُس کر رہا ہے، ہو سکتا ہے وُہ کرنتھیوں کے نام پہلا خط، یا کوئی اَور خط ہو جو اَب ناپید ہے- جس میں ان مقدسین کو زیادہ سختی سے سرزنش کی گئی تھی۔

پَولُس کہتا ہے کہ مَیں اُس خط پر "پہلے پچھتاتا تھا"۔ اِس پچھتاوے کی وضاحت

کرنے کی ضرورت ہے۔ فرض کریں کہ اُس کا اِشارہ کرنتھیوں کے نام پہلے خط کی طرف ہے تو بھی الہام کے موضوع پر کُچھ اثر نہیں پڑتا۔ جو باتیں پَولُس نے لکھیں وہ خُدا کے اَحکام تھے۔ مگر پولس خود تو انسان تھا۔ دُوسرے لوگوں کی بے حوصلگی اور فکرمندی سے متاثر ہو سکتا تھا۔ ولیمز لکھتا ہے:

> ”لکھنے والے میں اور الہام میں اِمتیاز آیت ۸ میں ظاہر ہوتا ہے۔ وُہ جانتا تھا کہ میرا پہلا خط الہام سے لکھا گیا تھا۔ اُس کی باتیں ”خُداوند کے حکم“ تھے۔ لیکن وُہ کمزور، فکرمند اور شفیق اِنسان تھا۔ اِس لئے ڈرتا اور کانپتا تھا کہ مبادا اِس خط کی باتوں کے اثر سے کرنتھی مُجھ سے بیگانہ ہو جائیں اور اُن کو دُکھ ہو۔ یہ واقعہ نبی کی انفرادیت اور رُوح القدس کی طرف سے اُس کو دِئے گئے پیغام میں فرق کی دلچسپ مثال ہے۔“

مُختصر یہ کہ پَولُس کہہ رہا ہے کہ جب کرنتھیوں نے پہلے اُس کا خط پڑھا، تو اُن کو ملامت ہُوئی جس سے اُن کو دُکھ اور غم ہُوا۔ خط بھیجنے کے بعد رسُول کو احساس تھا کہ اُن کا ردِّ عمل کیا ہو گا۔ چنانچہ وہ پچھتایا۔ اِس لئے نہیں کہ وُہ سمجھتا تھا کہ مَیں نے کوئی غلطی کی ہے۔ یہاں یہ تصوّر ہرگز نہیں ہے، بلکہ اُسے افسوس اِس بات کا ہے کہ خُداوند کا کام کرنے کی خاطر اُسے کبھی کبھی دُوسروں کو ناخوش اور غمگین بھی کرنا پڑتا ہے۔ بے شک یہ ناخُوشی عارضی ہی کیوں نہ ہو، لیکن مقصد یہ ہے کہ اُن کی زِندگیوں میں خُدا کے ارادے پُورے ہوں۔

آیت کے آخری حِصّے میں پَولُس زور دیتا ہے کہ اگرچہ ”خط“ سے اُن کو ”غم ہُوا“ لیکن ”تھوڑے ہی عرصہ تک رہا“۔ خط کے پہلے اثر نے غم پیدا کیا تھا، مگر غم مُستقِل نہیں بلکہ عارضی تھا۔

جس عمل کا ذِکر پَولُس یہاں کر رہا ہے اُس کی مثال سرجن کے کام جیسی ہے۔ اِنسانی جسم کے کسی حِصّے سے فاسد مادّے کو نکالنے کے لئے اُس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ گہرا کاٹے۔ اُسے مریض کے درد سے خُوشی نہیں ہوتی، لیکن وہ جانتا ہے کہ صحت بحال کرنے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے۔ خاص کر اگر مریض عزیز دوست ہو تو سرجن کو اُس کے دُکھ اور درد کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔ مگر وُہ جانتا ہے کہ اُس کا

دردِ عارضی ہوگا، اور وُہ اُس کو یہ درد پہنچانے پر اِس لئے تیار ہو جاتا ہے کہ اِس کا نتیجہ خوشگوار ہوگا۔

۷: ۹۔ پولُس بھی کرنتھیوں کو دُکھ دے کر "خوش نہیں" ہوُا، بلکہ اِس لئے خوش ہوُا کہ اُن کے عارضی "غم کا انجام توبہ ہوُا"۔ دُوسرے لفظوں میں اُن کے غم نے اُن کی سوچ کو بدلا جس کے نتیجے میں اُن کی زندگیوں میں تبدیلی آئی۔ ہوج کہتا ہے کہ "توبہ" صِرف ارادے کی تبدیلی کا نام نہیں، بلکہ اِس میں دِل کی تبدیلی شامل ہے جس کے نتیجے میں اِنسان غمزدہ ہو کر گُناہ سے نفرت کرتا اور اُس سے چھوٹ کر خُدا کی طرف رجُوع کرتا ہے۔

کرنتھیوں کا غم یا افسوس خُدا کی مرضی کے مُطابق تھا۔ یہ اِس قسم کا غم تھا جو خُدا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ چونکہ اُن کا غم اور توبہ حقیقی اور "خُدا پرستی" کے ساتھ تھی اِس لئے اُن پر پولُس رسول کی ملامت کا کوئی دیر پا بُرا اثر نہیں ہوُا۔

۷: ۱۰۔ اِس آیت میں "خُدا پرستی کا غم" اور "دُنیا کا غم" میں تقابل پیش کیا گیا ہے۔

"خُدا پرستی کا غم" وُہ غم ہے جو گُناہ کرنے کے بعد اِنسان کی زِندگی میں پچھتاوے کی صُورت میں پَیدا ہوتا اور نتیجے میں توبہ تک پہنچاتا ہے۔ اِنسان کو احساس ہوتا ہے کہ خُدا مُجھ سے بات کر رہا ہے۔ اور وُہ اپنے اور اپنے گناہ کے خِلاف ہو کر خُدا کا ساتھ دیتا ہے۔

"خُدا پرستی کا غم ایسی توبہ پَیدا کرتا ہے جس کا انجام نجات ہے"۔ یہاں لازمی نہیں کہ پولُس ابدی نجات کے بارے میں سوچ رہا ہے (حالانکہ یہ بھی سچ ہے)۔ آخر کرنتھی پہلے ہی نجات یافتہ تھے، مگر یہاں "نجات" سے مُراد ہے کہ اِنسان اپنی زِندگی میں ہر قِسم کے گُناہ، بندھن اور مُصیبت سے رہائی پاتا ہے۔

"اور اُس سے پچھتانا نہیں پڑتا"۔ یہاں سُوال پَیدا ہوتا ہے کہ اِشارہ توبہ کی طرف ہے یا نجات کی طرف؟ چونکہ یہ بات یکساں طور پر دُرست ہے کہ کوئی بھی "توبہ یا نجات" سے پچھتاتا نہیں، اِس لئے یہ سُوال کھُلا چھوڑا جاتا ہے۔

"دُنیا کا غم"۔ اِس سے مُراد ہے ندامت یا پچھتاوا جس میں سچی توبہ نہیں ہوتی۔ اِس کا نتیجہ تلخی، سختی، مایُوسی اور بالآخر "موت" ہوتا ہے۔ اِس کی مثال ہمیں یہُوداہ اِسکریوتی کی زِندگی سے مِلتی ہے۔ اُس نے اُن نتائج پر افسوس نہ کیا جو اُس کے گُناہ کے باعث خُداوند یسُوع کو پیش آئے، بلکہ وُہ صِرف اِس لئے پچھتایا اور افسُردہ ہُوا کہ

اُسے نہایت خوفناک فصل کاٹنی پڑی ۔

۷: ۱۱ - جو بات پولُس نے آیت ۱۰ کے پہلے حِصّے میں کہی ہے اُس کی مثال دینے کے لئے وُہ کرنتھیوں کے اپنے تجربے کو پیش کرتا ہے - جو بات اُس نے خُدا پرستی کے غم کے بارے میں کہی ہے، وہی بات اُن کی اپنی زِندگی میں ظاہر ہُوئی ہے - آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ اِس حقیقت کا ثبوت یہ ہے کہ "تم خُدا پرستی کے طور پر غمگین ہُوئے"۔ اِس کے بعد پولُس اُن کے خُدا پرستی کے غم کے مختلف نتائج بیان کرتا ہے -

اوّل - اِس سے "سرگرمی" پیدا ہُوئی ، یعنی وُہ پُوری تندہی سے مُحتاط ہُوئے۔ اگر اِس بات کا اِشارہ پہلے خط میں درج تادیب اور سرزنش کی طرف ہے تو مطلب یہ ہے کہ اگرچہ شروع میں وُہ بے پروا تھے ، مگر بعد میں سارے مُعاملے پر ازحد فکرمند اور مُحتاط ہو گئے۔

دُوسری بات جس کا وُہ ذِکر کرتا ہے "عُذر" ہے - اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وُہ اپنے آپ کو راست ٹھہرانے یا معذُور ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے، بلکہ ایک مُستعِد قدم اُٹھا کر اُنہوں نے خُود کو مزید الزام یا قصُور سے بچا لیا- اُن کے رویّہ میں تبدیلی آئی جس کے نتیجے میں اُنہوں نے ایک نیا کام کیا-

"خفگی" - یہ اِشارہ ہے گُنہگار یا قصُور وار شخص کے لئے اُن کے رویّہ کی طرف ـــــ کیونکہ وُہ مسیح کے لئے بدنامی کا باعث ہُوا تھا - دُوسرے یہ اشارہ اُن کے اپنے بارے میں رویّہ کی طرف بھی ہے ، کہ وُہ اپنے آپ پر خفا ہُوئے کہ ہم نے اِتنے عرصے تک اِس بات کو ہونے دیا اور کوئی کارروائی نہ کی -

"خوف" - بے شک مطلب ہے کہ اُنہوں نے خُداوند کے "خوف" سے کارروائی کی- مگر یہ تصوّر بھی شامل ہے کہ اُن کو خوف تھا کہ پولُس رسول آئے گا ، اور اگر ضروری ہُوا تو "لکڑی" (۱-کرنتھیوں ۴: ۲۱) یعنی چھڑی لے کر آئے گا-

"اِشتیاق" - مطلب ہے زبردست یا شدید آرزُو - بیشتر مفسّرین مُتفق ہیں کہ اشارہ اُس سچی خواہش کی طرف ہے جو اُن کے دِل میں پیدا ہو گئی تھی کہ پولُس ہماری مُلاقات کو آئے - تاہم اِس کا مطلب غلطی کو درست کرنے اور بُرائی کی اصلاح کرنے کی شدید خواہش بھی ہے -

"جوش" - اِس کی تشریح کئی طرح سے کی گئی ہے - مثلاً خُدا کے جلال کے لئے "جوش"-

گنہگار کی بحالی کے لئے، اِس مُعاملے میں اپنی ناپاکی سے پاک ہونے کے لئے، یا رسُول کا ساتھ دینے کے لئے "جوش"۔

"اِنتقام"۔ اِس کا مطلب ہے سزا یا بدلہ۔ یہاں صِرف یہ خیال پیش ہؤا ہے کہ انہوں نے جماعت کے خطا دار کی اِصلاح اور دُرستی کے لئے کارروائی کی۔ اُنہوں نے مصمم اِرادہ کر لیا کہ گُناہ کی سزا دینا ہے۔

اِس کے بعد پَولُس کہتا ہے کہ "تُم نے ہر طرح سے ثابت کر دِکھایا کہ تُم اِس اَمر میں بَری ہو"۔ یقیناً ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وُہ کبھی مُوردِ الزام تھے ہی نہیں۔ مطلب صِرف اِتنا ہے کہ اُنہوں نے مناسب اِقدام کرنے کے لئے وُہ سب کُچھ کیا جو اُن کو پہلے ہی کر لینا چاہئے تھا۔

۷: ۱۲ - اِس آیت میں تین بڑے مسائل ہیں۔ اوّل "مَیں نے تُم کو لِکھا تھا" سے پَولُس کونسے خط کا حوالہ دے رہا ہے؟ دوم۔ وُہ کون شخص ہے "جِس نے بے انصافی کی"؟ سوم۔ وُہ کون شخص ہے "جِس پر بے اِنصافی ہُوئی"؟

ممکن ہے خط وُہی ہو جِس کو ہم ۱-کرنتھیوں کے نام سے جانتے ہیں۔ یا کوئی اَور خط جو بعد میں لِکھا گیا اور ہمارے واسطے محفوظ نہیں رکھا گیا۔ بے انصافی کرنے والا وُہ حرامکار بھی ہو سکتا ہے جِس کا ذِکر ۱-کرنتھیوں باب ۵ میں آیا ہے۔ یا کلیسیا کے اندر کوئی باغی بھی ہو سکتا ہے۔ اگر پَولُس اُسی حرامکار کی بات کر رہا ہے تو جِس پر بے اِنصافی ہُوئی، وُہ اُس شخص کا اپنا باپ ہے۔ اور اگر بے اِنصافی کرنے والا کوئی سرکش اور باغی شخص ہے تو پھر جِس پر بے اِنصافی ہُوئی وُہ پَولُس خُود ہے یا کوئی ایسا شخص جِس کی پہچان نہیں کرائی گئی۔

۷: ۱۳ - چونکہ اُس کے خط کا مطلُوبہ اثر ہؤا، اِس لئے پَولُس "کو تسلّی ہُوئی"۔ کرنتھیوں نے توبہ کی اور اُس کا ساتھ دیا۔ مزید برآں "طِطُس" نے مقدسین کے لئے جِس سرگرمی کا اظہار کیا اُس سے بھی رسُول کی حوصلہ افزائی ہُوئی۔ اُن سے مِل کر طِطُس کی "رُوح پھر تازہ ہو گئی" تھی۔

۷: ۱۴ - صاف معلُوم ہوتا ہے کہ طِطُس کو کرنتھیوں کے پاس بھیجنے سے پہلے پَولُس نے وہاں کے ایمان داروں کے بارے میں اُس سے فخریہ باتیں کہی تھیں۔ اب وُہ کہتا ہے کہ میرا "فخر" غلط ثابت نہیں ہؤا۔ اُس نے کرنتھیوں کے بارے میں جو کُچھ بھی کہا تھا، وُہ اُن کے درمیان "طِطُس" کے تجربے سے سچ ثابت ہؤا۔ جِس طرح وُہ باتیں جو پَولُس نے کرنتھیوں سے کہی تھیں، سچ تھیں،

اُسی طرح "جو فخر اُس نے ططس کے سامنے کیا، وہ بھی سچ نکلا"۔

۷: ۱۵- ظاہر ہے کہ ططس نہیں جانتا تھا کہ میں جنوبی یونان میں جاؤں گا تو میرا کیسا خیر مقدم ہوگا یا مجھے کیسے قبول کیا جائے گا؟ شاید اُسے ڈر تھا کہ مجھے کوئی نہیں پوچھے گا۔ مگر جب وہ وہاں پہنچا تو کرنتھیوں نے اُس کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اُسے سر آنکھوں پر بٹھایا۔ صرف اِتنا ہی نہیں، بلکہ جو ہدایات وہ پولس رسول سے لایا تھا اُن کی فرمانبرداری کر کے اُنہوں نے ططس کے دل میں گھر کر لیا۔

"تم کس طرح ڈرتے اور کانپتے ہوئے اُس سے ملے"۔ پولس کا مطلب ذلیل سا خوف اور بزدلانہ ڈر نہیں ہے، بلکہ خداوند کے سامنے احترام اور عقیدت کا احساس اور اُسے خوش کرنے کی شدید خواہش ہے۔

۷: ۱۶- پولس کرنتھس کے مقدسین سے کہتا ہے کہ "ہر بات میں تمہاری طرف سے میری خاطر جمع ہے"۔ یہاں ہمیں مطلب پر حاشیہ آرائی نہیں کرنی چاہئے۔ یہاں ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ کرنتھیوں کو گناہ یا ناکامی کے اِمکان سے ماورا سمجھتا تھا۔ بلکہ یہ کہ اُس نے اُن پر جو اِعتماد کیا تھا اور جس کے لئے ططس کے سامنے فخر کیا تھا وہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ اُنہوں نے خود کو پولس کے اِعتماد کا اہل ثابت کر دیا۔ بلاشبہ یہاں یہ خیال بھی موجود ہے کہ جس معاملے پر پولس نے پہلے خط میں بحث کی تھی، اُنہوں نے اُس کے بارے میں موزوں رویہ اپنایا تھا۔ اِس لئے وہ اُن کی طرف سے "خاطر جمع" رکھنے میں حق بجانب ہے۔

اِس آیت کے ساتھ ۲-کرنتھیوں کا پہلا حصہ مکمل ہوتا ہے۔ یہ حصہ وقف ہے پولس کی خدمت کے بیان کے لئے، اور کرنتھیوں اور رسول کے باہمی تعلق اور بندھن کو مضبوط کرنے کی کوششوں کے ذکر کے لئے۔

اگلے دو ابواب میں خیرات کی توفیق پر بحث کی گئی ہے۔

۲- پولس کی نصیحت کہ یروشلیم کے مقدسین کے لئے چندہ جمع کرنے کا کام مکمل کیا جائے (ابواب ۸، ۹)

الف- فراخ دلی سے دینے کے اچھے نمونے (۸: ۱-۹)

۸: ۱- "مکدُنیہ کی کلیسیاؤں پر" خُدا کا غیر معمولی فضل ہُوا تھا۔ (مکدُنیہ شمالی یونان میں ہے)۔ پولُس چاہتا ہے کہ کرنتھس کے مسیحی بھی اِس "فضل" سے واقف ہوں۔ فلپّی اور تھسلنیکے دو شہر تھے جہاں کلیسیائیں قائم کی گئی تھیں۔ مکدُنیہ کے اِن مسیحیوں نے اپنی فراخ دِلی سے ظاہر کر دیا کہ وُہ "خُدا کے اُس فضل" سے فیض یاب ہو گئے ہیں۔

۸: ۲- یہ مسیحی "مُصیبت کی بڑی آزمائش" میں سے گزر رہے تھے۔ عام طور سے جن پر ایسی آزمائش آتی ہے وُہ مستقبل کے لئے روپیہ بچانے کی کوشش کرتے ہیں، خصُوصاً جب وُہ مکدُنیوں کی طرح زیادہ خوشحال نہ ہوں۔ اُن کے پاس روپے پیسے کی ہرگز اِفراط نہ تھی۔ لیکن وُہ مسیحی "خُوشی" سے اِتنے سرشار تھے کہ جب اُن کو یروشلیم کے مقدسوں کی ضرورت کی خبر مِلی تھی تو اُنہوں نے عام روّیہ سے ہٹ کر بڑی فراخ دِلی سے دِیا۔ وُہ "مُصیبت"، "خُوشی"، "سخت غریبی" اور "سخاوت" کو یکجا کرنے میں کامیاب ہُوئے۔

۸: ۳- اُن کی سخاوت کی چند اَور بے مثال خصوصیات بھی تھیں اُن کی خیرات نہ صرف اُن کے "مقدُور کے موافق بلکہ مقدور سے بھی زیادہ" تھی۔ یعنی اُنہوں نے پُوری رضامندی اور خُوشی سے دِیا۔ اُنہیں مجبُور کرنے یا بہلانا پھسلانا نہیں پڑا تھا۔

۸: ۴- وُہ اِس مُعاملے میں اس قدر اِصرار کرتے تھے کہ اُنہوں نے پولُس کی مِنّت کی کہ ہمیں بھی یروشلیم کے مقدسین کی اِمداد کے اِعزاز میں شامل کیا جائے۔ غالباً پولُس اُن سے مدد قبول کرنے میں تامل کر رہا تھا کیونکہ وُہ جانتا تھا کہ فی الحال وُہ خُود کیسے غریب ہیں لیکن وُہ اُس کی طرف سے اِنکار کو ماننے کو تیار نہ تھے۔ وُہ چاہتے تھے کہ ہمیں بھی "دینے" کی اجازت دی جائے۔

۸: ۵- پولُس کو غالباً یہ "اُمید" تھی کہ وُہ بھی دُوسرے فانی انسانوں کی طرح کریں گے، پہلے تو وُہ بہت ہاتھ کھینچ کر اور تنگدِلی سے دیتے ہیں مگر جب اُن پر دباؤ بڑھتا ہے تو خیرات کی رقم میں اضافہ کرتے ہیں۔ لیکن مکدنیوں کا یہ حال نہیں تھا! اِن پیارے مسیحیوں نے "پہلے" اپنے آپ کو خُداوند کے حوالے کِیا۔ اِس کے بعد اپنا پیسہ دینا تو آسان کام تھا۔ پولُس کہتا ہے کہ اُنہوں نے "اپنے آپ کو پہلے خُداوند کے اور پھر خُدا کی مرضی سے ہمارے سپرد کیا"۔ مُراد یہ ہے کہ پہلے اُنہوں نے اپنی زندگیاں پُورے طور پر مسیح کے لئے وقف کر دیں اور پھر دِلی خُوشی سے اپنے آپ کو پولُس کے سپرد کر دیا، یعنی وُہ یروشلیم کے ایمان داروں کے لئے چندہ

دینے میں مقدور سے بڑھ کر حصّہ لینے پر آمادہ ہوئے۔ گویا اُنہوں نے پَولُس سے کہا "ہم نے اپنا آپ خُداوند کو دے دیا ہے۔ اب ہم اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتے ہیں کہ تُو منتظم ہے۔ تُو بتا کہ ہم کو کیا کرنا ہے۔ اِس لئے کہ تُو ہمارے خُداوند کا رسُول ہے"۔

جی کیمبل مورگن کہتا ہے کہ "خُداوند کے کام کے لئے چندے اُسی وقت گراں قدر ہوتے ہیں جب اُن کی طرف سے نذر کئے جائیں جنہوں نے اپنے آپ کو خُدا کے سپرد کر رکھا ہو"۔

۸: ۶- رسُول مکدُنیوں کے نمُونے سے اِس قدر شادمان اور حوصلہ مند ہے کہ چاہتا ہے کہ کرنتھی بھی اُن کی پیروی کریں۔ اِسی لئے وُہ کہتا ہے کہ "ہم نے طِطُس کو نصیحت کی کہ... اِس خیرات کے کام کو پُورا بھی کرے"۔ یاد رہے کہ طِطُس نے کرنتھس میں خیرات جمع کرنے کا کام شرُوع کر رکھا تھا۔ جب طِطُس پہلی دفعہ کرنتھس گیا تھا تو اُس نے چندہ جمع کرنے کا سارا معاملہ کرنتھیوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور اب جبکہ دوبارہ وہاں جاتا ہے تو اُسے ہدایت کی جاتی ہے کہ دیکھے کہ اُن کی اچھی نیّت عملی جامہ بھی پہنے۔

۸: ۷- چونکہ کرنتھی کئی باتوں میں دُوسروں سے نُمایاں تھے اِس لئے پَولُس چاہتا ہے کہ اب خیرات دینے کے معاملے میں بھی وُہ "سبقت" لے جائیں۔ وُہ "ایمان اور کلام اور علم اور پُوری سرگرمی" اور اپنے ساتھ "محبّت" کے لئے اُن کی تعریف کرتا ہے۔ پہلے خط میں پَولُس نے اُن کے علم اور کلام کرنے کی تعریف کی تھی۔ یہاں وُہ چند اَور خُوبیوں کا بھی اِضافہ کرتا ہے۔ بے شک یہ طِطُس کی آمد کا نتیجہ ہے۔

"ایمان"۔ یہ بیان ہے کہ وُہ خُدا پر مضبوط ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ایمان کی نعمت ہے۔ وُہ اپنے ہم جنس اِنسانوں کے ساتھ برتاؤ اور مُعاملات میں پُرخلُوص اور دیانت دار تھے۔

"کلام"۔ یہ حوالہ ہے کہ وُہ غیر زبانیں اِستعمال کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ اِس موضُوع پر پَولُس نے پہلے خط میں طویل بحث کی ہے۔

"علم"۔ کرنتھی اِلٰہی سچائیوں پر مضبُوط گرفت رکھتے تھے۔ اُن کو خُدا کی یہ نعمت حاصل تھی۔

"پُوری سرگرمی"۔ وُہ خُدا کی باتوں اور کاموں میں جوش وجذبہ اور بڑا شوق رکھتے تھے۔

"محبّت ... جو ہم سے رکھتے ہو"۔ پَولُس کے لئے اُن کی محبّت کو قابلِ تعریف قرار دیا گیا ہے۔

اَب پَولُس اِس فہرست میں ایک اَور چیز کا اِضافہ کرنا چاہتا ہے، یعنی "خیرات کے کام میں بھی سبقت" ——— ڈینی ایسے آدمی سے خبردار کرتا ہے :

> "... جس کی رُوحانی دِلچسپیاں کثیر ہیں۔ جو سرگرم، دُعاگو، شفیق، کلیسیا میں کلام پیش کرنے پر قادر ہے۔ لیکن روپیہ پیسہ ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔"

۸:۸ ۔ پَولُس سخت لہجہ یا شرعی اِعتبار سے اِس بات کا حکم نہیں دے رہا، بلکہ وُہ اُن کی "سرگرمی" اور "محبّت کی سچائی" کو آزمانا چاہتا ہے، اور خصُوصاً مکِدُنیہ کے مسیحیوں کی سرگرمی اور اشتیاق کے ساتھ مُقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ جب پَولُس بیان کرتا ہے کہ "مَیں حکم کے طور پر نہیں کہتا" تو ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ بات اِلہامی نہیں۔ اِس کا مطلب صِرف اِتنا ہے کہ خیرات کا دینا دِل سے اُٹھنا چاہیئے، اِس لئے کہ "خُدا خوشی سے دینے والے کو عزیز رکھتا ہے"۔

۹:۸ ۔ یہ مقام ہے جہاں پَولُس اِس شاندار خط میں ایک عظیم ترین آیت متعارف کراتا ہے۔ مکِدُنیہ اور کرنتھس میں ناموافق حالات اور زبُوں حال زِندگی کے پس منظر میں وُہ تمام زمانوں میں سب سے زیادہ سخی ہستی کی تصویر پیش کرتا ہے۔

"فضل" کا لفظ نئے عہدنامہ میں کئی مختلف معنوں میں اِستعمال ہُؤا ہے، مگر یہاں بلاشُبہ مطلب "سخاوت" یا "فیاضی" ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کیسا سخی اور فیاض تھا! وُہ اِتنا فیاض تھا کہ اُس نے ہماری خاطر "اپنا سب کُچھ" دے دیا تاکہ ہم "اُس کی غریبی کے سبب سے دولتمند ہو" جائیں۔

یہ آیت تعلیم دیتی ہے کہ خُداوند یسُوع ازلی ہستی ہے۔ وُہ کب دولتمند تھا؟ یقیناً اُس وقت نہیں تھا جب ایک بچّے کی شکل میں بیت لحم میں آیا تھا اور نہ اُن تینتیس ۳۳ سالوں میں تھا جو اُس نے اِس دُنیا میں گزارے۔ وُہ تو "بے گھر پردیسی کی طرح اِس دُنیا میں پھرتا رہا جس کو اُس کے ہاتھوں نے بنایا تھا"۔ وُہ ازل سے دولتمند تھا اور باپ کے ساتھ آسمانی مقاموں میں سکونت رکھتا تھا۔ مگر وہ "غریب بن گیا"۔ یہ اشارہ صِرف بیت لحم کے لئے نہیں بلکہ ناصرت، گتسمنی اور گلگتا میں بھی غریب تھا۔ اور یہ سب کُچھ ہماری خاطر ہُؤا تاکہ ہم "اُس کی غریبی کے سبب سے دولتمند ہو جائیں۔"

اگر یہ سچ ہے ——— اور یقیناً سچ ہے تو پھر ہم پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ نہایت خوشی سے اپنا سب کُچھ اُس کو دے دیں۔ خیرات کے موضُوع پر بحث کے دَوران پَولُس اِس سے زیادہ

بڑی اور کڑی دلیل نہیں دے سکتا تھا۔

ب۔ چندہ جمع کرنے کے کام کو پُورا کرنے کا نیک مشورہ (۸: ۱۰-۱۱)

۸: ۱۰۔ اَب پَولُس پھر کرنتھیوں سے مخاطب ہوتا ہے۔ اُنہوں نے مکدُنیوں کے فیصلہ کرنے سے پہلے "ارادہ" ظاہر کیا تھا کہ غریب مُقدّسین کے لئے چندہ جمع کریں اور مکدنیوں سے پہلے یہ کام شرُوع بھی کر دیا تھا۔ قول و فعل میں مُطابقت تبھی ہوگی جب "پچھلے سال" شرُوع کئے ہُوئے کام کو پُورا کریں گے۔ اِس میں اُنہی کا فائدہ ہے، کیونکہ اُن کا اخلاص اور ثابت قدمی ثابت ہو جائے گی۔

۸: ۱۱۔ اِس نیک کام میں تاخیر کی وجہ کُچھ بھی ہو، پَولُس کہتا ہے کہ اِس کا خیال نہ کریں، بلکہ "تکمیل" کریں۔ اِس لئے کہ وُہ "اِرادہ کرنے میں مُستعِد تھے"۔ پَولُس نصیحت کرتا ہے کہ اِس کام کو اپنے موجُودہ "مقدُور کے موافق" پُورا کرو اور یہ نہ سوچتے رہو کہ مُستقبل میں ہمارے پاس زیادہ دولت ہوگی تو ہم زیادہ چندہ دیں گے۔

ج۔ فراخدِلی سے دینے کے تین ۳ عُمدہ اصُول (۸: ۱۲-۱۵)

۸: ۱۳۔ پَولُس کا مقصد کرنتھیوں پر مالی بوجھ ڈالنا نہیں۔ اُس کی ہرگز مرضی نہیں کہ یروشلیم کی کلیسیا کو "آرام ملے"، جبکہ کرنتھس کی کلیسیا کو "تکلیف ہو" یا اُن کی مالی حالت بُری ہو جائے۔

۸: ۱۴۔ اِس آیت میں خُداوند یسُوع مسیح کی کلیسیا کی ضرُورت کے وقت میں امداد کا وُہ پروگرام دیا گیا ہے جو خُدا کی طرف سے ہے۔ خُداوند کا مقصد یہ ہے کہ جب بھی مسیحیوں کے کسی علاقے یا گروہ میں کوئی ضرُورت یا احتیاج آپڑے تو دُوسرے علاقوں یا گروہوں کی طرف سے چندے وہاں بھیجے جائیں۔ سارے علاقے امدادِ باہمی کے اصُول کو اپنائیں۔ اِس طرح دُنیا بھر کی کلیسیاؤں میں "برابری" ہوگی۔

چنانچہ جِن دِنوں پَولُس یہ سطور لکھ رہا تھا، کرنتھس، مکدُنیہ اور دُوسری جگہوں سے چندے یروشلیم کو آئیں گے۔ اور مُمکن ہے کہ مُستقبل میں یروشلیم کے مُقدّسین کے حالات اچھے ہو جائیں اور کرنتھس میں "کمی" آجائے۔ ایسی صُورت میں چندوں کا رُخ کرنتھس کی طرف ہو جائے گا۔ اِس وقت "ضرُورت" یروشلیم تھی، مُستقبل میں کسی وقت ایسی ہی "ضرُورت" کرنتھس میں ہو سکتی ہے۔

اور پھر دُوسرے اُن کی مدد کریں گے۔

۸:۱۵۔ "برابری" کے اِس اصُول پر زور دینے کے لئے پَولُس خرُوج ۱۶:۱۸ کا حوالہ دیتا ہے۔ جب بنی اسرائیل مَن جمع کرنے جاتے تھے تو بعض دُوسروں سے زیادہ جمع کر لیتے تھے۔ جب مَن تقسیم کیا جاتا تھا تو ہر ایک کو برابر یعنی ایک اومر مِلتا تھا۔ چنانچہ "جس نے بہت جمع کیا اُس کا کچھ زیادہ نہ نِکلا اور جس نے تھوڑا جمع کیا اُس کا کچھ کم نہ نِکلا"۔ اگر کوئی مَن کو ذخیرہ کرتا تھا تو اُس میں کیڑے پڑ جاتے تھے۔

یہ برابری کسی جادُو یا مُعجزہ سے نہیں ہوتی تھی، بلکہ اِس لئے کہ جن کے پاس زیادہ ہوتا تھا وُہ اُن کو حِصّہ دے دیتے تھے جن کے پاس تھوڑا ہوتا تھا۔ ہوج تبصرہ کرتا ہے:

> "خرُوج کی کتاب اور یہاں پَولُس یہ سبق سکھاتا ہے کہ خُدا کے لوگوں میں افراط دُوسروں کی اِحتیاجوں اور ضرُورتوں کو پُورا کرنے کے لئے استعمال ہونی چاہئے۔ اور اگر اِس قاعدہ کو پسِ پُشت ڈال دیا جائے تو نتیجہ نقصان اور شرمندگی ہوتا ہے۔ مال وزر بھی مَن کی طرح ہے۔ ذخیرہ نہیں رہ سکتا۔"

ایک اَور جگہ بھی اِن ہی سُطور پر یُوں کہا گیا ہے:

> "خُدا چاہتا ہے کہ زندگی کی اچھّی چیزوں میں سے ہر اِنسان کو حِصّہ مِلے۔ لیکن کُچھ لوگ زیادہ جمع کرتے ہیں اور کُچھ لوگ کم۔ جن کے پاس زیادہ ہے، چاہئے کہ وُہ اُن کو بھی شریک کریں جن کے پاس کم ہے۔ خُدا تمام مال ودولت کی غیر مُساوی تقسیم کی اجازت دیتا ہے مگر اِس لئے نہیں کہ امیر خُود غرضی سے مزے اُڑائیں، بلکہ اِس لئے کہ وُہ غریبوں کو بھی حِصّہ دیں۔"

۵- چندہ اور خیرات کا اِنتظام کرنے کے لئے تین نیک نام بھائی

(۸:۱۶-۲۴)

۸:۱۶- اِن دو آیات میں پَولُس طِطُس کی تعریف کرتا ہے کہ زیرِ نظر مُعاملے میں اُس کا رویّہ بہت ہی اعلیٰ اور اچھّا تھا۔ پہلے تو پَولُس "خُدا" کا شکر ادا کرتا ہے کہ اُس نے طِطُس کے دِل میں تمہارے (کرنتھیوں کے) واسطے ویسی ہی سرگرمی پیدا" کی۔ پَولُس کو اپنے ہم خدمت کے دِل میں ویسی ہی سرگرمی نظر آتی ہے، جیسی خُود پَولُس کے دِل میں تھی۔ "طِطُس" کے دِل پر

بھی کرنتھیوں کے لئے پولس جیسا بوجھ تھا۔

۸:۱۷- پولس نے طِطُس کو "نصیحت" کی تھی کہ یہ خط لے کر کرنتھس جائے۔ لیکن ایسی نصیحت کی ضرُورت نہ تھی، کیونکہ اُس کی "اپنی خوشی" بھی کرنتھس جانے میں تھی۔

"روانہ ہُوا"۔ غالباً اِس کا مطلب ہے کہ "روانہ ہو رہا ہے"۔ یہ خطوط میں اِستعمال ہونے والے مخصوص فعلِ ماضی کی مثال ہے کہ اِس کام کو پولس کے خط لِکھنے کے وقت کے لحاظ سے نہیں بلکہ اُس وقت کے لحاظ سے بیان کیا گیا ہے جب کرنتھی اِس خط کو پڑھیں گے۔ اِس حقیقت میں تو کوئی شک و شُبہ نہیں کہ طِطُس ہی یہ خط لے کر کرنتھس گیا۔ اور وُہ اُس وقت تک کرنتھس کے لئے روانہ نہیں ہُوا جب تک پولس نے خط پُورا نہیں کر لیا۔

۸:۱۸- آیات ۱۸ تا ۲۲ میں دو اور بھائیوں کا ذِکر ہے جو چندے کے کام کے لئے طِطُس کے ہمراہ گئے تھے۔ پہلے کا ذِکر آیات ۱۸ تا ۲۱ میں اور دُوسرے کا ذِکر آیت ۲۲ میں ہے، لیکن نام کسی کا نہیں دیا گیا۔

پاک کلام کے اِس حِصّے میں اُس احتیاط کا بیان ہے جو چندوں کے مُعاملے میں پولس رسُول لازمی طور پر اِستعمال کرتا تھا مبادا اس پر غلط طور پر اِستعمال کرنے یا چندہ اِدھر اُدھر کرنے کا اِلزام لگے۔

پہلا "بھائی" اِس لئے اِس کام کے لائق تھا کہ "خوشخبری کے سبب سے تمام کلیساؤں میں" اُس کی "تعریف" ہوتی ہے"۔ مُفسّرین میں بہُت اِختلافِ رائے ہے کہ پولس کا اِشارہ کِس شخص کی طرف ہے۔ بعض کہتے ہیں لُوقا، بعض سیلاس اور بعض ترُوفِمس کا نام لیتے ہیں۔ لیکن اندازے لگانے سے ہم کلام کے اِس حِصّے کی رُوح کو بھُول جاتے ہیں۔ پولس نے اُس شخص کو بِلا اِرادہ گُمنام نہیں رکھا۔ حقیقی شاگردیت میں اکثر بے نامی غالب رہتی ہے۔ اُس چھوٹی لونڈی کو بھی بے نام ہی رکھا گیا ہے جِس کو نعمان کی زِندگی میں اِستعمال کیا گیا۔ اور جِس لڑکے نے اپنی روٹیاں اور مچھلیاں خداوند یسُوع کے حوالے کر دیں اُس کا نام بھی بتانا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

۸:۱۹- اُس گُمنام بھائی کو "کلیسیاؤں کی طرف سے ... مقرر" کیا گیا تھا کہ اِس "خیرات" کے سِلسلے میں ضرُوری سفر کرے۔ دُوسرے لفظوں میں اُسے اُن ایلچیوں میں شامِل کیا گیا تھا جو اِس چندے کو مطلوبہ جگہ پُہنچائیں گے۔ پولس اُن کو اِس نیک کام کے خادِم یا مُنتظم سمجھتا ہے۔ وُہ یہ ساری خِدمت "خُداوند کے جلال" کے لئے کرتے ہیں۔ اور یہ بھی

ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہم یروشلیم کے غریب مُقدّسین کی خِدمت کرنے اور اُن کے کِسی کام آنے کے بے حد مُشتاق ہیں۔

۸ : ۲۰ - پَولُس رسُول بہت دانائی سے کام لیتا ہے کہ چندے کے کام کو نہ تو خُود اکیلا سرانجام دیتا ہے، نہ کِسی دُوسرے اکیلے شخص کے سپُرد کرتا ہے۔ وُہ اِصرار کرتا ہے کہ اِس مُعاملے کے لئے دو۲ یا تین یا زیادہ شخص مُقرر کئے جائیں۔ یہاں آیت ۲۰ میں اُس کا یہی مطلب اور مقصد ہے تاکہ اِس "بڑی خیرات" کے بارے میں کِسی پر حرف نہ آئے، کِسی کی بدنامی کا اِمکان نہ رہے۔

۸ : ۲۱ - "ایسی چیزوں کی تدبیر ... جو ... بھلی ہیں" یعنی سارے اِنتظام میں دیانت داری ہو۔ پَولُس فِکرمند اور مُحتاط تھا کہ میرے کام "نہ صِرف خُداوند کے نزدیک ... بلکہ آدمیوں کے نزدیک بھی" دُرست اور صحیح پائے جائیں۔ مورگن متوجہ کرتا ہے کہ "مسیحی جماعت کا فرض ہے کہ اپنا کام اِس طرح سے کرے کہ اِس دُنیا کے لوگوں کو شک و شُبہ کرنے کی گنجائش نظر نہ آئے، بلکہ انہیں ہر قدم پر راستی نظر آئے"۔ اِتفاق سے یہ آیت پُرانے عہدنامہ میں امثال ۳ : ۳، ۴ سے گہری مماثلت رکھتی ہے۔

۸ : ۲۲ - یہاں ایک اور نامعلُوم "بھائی" کا ذِکر ہے جس کو پَولُس نے اِس اہم کام میں مدد کے لئے مقرر کیا تھا۔ یہ بھائی "بہُت سی باتوں میں بارہا" آزمایا گیا اور "سرگرم پایا" گیا تھا۔ اور اب مَوجُودہ کام میں وُہ خاص طور پر زیادہ سرگرم تھا، اِس لئے کہ اُس کو کرنتھیوں پر "بڑا بھروسا" تھا۔ پَولُس رسول اِس بھائی کی تعریف صِرف اُس کی ماضی کی سرگرمی کے لئے نہیں کرتا بلکہ اِس لئے بھی کہ اُسے کرنتھیوں پر "بڑا بھروسا" ہے جن کے پاس وُہ جا رہا ہے۔

۸ : ۲۳ - اِس لئے پَولُس کہتا ہے کہ اگر کوئی اِن تینوں بھائیوں کی بابت "پُوچھے" تو کرنتھی بتا سکتے ہیں کہ "طِطُس" اِس کام میں پَولُس کا "شریک ... اور ... ہم خدمت ہے"۔ اور دُوسرے دونوں بھائی "کلیسیاؤں کے قاصِد اور مسیح کا جلال ہیں"۔ غور کریں کہ "مسیح کا جلال" اِن آدمیوں کے لئے کیسے شاندار تعریفی الفاظ ہیں۔ یہ اِس لئے کہ وُہ "کلیسیاؤں" کے نمائندے ہیں۔ اُن کے وسیلے سے خُداوند کا کام لوگوں کے سامنے روشن ہوتا ہے۔ وُہ خُداوند کے لئے نیک نامی کا باعث ہیں۔ اُن سے اُسی کا جلال مُنعکس ہوتا ہے۔

۸ : ۲۴ - اِن ساری باتوں کے پیشِ نظر کرنتھیوں کا فرض ہے کہ اُن بھائیوں کا پُرتپاک خیر مقدم کریں، اور یروشلیم کے مُقدّسین کے لئے فراخ دِلانہ خیرات اُن کے سُپرد کر کے پَولُس کے

"فخر" کو قائم رکھیں۔ یہ آس پاس کی "کلیسیاؤں" کے لئے ثبوت ہوگا کہ کرنتھی مسیحی "محبت" سے سرشار ہیں۔ نیز پولس نے اُن کے بارے میں جو اتنی بے شمار اچھی باتیں کہی ہیں اُن کی تصدیق ہو جائیگی۔

۵۔ اپیل کہ کرنتھیوں پر پولس کے فخر کی تصدیق ہو (۹:۱-۵)

۱:۹۔ جہاں تک کرنتھیوں کا تعلق ہے پولس کو لکھنے کی ضرورت نہ تھی کہ حاجتمند مقدسوں کی مالی مدد کے لئے کچھ بھیجیں مگر تو بھی اُس نے لکھا۔ اِس آیت میں طنز کا کچھ رنگ جھلکتا ہؤا معلوم ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بعض باتوں میں اُسے اُن کو لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ یروشلیم کے لئے چندہ اِکٹھا کرنے میں اُنہوں نے شروع ہی سے آمادگی بلکہ مستعدی (۸: ۱۱) کا اِظہار کیا تھا اور پولس اِس معاملے میں اُن کی تعریف کرتا ہے۔ لیکن اُنہوں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ نہیں پہنایا تھا۔ اِس لئے اُس نے اُن کو لکھنا "فضول" نہیں جانا۔

۲:۹۔ اُن کے "شوق" میں تو کوئی شک نہیں تھا۔ جب یہ بات شروع ہوئی تھی، اُنہوں نے اُسی وقت سے "سرگرمی" دکھائی تھی۔ یہاں تک کہ پولس مکدنیہ کے مسیحیوں کے سامنے اُن پر فخر کرتا تھا۔ اُس نے مکدنیوں کو بتایا تھا کہ "اخیہ کے لوگ پچھلے سال سے تیار ہیں"۔ "اخیہ" یونان کا جنوبی حصہ تھا۔ یہاں مراد ہے کرنتھس کے مسیحی، اِس لئے کہ کرنتھس وہاں واقع تھا۔ جب "مکدنیہ کے لوگوں" نے سُنا کہ کرنتھس کے مسیحی سال بھر سے تیار ہیں تو اُن میں سے بھی بہتوں کو اِس نیک کام میں حصہ لینے کی تحریک ہوئی۔ اُن کو بھی مسیحی خیرات کا شوق "لگ گیا" اور اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم پورے دِل سے اِس کام میں شامل ہوں۔

۳:۹۔ "بھائیوں کو بھیجا"۔ دراصل مطلب ہے "بھیج رہا ہوں"۔ فعل ماضی دراصل لکھنے والے کے نہیں بلکہ پڑھنے والے کے تناظر سے اِستعمال ہؤا ہے۔ "بھائیوں" وہ تین۳ افراد ہیں جن کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے یعنی ططس اور دو۲ دوسرے گمنام مسیحی بھائی۔ پولس اُن کو اِس لئے بھیج رہا ہے کہ چندے کے بارے میں کرنتھیوں پر پولس کا فخر رائیگاں یا "بے اصل" ثابت نہ ہو۔ اِن تین۳ بھائیوں کے ذمہ خاص یہ کام ہے کہ پولس کے وہاں آنے تک چندہ بالکل تیار ہو۔

۴:۹۔ جب پولس رسول مکدنیہ سے جنوب کی طرف کرنتھس کو روانہ ہوگا تو ممکن ہے کہ مکدنیہ سے کوئی شخص اُس کے ہمراہ ہو۔ اور اگر آکر معلوم ہو کہ یروشلیم کے لئے خیرات کے سلسلے

میں کرنتھیوں نے کچھ بھی نہیں کیا تو پَولُس کے لئے کیسی پریشانی اور شرمساری کا موقع ہوگا کیونکہ وُہ تو مکدنیہ والوں کے سامنے اُن پر "فخر" کرتا رہا ہے۔ اِس طرح پَولُس کا کرنتھیوں پر اعتماد اور بھروسا شرمندگی میں بدل جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ خُود کرنتھیوں کو بھی اپنی غفلت اور کوتاہی پر شرمندہ ہونا پڑے گا۔

۹:۵۔ یہی وجہ تھی کہ پَولُس نے اِن تینوں "بھائیوں سے یہ درخواست کرنا ضرور سمجھا" کہ اُس سے پہلے کرنتھس میں جائیں، تاکہ اُن کی "موعُودہ بخشش کو پیشتر سے تیار کر رکھیں"۔ "موعُودہ" اِس لئے کہ اُنہوں نے یروشلیم کے مُقدّسین کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ نہیں کہ کرنتھس کے مسیحیوں سے یہ خیرات کِسی دباؤ کے تحت "زبردستی" وصُول کی جائے گی بلکہ ایک موقع فراہم کیا گیا ہے کہ وُہ اپنی فیاضی اور دریا دِلی کا مظاہرہ کر سکیں۔

و۔ فراخ دِلی سے دینے کا اجر (۹:۶-۱۵)

۹:۶۔ آیات ۶ سے ۱۵ میں پَولُس رسُول مسیحی خیرات کے کُچھ خوبصُورت فوائد اور اجر کا بیان کرتا ہے۔ اوّل۔ وہ فصل کاٹنے کا اصُول بیان کرتا ہے۔ زراعت میں یہ بات سب کو معلُوم ہے کہ بھرپُور اور زیادہ فصل حاصِل کرنے کے لئے زیادہ بیج بونا ضرُوری ہے۔ شاید کِسان زمین میں بیج ڈالنے کو تیار ہے۔ وُہ سوچتا ہے مَیں فراخ دِلی سے بیج ڈالُوں یا اگلے مہینوں میں خوراک کے طور پر اِستعمال کرنے کے لئے کُچھ بچا لُوں؟ یہاں تصوّر یہ ہے کہ اگر وُہ "بہُت بوتا ہے" تو اُسی نسبت سے "بہُت کاٹے گا"۔

زراعت کے تعلق سے ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کِسان جِتنا بوتا ہے بالکُل اُتنا ہی نہیں کاٹتا بلکہ نِسبتاً بہُت زیادہ کاٹتا ہے۔ یہی حال مسیحی خیرات کا ہے۔ سوال جِتنا دِیا ہے اُتنا ہی واپس لینے کا نہیں، بلکہ اِس کی نسبت کہیں زیادہ واپس ملنے کا ہے۔ بے شک جو کُچھ واپس مِلتا ہے روپے پیسے کی شکل میں نہیں ہوتا بلکہ رُوحانی برکات ہوتی ہیں۔

۹:۷۔ "جس قدر ہر ایک نے اپنے دِل میں ٹھہرایا ہے اُسی قدر دے"۔ ہر ایک کو سوچنا ضرُوری ہے کہ میری فوری ضرُوریات کے لئے کِس قدر درکار ہے۔ اُسے اُن فرائض اور ذِمّہ داریوں کا خیال کرنا ہوگا جو اُسے عام زِندگی میں پُوری کرنی ہیں۔ لیکن اِن سے بڑھ کر اُسے اپنے ساتھی مسیحیوں کی ضرُوریات پر دھیان دینا ہے اور سوچنا ہے کہ مسیح کی طرف سے

مُجھ پہ کیا ذِمّہ داریاں عائد ہیں - اِن ساری باتوں کو مدِنظر رکھتے ہُوئے وُہ "نہ دریغ کر کے اور نہ لاچاری سے" خیرات دے۔ عین مُمکن ہے کہ انسان خیرات دے تو سہی مگر خُوشی سے نہیں - یہ بھی ممکن ہے کہ اِنسان جذبات کے زیرِ اثر یا عام لوگوں کے سامنے شرمساری سے بچنے کے لئے خیرات دے - اِن حالات کے تحت خیرات دینے کا کُچھ فائدہ نہیں "کیونکہ خُدا خُوشی سے دینے والے کو عزیز رکھتا ہے"۔ جس لفظ کا ترجمہ "خُوشی سے دینے والا" کیا گیا ہے، لغوی طور پر اُس کا مطلب "زِندہ دِل" ہے -

کیا خُدا کو واقعی ہمارے روپے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے؟ قطعاً نہیں- دُنیا کے سارے خزانے اُسی کے ہیں - اور اگر اُسے ضرورت ہو بھی تو ہمیں نہیں بتائے گا (زبُور ۵۰ : ۱۰- ۱۲) - لیکن ہمارے دِل کا رویّہ اُس کے نزدیک اہم ہے - وُہ ایسے مسیحی کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہے جو خُداوند کی خوشی سے اِس قدر معمور ہے کہ وہ اپنی ہر چیز میں دُوسروں کو حِصّہ دار بنانا چاہتا ہے -

"خُدا خُوشی سے دینے والے کو عزیز رکھتا ہے"۔ اِس سلسلے میں جُووِٹ کہتا ہے :

> "خُوشی سے دینا محبّت سے پیدا ہوتا ہے - اِس لئے یہ ایسا ہے جیسے ایک محبّت کرنے والا محبّت کرنے والے سے محبّت کرتا ہے اور رفاقت و شراکت سے خُوش ہوتا ہے - دینا محبّت کی زبان ہے - اِس کی کوئی اَور زبان ہے نہیں - "خُدا نے ایسی محبّت رکھی کہ دے دیا"۔ محبّت اپنے آپ کو نثار کرنے میں زِندگی پاتی ہے - اِسے اپنے قبضے میں کُچھ رکھنے پر فخر ہے تو اِس خوشی پر کہ مَیں اپنا آپ دے دُوں - اگرچہ محبّت کے پاس سب کُچھ ہوتا ہے تاہم کُچھ بھی اپنے پاس نہیں رکھتی"۔

۹ : ۸- یہاں ایک وعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص دریادِلی سے دینا چاہتا ہے تو خُدا اُسے ضرور موقع دے گا - یہاں "فضل" وسائل کے مُترادف ہے - خُدا ہمیں وسائل مُہیّا کر سکتا ہے، تاکہ ہمارے پاس خُود اپنے لئے ہی "کافی" نہ ہو، بلکہ ہم دُوسروں کو بھی دے سکیں - اور اِس طرح "ہر نیک کام کے لئے" ہمارے "پاس بہُت کُچھ مَوجُود رہا کرے"۔ اِس آیت میں لفظ "ہر" پر غور کریں- "ہر طرح کا فضل - ہمیشہ (ہر وقت)، ہر چیز، اور ہر نیک کام"۔

۹:۹ - اَب رسُول زبور۱۱۲:۹ سے اقتباس کرتا ہے - "اُس نے بکھیرا ہے" - یہ الفاظ بیج بونے کے عمل کو ظاہر کرتے ہیں - بیان ہوُا ایک اَیسے آدمی کا جو بیج بونے میں فراخ دِل ہے - مُراد ہے کہ مہربانی اور ہمدردی کے کام کرنے میں دریا دِل ہے - اور مہربانی کا خاص کام یہ ہے کہ "اُس نے کنگالوں کو دیا ہے" - کیا اِس کام سے اُسے نقصان ہوُا؟ نہیں! "اُس کی راستبازی ابد تک باقی رہے گی" - اِس سے نتیجہ یہ اخذ ہوُا کہ اگر ہم مہربانی کو اِس طرح بکھیریں جس طرح بیج بونے والا بیج بکھیرتا ہے تو ہم اپنے لئے آسمان پر خزانہ جمع کرتے ہیں - ہماری مہربانی (خیرات) کا نتیجہ "ابد تک" باقی رہے گا -

۹:۱۰ - بیج "بونے والے" کی مثال جاری ہے - وہی خُدا "جو بونے والے کے لئے بیج اور کھانے کے لئے روٹی بہم پُہنچاتا ہے" وُہ اِس بات کا خیال رکھتا ہے کہ جو دُوسروں پر احسان کرتے ہیں اُن کو یقینی اَجر مِلیں گے - اِن میں سے بعض اجروں کی فہرست دی گئی ہے - اوّل - خُدا بیج کو "ترقی دے گا" یعنی اُس کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے نتیجے میں وُہ زیادہ بڑے مواقع فراہم کرے گا اور کثرت سے نتیجہ سامنے آئے گا - دوم - وُہ "تمہاری راستبازی کے پھَلوں کو بڑھائے گا" - کرنتھیوں نے یروشلیم کے مقدسین کے لئے دِیا - یہ اُن کی راستبازی تھی - نتیجے میں اُن کو ابدی اَجر مِلے گا - خُدا نے اُن کے دینے کی توفیق کو بڑھایا، اُنہوں نے اپنی خیرات بڑھائی، اِسی طرح اُن کے اَجر بڑھیں گے -

۹:۱۱ - اِس آیت سے بالکُل واضح ہوتا ہے کہ خُداوند کو دینے کے نتیجے میں کبھی کوئی شخص غریب نہیں ہو جاتا - اور اجر خیرات سے بے حد زیادہ ہوتا ہے - چُنانچہ پَولُس کہتا ہے کہ اپنی خیرات کے باعث مسیحی "ہر چیز" "افراط سے" پائیں گے اور پھر اُن کی خیرات یا "سخاوت" اَور زیادہ ہو گی - رسُول دیکھتے ہیں کہ کرنتھی سخاوت کرنے کے فضل یا توفیق میں بڑھ رہے ہیں تو وُہ "خُدا کی شُکرگزاری" کرتے ہیں -

۹:۱۲ - جب کرنتھیوں کی خیرات یروشلیم میں کام میں لائی جائے گی تو "نہ صِرف مُقدسوں کی اِحتیاجیں رفع" ہوں گی، بلکہ اِس کے نتیجے میں بہُت سے لوگ "خُدا کی بڑی شکرگزاری" بھی کریں گے - ہم نے بار بار دیکھا ہے کہ پَولُسؔ "شکرگُزاری" پر کِس قدر زور دیتا ہے - ہر وُہ کام یا چیز جِس سے خُداوند کی شُکرگزاری ہو، وُہ پَولُسؔ کی نظروں میں بے حد اہمیت اور قدر رکھتی تھی -

۹:۱۳۔ کرنتھیوں کی خیرات سے کئی اور فائدے بھی ہوں گے۔ ایک تو یہودیہ کے مسیحیوں "پر ثابت" ہو جائے گا کہ غیر قوموں میں سے اِن ایمان لانے والوں کی زندگیوں میں واقعی "مسیح" نے کام کیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ یہودی مسیحی کرنتھیوں جیسے نومُریدوں کے بارے میں زبردست شک رکھتے تھے۔ وُہ اُن کو حقیقی مسیحی نہیں گردانتے تھے۔ مگر یہ خیرات اور مہربانی اُن کے لئے ثبوت ہوگی کہ کرنتھیوں کا ایمان اصلی اور پکّا ہے۔ اور "مسیح کی خوشخبری" نے اخیہ میں جو کام کیا ہے وُہ "خُدا کی تمجید" کریں گے۔ علاوہ ازیں وُہ کرنتھیوں کی "سخاوت" کے لئے بھی خُدا کی تمجید اور شکرگزاری کریں گے۔

۹:۱۴۔ صرف یہی نہیں! دو اور فائدے بھی ہوں گے۔ کرنتھس سے یروشلیم کے لئے خیرات کے باعث یہودی مسیحی کرنتھیوں کے "مشتاق" ہوں گے اور زیادہ دِل سوزی سے اُن کے لئے "دُعا" کریں گے۔ اِس لئے کہ کرنتھیوں "پر خُدا کا بڑا ہی فضل ہے" اور یہ فضل اُن کے عمل سے ظاہر ہے۔

۹:۱۵۔ اِس موقع پر پَولُس کا دِل لبریز ہو جاتا ہے اور وہ پُکار اُٹھتا ہے! "شکر خُدا کا..."۔ بائبل مُقدس کے عُلما کے لئے یہ آیت ایک مُعمّا بنی رہی ہے۔ وُہ دیکھ نہیں پائے تھے کہ اِس کا تعلق پہلے کی ساری باتوں سے ہے۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وُہ "بخشش" "جو بیان سے باہر ہے" کیا ہے۔

لیکن ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب پَولُس کرنتھیوں کی خیرات کے بیان کے اِختتام پر پُہنچتا ہے تو بے اختیار اُسے اُس ہستی کا خیال آجاتا ہے جو سب سے زیادہ سخی اور فیاض ہے، یعنی "خُدا" اور اُسے سب سے "بڑی بخشش" — یعنی خُداوند یسُوع مسیح کا بھی خیال آتا ہے۔ چنانچہ وُہ اپنے کرنتھی بھائیوں کے بیان کا اِختتام اِس شاندار راگنی پر کرتا ہے۔ وُہ خدا کے فرزند اور مسیح کے پیرو ہیں۔ چنانچہ مناسب ہے کہ وُہ اِن عُمدہ نمونوں کی پیروی کریں!

۳۔ پَولُس اپنی رسالت کا دفاع کرتا ہے

(ابواب ۱۰ - ۱۳)

اِس خط کے آخری چار ابواب میں پَولُس بُنیادی طور پر اپنی رسالت کا دِفاع کرتا ہے۔ اُس کی تحریروں کے اِس حصّے کو بیان کرنے کے لئے پطرس رسُول کے الفاظ خاص طور پر

موزوں معلوم ہوتے ہیں کہ "ہمارے پیارے بھائی پولس نے ... اُن باتوں کا ذکر کیا ہے جن میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کا سمجھنا مشکل ہے" (۲-پطرس ۳:۱۵-۱۶)۔ صاف ظاہر ہے کہ پولس اُن اعتراضات کا جواب دے رہا ہے جو اُس کے معترضین یا نکتہ چین اُس پر کرتے تھے۔ لیکن ہم اُس کے جوابوں کے متن سے ہی کسی حد تک اخذ کر سکتے ہیں، کہ یہ اعتراضات کیا تھے۔ اِس سارے حصے میں رسول طنز کا بھرپور استعمال کرتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ کہاں کہاں اُس نے ایسا کیا ہے اور کہاں کہاں نہیں کیا۔ تاہم یہ خدا کے کلام کا بہت ہی مفید حصہ ہے۔ اور اگر ہمارے پاس نہ ہوتا تو یقیناً ہم بہت گھاٹے میں رہتے۔

د۔ پولس اپنے معترضین کو جواب دیتا ہے (۱۰:۱-۱۲)

۱۰:۱- پولس رسول کے معترضین اُس پر الزام لگاتے تھے کہ وہ دنیاداروں کے طریقے سے کام کرتا ہے۔ آیات ۱ تا ۶ میں وہ اُن کو جواب دیتا ہے۔

پہلے تو وہ اپنا تعارف صرف اِس طرح کراتا ہے "مَیں پولس ... خود"۔ دوسرے، وہ تحکمانہ انداز میں بات نہیں کرتا بلکہ مقدسین سے "التماس" کرتا ہے۔ تیسرے وہ "مسیح کا حلم اور نرمی" اُن کو یاد دلاتا اور اِسی کی بنیاد پر التماس کرتا ہے۔ بے شک وہ خداوند یسوع کی زمینی زندگی کے دوران اُس کے طرزِ عمل کو یاد کرتا ہے۔ اور اتفاق سے یہ نجات دہندہ کی دنیاوی زندگی کے بارے میں پولس کے معدودے چند حوالوں میں سے ایک ہے۔ عام طور سے رسول مسیح کی بات کرتا ہے تو آسمان پر جلال کو پہنچے اور خدا کے دہنے ہاتھ پر موجود ہستی کے طور پر کرتا ہے۔

اپنا مزید بیان کرتے ہوئے پولس کہتا ہے کہ "مَیں ... جو تمہارے رُوبرُو عاجز اور پیٹھ پیچھے تم پر دلیر ہوں"۔ صاف ظاہر ہے کہ یہاں وہ طنز کر رہا ہے۔ اُس کے معترضین یہی الزام لگاتے تھے کہ وہ لوگوں کے سامنے بزدل مگر اُن کی "پیٹھ پیچھے" شیر کی طرح "دلیر" ہوتا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اُس کی دلیری خطوط میں اُس کے بارعب اور تحکمانہ انداز سے ظاہر ہوتی ہے۔

۱۰:۲- یہ آیت پہلی آیت کے پہلے حصے سے منسلک ہے۔ وہاں اُس نے التماس کرنے کا ذکر کیا تھا مگر اس کی نوعیت بیان نہیں کی تھی۔ یہاں وہ وضاحت کرتا ہے کہ "بلکہ منت کرتا ہوں کہ مجھے حاضر ہو کر اُس بیباکی کے ساتھ دلیر نہ ہونا پڑے جس سے مَیں بعض لوگوں پر دلیر ہونے کا قصد رکھتا ہوں جو ہمیں یُوں سمجھتے ہیں کہ ہم جسم کے مطابق زندگی گزارتے ہیں"۔

وُہ کرنتھیوں کے ساتھ اُس طرح "دلیر نہ ہونا" چاہتا تھا جس طرح اُن افراد پر "دلیر ہونے کا قصد رکھتا" تھا جو اُس پر جسم کے مُطابق زندگی گزارنے کا الزام لگاتے تھے۔

۱۰: ۳ - یہاں تصوّر یہ ہے کہ "اگرچہ" رسُول "جسم میں زندگی گزارتے ہیں" مگر وہ مسیحی جنگ "جسم کے طور پر" نہیں لڑتے تھے، یعنی اُن کی نیّت یا طریقے جسم کے مُطابق نہیں تھے۔

۱۰: ۴ - مسیحی "لڑائی کے ہتھیار جسمانی نہیں"۔ مثال کے طور پر مسیحی تلواریں اور بندوقیں استعمال نہیں کرتے۔ اور دُنیا کے ایک سرے سے دُوسرے سرے تک انجیل پھیلانے کے لئے جدید جنگی حکمتِ عملی اختیار نہیں کرتے۔ مگر پَولُس صرف ان ہی جسمانی ہتھیاروں کی بات نہیں کر رہا۔ ایک مسیحی اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے دولت، جاہ وحشمت، طاقت، زبان کی طراری یا کسی اور طرح کی ہوشیاری چالاکی کو بھی استعمال نہیں کرتا بلکہ وُہ ایسے طریقے استعمال کرتا ہے جو "خُدا کے نزدیک قلعوں کو ڈھا دینے کے قابل ہیں"۔ یسوع مسیح کے ہر سچے سپاہی کے مؤثر ہتھیار تو زندہ خُدا پر ایمان، دُعا اور خُدا کے کلام کی فرمانبرداری ہیں۔ ان ہی سے قلعے ڈھے جاتے ہیں۔

۱۰: ۵ - یہاں بتایا گیا ہے کہ آیت ۴ کے "قلعوں" کا کیا مطلب ہے۔

پَولُس خود کو ایک سپاہی کے رُوپ میں دیکھتا ہے جو انسانوں کی متکبرانہ دلیل بازی کا مقابلہ کر رہا ہے۔ انسانوں کے یہ "تصورات" یا دلیلیں سچائی کی مخالفت کرتی ہیں۔ ان "تصورات" کی اصلیت ان الفاظ سے واضح ہوتی ہے کہ یہ "خُدا کی پہچان کے برخلاف سر اُٹھائے ہُوئے ہیں"۔ آج کے دَور میں ان کا اطلاق کئی باتوں پر ہو سکتا ہے مثلاً سائنسدانوں کی دلیلیں، مسئلۂ ارتقا کے حامیوں کے خیالات، فلاسفروں کی نکتہ آفرینیاں اور مذہب پرستوں کی مُوشگافیاں۔ پَولُس ان کے ساتھ مفاہمت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ بلکہ اُسے احساس ہے کہ مجھے "ہر ایک خیال کو قید کر کے مسیح کا فرمانبردار بنا" دینا ہے۔ میری زندگی اِسی کام کے لئے وقف ہے۔ انسان کی تمام تعلیمات اور ہر قسم کی سوچ کا جائزہ خُداوند یسوع مسیح کی تعلیم کی روشنی میں لینا ضروری ہے۔ پَولُس انسانی دلیلوں کی بلاجواز مذمّت نہیں کرتا، بلکہ ہمیں خبردار کرتا ہے کہ ہم اپنی ذہانت کو خُداوند کے خلاف اور اُس کی نافرمانی کے لئے استعمال نہ ہونے دیں۔

۱۰: ۶ - مسیح کا سپاہی ہونے کے باعث رسُول "ہر طرح کی نافرمانی" کی سزا دینے کو تیار ہے۔ اور جب کرنتھی پہلے اپنی "فرمانبرداری" ثابت کر لیں گے تو وُہ ایسا ہی کرے گا، یعنی وُہ

کرنتھس میں موجُود جھُوٹے اُستادوں کے خِلاف اُس وقت تک کارروائی نہیں کرے گا جب تک اُسے یقین نہ ہو جائے کہ وہاں کے ایمان دار ساری باتوں میں "فرمانبردار" ہیں۔

۱۰: ۷۔ پہلا جُملہ سُوال بھی ہو سکتا ہے کہ کیا تُم "اُن چیزوں پر نظر کرتے ہو جو آنکھوں کے سامنے ہیں"؟ اور بیانِ واقعی بھی ہو سکتا ہے کہ "تُم صِرف چیزوں کو سطحی طور سے دیکھ رہے ہو"۔ بلکہ حُکمیہ انداز بھی ہو سکتا ہے کہ "اُن چیزوں کو دیکھو جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں"۔ یعنی حقائق کا سامنا کرو۔

اگر ہم اِس کو بیانِ واقعی سمجھیں تو مطلب ہوگا کہ کرنتھیوں میں یہ رُجحان ہے کہ وُہ کسی آدمی کا اندازہ اِس بات سے لگاتے ہیں کہ جب وُہ موجُود ہوتا ہے تو بارعب اور حاکمانہ انداز رکھتا ہے، خوش تقریر ہے، لاجواب دِلیلیں دے سکتا ہے یا نہیں۔ وُہ باطنی حقیقت سے نہیں بلکہ خارجی اور ظاہری باتوں پر ڈانواں ڈول ہُوئے۔

"اگر کِسی کو اپنے آپ پر یہ بھروسا ہے کہ وُہ مسیح کا ہے تو اپنے دِل میں یہ بھی سوچ لے کہ جَیسے وُہ مسیح کا ہے ویسے ہی ہم بھی ہیں"۔ یہاں پَولُس غالباً اُن لوگوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو کہتے تھے کہ "مَیں مسیح کا ہُوں" (۱-کرنتھیوں ۱: ۱۲) اور دُوسروں کو مسیح سے خارِج قرار دیتے تھے۔ پَولُس کا جواب ہے کہ کوئی بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ صِرف مَیں مسیح کا ہُوں اور دُوسرے نہیں ہیں۔ وُہ کہتا ہے کہ مَیں بھی وَیسے ہی مسیح کا ہُوں جَیسے وُہ ہیں۔

یہ دُوسروں کو باہر رکھنے والے مسیحی جو بھی تھے پَولُس اِنکار نہیں کرتا کہ وُہ بھی مسیح کے ہیں۔ اِس لئے اِس پَیرے میں وُہ جھُوٹے رسُولوں اور دھوکے باز کارِندوں کا ذِکر نہیں کر رہا جو اپنے آپ کو مسیح کے رسُول کہتے تھے (۱۱: ۱۴)۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِس خط میں رسُول کئی طرح کے مخالفین سے نبرد آزما ہے۔ اِن میں نجات یافتہ بھی تھے اور غیر نجات یافتہ بھی۔

۱۰: ۸۔ پَولُس خُداوند یسُوع مسیح کا رسُول تھا۔ اِس لئے جو کلیسیائیں اُس نے قائم کی تھیں اُس کو اُن پر "اِختیار" دِیا گیا تھا اور اِس اِختیار کا مقصد اُن کو اُن کے پاک ترین ایمان میں ترقی دینا اور تعمیر کرنا تھا۔ مگر دُوسری طرف جھُوٹے اُستاد کرنتھیوں پر اَیسا اِختیار استعمال کر رہے تھے جو اُن کو خُداوند کی طرف سے نہیں مِلا تھا۔ اِتنا ہی نہیں، بلکہ وُہ اِس اِختیار کو تعمیر کے لئے نہیں بلکہ بِگاڑنے کے لئے اِستعمال کر رہے تھے۔ اِس لئے پَولُس کہتا ہے کہ "اگر مَیں اِس اختیار پر کچھ زیادہ فخر بھی کروں جو خُداوند نے ... دِیا ہے" تو مجھے شرمندہ نہیں ہونا پڑے

گا۔ بالآخر اُس کے دعوے سچ ثابت ہوں گے۔

۱۰: ۹ - پولُس نے یہ باتیں اِس لئے لکھی ہیں کہ اپنے "خطوں" سے مسیحیوں کو "ڈرانے والا" نہ ٹھہرے۔ دُوسرے لفظوں میں رسُول اگر خُدا کے تفویض کردہ اختیار پر فخر کرتا ہے تو مسیحیوں کو نہیں سوچنا چاہیئے کہ ہمیں ڈرانے کے لئے کرتا ہے۔ یہ تو اپنے نکتہ چینوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے مُترادِف ہوگا۔ وُہ کرنتھیوں کو باور کرانا چاہتا ہے کہ میرا اِختیار تمہیں بنانے کے لئے ہے اور مَیں اِسے اِسی طرح اِستعمال کرتا ہُوں۔

۱۰: ۱۰ - یہاں ہمارے سامنے وُہ اعتراض یا اِلزام پیش ہُوا ہے جو پولُس رسُول پر لگایا گیا تھا۔ اُس کے مُعترضین اِلزام لگاتے تھے کہ وہ دھمکی آمیز خط لکھتا ہے۔ "لیکن جب خُود موجود ہوتا ہے تو کمزور سا معلُوم ہوتا ہے"۔

۱۰: ۱۱ - ایسے اِلزام لگانے والے ہر شخص کو سوچ رکھنا چاہیئے کہ جب پولُس اُن کے درمیان مَوجُود ہوگا تو وَیسا ہی ہوگا جَیسا اُن کے بقوِل اپنے "خطوں" میں ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ پولُس تسلیم کرتا ہے کہ مَیں خطوں میں رُعب ڈالتا ہُوں۔ یہ تو اُن لوگوں کا کہنا تھا، بلکہ وُہ یہ کہہ رہا ہے کہ جب اُن سے روبرُو مِلوں گا تو اُن سے سختی سے نمٹوں گا۔ مُجھ میں کوئی بُزدلی نہیں ہوگی۔

۱۰: ۱۲ - صاف نظر آتا ہے کہ جُھوٹے اُستادوں کی عادت تھی کہ دُوسروں کے ساتھ اپنا مقابلہ کرتے تھے۔ وُہ پولُس کو کرنتھیوں کے سامنے کُچھ اِس طرح پیش کرتے تھے کہ مضحکہ خیز معلُوم ہو۔ وُہ اپنے آپ کو اندرُونی حلقہ سمجھتے تھے۔ وُہ اپنے آپ کو اعلیٰ و بُلند تر گردانتے تھے۔ اُن کے مطابق کوئی بھی اُن کے سامنے کھڑا ہو مقبول اور پسندیدہ نظر نہیں آسکتا تھا۔ چنانچہ پولُس بھرپور طنز کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ "ہماری یہ جُرأت نہیں کہ اپنے آپ کو اِن چند شخصوں میں شمار کریں یا اُن سے کُچھ نسبت دیں جو اپنی نیک نامی جتاتے ہیں، لیکن وُہ خُود اپنے آپ کو آپس میں وَزن کرکے اور اپنے آپ کو ایک دُوسرے سے نِسبت دے کر نادان ٹھہرتے ہیں"۔ وُہ اِلزام لگاتے تھے کہ پولُس اپنے خطوں میں دلیر ہوتا ہے۔ چنانچہ وُہ یہاں کہتا ہے کہ مَیں اِتنا دلیر نہیں کہ خُود کو اُن میں شمار کروں "جو اپنی نیک نامی جتاتے ہیں"۔ یا اُن سے نسبت دُوں جن کا واحد معیار خُود اپنی زِندگی ہے۔

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جِس شخص کا واحد معیار خُود اپنا آپ ہوگا وُہ ہمیشہ اپنے آپ ہی کو دُرست اور راست قرار دے گا! اُس میں ترقی کی کوئی گُنجائش نہ ہوگی۔ جو ایسا کرتے ہیں وُہ

"نادان ٹھہرتے ہیں"۔ کسی نے کیا خُوب کہا ہے کہ "تمام جتھوں اور ٹولیوں کو یہی مرض ہوتا ہے کہ وُہ اپنی پارٹی سے باہر کسی خُوبی یا فضیلت کو مانتے ہی نہیں"۔

ب۔ پَولُس کا اُصول ۔ مسیح کے لئے نئی زمین تیار کرنا

(۱۰: ۱۳-۱۶)

۱۰: ۱۳ - آیات ۱۳ تا ۱۶ میں پَولُس اِس ارادہ کا اِظہار کرتا ہے کہ مَیں خِدمت کے صرف "اُسی علاقہ" پر فخر کروں گا "جو خُدا نے" مجھے دیا ہے۔ جب وُہ فخر کرتا تھا تو کسی دُوسرے کے کام میں نہیں گھُستا تھا۔ یہ واضح اِشارہ ہے اُن افراد کی طرف جو یہُودی رسم و رواج کے حامی تھے۔

"یہ اُن کا" طریقہ تھا کہ جو کلیسیائیں پَولُس رسُول نے یا کسی دُوسرے مسیحی نے قائم کی ہوتی تھیں، اُن میں گھُس آتے تھے اور دُوسرے شخص کی نیو پر عمارت اُٹھاتے تھے۔ چنانچہ جب وُہ فخر کرتے تھے تو درحقیقت اُس کام پر فخر کرتے تھے جو کسی دُوسرے نے کیا ہوتا تھا۔

پَولُس کہتا ہے کہ مَیں اُن باتوں پر "فخر نہیں کروں گا" جو مسیح کے لئے میری خِدمت کے "علاقہ" سے باہر ہیں۔ بلکہ مَیں اُن جگہوں اور شخصوں پر فخر کروں گا جہاں خُدا نے میری خِدمت کی تصدیق کی ہے۔ اِن میں کرنتھس شامل ہے، کیونکہ وُہ خوشخبری لے کر وہاں گیا تھا جس کے نتیجہ میں وہاں کلیسیا قائم ہُوئی تھی۔

درحقیقت پَولُس کو خُداوند نے غیر قَوموں میں خوشخبری سُنانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور اِس تقرر میں کرنتھس یقیناً شامل تھا۔ یروشلیم میں رسُولوں نے اِس سے اتفاق کیا تھا۔ لیکن اب یروشلیم سے جھُوٹے رسُول آ کر اُن علاقوں پر یلغار کر رہے تھے جو خُدا نے پَولُس رسُول کو دِئے تھے۔

۱۰: ۱۴ - پَولُس کوئی بے جا فخر نہیں کر رہا تھا۔ خُدا نے اُس کی خِدمت کا ایک علاقہ مقرر کر دیا تھا۔ اِس علاقے میں کرنتھس شامل تھا۔ وُہ کرنتھس میں آیا، خوشخبری کی منادی کی اور ایک کلیسیا کی داغ بیل ڈالی۔ اگر وُہ کرنتھس میں نہ آتا تو اُس پر الزام لگ سکتا تھا کہ اپنی حد سے بڑھ کر فخر کر رہا ہے۔

اُسے کرنتھیوں تک پہنچنے کے لئے آزمائشوں، اِمتحانوں، مُصیبتوں اور مُشکلوں میں سے گزرنا پڑا تھا۔ اب دُوسرے لوگ اُس علاقے میں یلغار کر رہے تھے جہاں اُس نے ہراول دستہ کے طور پر کام کیا تھا۔ اور وُہ اپنی کامیابیوں پر بُلند آواز سے فخر کر رہے تھے۔

۱۰: ۱۵ - رسُول نے مصمم ارادہ کر رکھا ہے کہ اُن معاملات پر فخر نہیں کرے گا جو براہِ راست

اُس کی اپنی محنت کا نتیجہ نہیں ہیں - اور یہی بات ہے جس میں یہودیت نواز[1] افراد قصوروار تھے - وہ دُوسروں کی محنتوں پر فخر کرتے تھے - وہ پَولُس کی بھیڑیں چُرانے، اُس کی کردار کُشی کرنے، اُس کی تعلیم کی مخالفت کرنے اور اُسے غلط ثابت کرنے اور جُھوٹا اختیار حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے -

پَولُس کو اُمّید تھی کہ جب کرنتھیوں کی "ایمان میں ترقّی ہو" گی اور وہ آگے کسی اَور علاقے کی طرف بڑھ سکے گا، تو اُن کا "ایمان" عملی مدد کی صُورت میں ظاہر ہو گا - یُوں وہ خُدا کے رسول کی حیثیت سے اگلے عِلاقوں میں جا سکے گا - اپنی خدمت کو اِس طرح وسعت دیتے میں وہ اپنے اصُول پر مُستقل مزاجی سے عمل پیرا رہے گا -

کرنتھس کے مسائل اور مشکلات پَولُس کا اِتنا وقت لے رہی تھیں کہ وہ اِن سے آگے کے علاقوں میں اپنے مشن کو پُورا کرنے میں رُکاوٹ محسُوس کر رہا تھا -

۱۰:۱۶- قاعدہ یہ تھا کہ کرنتھیوں کی "سرحد سے پرے خُوشخبری" پہنچائی جائے (غالباً مُراد مغربی یُونان، اطالیہ اور سپین ہے) اور "غیر کے علاقے میں بنی بنائی چیزوں پر فخر" نہ کیا جائے - پَولُس رسُول کا ہرگز ارادہ نہ تھا کہ دُوسروں کی محنت کے میدان پر ہاتھ مارے یا اُس کے پہنچنے سے پہلے کسی علاقے میں دُوسروں نے کام کیا ہو اور وہ اُس پر فخر کرے -

ج - پَولُس کا عظیم نصبُ العَین ـــــ خُداوند کی خُوشنُودی

(۱۰:۱۷- ۱۸)

۱۰:۱۷- "غرض جو فخر کرے وہ خُداوند پر فخر کرے" - مطلب صاف ہے کہ اُس کام پر فخر کرے جو خُداوند نے اُس کے وسیلے سے پُورا کیا ہے - رسُول کی دلیل کا عام رُخ یہی ہے -

۱۰:۱۸- آخر خُدا اپنے مُنہ میاں مِٹھو بننے والے کو پسند نہیں کرتا - جس سوال کا سامنا پَولُس کے نکتہ چینوں کو کرنا چاہئے یہ ہے ـــــ کیا خُدا نے تم کو نیک نام ٹھہرایا ہے، تمہاری خِدمت پر برکت دی ہے اور لوگوں نے نجات پائی ہے، کیا مقدسین کی ایمان میں ترقی اور مضبُوطی ہُوئی ہے اور کلیسیائیں قائم ہُوئی ہیں؟ کیا تُم خُداوند کی طرف سے اپنی مقبولیت ثابت کرنے کے لئے وہ افراد دِکھا سکتے ہو جنہوں نے تمہاری مُنادی کے نتیجے میں نجات پائی ہے؟

---

[1] وہ افراد جو مسیحیوں کو یہودی رسم و رواج کا پابند کرنا چاہتے تھے -

اہم بات تو یہ ہے۔ پولُس دِکھا سکتا ہے کہ خُداوند نے میری خِدمت کو قبول کیا ہے اور مجُھے نیک نام ٹھہرایا ہے۔

اِس باب میں اور اگلے باب میں پولُس اُس بات میں لگ جاتا ہے جِسے وُہ بیوقوفی کہتا ہے، یعنی اپنی تعریف کرنا۔ وُہ ہرگز ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ وُہ اِسے سخت ناپسند کرتا تھا لیکن وُہ کرنتھیوں سے کہتا ہے کہ تُم میری بیوقوُفی کی برداشت کر لو۔

معلُوم ہوتا ہے کہ جھوٹے اُستاد بہُت ڈینگیں مارتے اور فخر کا مظاہرہ کرتے تھے۔ بے شک وُہ اپنی کامیابیوں کا ڈھنڈورا پیٹتے اور اپنی خدمت کے بارے میں شاندار رپورٹیں دیتے ہوں گے۔ پولُس نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ وُہ اپنی نہیں صِرف مسیح کی منادی کرتا تھا۔

لگتا ہے کہ کرنتھی ایسی فخریہ قِسم کی خدمت کو پسند کرتے تھے۔ اِس لئے پولُس اُن سے کہتا ہے کہ اب مجُھے بھی تھوڑا سا فخر کر لینے دو۔

د۔ پولُس اپنی رسالت کا دعوٰی کرتا ہے (۱۱:۱-۱۵)

۱۱:۱۔ "کاش کہ تُم میری تھوڑی سی بیوقوفی کو برداشت کر سکتے! — ہاں تُم میری برداشت کرتے تو ہو۔" پولُس خواہش کرتا ہے کہ اب جبکہ مَیں شیخی مارنے لگا ہُوں تو کرنتھی میری برداشت کریں۔ لیکن اُسے احساس ہوتا ہے کہ وُہ تو پہلے ہی برداشت کر رہے ہیں، اِس لئے یہ درخواست غیر ضروری ہے۔

۱۱:۲۔ پولُس یہ درخواست کرنے کی تین وجوہات پیش کرتا ہے: اوّل۔ "مجُھے تُمہاری بابت خُدا کی سی غیرت ہے"۔ پولُس نے "ایک ہی شوہر کے ساتھ" کرنتھیوں کی "نسبت کی" تھی تاکہ اُن کو "پاکدامن کنُواری کی مانند مسیح کے پاس حاضر کرے"۔ وُہ کرنتھیوں کی رُوحانی فلاح اور ترقی کو اپنی شخصی ذِمّہ داری سمجھتا تھا۔ اُس کو دِلی آرزُو تھی کہ آنے والے دِن یعنی فضائی استقبال کے دِن وُہ کرنتھیوں کو اِس طور سے مسیح کے حضُور میں پیش کرے کہ وُہ ہر قِسم کے غلط تعلیم کے اثر اور بگاڑ سے پاک ہوں۔ اور چونکہ وُہ اُن کے بارے میں اِس طرح کی غیرت رکھتا تھا اِس لئے وُہ کام کرنے پر بھی تیار تھا جو بیوقوفی نظر آتا ہے۔

۱۱:۳۔ اُس کے بیوقوُفی کا مظاہرہ کرنے کی دُوسری وجہ اُس کا "ڈر" تھا کہ کہیں یہ مُقدسین دھوکا نہ کھا جائیں اور مسیح کے ساتھ جاں نثاری میں "خلُوص اور پاکدامنی" سے اُن کے "خیالات" بگڑ نہ

جائیں۔ "خلوص" کا مطلب ہے دِل صرف ایک طرف یا ایک شخص سے لگانا۔ پولس چاہتا ہے کہ وُہ اپنے آپ کو صِرف خُداوند یسوع کے لئے وقف کر دیں۔ اُن کا دِل کسی دُوسرے کی طرف مائل نہ ہو۔ مزید برآں وُہ چاہتا ہے کہ اِس خلوص میں کوئی داغ، کوئی عَیب نہ ہو۔

پولس یاد کرتا ہے کہ کس طرح "سانپ نے اپنی مکاری سے حوّا کو بہکایا" تھا۔ اُس نے حوّا کی عقل یا خیالات کو ورغلایا تھا۔ اور بالکل یہی طریقہ جھوٹے اُستاد کرنتھس میں اِستعمال کر رہے تھے۔ پولس چاہتا ہے کہ کرنتھیوں کے خیالات "کنواری" کی مانند ہوں جو منتشر نہیں ہوتے، بلکہ ایک طرف لگے ہوتے ہیں، اور بیداغ ہوتے ہیں۔

غور کریں کہ پولس حوّا اور سانپ کے بیان کو ایک واقعہ کے طور پر پیش کرتا ہے، خیالی کہانی کے طور پر نہیں۔

۱۱: ۴۔ رسُول کے بیوقوفی کا مظاہرہ کرنے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ کرنتھی جھوٹے اُستادوں کی باتیں سُننے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ جب کوئی کرنتھس میں آکر دراصل "کسی دُوسرے یسوع" کی منادی کرتا تھا اور رُوح القُدس کے علاوہ "کوئی اَور رُوح" دینے کا دعویٰ کرتا تھا تو کرنتھی بڑے آرام سے اُس کی "برداشت" کرتے تھے۔ وُہ اُن کے نظریات کو بڑے پیار سے برداشت کرتے تھے۔ پولس طنزاً کہتا ہے، "تم دُوسروں کے ساتھ ایسا کرتے ہو تو میرے ساتھ کیوں نہیں کرتے؟"

آخری الفاظ "تو تمہارا برداشت کرنا بجا ہے" بھرپُور طنز ہیں۔ پولس اُن کے بدعت کو قبول کر لینے کی تائید نہیں کر رہا بلکہ اُن میں اِمتیاز کے فقدان اور فریب میں آجانے کا مذاق اُڑا رہا ہے۔

۱۱: ۵۔ اُنہیں چاہئے کہ پولس کو قبول کریں۔ وجہ یہ ہے کہ وُہ "اپنے آپ کو اُن افضل رسُولوں سے کچھ کم نہیں سمجھتا۔"

"افضل رسُولوں" کی ترکیب میں زبردست طنز ہے، یعنی وُہ جھوٹے اُستادوں کو طنزاً "افضل" کہہ رہا ہے۔

مُصلحینِ کلیسیا یعنی ریفارمر اِس آیت کو پاپائی نظریہ کی تردید کے لئے اِستعمال کرتے تھے کہ پطرس سب سے بڑا رسُول ہے اور پوپِ اعظم ہونے کا منصب اُسی سے وراثت میں چلا آتا ہے۔

۱۱:۶ - پولُس کہتا ہے کہ مان لیا مَیں "تقریر میں بے شعُور ہُوں"، مگر بلاشُبہ "عِلم کے اعتبار سے" کم نہیں ہُوں ۔ کرنتھیوں کو یہ حقیقت صاف نظر آنی چاہئے تھی، کیونکہ اُنھوں نے مسیحی ایمان کا "عِلم" پولُس رسول ہی سے حاصِل کیا تھا ۔ جہاں تک خوش تقریری کا تعلق ہے، پولُس میں کُچھ بھی کمی ہوتی، لیکن اُس نے اپنی بات کرنتھی مُقدسین کو سمجھا تو دی تھی ۔ وہ خود اِس کے گواہ تھے ۔

۱۱:۷ - کرنتھیوں نے پولُس کے لئے منفی رویّہ اختیار کر لیا تھا ۔ اگر اِس رویّہ کی وجہ اُس کی سخت باتیں یا اُلجھا ہُوا اندازِ تقریر نہ تھا تو شاید اِس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے "اپنے آپ کو پست کیا" تاکہ وہ "بلند ہو" جائیں ۔ آیت کا باقی حِصّہ اِس کے مفہوم کی وضاحت کرتا ہے ۔ جب رسُول اُن کے پاس تھا تو اُس نے اُن سے کِسی قِسم کی مالی مدد نہیں لی تھی ۔ شاید وہ سوچتے تھے کہ پولُس رسُول نے ایسی پستی اختیار کر کے اور ہمیں بلندی دے کر کوئی خطا کی ہے ۔

۱۱:۸ "مَیں نے اور کلیسیاؤں کو لُوٹا" ۔ یہ ایک ادبی صنعت ہے جس کو "مبالغہ" کہا جاتا ہے ۔ جس میں بھرپور تاثر پیدا کرنے کے لئے بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے ۔ پولُس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس نے دُوسری کلیسیاؤں کو واقعی لُوٹا تھا ۔ مطلب صِرف یہ ہے کہ کرنتھس میں خِدمت کرنے کے دوران وہ دُوسری "کلیسیاؤں" سے مالی مدد حاصِل کر رہا تھا تاکہ وہ کرنتھیوں سے کُچھ لئے بغیر اُن کی خِدمت کر سکے ۔

۱۱:۹ - کرنتھس میں قیام کے دوران ایسے وقت بھی آئے جب پولُس واقعی "حاجتمند" ہو جاتا تھا ۔ کیا وہ کرنتھیوں کو اپنی حاجت بتاتا اور اُن سے کِسی قِسم کی مدد کا طلب گار ہوتا تھا؟ ہرگز نہیں ۔ بعض "بھائیوں نے مکدُنیہ سے آ کر" اُس کی "حاجت" کو رفع کر دیا تھا ۔

رسُول نے کبھی بھی کِسی طرح "کِسی پر بوجھ نہیں ڈالا" ۔ اور اُس کا اِرادہ تھا کہ آئندہ بھی اِسی رویّہ پر کاربند رہوں گا ۔ بحیثیت رسُول اُس کا حق تھا کہ کرنتھی اُس کی ضرُوریات کو پُورا کریں، مگر وہ اپنے اِس حق پر اِصرار کرنے سے "باز رہا" ۔

۱۱:۱۰ - پولُس نے پکا ارادہ کر رکھا تھا کہ "اخیہ کے علاقہ میں کوئی شخص مجھے یہ فخر کرنے سے نہ روکے گا" ۔ یاد رکھیں کہ کرنتھس اخیہ کے علاقے میں واقع تھا ۔ بلاشُبہ یہاں اُس کا اِشارہ اپنے نکتہ چینوں کی طرف ہے جو اُس کے اِس طرح "باز رہنے" کو اُس کے خِلاف ایک دلیل قرار دیتے تھے ۔ کہ چونکہ اُسے احساس ہے کہ مَیں سچا رسُول نہیں ہُوں اِس لئے وہ کرنتھیوں سے مالی

امداد نہیں لیتا (۱۔ کرنتھیوں باب ۹)۔ نکتہ چینوں کے اِن اعتراضوں اور اِلزامات کے باوجود پولس اِس بات پر فخر کرتا رہے گا۔ مَیں کسی قسم کی مالی مدد لئے بغیر کرنتھیوں کی خِدمت کرتا ہُوں۔

۱۱:۱۱۔ وُہ "کِس واسطے" اِس طرح فخر کرے گا؟ کیا اِس لئے کہ وُہ کرنتھیوں سے "محبّت نہیں رکھتا؟" "خُدا جانتا ہے" کہ یہ بات نہیں۔ اُس کا دِل تو کرنتھیوں کی محبّت سے لبریز تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسُول کُچھ بھی کرتا اُس پر تنقید ہی ہوتی تھی۔ اگر کرنتھیوں سے پیسے لیتا تو مُعترضین کہتے کہ وُہ اسی کی خاطر منادی کرتا ہے۔ اگر نہیں لیتا تو الزام ہے کہ اُن سے "محبت نہیں رکھتا"۔ لیکن حقیقت تو "خُدا جانتا ہے"۔ اور پولُس سارا مُعاملہ اُسی پر چھوڑنے پر مطمئن ہے۔

۱۱:۱۲۔ صاف معلُوم ہوتا ہے کہ یہودیت نواز افراد کرنتھیوں سے پَیسے لینے کی نہ صِرف توقع رکھتے تھے، بلکہ مُطالبہ کرتے اور لیتے تھے۔ اکثر فرقہ پرستوں کی طرح جب تک مالی فائدہ نہ ہو، وُہ خِدمت کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ پولُس اپنے ارادہ پر قائم ہے کہ کرنتھس کے ایمان داروں سے مالی فائدہ اُٹھائے بغیر اُن کی خِدمت کرتا رہے گا۔ اگر جھُوٹے اُستاد فخر کرنے میں اُس کا مقابلہ کرنا چاہتے ہوں تو وُہ بھی اُسی کی حِکمتِ عملی کو اپنائیں۔ اِس طرح اُس نے فخر کرنے کے مُعاملے میں اُن کو بے دست و پا کر دیا۔

۱۱:۱۳۔ پولُس نے اِن جھُوٹے اُستادوں کے متعلق جو رائے قائم کی تھی، وُہ اَب تک دبی ہُوئی تھی۔ مگر اب پُورے زور سے ظاہر ہوتی ہے۔ اب وُہ مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ اب وُہ اِن کا پول کھولنے پر مجبُور ہے کہ یہ "جھُوٹے رسُول ... ہیں"۔ مُراد یہ ہے کہ اِن کو خُداوند یسوع مسیح کی طرف سے رسالت نہیں مِلی۔ رسُول ہونے کے لئے مقرر نہیں کیا۔ وُہ خُود ہی رسُول بن بیٹھے ہیں یا لوگوں نے اُن کو رسُول کا رُتبہ دے دیا ہے۔ وُہ تو "دغا بازی سے کام کرنے والے ہیں"۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کا طریقہ کار کیا تھا — وُہ کلیسیا کلیسیا گھُوم کر اپنی جھُوٹی تعلیم کے پیروکار ڈھونڈتے تھے۔ وُہ "اپنے آپ کو مسیح کے رسُولوں کے ہم شکل بنا لیتے ہیں"۔ وُہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسیح کے نمائندہ ہیں۔ پولُس خُود کو ایسے لوگوں کی سطح پر نہیں رکھنا چاہتا۔

جو باتیں پولُس اِن یہُودیت نواز اُستادوں کے بارے میں کہتا ہے، وُہ آج بھی جھُوٹے اُستادوں پر صادِق آتی ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بُرائی اگر جانی پہچانی شکل میں آئے تو ہم کو

پھنسا نہیں سکتی، اِسے کامیابی کے لئے بھیس بدلنا ضروری ہے۔ وہ انسان کو ایسے خیالات اور اُمیدوں سے راغب کرتی ہے جن کو اچھا سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے"۔

۱۱:۱۴- رسول نے ابھی ابھی کہا ہے کہ کرنتھس میں موجود اُس کے معترضین خود کو مسیح کے رسول ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ اُس کے اُستاد کی چالوں کو دیکھتا ہے تو اُسے اُن کی حرکتوں پر چنداں حیرت نہیں ہوتی۔ اِسی لئے وہ کہتا ہے کہ "اور کچھ عجب نہیں کیونکہ شیطان بھی اپنے آپ کو نورانی فرشتہ کا ہمشکل بنالیتا ہے"۔

آج کل شیطان کی تصویر عام طور سے اِس طرح بنائی جاتی ہے کہ ایک کریہہ شکل جانور ہے۔ رنگت گہری سُرخ، سر پر سینگ اور پیچھے ایک دُم ہے۔ لیکن اِس شکل وصورت کا اُس بھیس سے دُور کا بھی تعلق نہیں جس میں وہ اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ شیطان "نورانی فرشتہ کا ہمشکل" بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ خود کو انجیل کا خادم ظاہر کرتا ہے، مذہبی لباس پہنے فیشن ایبل گرجے کے پلپٹ پر کھڑا ہوتا ہے، وہ "خدا، یسوع اور بائبل" جیسے لفظ استعمال کرتا ہے۔ اور سُننے والوں کو جھانسا دیتا ہے کہ نجات نیک اعمال سے یا انسانی خوبیوں سے ہے۔ وہ یہ منادی نہیں کرتا کہ مخلصی مسیح کے خون کے وسیلے سے ہے۔

۱۵:۱۱- جے۔ این۔ ڈاربی نے ایک دفعہ کہا ہے کہ شیطان سب سے زیادہ شیطانی اُس وقت ہوتا ہے جب بائبل اُٹھائے ہوئے ہو۔ یہی خیال اِس آیت میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر شیطان خود بہروپ بھر لیتا ہے، تو تعجب کیسا کہ اُس کے گماشتے بھی ایسا کرتے ہیں؟ وہ کیا بہروپ بھرتے ہیں؟ جھوٹے اُستاد؟ دہریئے؟ بے دین؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ "راستبازی کے خادموں کے ہمشکل" بنتے ہیں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مذہب کے "خادم" ہیں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کو سچائی اور "راستبازی" کی راہ پر لے جا رہے ہیں۔ لیکن ہوتے ہیں وہ اُس شریر کے ایجنٹ۔

"اُن کا انجام اُن کے کاموں کے موافق ہوگا"۔ وہ ہلاک کرتے ہیں۔ وہ ہلاک ہوں گے۔ اُن کے کام لوگوں کو بُرے انجام کی طرف لے جاتے ہیں۔ وہ خود بھی فنا ہو جائیں گے۔ ابدی ہلاکت میں پڑیں گے۔

۵- پولس کا مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانا اُس کی رسالت کی حمایت کرتا ہے (۱۱: ۱۶-۳۳)

۱۱: ۱۶- یہ ساری باتیں کرتے ہوئے پولس کو اُمید ہے کہ ”کوئی“ اُسے ”بیوقوف نہ سمجھے“ گا کہ فخر کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ اُسے بیوقوف سمجھنے پر مُصر رہیں تو ”بیوقوف ہی سمجھ کر مجھے قبول کرو کہ مَیں بھی تھوڑا سا فخر کروں“۔

آیت کے اِس حصے میں لفظ ”بھی“ پر غور کریں۔ یہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جھوٹے اُستاد بہت زیادہ فخر کر رہے تھے۔ پولس کہہ رہا ہے کہ ”اگر تم نے مجھے بیوقوف ہی سمجھنا ہے، جو کہ مَیں نہیں ہوں، تو چلو ایسا ہی سمجھو تاکہ مَیں بھی اِن دوسرے لوگوں کی طرح تھوڑا سا فخر کر لوں“۔

۱۱: ۱۷- اِس آیت کی دو تشریحیں ممکن ہیں۔ بعض کے خیال کے مطابق جو کچھ پولس یہاں کہہ رہا ہے اِلہامی نہیں ہے —— حالانکہ اُس کا ایک ایک لفظ اِلہامی ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ بات اُسے ”خداوند“ کے حکم سے ”نہیں“ پہنچی تھی۔

دوسری تشریح یہ ہے کہ جو کچھ پولس یہاں کہہ رہا ہے —— یعنی فخر کر رہا ہے —— وہ ”خداوند کے طور پر نہیں“۔ اِس مفہوم میں کہ اِس طرح وہ خداوند کے نمونے کی پیروی نہیں کر رہا۔ خداوند نے کبھی فخر نہیں کیا۔

لگتا ہے کہ فلپس پہلے نقطۂ نظر کا حامی ہے۔ وہ اِس آیت کا یُوں ترجمہ کرتا ہے، ”مَیں یہاں خداوند کے حکم کے مطابق بات نہیں کر رہا بلکہ ایک بیوقوف کی طرح کر رہا ہوں، جو فخر کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھا ہو“۔

ہم دوسری تشریح کو ترجیح دیتے ہیں۔ کہ ”فخر“ کرنا ”خداوند کے طور پر نہیں“ تھا۔ اور لگتا ہے کہ پولس اپنے منہ میاں مٹھو بن کر بیوقوفی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ رائیل یُوں تبصرہ کرتا ہے: ”وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنی عقل کے خلاف فخر کرنا پڑا، تاکہ کچھ اہم باتوں کی طرف تمہاری توجہ مبذول کرا سکوں“۔

۱۱: ۱۸- حال ہی میں کرنتھیوں نے اُن افراد سے بہت سی باتیں سُنی تھیں جو بگڑی ہوئی اِنسانی فطرت کے مطابق خودستائی کرتے رہتے ہیں۔ اگر کرنتھی سمجھتے ہیں کہ اُن لوگوں کے پاس اپنی بڑائی کرنے کی کافی وجوہ ہیں تو پولس کہتا ہے کہ میرے اپنے اُوپر فخر کرنے پر بھی غور کریں اور

دیکھیں کہ مناسب بنیاد ہے یا نہیں۔

۱۹:۱۱- پولُس پھر طنز کرتا ہے۔ جو کچھ وہ اُن کو اپنے (پولُس) ساتھ کرنے کو کہہ رہا ہے، وُہی وہ دُوسروں کے ساتھ ہر روز کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اِتنا عقل مند سمجھتے ہیں کہ کِسی بیوقوفی سے دھوکا نہیں کھا سکتے۔ مگر دراصل ایسا ہی ہو رہا تھا۔ وہ ابھی اِس کی وضاحت کرے گا۔

۲۰:۱۱- وہ مذکورہ قسم کے شخص کی برداشت کرنے پر تیار تھے۔

جس شخص کا بیان کیا گیا ہے وہ کون تھا؟ آگے آنے والی باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہودیت نواز شخص ہے یعنی وہ جھوٹا رسُول جو کرنتھیوں کو شکار کر رہا تھا۔ پہلے وہ اُن کو "غلام بناتا ہے"۔ بلاشبہ اِس سے مُراد شریعت کی غلامی ہے (اعمال ۱۰:۱۵)۔ وہ تعلیم دیتا ہے کہ نجات کے لئے مسیح پر ایمان لانا ہی کافی نہیں بلکہ موسیٰ کی شریعت کو بھی ماننا ضروری ہے۔

پھر وہ مقدّسین کو "کھا جاتا ہے"۔ مُراد یہ ہے کہ اُن سے بھاری مالی مطالبات کرتا ہے۔ وہ محبت کی رُو سے اُن کی خِدمت نہیں کرتا بلکہ مالی فائدہ اُٹھانے میں دِلچسپی رکھتا ہے۔

مزید یہ کہ "پھنسا لیتا ہے"۔ یہ اصطلاح مچھلی پکڑنے یا عام شِکار کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ جھوٹا اُستاد اِن لوگوں کو اپنا شِکار بنا لیتا ہے اور جِدھر چاہتا ہے لئے پھرتا ہے۔

اِن لوگوں کی ہمیشہ یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ فخر کرتے اور ڈینگیں مارتے اور اپنے آپ کو دُوسروں سے اعلیٰ و برتر ظاہر کرتے ہیں۔ اور دُوسروں پر نکتہ چینی اور اِعتراض کر کے خود کو بڑا بناتے ہیں۔

اور آخرکار وہ مُقدسین کے "مُنہ پر طمانچہ مارتا ہے" یعنی بہت زیادہ ذلیل کرتا ہے۔ ہمیں اِس بات کو لغوی معنوں میں سمجھنے میں بھی تامل نہیں ہونا چاہئے کہ ہر زمانے میں کلیسیا کے متکبّر سربراہ اکثر اوقات عام ارکینِ کلیسیا کو مارتے بھی رہے ہیں، تاکہ اپنا رُعب اور اختیار دِکھائیں۔

پولُس حیرانی کا اِظہار کرتا ہے کہ کرنتھی اِن جھوٹے اُستادوں کے ہاتھوں اِس قسم کا ذِلت آمیز سلوک "برداشت کر لیتے" ہیں۔ مگر خود اُس کی محبت بھری تنبیہ، آگاہی اور سرزنش کو برداشت کرنے پر تیار نہیں۔

ڈاربی کہتا ہے "حیرت کی بات ہے کہ لوگ جھوٹ اور مکّاری کے ہاتھوں بہت کچھ برداشت کر لیتے ہیں، جبکہ سچائی اور حقیقت کی ایک بات بھی سہنا گوارا نہیں کرتے"۔

۱۱:۲۱۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اِس آیت میں پولُس کہہ رہا ہے کہ "مَیں اپنی کم قدری کرتے ہُوئے یہ کہتا ہُوں گویا کہ جب مَیں شخصی طور پر تمہارے درمیان موجود تھا تو مَیں اس انداز میں اپنا اختیار منوانے سے ڈرتا اور کمزوری دِکھاتا تھا جس طرح یہ (جھوٹے اُستاد) اپنا آپ منواتے ہیں"۔

ایک اور رائے یہ ہے کہ "اِس طرح کہہ کر مَیں اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہُوں، کیونکہ اگر یہی طاقت ہے تو مَیں کمزور ہی رہا ہُوں"۔

فِلپس اِس رائے سے اِتفاق کرتا ہے کہ "مجھے یہ کہتے ہُوئے تقریباً شرم آتی ہے کہ مَیں نے تمہارے سامنے کبھی ایسی دلیری اور بہادری نہیں دِکھائی"۔

پولُس کہہ رہا ہے کہ جس طرح یہ جھوٹے استاد کرتے ہیں اگر یہی طاقت اور قُوّت ہے تو مَیں شرمندہ ہُوں کہ مَیں نے کبھی ایسی طاقت نہیں دِکھائی بلکہ کمزوری ہی دِکھاتا رہا ہُوں۔ لیکن وُہ ساتھ ہی کہتا ہے کہ "جس کسی بات میں" یہ دُوسرے لوگ "دلیر" ہیں تو مجھے بھی اُن کی طرح "دلیر" ہونے کا حق ہے۔ موفٹ کیا خوب کہتا ہے کہ "مَیں اُن کے برابر ہُوں (یاد رکھئے یہ کام بیوقوف کا ہے)"۔ اِس تعارف کے ساتھ ہی پولُس اِس خط کے نہایت ہی خوبصورت حِصّے کا آغاز کرتا ہے۔ اور اپنے اِس دعوے اور حق کو ثابت کرتا ہے کہ مَیں خُداوند یسوع مسیح کا سچّا خادم ہُوں۔

آپ کو یاد ہونا چاہئے کہ کرنتھس کی کلیسیا میں یہ سُوال اُٹھایا گیا تھا کہ کیا پولُس واقعی سچّا رسُول ہے؟ وُہ کیا اَسناد یا ثبوت پیش کر سکتا ہے کہ اُس کی بُلاہٹ خُدا کی طرف سے ہے؟ اور وُہ کِن ثبوتوں کے ساتھ کسی کی تسلّی کرا سکتا ہے کہ وُہ بارہ ۱۲ رسُولوں کے برابر ہے؟

اُس کا جواب تیار ہے، مگر شاید ہم ایسی توقع نہیں کرتے۔ وُہ کوئی ڈِگری یا ڈپلوما نہیں دِکھاتا کہ مَیں نے فلاں سیمنری سے اِمتحان پاس کیا ہے۔ نہ وُہ کوئی باضابطہ خط پیش کرتا ہے جس پر یروشلیم کے بھائیوں کے دستخط تھے کہ اُسے اِس کام کے لئے مخصُوص کیا گیا ہے۔ وُہ اپنی شخصی مہارت اور کامیابیوں کی بات بھی نہیں کرتا، بلکہ وُہ ہمارے سامنے اُن دُکھوں اور تکلیفوں کا اثر انگیز بیان کرتا ہے جو اُس نے خوشخبری کے کام میں برداشت کی تھیں۔ ۲-کرنتھیوں میں درج اِن دِلچسپ کوائف کی رِقّت اور گداز کو بغور دیکھیں۔ تصوّر کیجئے کہ بیباک اور جوانمرد پولُس دریاؤں، سمندروں اور خُشکی پر بھاگا پھرتا ہے۔ مسیح کی محبّت اُسے مجبُور کرتی ہے کہ بشارتی دَوروں میں جگہ جگہ جا پہنچے۔ اور وُہ بے بیان

رنج و مصائب اور تکالیف برداشت کرنے کو صرف اِس لئے تیار ہے کہ لوگوں تک خوشخبری پہنچے اور وہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ اِن آیات کو پڑھ کر ہم متاثر اور شرمسار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

۱۱: ۲۲- جھوٹے اُستاد یہودی الاصل ہونے کا بہت ڈھنڈھورا پیٹتے تھے۔ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اصلاً اور نسلاً "عبرانی" ہیں۔ اِسرائیل کی پُشت اور "ابرہام کی نسل سے ہیں"۔ وہ ابھی تک اِس غلط اعتقادی میں مُبتلا تھے کہ وہ خاندانی شجرہ کے باعث خُدا کی نظر میں مقبول ہیں۔ اُن کو اِحساس نہیں تھا کہ خُدا نے اپنی قوم کو اب برطرف کر دیا ہے، کیونکہ اُس نے مسیح موعود کو رَدّ کیا ہے۔ اُن کو احساس تک نہ تھا کہ اب خُدا کے نزدیک یہودی اور غیر قوم میں کچھ فرق نہیں رہا۔ سب کے سب گنہگار ہیں اور سب مسیح پر ایمان کے وسیلے سے ہی نجات پا سکتے ہیں۔

اِس لحاظ سے فخر کرنا اُن کے لئے بیکار تھا۔ اُن کا شجرہ کسی طرح بھی اُنہیں پولُس سے اعلیٰ و ارفع ثابت نہیں کرتا، کیونکہ پولُس خود عبرانی اور اِسرائیلی ہے اور "ابرہام کی نسل سے" ہے۔ مگر یہ حقیقت اُس کو مسیح کا رسُول ثابت نہیں کرتی۔ چنانچہ وہ جلدی سے اپنی دلیل کا بڑا حصہ پیش کرتا ہے ـــــ ایک بات میں وہ پولُس سے بازی نہیں لے جا سکتے۔ اور وہ ہے رنج اور دُکھ اور تکالیف کا برداشت کرنا۔

۱۱: ۲۳- وہ تو صِرف اپنے دعوے کے مُطابق "مسیح کے خادم ہیں"، مگر پولُس اپنی "محنتوں، قید اور دُکھوں" کے باعث مسیح کا خادِم ہے۔ پولُس رسُول کبھی نہیں بھولتا کہ مَیں اُس نجات دہندہ کا پیرو ہوں جو "مردِ غمناک" اور "دُکھوں کا آشنا" ہے۔ اُس کو اِحساس ہے کہ خادِم اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا۔ اور خادِم یہ توقع نہیں کر سکتا کہ دُنیا میرے مالِک کی نسبت مجھ سے بہتر سلوک کرے گی۔ پولُس کو معلوم ہے کہ مَیں جتنی وفاداری سے مسیح کی خدمت کروں گا، اور جس قدر اپنے منجی کا سا کردار دِکھاؤں گا، اُسی قدر لوگ مجھے زیادہ ستائیں گے۔ دُکھ اور تکالیف اُس کے نزدیک مسیح کے خادِم کا نشان یا طرۂ امتیاز ہیں۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ اِس طرح فخر کرنا "دیوانگی" یا بیوقوفی ہے، مگر اب ضرورت آ پڑی ہے کہ سچ بولا جائے۔ اور سچ یہ ہے کہ دُکھوں اور اِیذاؤں کے حوالے سے اِن جھوٹے اُستادوں کا کوئی نام نہیں ہے۔ اُنہوں نے تو آسان راہ چُن لی تھی۔ وہ ملامت، ایذاؤں اور ذِلت کی راہ سے ہٹ کر اور بچ کر

چلتے تھے۔ اور اسی وجہ سے پولس سمجھتا ہے کہ یہ لوگ مجھ پر حملہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔

رسول اپنے دعویٰ رسالت کے ثبوت میں کئی ایک دکھوں اور تکلیفوں کی فہرست پیش کرتا ہے۔ آئیے اِس فہرست پر ایک نظر ڈالیں۔

"محنتوں میں زیادہ"۔ وہ اپنے بشارتی دوروں کی حدود اور وسعت پر نظر ڈالتا ہے۔ اُس نے بحیرۂ روم کے تقریباً سارے علاقے کا دورہ کرلیا تھا، تاکہ وہاں مسیح کی پہچان ہوجائے۔ لوگ اُس (مسیح) کو جان لیں۔

"قید میں زیادہ"۔ اِس وقت تک پولس کی قیدوں میں سے صرف ایک قید کا ذکر ملتا ہے جو اعمال ۱۶: ۲۳ میں درج ہے۔ یہ وہ موقع ہے جب فلپی میں پولس اور سیلاس کو جیل میں ڈالا گیا تھا۔ اِس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت سی قیدوں میں سے ایک قید تھی۔ قید خانے پولس کے لئے اجنبی نہ تھے۔

"کوڑے کھانے میں حد سے زیادہ"۔ یہودی اور غیر یہودی دونوں ہی اُس کے دشمن تھے۔ یہاں خاصی تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ اُس نے مسیح کی خاطر ان لوگوں سے بارہا کوڑے کھائے۔

"بارہا موت کے خطروں میں رہا ہوں"۔ یہ الفاظ لکھتے ہوئے پولس کو یقیناً یاد آرہا تھا کہ لُسترہ میں کس طرح موت سے بال بال بچا تھا (اعمال ۱۴: ۱۹)۔ علاوہ ازیں اُسے وہ سارے واقعات یاد آرہے ہوں گے جب ایذا رسانی کے نتیجے میں کئی دفعہ وہ موت کے منہ سے نکل آیا تھا۔

۱۱: ۲۴۔ موسیٰ کی شریعت میں کسی شخص کو ایک وقت میں چالیس^{۴۰} سے زیادہ کوڑے لگانے کی ممانعت ہے (استثنا ۲۵: ۳)۔ اِس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ ہم اِس حکم کے نافرمان نہ ہو جائیں یہودی عام طور سے صرف اُنتالیس^{۳۹} کوڑے لگاتے تھے۔ بے شک یہ سزا صرف خاص خاص خطاؤں پر اور صرف اُس صورت میں دی جاتی تھی جب خطا بھاری ہو۔ یہاں پولس رسول بتاتا ہے کہ جو لوگ جسمانی لحاظ سے اُس کے اپنے (یعنی یہودی) تھے اُنہوں نے "پانچ" موقعوں پر اُسے پوری پوری سزا دی تھی۔

۱۱: ۲۵۔ "تین بار بینت لگے"۔ نئے عہد نامہ میں صرف ایک ہی موقع کے بارے میں درج ہے جو فلپی میں پیش آیا تھا (اعمال ۱۶: ۲۲)۔ مگر دو^{۲} اور موقعوں پر بھی پولس کو یہ دردناک اور شرمناک سزا ملی تھی۔

"ایک بار سنگسار کیا گیا"۔ بے شک یہ لُسترہ کا واقعہ ہے۔ اِس کا حوالہ ہم پہلے بھی دے چکے ہیں (اعمال ۱۴: ۱۹)۔ یہ سنگساری اِتنی شدید تھی کہ لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ مر گیا ہے اور اُس کا بدن

گھسیٹ کر شہر کے باہر پھینک دیا تھا۔

”تین مرتبہ جہاز ٹوٹنے کی بلا میں پڑا“۔ پولس کو صرف انسانوں ہی کے ہاتھوں مصائب اور تکالیف نہیں پہنچیں، بعض اوقات اُسے فطرت کی ہنگامہ آرائیوں نے بھی اُس کی دُرگت بنا ڈالی۔ اُس نے جہاز ٹوٹنے کے جن واقعات کا ذکر کیا ہے، اُن میں سے ہمارے لئے کوئی بھی کہیں لکھا نہیں گیا۔ (اعمال باب ۲۷ میں جس واقعہ کا بیان ہے وہ پولس کی بعد کی زندگی میں پیش آیا)

”ایک رات دن سمندر میں کاٹا“۔ یہاں بھی یہی حال ہے کہ اعمال کی کتاب میں درج کوئی واقع بھی اِس بیان کے مطابق نہیں۔ سوال ہو سکتا ہے کہ اِس موقع پر پولس کسی تختے پر تھا یا کھُلی کشتی میں؟ صورتِ حال کچھ بھی ہو، خداوند نے براہِ راست مداخلت کر کے اُس کو سمندر کے ایسے جان لیوا حادثے سے بچایا تھا۔

۱۱:۲۶- ”بارہا سفر میں“۔ اکثر بائبل کے آخر میں نقشے دِئے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ایک پر درج ہوتا ہے ”مقدس پولس کے بشارتی دَورے“۔ اگر آپ عام شاہراہوں کو ظاہر کرنے والی لکیروں کو بغور دیکھیں اور یاد کریں کہ اُس زمانے میں سفر کے وسائل کیسے غیر ترقی یافتہ تھے تو آپ کو احساس ہوگا کہ پولس کے یہ الفاظ کیا معنی رکھتے ہیں۔

اِس کے بعد پولس آٹھ مختلف قسم کے خطرات گنواتا ہے جن سے وہ دوچار ہُوا۔ ”دریاؤں کے خطروں میں“، یعنی ندی، نالوں اور دریاؤں کی طغیانی اور سیلاب۔ ”ڈاکوؤں کے خطروں میں“۔ جن راہوں اور شاہراہوں سے اُس نے سفر کئے وہاں ڈاکو اور راہزن عام ہوتے تھے۔ وہ ”اپنی قوم سے خطروں میں“ رہا، یعنی یہودی اُس کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔ وہ ”غیر قوموں سے خطروں میں“ رہا۔ یہ وہ لوگ تھے جن تک وہ خوشخبری پہنچانے کی کوشش میں رہتا تھا۔ ”شہر کے خطروں میں“۔ مثلاً اُسے لُسترہ، فلپی، کرنتھس اور افسس میں سخت خطروں کا سامنا ہُوا۔ ”بیابان کے خطروں میں“۔ غالباً یہ اِشارہ ہے ایشیائے کوچک اور یورپ کے اُن علاقوں کا جہاں آبادی بہت کم تھی۔ ”سمندر کے خطروں میں“ طوفان، پوشیدہ چٹانیں اور قزّاق۔ اور آخر میں وہ کہتا ہے ”جھوٹے بھائیوں کے خطروں میں“۔ بلاشُبہ یہ اُن یہودی شریعت نوازوں کا ذکر ہے جو مسیحی اُستادوں کا رُوپ دھارے پھرتے تھے۔

۱۱:۲۷- ”محنت اور مشقّت میں“۔ پولس مسلسل اور اَن تھک محنت کرتا تھا۔ ایسی محنت سے تھکن اور ماندگی پیدا ہونا فطری بات ہے۔

"بارہا بیداری کی حالت میں"۔ کئی ایک سفروں کے دوران ضروری ہوتا ہوگا کہ وہ باہر کھلی جگہ میں سوئے۔ مگر چونکہ اُس کے چاروں طرف خطرے منڈلاتے رہتے تھے وہ رات آنکھوں میں کاٹ دیتا ہوگا کہ خطرہ نہ آ دبوچے۔

"بھوک اور پیاس کی مصیبت میں"۔ خداوند کی خدمت کے دوران اس عظیم رسول کو نہ معلوم کتنی دفعہ بھوک اور پیاس برداشت کرنا پڑی۔ "بارہا فاقہ کشی میں"۔ شاید اِس سے مراد رضاکارانہ بھوک ہے۔ لیکن اغلب یہی ہے کہ خوراک کی کمی یا نایابی کے باعث اُسے فاقہ کرنا پڑتا تھا۔

"سردی اور ننگے پن کی حالت میں"۔ موسم میں اچانک تبدیلی، اور یہ حقیقت کہ اُس کے پاس کپڑے اور جُوتے بھی ناکافی ہوتے تھے اُس کی تکلیفوں اور دُکھوں میں اضافے کا باعث ہوتی تھی۔

ہوج کہتا ہے:

> "یہاں عظیم ترین رسول ہمارے سامنے ہے۔ اُس کی کمر بار بار کوڑے کھانے سے زخمی ہے۔ بھوک اور فاقہ کشی سے اور سردی اور ننگے پن سے بدن لاغر ہے۔ یہودی اور غیر اقوام اُس کو دُکھ اور ایذائیں دینے کے درپے ہیں۔ کبھی یہاں، کبھی وہاں، کہیں سر چھپانے کو جگہ نہیں۔ اِس پیرے کو پڑھ کر آج کا محنتی سے محنتی مسیح کا خادم بھی شرم سے مُنہ چھپانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اُنہوں نے اِس رسول کے مقابلے میں کیا کیا ہے یا کون سے دُکھ جھیلے ہیں؟ ہاں، کیسی تسلّی کی بات ہے کہ آج پولس جلال میں بھی ویسا ہی سرفراز ہے جیسا اِس دُنیا میں دُکھ اُٹھانے میں نمایاں تھا!"

۱۱:۲۸ - "اور باتوں کے علاوہ" یعنی وہ باتیں جو عام ڈگر سے ہٹ کر یا غیر معمولی تھیں "سب کلیسیاؤں کی فکر" پولس کو "ہر روز آ دباتی" تھی۔ کیسی اہم بات ہے کہ "یہ فکر" باقی ساری مصیبتوں، دُکھوں اور تکلیفوں کا نقطۂ عروج ہے۔ پولس ایک حقیقی اور سچا چرواہا یعنی پاسٹر تھا۔ وہ خدا کے لوگوں سے محبت رکھتا اور اُن کی فکر کرتا تھا۔ وہ کوئی اُجرتی چرواہا نہیں تھا، بلکہ خداوند یسوع کا سچا نائب چرواہا تھا۔ پاک کلام کے اِس حصّے میں وہ اِسی بات کو ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے، اور ہر معقول شخص دیکھ سکتا ہے کہ اُس نے بازی جیت لی ہے۔

۱۱:۲۹ - یہ آیت گزشتہ آیت سے گہرے طور سے منسلک ہے۔ آیت ۲۸ میں پولس

کلیسیاؤں کے لئے ہر روز کی فکرمندی کا بیان کرتا ہے۔ یہاں وہ اِس فکرمندی کی وضاحت کرتا ہے۔ اگر اُسے پتہ چلتا ہے کہ کوئی مسیحی "کمزور" ہے تو وہ خود اُس کی کمزوری کو محسوس کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے دکھوں میں بڑی ہمدردی سے شریک ہوتا اور دردمندی کے ساتھ اُن دکھوں کو خود محسوس کرتا ہے۔ اگر اُسے خبر ملتی ہے کہ مسیح میں کوئی بھائی ایسا ہے جس کو ٹھوکر لگی ہے تو اُس کا "دِل دُکھتا" ہے۔ جو باتیں خدا کے لوگوں پر اثر کرتی ہیں وہ اُن سے متاثر ہوتا ہے۔ وہ اُن کے المیوں پر غم کھاتا اور اُن کی کامیابیوں اور کامرانیوں پر خوشی مناتا ہے۔ اور یہ ساری باتیں خدا کے خادم کی اعصابی قوت پر بار بنتی ہیں۔ صرف پولس ہی اِس تجربے کو جان سکتا ہے!۔

۱۱:۳۰۔ وہ اپنی کامیابیوں، اپنی نعمتوں، اپنی صلاحیتوں پر نہیں بلکہ اپنی کمزوریوں، اپنی ملامتوں اور اپنی تحقیر پر فخر کرتا ہے۔ عام آدمی اِن باتوں پر فخر نہیں کیا کرتے اور نہ اِن سے اُن کی شہرت اور نیک نامی ہوتی ہے۔

۱۱:۳۱۔ اپنی تحقیر اور اپنی کمزوریوں پر سوچتے ہوئے فطری طور پر پولس کا ذہن اپنی زندگی کے سب سے ذِلت آفرا لمحے کی طرف چلا جاتا ہے۔ اگر اُسے اُن باتوں پر فخر کرنا ہے جن کا تعلق اُس کی کمزوری سے ہے تو پھر وہ اپنے اُس تجربے کا ذِکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اُسے دِمشق کی راہ پر ہوا تھا۔ کسی اِنسان کا ایسے ذِلت افزا تجربے پر فخر کرنا انسانی فطرت کے ایسا خلاف ہے کہ یہاں پولس "خدا" کو گواہ ٹھہراتا ہے کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔

۱۱:۳۲۔ اِس واقعہ کی مزید تفاصیل اعمال ۹:۱۹-۲۵ میں درج ہیں۔ پولس "دمشق" کے قریب تبدیل ہوا اور مسیح خداوند پر ایمان لایا تھا۔ اِس کے بعد وہ دمشق کے عبادت خانوں میں خوشخبری کی منادی کرنے لگا۔ پہلے تو لوگ متجسس ہو کر اُس کی منادی میں دِلچسپی لینے لگے، لیکن چند ہی دِنوں بعد یہودیوں نے اُس کو جان سے مار ڈالنے کی سازش کر لی۔ اُنہوں نے شہر کے پھاٹکوں پر دِن رات پہرہ بٹھا دیا تاکہ اُس کو پکڑ لیں۔

۱۱:۳۳۔ ایک رات شاگردوں نے پولس کو "ٹوکرے میں (بٹھا کر) کھڑکی کی راہ دیوار پر سے لٹکا دیا"، یعنی شہر کی فصیل کے باہر زمین پر اُتار دیا۔ یوں وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

لیکن پولس اِس واقعہ کا تذکرہ کیوں کرتا ہے؟ جے۔ بی۔ واٹسن کا خیال ہے کہ:

> "پولس ایک ایسے واقعہ کو چن لیتا ہے جس کو لوگ شرم اور تحقیر کا باعث سمجھتے ہیں، اور اُس کو اس بات کے ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے کہ اُس کی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت مسیح خداوند کی خدمت کرنے کو حاصل ہے۔ جس کی خاطر وہ اپنے شخصی فخر کو بالائے طاق رکھ کر وہ کام کر گزرا جس کے باعث دوسرے لوگوں کی نظروں میں بزدل دکھائی دیا۔"

و۔ پولس کے مکاشفات اُس کی رسالت کی حمایت کرتے ہیں

(۱۲: ۱-۱۰)

۱۲: ۱- پولس کی خواہش تو یہ ہے کہ اُسے فخر کرنا ہی نہ پڑتا۔ یہ کوئی قابلِ تحسین یا "مفید" بات نہیں۔ مگر اُن حالات میں فخر کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ فیصلہ کرتا ہے کہ پہلے میں اپنی خدمت کا سب سے ہلکا اور ذلت انگیز واقعہ بیان کروں اور پھر سب سے اعلیٰ اور سرفراز کرنے والے واقعے کا ذکر کروں۔ وہ "خداوند" کے ساتھ ذاتی ملاقات کا بیان کرتا ہے۔

۱۲: ۲- پولس "ایک شخص" کو جانتا تھا جس کو "چودہ[۱۴] برس" پہلے یہ تجربہ ہوا تھا۔ اگرچہ وہ اِس شخص کی شناخت نہیں کرواتا لیکن اِس امر میں کوئی شک نہیں کہ وہ شخص پولس خود ہے۔ ایسا اعلیٰ و ارفع تجربہ بیان کرتے ہوئے وہ اپنی ذات کا ذکر کرنے پر تیار نہیں ہو سکتا، بلکہ عام سے انداز میں بات کرتا ہے۔ جس شخص کا وہ ذکر کرتا ہے وہ "مسیح میں" تھا، یعنی سچا مسیحی تھا۔

۱۲: ۳- پولس کو معلوم نہیں کہ اِس تجربے کے دوران وہ "بدن سمیت" تھا یا "بغیر بدن کے"۔ بعض علما کا خیال ہے کہ پولس کو یہ تجربہ کسی ایک ایذا رسانی کے موقع پر ہوا تھا۔ مثلاً لسترہ میں اُس پر جو سختی بیتی تھی۔ اُن کا کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ واقعی مر گیا اور آسمان پر پہنچ گیا ہو۔ لیکن متن ایسی تشریح کا نہ مطالبہ کرتا ہے نہ تائید۔ دراصل اگر پولس کو خود معلوم نہ تھا کہ وہ "بدن سمیت" تھا یا "بغیر بدن کے"۔ یعنی زندہ تھا یا مُردہ تو نہایت عجیب بات ہو گی کہ جدید مفسرین اِس موضوع پر مزید روشنی ڈال سکیں۔

اہم بات تو یہ ہے کہ یہ شخص "تیسرے آسمان تک اُٹھا لیا گیا"۔ پاک کلام میں تین[۳] آسمانوں تک ہی کا ذکر ملتا ہے۔ پہلا تو یہ فضا ہے جو ہمارے اُوپر ہے، یعنی یہ نیلا آسمان۔ دُوسرا سورج اور ستاروں والا آسمان ہے۔ اور تیسرا سب سے اُوپر ہے جہاں خدا کا تخت ہے۔

اگلے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ پَولُس اُسی مُبارک جگہ پر تھا جہاں خُداوند یسوع اپنی مَوت کے بعد توبہ کرنے والے ڈاکو کو لے گیا تھا، یعنی خُدا کا مسکن۔

۱۲: ۴- پَولُس نے "فردوس" کی زبان سُنی اور سمجھی۔ لیکن اُسے اجازت نہ تھی کہ زمین پر واپس آکر اُن باتوں کو دُہرائے۔ وُہ کہتا ہے کہ وُہ باتیں "کہنے کی نہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ وُہ باتیں ایسی پاک اور مقدس ہیں کہ اِس دُنیا میں اُن کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جی۔ کیمبل مورگن لکھتا ہے:

> "کچھ لوگ وُہ ہیں جو اپنی رویاؤں اور مکاشفوں کا بیان کرنے سے جھجکتے نہیں۔ سُوال یہ ہے کہ کیا اُن کا شوق ثبوت نہیں ہے کہ یہ رویائیں اور مُکاشفے "خُدا کی طرف سے نہیں"؟ جب یہ دِئے جاتے ہیں (اور بلاشُبہ مخصُوص حالات میں خُداوند کے خادِموں کو عطا ہوتے ہیں) تو ایک پُرا احترام اور عقیدت مندانہ مُہرِ سکُوت لگ جاتی ہے۔ یہ رویائیں اور مُکاشفے اِتنے سنجیدہ، اتنے بارُعب، اِتنے حیرت افزا ہوتے ہیں کہ اِنہیں عام انداز میں بیان کرنا یا اِن پر بات کرنا ممکن ہی نہیں۔ لیکن اِن کا اثر زِندگی اور خدمت میں نمایاں ہوتا رہتا ہے"

۱۲: ۵- کمزوری پر فخر کرتے ہُوئے پَولُس اپنا ذِکر کرنے میں کوئی تامل محسُوس نہیں کرتا۔ لیکن جب خُداوند کی رویاؤں اور مکاشفوں کی بات ہو، تو وُہ اِن کا براہِ راست اِطلاق اپنے اُوپر نہیں کرتا، بلکہ اِس تجربے کا بیان ایک غیر شخصی انداز میں کرتا ہے، گویا یہ تجربہ کسی دُوسرے شخص کو حاصِل ہُوا ہے۔ وُہ اِنکار نہیں کرتا کہ وُہ شخص مَیں (پَولُس) ہی تھا۔ صِرف خُود کو شخصی طور پر اور براہِ راست شامِل کرنے سے اِحتراز کرتا ہے۔

۱۲: ۶- اَور بھی کئی بڑے بڑے تجربات ہیں جِن پر رسُول "فخر" کر سکتا ہے۔ اور اگر فخر کرنا "چاہے" بھی تو "بیوقوف" نہ ٹھہرے گا کیونکہ "سچ" بولے گا۔ مگر وُہ ایسا کرنے پر آمادہ نہیں۔ کیونکہ وُہ چاہتا ہے کہ "کوئی مجھے اُس سے زیادہ نہ سمجھے جَیسا مجھے دیکھتا ہے یا مُجھ سے سُنتا ہے"۔

۱۲: ۷- یہ حِصّہ خدا کے خادم کی زِندگی کا صحیح صحیح بیان کرتا ہے۔ اُس کی زِندگی میں پست ترین لمحات بھی آئے، مثلاً دمشق والا واقعہ۔ پھر بلند ترین لمحات بھی آئے مثلاً اُس کا مسرّت بخش مکاشفہ۔ لیکن عام طور سے کسی ایسے تجربے سے گزرنے کے بعد خداوند اپنے خادِم

کو ایسے تجربے میں سے بھی گزرنے دیتا ہے جس کو پولس "جسم میں کانٹا" کہتا ہے۔ یہاں اِسی کا بیان ہے:

اِس آیت سے ہمیں بہت سے انمول سبق حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل۔ کہ خدا کے مکاشفات بھی ہمارے اندر کے "جسم" کو درست نہیں کر سکتے۔ رسول کے فردوس کی زبان اور باتیں سننے کے بعد بھی اُس کی فطرت وہی پرانی ہی رہی اور خطرہ رہا کہ فخر کے پھندے میں پھنس جائے۔

آر۔ جے۔ رئیڈ کہتا ہے:

> "مسیح میں ایک شخص" خدا کی حضوری میں جب فردوس کی باتیں سنتا ہے تو محظوظ ہوتا ہے۔ مگر زمین پر واپسی پر اُسے "جسم میں کانٹے" کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ ڈر تھا کہ اُس کے اندر کا "جسم" فردوس کے تجربے پر فخر کرنے لگے۔

"جسم میں کانٹا" ــــ یہ کیا تھا؟ ہم صرف اِتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کوئی جسمانی تکلیف تھی جو خدا نے پیدا ہونے دی۔ اِس حقیقت میں بھی کوئی شک نہیں کہ اِس "کانٹے" کی وضاحت نہ کرنے میں بھی خداوند کا مقصد ہے۔ کہ تمام زمانوں میں جب مقدسین پر دُکھ اور آزمائشیں آئیں تو وہ پولس رسول کے ساتھ گہری قربت محسوس کریں۔ اُس کی یہ تکلیف کیا تھی؟ آنکھ کی بیماری؟ کان کا درد؟ ملیریا بخار؟ آدھے سر کا درد؟ کوئی ایسی خامی کمزوری جس کا تعلق پولس کے بولنے یا زبان کے ساتھ تھا؟ مورہیڈ بیان کرتا ہے کہ "اِس (کانٹے) کی نوعیت پوشیدہ رکھی گئی ہے تاکہ پولس کے اس گمنام مگر دردناک تجربے سے اُن سب کی حوصلہ افزائی اور مدد ہو جو دُکھ بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔" ہو سکتا ہے ہماری آزمائش اور تکالیف پولس سے بالکل مختلف ہوں، مگر اِن سے وہی عمل اور فوائد پیدا ہونے چاہئیں۔

پولس اِس "جسم میں کانٹا" کو "شیطان کا قاصد" کہتا ہے۔ ایک لحاظ سے یہ شیطان کی کوشش تھی کہ پولس کو خداوند کا کام کرنے سے باز رکھے۔ لیکن خدا شیطان سے بڑا ہے اور اُس نے پولس کو حلیم رکھ کر اِس "کانٹے" کو خداوند کے کام میں افزائش کے لئے استعمال کیا۔ مسیح کی کامیاب خدمت کا انحصار کمزور خادم پر ہوتا ہے۔ وہ جتنا زیادہ کمزور ہوگا مسیح کی قوت اُتنی ہی زیادہ اُس کی منادی کے ساتھ ہوتی ہے۔

۱۲: ۸۔ اِس کے بارے میں پولس نے "تین بار خداوند سے التماس" کی کہ اُس کے "جسم میں کانٹا" دُور ہو جائے۔

۱۲ : ۹ - اُس کی دُعا کا جواب دیا گیا۔ لیکن جواب اُس کی توقعات کے مطابق نہیں تھا۔ ایک لحاظ سے خدا نے پولُس سے کہا "مَیں اِس کانٹے کو دُور نہیں کروں گا، بلکہ تُجھ بہتر بات کروں گا۔ مَیں تجھے اِس کو برداشت کرنے کا فضل دُوں گا۔ اور پولُس، یاد رکھ، کہ اگرچہ مَیں نے تجھے وہ نہیں دیا جس کی تُو نے درخواست کی تھی، مگر تجھے وہ چیز دے رہا ہُوں جس کی تجھے بہت ضرورت ہے۔ تُو چاہتا ہے کہ تیری منادی میں میری قوت اور طاقت تیرے ساتھ ہو۔ خوب، تو اِس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تُو کمزور رہے"۔

پولُس نے تین۳ دفعہ یہ درخواست کی اور تینوں دفعہ خدا نے یہی جواب دیا۔ اور ساری دُنیا میں دُکھ اُٹھانے والے اپنے لوگوں کو آج بھی خدا یہی جواب دے رہا ہے۔ مصیبتوں کو دُور ہٹا لینے سے بہتر ہے کہ خدا کے بیٹے کی قربت اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اُس کی قوت اور توفیق کا تجربہ ہو۔

غور کریں کہ خدا کہتا ہے "میرا فضل تیرے لئے کافی ہے"۔ ہمیں یہ درخواست کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہمیں "کافی" فضل دے۔ وہ پہلے ہی "کافی ہے"!

پولُس رسول خداوند کے جواب سے پُورے طور پر مطمئن ہے۔ اِس لئے وہ کہتا ہے کہ "پس مَیں بڑی خوشی سے اپنی کمزوری پر فخر کروں گا تاکہ مسیح کی قدرت مجھ پر چھائی رہے"۔

جب خداوند نے اپنے عمل کی حکمت اُس کو بتائی تو پولُس نے کہا کہ یہی تو حالت ہے جس میں مَیں رہنا چاہتا ہُوں۔ اِس لئے وہ کانٹے کے بارے میں بڑبڑانے اور شکوہ کرنے کی بجائے "اپنی کمزوری پر فخر" کرنا بہتر سمجھتا ہے۔ اب وہ گھٹنوں کے بل گر کر اپنی کمزوری کے لئے خداوند کا شکر ادا کرتا ہے۔ وہ بڑی خوشی سے اِس کو برداشت کرنے پر تیار ہے "تاکہ مسیح کی قدرت مجھ پر چھائی رہے"۔ جے۔ آسولڈ سینڈرز اِسی بات کو نہایت عمدگی سے بیان کرتا ہے۔

> دُنیا کا فلسفہ یہ ہے کہ "مجبوری کا نام شکریہ ہے یا گلے پڑا ڈھول بجانا ہی پڑتا ہے"۔ لیکن پولُس نہایت خوشدلی سے گواہی دیتا ہے کہ "مجبوری سے لطف اندوز ہُوا جا سکتا ہے، گلے پڑے ڈھول پر خوبصورت دھن بجائی جا سکتی ہے۔ مَیں کمزوریوں، دُکھوں، محتاجیوں اور مشکلوں سے لطف اندوز ہوتا ہُوں"۔ وہ ثابت کرتا ہے کہ خدا کا فضل اِتنا عجیب ہے کہ وہ اِس کی بھرپُوری سے فائدہ اُٹھانے کے لئے نئے نئے موقعوں کو خوش آمدید کہتا ہے۔ "مَیں اپنے کانٹے پر

بڑی خوشی سے فخر کرتا ہوں . . . اِس سے لُطف اندوز ہوتا ہوں"۔

۱۲: ۱۰- یہ فطری بات ہے کہ جن تجربات کی فہرست یہاں دی گئی ہے، ہم اُن میں "خوش" نہیں ہو سکتے۔ لیکن اِس آیت کو سمجھنے کی کلید اِن الفاظ میں ہے کہ "مسیح کی خاطر"۔ ہمیں "مسیح کی خاطر" اور اُس کی خوشخبری کے پھیلاؤ کی خاطر وہ سب کچھ برداشت کرنے پر تیار ہونا چاہئے جو ہم عام حالات میں اپنی خاطر یا کسی عزیز کی خاطر برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

جب ہم کو اپنی کمزوریوں اور نکمے پن کا احساس ہوتا ہے تو ہم خدا کی قدرت پر زیادہ اِنحصار کرتے ہیں۔ اور جب ہم پورے طور پر اُس پر اِنحصار کرتے ہیں تو اُس کی قدرت ہم میں ظاہر ہوتی ہے اور ہم صحیح معنوں میں "زور آور" ہوتے ہیں۔

ولیم ولبر نے سلطنتِ برطانیہ سے غلامی کے خاتمے کی جنگ کا آغاز کیا۔ وہ جسمانی لحاظ سے لاغر اور کمزور تھا۔ لیکن وہ خدا پر مضبوط ایمان رکھتا تھا۔ بوسویل اُس کے بارے میں کہتا ہے "جو مجھے جھینگا مچھلی لگتا تھا، اُس کو مَیں نے وھیل مچھلی بنتے دیکھا"۔

اِس آیت میں پولُس متی ۵: ۱۱، ۱۲ میں درج خداوند کے حُکم کی تعمیل کر رہا ہے۔ جب لوگ اُس کو لعن طعن کرتے اور ہر طرح سے ستاتے تھے تو وہ خوشی مناتا تھا۔

ز- پولُس کے عجیب کام اُس کی رسالت کی حمایت کرتے ہیں

(۱۲: ۱۱-۱۳)

۱۲: ۱۱- یہاں معلوم ہوتا ہے کہ پولُس اپنے فخر کرنے پر تنگ آ گیا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ اِس طرح فخر کر کے مَیں "بیوقوف" بنا ہوں۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مگر دراصل کرنتھیوں نے اُسے "مجبور" کر دیا تھا۔ جب نکتہ چینیوں نے اُس پر اِلزام لگائے تو کرنتھیوں کو چاہئے تھا کہ اُس کی تعریف کرتے۔ اپنی ذات میں اگرچہ وہ "کچھ نہیں" تھا تو بھی وہ کسی بات میں "اُن افضل رسولوں سے . . . کم نہیں" تھا جن پر وہ فخر کرتے تھے۔

۱۲: ۱۲- وہ کرنتھیوں کو یاد دلاتا ہے کہ جب مَیں نے کرنتھس میں تمہارے پاس آ کر خوشخبری کی منادی کی تو خدا نے "رسول ہونے کی علامتوں" کے وسیلے سے میری منادی کی تصدیق کی۔ یہ "علامتیں" معجزوں کی قدرت تھی جو خدا نے رسولوں کو عطا کی تھی تاکہ اُن کے سننے والے جان لیں کہ اُن کو واقعی خداوند نے بھیجا ہے۔

"نشانوں اور عجیب کاموں اور مُعجزوں"۔ یہ لفظ تین ۳ مختلف قِسم کے مُعجزوں کا بیان نہیں کرتے، بلکہ مُعجزوں کو تین مُختلف پہلوؤں سے دیکھنے کا بیان کرتے ہیں۔ "نشان" وُہ مُعجزے تھے جو اِنسانی عقل تک کوئی مخصوص مطلب پُہنچاتے تھے۔ "عجیب کام" اِتنے عجیب مُعجزے تھے جو اِنسانوں کے جذبات کو اُبھارتے تھے، اور "معجزوں" سے مُراد وُہ مُعجزے ہیں جن سے فوق البشر قُدرت کا اِظہار ہوتا تھا۔

غور کریں کہ پَولُس کہتا ہے "رسُول ہونے کی علامتیں" کرنتھیوں کے درمیان ظاہر ہُوئیں۔ وُہ فعل مضارع اِستعمال کرتا ہے۔ وُہ اُن کے لئے اپنی بڑائی نہیں کرتا، بلکہ کہتا ہے کہ خُدا نے میرے وسیلے سے یہ علامتیں دِکھائیں۔

۱۲:۱۳۔ جہاں تک مُعجزوں کے ظاہر ہونے کا تعلق ہے کرنتھس کی کلیسیا "اَور کلیسیاؤں سے کم" نہیں تھی۔ اُنہوں نے بھی پَولُس کے ہاتھوں سے اُتنے ہی مُعجزے دیکھے تھے جتنے "اَور کلیسیاؤں" نے جہاں وُہ گیا تھا۔ کونسے معنوں میں وُہ "اَور کلیسیاؤں سے کم ٹھہرے"؟ پَولُس کو صِرف ایک فرق نظر آتا ہے کہ اُس نے اُن پر مالی "بوجھ نہ ڈالا" تھا، یعنی اُس نے کرنتھیوں سے مالی اِمداد لینے کا مُطالبہ نہیں کیا تھا۔ اگر وُہ سمجھتے ہیں کہ اِس طرح ہم "اَور کلیسیاؤں سے کم" ٹھہرتے ہیں تو پَولُس اپنی اِس "بے اِنصافی" کی مُعافی مانگتا ہے۔ رسُول ہونے کی صِرف ایک یہ علامت تھی جس پر اُس نے اِصرار نہیں کیا۔

ح۔ پَولُس کا اِلتوا میں پڑا ہُوا کرنتھس کا دَورہ (۱۲:۱۴ - ۱۳:۱)

۱۲:۱۴۔ "دیکھو۔ یہ تیسری بار مَیں تمہارے پاس آنے کے لئے تیار ہُوں"۔ اِس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وُہ کرنتھس جانے کے لئے تین ۳ بار تیار ہُؤا، لیکن گیا صِرف ایک دفعہ۔ دُوسری دفعہ اِس لئے نہیں گیا تھا کہ اِیمان داروں سے سختی سے نمٹنا نہیں چاہتا تھا۔ اب وُہ "تیسری بار" وہاں جانے کو "تیار" ہے، اور یہ اُس کا دُوسرا دَورہ ہوگا۔

یا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وُہ "تیسری بار" وہاں جانے والا تھا۔ پہلے دَورے کا بیان اعمال ۱۸:۱ میں درج ہے۔ دُوسرے دَورے میں وُہ "غمگین" ہُؤا تھا (۲-کرنتھیوں ۲:۱، ۱۳:۱) اور یہ تیسرا دَورہ ہوگا۔

پَولُس اِرادہ رکھتا ہے کہ جب وہاں جائے گا تو اُن پر "بوجھ نہ ڈالے گا"۔ بلاشبہ

مطلب یہ ہے کہ اُن سے مالی اِمداد قبول نہیں کرے گا۔ وجہ یہ ہے کہ وُہ اُن کی مادی دولت کے پیچھے نہیں بلکہ خُود اُن کے پیچھے جاتا تھا۔ اُسے چیزوں سے نہیں بلکہ اِنسانوں سے دِلچسپی تھی۔

جہاں تک کرنتھیوں کا تعلق ہے وُہ اُن کے لئے "ماں باپ" کا کردار ادا کرنا چاہتا ہے۔ "کیونکہ لڑکوں کو ماں باپ کے لئے جمع کرنا نہیں چاہئے بلکہ ماں باپ کو لڑکوں کے لئے"۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ روزمرہ زِندگی کا مقولہ ہے۔ عام معمُولات کے مُطابق "ماں باپ" ہیں جو تندہی سے محنت کرتے ہیں تاکہ بچّوں کو خوراک اور پوشاک مُہیّا ہو۔ بچّے ماں باپ کے لئے ایسی فِکر نہیں کرتے۔ اِس لئے پَولُس چاہتا ہے کہ مجھے ویسا ہی کرنے کی اجازت دی جائے جیسا والدین کرتے ہیں۔

اِحتیاط کرنی چاہئے کہ ہم اِس جُملے کے معنی و مقصد کو کھینچ تان کر دُور نہ لے جائیں۔ اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ والدین کو بچّوں کے مُستقبل کے لئے دولت جمع کرنی چاہئے۔ اِس کا تعلق مُستقبل سے نہیں بلکہ حال کی ضرُوریات سے ہے۔ کرنتھس میں خِدمت کرتے ہُوئے پَولُس صِرف اپنی فوری ضروریات کا سوچ رہا تھا۔ اُس نے مصمّم ارادہ کر رکھا تھا کہ مَیں وہاں کے مقدسین پر اِنحصار نہیں کروں گا۔ اُس کے ذہن میں یہ خیال ہرگز نہیں تھا کہ وُہ میرے بُڑھاپے کے لئے پُونجی جمع کریں، یا مَیں اُن کے لئے کُچھ جمع کروں۔

۱۵:۱۲ - پَولُس کو کرنتھس میں رہنے والے خُدا کے لوگوں سے بے اِنتہا محبّت تھی۔ اِس آیت میں ہمیں اِس بیکراں محبّت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وُہ اُن کی رُوحوں کی خاطر اَن تھک محنت اور خِدمت میں اپنے آپ کو بھی "خرچ" کر ڈالنے کو تیار ہے۔ اُس کو اُن کی رُوحانی ترقی اِتنی عزیز ہے کہ اِس مقصد کے لئے اپنی جان تک کو دریغ نہ کرے گا۔ وُہ اُن کے درمیان موجُود جھُوٹے اُستادوں سے کہیں بڑھ کر اُن سے محبّت رکھتا ہے۔ لیکن وُہ اُس سے "کم محبّت" رکھتے تھے، لیکن اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگرچہ اُسے محبّت کا جواب محبّت سے مِلنے کی اُمید نہ بھی ہو، وُہ اُن سے محبّت کرتا رہے گا۔ اِس مُعاملے میں وُہ خُداوند کی سچّی پیروی کر رہا تھا۔

۱۶:۱۲ - پَولُس وُہی الفاظ پکڑ لیتا ہے جو اُس کے معترضین اُس کے خِلاف اِستعمال کر رہے تھے۔ وُہ کہتے تھے کہ "مان لیا کہ پَولُس تُم سے براہِ راست پیسے نہیں لیتا لیکن وُہ فریب اور دھوکے سے تُم سے لے لیتا ہے۔ اُس نے تمہارے پاس نمائندے بھیجے اور وُہ تُم سے پیسے لے کر واپس اُس کے پاس گئے"۔

۱۷:۱۲ - وُہ کہتا ہے کہ اگر مَیں نے براہِ راست یعنی خُود تُم سے کُچھ نہیں اینٹھا تو کیا کُچھ

دُوسرے افراد کو بھیجا جنہوں نے میری خاطر یا میرے واسطے "دغا سے" تم سے کچھ لے لیا ہو؟ پولُس کرنتھیوں سے سیدھا سیدھا سُوال کرتا ہے کہ یہ الزامات جو مجھ پر لگائے گئے ہیں کیا وُہ درست ہیں؟

۱۲: ۱۸-وُہ اپنے سُوال کا خُود ہی جواب دیتا ہے۔ "مَیں نے طِطُس کو سمجھا کر ... بھیجا تھا۔ اور پولُس نے طِطُس کو اکیلا بھی نہیں بھیجا تھا۔ اُس نے ایک اور "بھائی" کو اُس کے ہمراہ بھیجا تھا تاکہ کسی کو اُس کی نیت پر شک کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ جب طِطُس کرنتھس میں آیا تو کیا ہُوا تھا؟ کیا اُس نے اپنے حقوق پر اصرار کیا؟ کیا اُس نے کرنتھیوں سے کہا کہ میری کفالت کرو؟ کیا اُس نے اُن سے کچھ منفعت حاصل کرنے کی کوشش کی؟ نہیں۔ اِس پیرے سے معلُوم ہوتا ہے کہ طِطُس اپنے گزارے کے لئے کوئی دُوسرا کام بھی کرتا تھا۔ اِس کا اشارہ اِس سُوال سے مِلتا ہے کہ "کیا ہم دونوں کا چال چلن ایک ہی رُوح کی ہدایت کے مُطابق نہ تھا؟ کیا ہم ایک ہی نقشِ قدم پر نہ چلے؟" دُوسرے لفظوں میں پولُس اور طِطُس ایک ہی پالیسی پر چلتے تھے کہ کام کریں گے اور کفالت کے لئے کرنتھیوں پر کوئی بوجھ نہ ڈالیں گے۔

۱۲: ۱۹-اِن باتوں سے کرنتھی سوچیں گے کہ پولُس کا مقصد محض "عُذر" پیش کرنا ہے جیسے کہ وُہ اُس کے جج ہوں۔ جبکہ مُعاملہ برعکس ہے کہ وُہ جو کُچھ کر رہا ہے، لکھ رہا ہے "خُدا کو حاضر جان کر" لکھ رہا ہے تاکہ اُن کی "ترقی" ہو۔ وُہ اُنہیں مسیحی زِندگی میں مضبُوط کرنا چاہتا ہے اور اُن کے سامنے جو خطرات ہیں اُن سے خبردار کرتا ہے۔ وُہ اپنی شہرت اور نیک نامی کا دفاع کرنے کی نِسبت اُن کی مَدد کرنے میں زِیادہ دِلچسپی رکھتا ہے۔

"بولتے ہیں"۔ یہاں "لکھتے ہیں" پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا (دیکھئے ۲-کرنتھیوں ۱۳: ۱۰)۔

۱۲: ۲۰-پولُس چاہتا ہے کہ جب کرنتھس جاؤں تو اُن کو آپس میں خوشی اور صُلح سلامتی سے رہتے پاؤں اور وُہ جھوٹے اُستادوں کو رَدّ کر کے رسُولوں کے اختیار کو تسلیم کریں۔ مزید برآں وُہ چاہتا ہے کہ اُن کے پاس جاؤں تو خُوشی کے ساتھ نہ کہ بھاری دِل کے ساتھ۔ اگر اُسے اُن کے درمیان "جھگڑا، حسد، غُصّہ ... شیخی اور فساد" وغیرہ مِلیں تو اُسے کِس قدر دُکھ اور افسوس ہوگا۔

۱۲: ۲۱-آخر یہ کرنتھی پولُس کی خُوشی اور تاج تھے۔ وُہ اُس کا فخر تھے۔ یقیناً وُہ نہیں چاہتا کہ اُن کے پاس جائے تو شرمندہ ہو۔ وُہ ہرگز نہیں چاہتا کہ "مجھے بہتوں کے لئے افسوس

کرنا پڑے جنہوں نے پیشتر گناہ کئے ہیں اور اُس ناپاکی اور حرامکاری اور شہوت پرستی سے جو اُن سے سرزد ہوئی توبہ نہیں کی"۔

اِن "بہتوں" سے جن سے یہ گُناہ "سرزد" ہوئے، پَولُس کی کیا مُراد ہے؟ یہ فرض کرنا معقُول معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ کرنتھس کی کلیسیا ہی میں موجُود تھے۔ ورنہ وُہ کلیسیا کے نام خط میں اِن کا تذکرہ نہ کرتا۔ مگر یہ فرض نہیں کیا جا سکتا کہ وُہ سچے ایمان دار تھے۔ وُہ خصوصیت سے کہتا ہے کہ وُہ یہ گُناہ کرتے تھے۔ اُنہوں نے "توبہ نہیں کی" تھی۔ اور ایک اَور جگہ پر پَولُس واضح کرتا ہے کہ جن لوگوں کی زِندگی میں یہ خصُوصیت ہو وُہ خُدا کی بادشاہی کے وارث نہیں ہو سکتے (۱-کرنتھیوں ۶: ۹، ۱۰) ۔ پَولُس کو اُن پر "افسوس کرنا پڑے گا" کیونکہ اُنہوں نے توبہ نہیں کی لہٰذا اُنہیں کلیسیا سے خارج کرنا پڑے گا۔

ڈاربی توجہ دلاتا ہے کہ اِس باب کا آغاز "تیسرے آسمان" سے اور اختتام زمین پر گھنونے گُناہوں پر ہوتا ہے۔ اور اِن دونوں کے درمیان مداوہ اور علاج ہے ـــ یعنی مسیح کی قُدرت جو رسُول پر چھائی ہُوئی تھی۔

۱۳: ۱۔ پَولُس کرنتھس جانے والا تھا۔ وہاں جائے گا تو ایمان داروں کے اندر گُناہ کے مُعاملات کی تفتیش ہوگی۔ یہ تفتیش اِستثنا ۱۹: ۱۵ میں دَرج خُدا کے اُصُول کے مطابق ہوگی کہ "دو یا تین گواہوں کی زبان سے ہر ایک بات ثابت ہو جائے گی"۔ پَولُس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ مَیں مقدمہ چلاؤں گا۔ یہ کام تو مقامی کلیسیا کرے گی۔ وہ سارے مُعاملے میں مشیر کا کردار ادا کرے گا۔

ط۔ اہلِ کرنتھس خُود پَولُس کی رسالت کے گواہ ہیں (۱۳: ۲-۶)

۱۳: ۲۔ اپنے دُوسرے دَورے کے دوران (جس کا حال کہیں دَرج نہیں) پَولُس نے کرنتھیوں کو مُتنبہ کیا تھا کہ مَیں قصُور واروں کے ساتھ سختی سے پیش آؤں گا۔ "اَب غیر حاضری میں بھی" اُن سب کو "پہلے سے کہے دیتا ہے" کہ جو لوگ گُناہ کرتے رہے ہیں، اُن سے ہرگز "درگزر نہ" کرے گا۔

۱۳: ۳۔ کرنتھی جھُوٹے اُستادوں کے فریب میں آ کر یقین کرنے لگے تھے کہ پَولُس سچا رسُول نہیں ہے، بلکہ اُنہوں نے اُسے چیلنج بھی کیا تھا کہ "ثبوت" دے کہ خُدا کا مُستند

نمائندہ ہے۔ اُس کے پاس کیا سند تھی، کیا ثبوت تھا کہ "مسیح مجھ میں بولتا ہے"؟ پولُس جواب کا آغاز اُن کی گستاخانہ درخواست سے کرتا ہے "کیونکہ تُم اِس کی دلیل چاہتے ہو کہ مسیح مُجھ میں بولتا ہے"۔

پھر وُہ جُملۂ مُعترضہ میں اُن کو یاد دِلاتا ہے کہ مسیح نے میرے وسیلے سے اپنے آپ کو تُم پر "زور آور" ظاہر کیا تھا، یعنی بڑی قدُرت کے ساتھ اُن پر ظاہر ہُؤا تھا۔ اُن کی زِندگیوں میں جو زبردست مُکاشفہ ہُؤا تھا، اُس میں کوئی بات بھی قطعاً "کمزور" نہ تھی یعنی جب وُہ خوشخبری پر ایمان لائے تھے تو مسیح "زور آور" ظاہر ہُؤا تھا۔

۱۳:۴- لفظ "کمزور" اور "زور آور" کے ذِکر سے پولُس کو کمزوری میں سے قوُت کا مُعجزہ یاد آجاتا ہے جو مُنجی کی زِندگی میں اور اب اُس کے خادموں کی زِندگیوں میں نظر آتا ہے۔ ہمارا خُداوند "کمزوری کے سبب سے مصلُوب ہُؤا لیکن خُدا کی قدُرت کے سبب سے زِندہ ہے"۔ چنانچہ اُس کے پیرو اپنے آپ میں تو کمزور ہیں، لیکن خُداوند اُن کے وسیلے سے اپنی "قدُرت" ظاہر کرتا ہے۔ "ہم بھی ۔۔۔ اُس کے ساتھ خُدا کی اُس قدُرت کے سبب سے زِندہ ہوں گے جو تُمہارے واسطے ہے"۔ یہاں پولُس قیامت کا ذِکر نہیں کر رہا بلکہ یہ کہہ رہا ہے کہ جب تُمہارے پاس آؤں گا تو جو لوگ گُناہ کرتے رہے ہیں، اُن کے ساتھ نِمٹنے میں "خُدا کی قدُرت" ظاہر کروں گا۔ وُہ کہتے تھے کہ پولُس کمزور اور قابلِ تحقیر ہے۔ مگر وُہ اُن کو دِکھا دے گا کہ تربیت اور تادیب کے مُعاملے میں وُہ مضبوط اور زور آور ہے۔

۱۳:۵- یہ آیت پیوستہ ہے آیت ۳ کے پہلے حِصّے سے کہ "چونکہ تُم اِس کی دلیل چاہتے ہو کہ مسیح مجھ میں بولتا ہے ۔۔۔" اِس لئے "اپنے آپ کو آزماؤ کہ ایمان پر ہو یا نہیں"۔ وُہ خُود اُس کی رسالت کا ثبُوت تھے۔ اُسی کے وسیلے سے وُہ مسیح کے پاس آئے تھے۔ اگر وُہ پولُس کی اَسناد دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو دیکھیں۔

آیت ۵ کی کئی دفعہ غلط تشریح کی جاتی اور یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ نجات کی تسلّی کے لئے ہمیں "اپنے اندر" دیکھنا چاہئے، جبکہ اِس طرح حوصلہ شِکنی ہوتی اور شک کی راہیں کُھلتی ہیں۔ نجات کا یقین تو سب سے پہلے خُدا کے کلام سے حاصل ہوتا ہے۔ جس لمحے ہم مسیح پر ایمان لاتے ہیں اُسی لمحے بائبل مُقدّس کے اِختیار سے ہم جان لیتے ہیں کہ ہماری نئی پیدائش ہوگئی ہے۔ اور جُوں جُوں وقت گُزرتا جاتا ہے ہمیں نئی زِندگی کی اور شہادتیں بھی مِلتی جاتی ہیں، مثلاً پاکیزگی

کے لئے نئی محبّت، گُناہ کے لئے نئی نفرت، بھائیوں کی محبّت، عملی راستبازی، فرمانبرداری اور دُنیا سے علیحدگی۔

مگر پَولُس کرنتھیوں کو یہ نہیں کہہ رہا کہ اپنی نجات کا ثبُوت تلاش کر لو، بلکہ یہ کہہ رہا ہے کہ اپنی نجات میں میری رسالت کا ثبُوت دیکھو۔

صِرف دو امکانات تھے۔ یا تو "یسوع مسیح" اُن "میں" تھا، یا وہ "نامقبول" تھے، جعلی تھے۔ جس لفظ کا ترجمہ "نامقبول" کیا گیا ہے، وہ اُن دھاتوں کے لئے اِستعمال ہوتا تھا جو آزمائے جانے پر جعلی یا کھوٹی ثابت ہوتی تھیں۔ چنانچہ کرنتھی بھی یا تو سچے ایمان دار تھے، یا اِمتحان میں فیل نکلنے کے باعث "نامقبول" تھے۔

۱۳: ۶۔ اگر وہ اِس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہم کو واقعی اور حقیقی طور پر نجات ملی ہے تو اِس سے یہی بات نکلتی ہے کہ پَولُس اصلی اور سچا رسُول ہے اور "نامقبول نہیں"۔ کرنتھیوں کی زندگیوں میں جو حیرت انگیز تبدیلی آئی تھی وہ جھوٹے اُستادوں کے باعث تو ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔

ی۔ پَولُس کی خواہش کہ کرنتھیوں سے بھلائی کرے (۱۳: ۷۔۔۱۰)

۱۳: ۷۔ پَولُس کرنتھس کی کلیسیا میں گُناہ کرنے والے اراکین کی تادیب اور سرزنش کے موضُوع کو جاری رکھتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ مَیں "خُدا سے دُعا" کرتا ہُوں کہ کرنتھی اپنے درمیان پائے جانے والے گُناہ کی حمایت کر کے "بدی نہ" کریں، بلکہ اِس بات کی مُسلسل کوشش کریں کہ گُناہ کرنے والے ممبران کی تادیب اور بحالی ہو۔ وہ اِس لئے یہ دُعا نہیں مانگتا کہ خود "مقبول معلوم ہو"، یا دُوسرے اُس کو اچھا سمجھیں۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ کرنتھی یہ کام اِس لئے کریں کہ پھر وہ کہہ سکے کہ اُن کی یہ فرمانبرداری میرے اِختیار کی گواہ اور ثبُوت ہے۔ یہاں یہ خیال ہرگز موجود نہیں، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ کرنتھی یہ کام اِس لئے کریں کہ یہی "نیکی" اور "دیانت داری" ہے۔ وہ ہر قیمت پر چاہتا ہے کہ کرنتھی یہ کریں خواہ اِس کے نتیجے میں خود پَولُس "نامقبول" ہی معلوم ہو۔

یہاں ہمیں پھر پَولُس کے بے لوث اور بے غرض ہونے کا ثبُوت مِلتا ہے۔ اُس کی دُعائیہ زندگی میں مقصد ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ دُوسروں کی بھلائی ہو۔ وہ اپنی ناموری کا کبھی خواہاں نہیں ہوا۔ اگر پَولُس چھڑی لے کر کرنتھس جاتا، اور نظم و ضبط اور تربیت و تادیب کے

سلسلے میں اپنی ہدایات منوا کر اپنا اختیار منوا لیتا تو اِس بات کو جھوٹے اُستادوں کے خلاف ایک دلیل کے طور پر پیش کر سکتا تھا ۔ اور کہہ سکتا تھا کہ یہ میرے جائز اختیار کا ثبوت ہے ۔ نہیں ۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ میری غیر حاضری میں کرنتھی خود اپنے طور پر ضروری اِقدام کریں ۔ خواہ اِس طرح وہ اِن شریعت پرستوں اور رسوم پرستوں کی نظر میں نامقبول ہی ٹھہرے ۔

۱۳ : ۸ ۔ اِس آیت میں "ہم" غالباً رسولوں کی طرف اشارہ ہے ۔ پولس کہہ رہا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کریں اِس بات کو مدِ نظر رکھ کر کریں کہ "حق" یعنی خدا کی سچائی کی ترقی ہو ۔ اِس اقدام میں خود غرضی کا رنگ نہیں ہونا چاہئے ، بلکہ تادیب کے معاملے میں بھی شخصی اِنتقام کا خیال تک نہیں ہونا چاہئے ۔ سارے کام میں مدِ نظر یہ رکھنا چاہئے کہ خدا کو جلال ہو، اور ہم ایمان مسیحیوں کا بھلا ۔

۱۳ : ۹ ۔ جہاں تک کرنتھیوں کا تعلق ہے پولس یہاں بھی کمال بے غرضی کا مظاہرہ کرتا ہے ۔ اگر اُس کی کمزوری ، ذِلت اور لعن طعن کا نتیجہ یہ ہُوا کہ کرنتھی "زور آور" ہوئے تو وہ "خوش" ہے ۔ اِس طرح خوشی منانے کے ساتھ ساتھ وہ "دعا بھی" کرتا ہے کہ کرنتھی ایمان دار "کامل" بنیں ۔ گناہ کرنے والے خطاکاروں کے ساتھ تادیبی کارروائی کرنے کے تعلق سے پولس دعا مانگتا ہے کہ وہ پُورے "اور کامل" بنیں ۔ اُس کی دِلی آرزو تھی کہ خدا کی کامل مرضی اُن کی زندگی میں کام کرے ۔ ہوج کہتا ہے کہ "پولس دعا مانگتا ہے کہ وہ اُلجھن اور اَبتری کی حالت سے نکلیں اور کامل طور پر بحال ہوں ۔ اُس تفرقے، جھگڑے اور بُرائی سے نکلیں جس میں وہ پڑے ہوئے تھے" ۔

۱۳ : ۱۰ ۔ اِس خط کے لکھنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ کرنتھی کامل بنیں ۔ وہ ترجیح دیتا ہے کہ "غیر حاضری میں" یہ باتیں لکھے تاکہ مذکورہ نتائج حاصل ہوں ۔ بجائے اِس کے کہ "حاضر ہو کر" اُس کو "اُس اِختیار کے موافق سختی ... کرنا پڑے جو خداوند نے" اُسے "دیا" تھا ۔ لیکن اگر "حاضر ہو کر" بھی اُسے سختی سے پیش آنا پڑتا تو بھی اُن کے "بنانے کے لئے" ہوتا "بگاڑنے کے لئے" نہ ہوتا ۔

ک ۔ خدائے ثالوث کے نام میں پولس کی پُر فضل الوداع

(۱۳ : ۱۱ - ۱۴)

۱۳ : ۱۱ ۔ پولس اب اپنے طوفانی خط کو اچانک ختم کرتا ہے ۔ اُن کو الوداع کہنے (یونانی سلام کا لفظی مطلب ہے "خوش رہو" یا خوشی مناؤ) کے ساتھ وہ اُن کو چار تاکیدیں یا نصیحتیں کرتا

ہے۔ پہلی تاکید "کامل بنو"۔ یہ فعل وہی ہے جو متی ۴: ۲۱ میں جالوں کی مرمت کرنے کے لئے اِستعمال ہؤا ہے۔ مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنے "طور اطوار کی مرمت کرو"۔ عادات کو دُرست کرو۔ کرنتھیوں کو لڑنا جھگڑنا اور گناہ کرنا ترک کر کے ایک دُوسرے کے ساتھ صُلح اور ہم آہنگی سے رہنا ہوگا۔

دُوسری تاکید۔ "خاطر جمع رکھو"، یعنی حوصلہ رکھو۔ مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نصیحت حاصِل کرو۔ پَولُس نے اُن کو زبردست سرزنش اور تنبیہ کی تھی۔ یہاں وُہ کہہ رہا ہے کہ اِن نصیحتوں کو اچھی رُوح میں، خُوشدِلی سے قبول کرو اور اِن پر عمل کرو۔

تیسری تاکید۔ "یکدِل رہو"۔ مسیحیوں کے لئے "یکدِل" رہنے کا صِرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ویسا ہی مزاج رکھیں جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔ اُس کی طرح سوچیں۔ اپنی ساری سوچیں اور دلیلیں مسیح کے تابع اور مُطیع کر دیں۔

چوتھی تاکید۔ "میل ملاپ رکھو"۔ ۱۲: ۲۰ سے صاف معلُوم ہوتا ہے کہ اُن کے درمیان جھگڑے اور تفرقے تھے۔ جب بھی رسُوم پرستی کو داخِل کیا جائے گا ہمیشہ یہی نتیجہ ہوگا۔ اِس لئے پَولُس اُن کو کہتا ہے کہ پہلے خطاکاروں کی سرزنش کرو۔ اُن کو مناسب سزا دو۔ اور اپنے ساتھی مسیحیوں کے ساتھ صُلح اور امن سے رہو۔

اگر وُہ ایسا کرتے ہیں تو "خُدا محبّت اور میل ملاپ کا چشمہ" اُن کے "ساتھ ہوگا"۔ بے شک ایک لحاظ سے خُداوند "ہمیشہ" اپنے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وُہ اِن باتوں میں اُس کے فرمانبردار ہوں تو وُہ خاص طور پر اپنی قُربت اور محبّت کا اِظہار کرتا ہے۔

۱۳: ۱۲- "پاک بوسہ"۔ رسُولوں کے زمانے میں "پاک بوسہ" مسیحیوں کے سلام کا مخصُوص حِصّہ تھا۔ اِس کو ایک "پاک" بوسہ کا نام دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مصنُوعی محبّت اور اُلفت کی علامت نہیں بلکہ اخلاص اور سچائی کی علامت تھا۔ آج بھی کئی مُلکوں میں مسیحیوں کے درمیان اِس کا رواج ہے۔ مگر بعض مُعاشروں میں "پاک بوسے" کی بجائے مُصافحہ کرنے اور گلے مِلنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہوج کہتا ہے:

> "یہ کوئی دائمی حُکم نہیں، بلکہ حُکم کی رُوح یہ ہے کہ مسیحی اپنی باہمی محبت کا اِظہار اِس طرح کیا کریں جو اُن کے زمانے اور مُعاشرے کو منظُور اور قبول ہو"۔

۱۳:۱۳ - "سب مُقدّس لوگ تُم کو سلام کہتے ہیں"۔ اِس سلام نے کرنتھیوں کو یاد دِلا دیا ہوگا کہ وُہ کِتنی وسیع رفاقت میں شامِل کئے گئے ہیں اور کہ دُوسری کلیسیاؤں کی نظریں اُن کی ترقی اور خُداوند کی فرمانبرداری پر لگی ہُوئی ہیں۔

۱۳:۱۴ - یہ نئے عہد نامہ کے نہایت ہی خوبصورت کلماتِ برکت ہیں۔ اِس میں تثلیث کے تینوں اقانیم موجُود ہیں۔

لنیسکی یُوں کہتا ہے:

> "میرے سامنے عظیم رسُول کی یہ تصویر اُبھرتی ہے کہ وُہ کرنتھیوں کے اُوپر ہاتھ بڑھائے نئے عہد نامہ کی اِس گہری برکت کے اَلفاظ بول رہا ہے۔ اُس کی آواز خاموشی میں اُتر جاتی ہے۔ لیکن برکت ہمارے دِلوں پر رہ جاتی ہے۔"

گلتیوں

تعارف

"ساری دُنیا اور ہر زمانے کے لئے رُوحانی آزادی کا مُنشورِ اعظم" (چارلس آر۔ ارڈمین)

۱۔ مُستند کُتبِ مُقدسہ میں یکتا درجہ

انگریزی بولنے والی قوموں کا ایک بہت بڑا حصّہ، اور فرانسیسی قوم نسلاً Celtic[1] ہیں —— یعنی سکاچ، آئرش، ویلش[2] یا بریٹان[3]۔ یہ نسلی گروہ یہ جان کر بہت ہی خوش ہوں گے کہ پولُس رسُول کے اوّلین خطوط میں سے ایک اِن کے آبا واجداد کو لکھا گیا تھا۔ (گلتیہ، Celt اور گال (قدیم فرانس) کے الفاظ آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں)۔

تقریباً ۲۷۸ ق م میں یورپی گالوں کی ایک بڑی تعداد نقل مکانی کر کے اُس علاقے میں آ گئی جو آجکل ترکی کہلاتا ہے۔ اُن کی حدُود پکی ہو گئیں اور اُن کا مُلک "گلتیہ" کہلایا۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ کئی باتوں میں Celtic خصائص نظر آتے ہیں۔ مثلاً گلتیوں کی تبدّل پذیری (متلون مزاجی) (اعمال باب ۱۳، گلتیوں ۳: ۱ وغیرہ)۔

یہ مُعاملہ تو جو ہو، سو ہو، لیکن گلتیوں کے نام پولُس رسُول کا خط ابتدائی مسیحیت میں بہت فیصلہ کُن کردار ادا کرتا ہے۔ کچھ مُفسّر اِس خط کو رومیوں کے نام خط کا "پہلا مسودہ" سمجھتے ہیں (کیونکہ اِس میں بھی فضل کی خوشخبری، ابرہام، شریعت وغیرہ کے موضوعات پر اُسی انداز میں بات کی گئی ہے)۔ گلتیوں کے نام خط مسیحیت کو شریعت پرست یہودیت کا ایک فرقہ بننے سے روکنے کی نہایت جذباتی اور پُرزور کوشش ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ خُود گلتیوں کا ردِّ عمل کیا تھا، لیکن فضل کی خوشخبری جو شریعت کے کاموں سے الگ رہی، وُہ واقعی فتح مند ہُوئی اور مسیحیت تمام دُنیا میں پھیل گئی۔

---

[1] ہند جرمنی زبانوں کی ایک شاخ [2] ویلز کے باشندے [3] فرانس کے عِلاقہ برٹینی کے باشندے

اِصلاحِ کلیسیا کے زمانے میں گلتیوں کا خط لوتھر کے لئے اِتنا اہم بن گیا تھا کہ وُہ اِسے "میری کیتھی" (اُس کی بیوی کا محبّت بھرا نام) کہا کرتا تھا۔ اُس نے گلتیوں کی تفسیر لکھی۔ اِس تفسیر نے صرف عُلما ہی کو نہیں، عام لوگوں کو بھی بے حد مُتاثر کیا۔ یہ آج بھی چھپتی اور پڑھی جاتی ہے۔

۲۔ تصنیف

اِس حقیقت پر کبھی کوئی وزنی اِعتراض نہیں ہُوا کہ پَولُس ہی گلتیوں کے خط کا مُصنّف ہے۔ پالیکارپ، اِغناطیسیُوس، یُوسطین شہید، اور اِرینیَس، ایرینیئس، طرطُلیان اور سکندریہ کے کلیمینس نے اِس خط سے اِقتباسات کئے ہیں۔ مُرتوروی فہرستِ اسفار میں بھی اِس کو پَولُس کی تصنیف مانا گیا ہے۔ اِس خط کا اسلوب اور زبان یہودیت نوازی کے سخت خِلاف ہے۔ غالباً اِسی وجہ سے مارقیون اِسے اپنی فہرستِ کُتب میں اوّل جگہ دیتا ہے۔ چنانچہ خارجی شہادتیں بُہت مضبُوط ہیں۔

اِس خط کے پَولُس کی تصنیف ہونے کی داخلی شہادتوں کا آغاز ۱:۱ سے ہوتا ہے جہاں وُہ اپنا ذِکر کرتا ہے۔ اور پھر ۵:۲ ("مَیں پَولُس") اور اختتام کے قریب ۶:۱۱ ("مَیں نے کیسے بڑے حرفوں ...") بھی یہی شہادت دیتے ہیں۔ کئی لوگوں کا خیال ہے کہ ۶:۱۱ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پَولُس کو آنکھ کا مرض تھا۔ شاید اِس کی تائید اِس حقیقت سے بھی ہو کہ ایک وقت تھا جب گلتی اپنی آنکھیں بھی نِکال کر پَولُس کو دینے کو تیار تھے (۴:۱۵)۔ بُہت سی تواریخی باتیں اعمال کی کتاب سے میل کھاتی ہیں۔ سنہ ۵۰ء اور سنہ ۷۰ء کے درمیانی عرصے کے دوران دو[۲] موضُوعات پر گرما گرم بحثیں ہوتی رہیں۔ اوّل ختنہ اور دُوسرے کیا پَولُس حقیقی رسُول ہے یا نہیں۔ بعد میں جلد ہی یہ بحثیں ٹھنڈی پڑ گئیں، بلکہ ختم ہو گئیں۔

۳۔ سِنِ تصنیف

اِس خط کی تصنیف کے سن کا اِنحصار اِس بات پر ہے کہ "گلتیہ کی کلیسیاؤں" اور "گلتیوں" کا ٹھیک ٹھیک مفہوم کیا ہے۔ اگر اِس سے مُراد ایشیائے کوچک کا جنُوبی حِصّہ ہے تو پھر سنِ تصنیف بہُت پہلے، غالباً یروشلیم کی کونسل سے بھی پہلے کا ہوگا۔ اور اگر مُراد شمالی حِصّہ ہے تو پھر

---

[۱] مسیحیت میں بھی یہُودی رسم ورواج کو رائج کرنا۔

تاریخ بعد کی ہوگی۔

"گلتیہ"۔۔۔ جغرافیائی لحاظ سے یہ نام گلتیہ کے رومی صوبے کے شمالی حصّے کے لئے اور سیاسی لحاظ سے جنوبی حصّے کے لئے اِستعمال ہوتا تھا۔

یہ نظریہ کہ "گلتیہ" سے مُراد شمالی حصّہ ہے انیسویں صدی میں معیاری نظریہ مانا جاتا رہا، اور جرمنی کے عُلما آج بھی اِسی کو مانتے ہیں۔ کوئی شہادت نہیں ملتی کہ پولُس نے اِس علاقے کے "گلتیوں" میں کبھی خدمت کی ہو، مگر صرف اِتنی بات پر اِس نظریہ کو ردّ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

برطانیہ اور امریکہ کے بیشتر مُفسّر اِس نظریے کے حامی ہیں کہ "گلتیہ" سے مُراد جنوبی علاقہ ہے۔ چونکہ اعمال کی کتاب میں لُوقا اِس علاقے میں پولُس کے کام کی کافی تفصیل دیتا ہے (پسدیہ کا انطاکیہ، اِکنیم، لُسترہ اور دربے) اِس لئے مُمکن نظر آتا ہے کہ پولُس نے اِس علاقے کے نومریدوں کو خط لکھا ہو۔ اور چونکہ پولُس نے اپنے پہلے بشارتی دَورہ کے دَوران جنوبی گلتیہ میں منادی کی، اور دُوسرے دَورہ کے دَوران دوبارہ وہاں گیا، اِس لئے مُمکن ہے کہ گلتیوں کے نام خط کافی پہلے لکھا گیا تھا۔ اگر یہ خط اعمال باب ۱۵ میں مذکور یروشلیم کی کونسل (۴۹ء) سے پہلے لکھا گیا تھا تو وضاحت ہو جاتی ہے کہ ابھی ختنہ کا مسئلہ ایک گرما گرم موضوع تھا۔ جرمنی کے مشہور عالم تھیوڈور زاہن کے مُطابق پولُس نے یہ خط اپنے دُوسرے بشارتی دَورہ کے دوران کرنتھس سے لکھا تھا۔ اِس طرح یہ پولُس کا پہلا خط قرار پاتا ہے۔

اگر ہم جنوبی علاقے والے نظریہ کو درُست مانیں اور خصوصاً یہ مانیں کہ پولُس نے یروشلیم کی کونسل میں شرکت کرنے سے پہلے یہ خط لکھا تھا (اِس کونسل نے غیر قوموں میں سے ایمان لانے والوں کے لئے ختنہ کے مسئلے کا فیصلہ کر دیا) تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ خط ۴۸ء میں لکھا گیا۔

۴۔ پس منظر اور موضُوع

اپنے ابتدائی بشارتی دَوروں کے دَوران پولُس نے ایشیائے کوچک جا کر یہ بشارت دی تھی کہ نجات صرف مسیح پر ایمان کے وسیلے سے ہے۔ بہت سے لوگوں نے اِس پیغام پر ایمان لا کر نجات پائی اور کلیسیائیں قائم ہوئی تھیں۔ اِن میں سے کئی کلیسیائیں گلتیہ میں تھیں۔ گلتیہ کے باشندے اپنی بے چینی، جنگجو اور تبدل پذیر طبیعت کے لئے مشہور تھے۔ پولُس کے وہاں سے آنے کے بعد جھوٹے اُستاد اُس علاقے میں گھس کر غلط عقائد

کا پرچار کرنے لگے تھے۔ وُہ تعلیم دیتے تھے کہ نجات کے لئے مسیح پر ایمان کے ساتھ شریعت کے اعمال بھی ضروری ہیں۔ اُن کا پیغام مسیحیت اور یہودیت کا، فضل اور شریعت کا، مسیح اور موسیٰ کا ایک آمیزہ تھا۔ وُہ گلتیوں کو پولُس سے بھی دُور ہٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ اِس مقصد کے لئے کہتے تھے کہ پولُس مسیح کا اصلی رسُول نہیں ہے اِس لئے اُس کا پیغام قابلِ اِعتماد نہیں۔ وُہ پیغام لانے والے پر اِعتماد کی جڑیں کاٹ کر دراصل پیغام پر اعتماد کی جڑیں کاٹتے تھے اور گلتیہ کے بہُت سے مسیحی اُن کے شرانگیز پیغام سے متاثر تھے۔

جب گلتیہ سے ایسی خبریں پولُس کو پہنچیں تو اُس کے دِل کو کیسا رنج اور کیسی مایوُسی ہُوئی ہوگی! کیا اُن لوگوں کے درمیان میری محنت عبث اور رائیگاں تھی؟ کیا اَب بھی اُن مسیحیوں کو اِس یہودیت نواز، شریعت نواز تعلیم سے بچایا جا سکتا ہے؟ پولُس نے فوری اور فیصلہ کُن کارروائی کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اُس نے قلم اُٹھایا اور ایمان میں اپنے فرزندوں کو یہ غصّہ بھرا خط لکھا۔ اِس خط میں وُہ نجات کی حقیقی نوعیت کو ثابت کرتا ہے کہ نجات شرُوع سے آخر تک فضل سے ہے۔ نجات یا اِس کے کسی حِصّے کا اِنحصار شریعت کے اعمال پر نہیں ہے۔ نجات کمائی نہیں جا سکتی۔ نیک اعمال نجات پانے کی شرط نہیں بلکہ اِس کا پھل ہیں۔ مسیحی شریعت کے اِعتبار سے مر جاتا ہے۔ وُہ پاکیزگی کی زِندگی گزارتا ہے، مگر اپنی کوشش اور محنت سے نہیں بلکہ خُدا کے پاک رُوح کی قُوت اور توفیق سے جو اُس کے اندر بستا ہے۔

خاکہ

۱- شخصی ___ پولس اپنے اختیار کا دفاع کرتا ہے ابواب ۱،۲

ا- پولس کا مقصدِ تحریر ۱۰-۱:۱

ب- پولس اپنے پیغام اور خدمت کا دفاع کرتا ہے ۱۰:۲-۱۱:۱

ج- پولس پطرس کو جھڑکتا ہے ۲۱-۱۱:۲

۲- عقائد و تعلیم ___ پولس ایمان سے راستباز ٹھہرائے جانے کا دفاع کرتا ہے ۱:۵-۱:۳

ا- خوشخبری کی عظیم سچائی ۹-۱:۳

ب- شریعت بمقابلہ وعدہ ۱۸-۱۰:۳

ج- شریعت کا مقصد ۲۹-۱۹:۳

د- بچے اور بیٹے ۱۶-۱:۴

ہ- غلامی یا آزادی ۱:۵-۱۷:۴

۳- عملی ___ پولس روح میں مسیحی آزادی کا دفاع کرتا ہے

۱۸:۶-۲:۵

ا- شریعت پرستی کا خطرہ ۱۵-۲:۵

ب- پاکیزگی کی قوت/توفیق ۲۵-۱۶:۵

ج- عملی نصیحتیں ۱۰:۶-۲۶:۵

د- اختتامیہ ۱۸-۱۱:۶

تفسیر

۱۔ شخصی —— پولس اپنے اختیار کا دفاع کرتا ہے

(ابواب ۱، ۲)

ا۔ پولس کا مقصدِ تحریر (۱:۱--۱۰)

۱:۱۔ پولس بالکل آغاز ہی میں اصرار کرتا ہے کہ "رسول" ہونے کے لئے میری بلاہٹ خدا کی طرف سے ہے۔ اِس بلاہٹ کا آغاز "نہ انسانوں کی جانب سے" ہُوا اور نہ خدا نے کسی انسان کے وسیلے سے اِس کی خبر مجھے دی۔ یہ بلاہٹ براہِ راست "یسوع مسیح اور خدا باپ کے سبب سے جس نے اُس کو مُردوں میں سے جلایا" ہُوئی۔ ایسا شخص جس کو خدا ہی نے بلایا ہو، اور جو صِرف خدا ہی کے سامنے جوابدِہ ہو، اُسی کو آزادی ہوتی ہے کہ انسانوں کے سامنے بے خوف وخطر خدا کے پیغام کی منادی کرے۔ چنانچہ پولس اپنے پیغام اور اپنی خدمت دونوں کے اعتبار سے بارہ رسولوں اور ہر دُوسرے شخص سے آزاد اور خود مختار تھا۔

بارہ رسولوں کو خداوند یسوع نے اپنی زمینی خدمت کے دَوران بُلایا۔ اُن کے برعکس پولس کو "جی اُٹھے" مسیح نے بُلایا۔ چنانچہ قیامتِ مسیح پولس کے پیغام کا ایک اہم حصّہ بن گئی۔

۲:۱۔ پولس اپنے آپ کو اُن "سب بھائیوں" کے ساتھ شامل کرتا ہے جو اُس کے "ساتھ تھے"۔ یہ بھائی گلتیوں سے یہ اپیل کرنے میں شریک ہیں کہ خوشخبری کی سچائی کو تھامے رہو۔

"گلتیہ کی کلیسیاؤں کو" یہ خط کسی گرمجوشی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ گرمجوشی کی کمی دانستہ ہے۔ عام طور سے پولس رسول ایمان داروں کو "خدا کی کلیسیا"، "مقدسوں" یا "مسیح یسوع میں ایمان دار" کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ وہ مسیحیوں کے لئے اکثر شکرگزاری کرتا یا اُن کی خوبیوں کی تعریف کرتا ہے۔ بسا اوقات وہ کئی افراد کا ذکر نام لے لے کر کرتا ہے۔ مگر اِس خط میں ایسا نہیں۔ گلتیہ کی کلیسیائیں ایک سنجیدہ غلطی کا شکار تھیں۔ اِسی لئے پولس سختی اور سرد مہری کا رویّہ اختیار کرتا ہے۔

۱:۳۔ "فضل اور اِطمینان"۔ یہ خوشخبری کے دو عظیم اور اہم لفظ ہیں۔ "فضل" سے مُراد خُدا کی مہربانی اور کرم ہے جو اُس نے بے خُدا گنہگاروں پر کیا جس کے وُہ حقدار نہیں تھے۔ خُدا کا فضل اِنسان کو یہ نہیں کہتا کہ "کچھ کرو" بلکہ یہ بتاتا ہے کہ خُدا نے "کیا کیا ہے" اور اِنسان کو دعوت دیتا ہے کہ نجات کے مُفت اِنعام کو قبول کر لو۔ سکوفیلڈ کہتا ہے "فضل نیک اِنسانوں کی تلاش نہیں کرتا جن کو منظور کر سکے، بلکہ وُہ مردُود، خطاکار، لاچار اور بے بس اِنسانوں کی تلاش کرتا ہے جن کو نجات دے سکے، مُقدس کر سکے اور جلال دے سکے"۔

"اِطمینان"۔ یہ فضل کا نتیجہ یا پھل ہے۔ جب کوئی گُنہگار مُنجی کو قبول کر لیتا ہے تو اُسے خُدا کے ساتھ "اطمینان" یا میل ملاپ حاصل ہو جاتا ہے۔ اُسے یہ جان کر تسلّی ہو جاتی ہے کہ میرے گُناہوں کی سزا ادا ہو چکی ہے، میرے سارے گُناہ مُعاف ہو گئے ہیں اور اب مَیں جہنم کی سزا سے ابد تک بَری ہُوں۔ لیکن فضل صِرف "نجات" ہی نہیں دیتا، بلکہ "سنبھالتا" بھی ہے۔ ہمیں صِرف "خُدا کے ساتھ اطمینان یا میل ملاپ" ہی کی ضرورت نہیں، بلکہ "خُدا کے اطمینان" کی بھی ضرُورت ہے۔ خط شرُوع کرتے ہی پَولُس اِن برکتوں کی خواہش کرتا ہے۔ گلتیوں کو یقیناً اِحساس ہوگا کہ یہ برکتیں شریعت سے ہرگز نہیں مل سکتیں۔ شریعت اُن سب کے لئے لعنت لاتی ہے جو اُس کے آئین و احکام کی خِلاف ورزی کرتے ہیں۔ شریعت ایک بھی رُوح کو اِطمینان نہ دے سکی۔

۱:۴۔ اَب پَولُس اپنے قارئین کو اُن کی نجات کی بھاری قیمت یاد دلاتا ہے۔ اِن لفظوں پر غور کریں کہ خُداوند یسوع مسیح نے "ہمارے گُناہوں کے لئے اپنے آپ کو دے دیا"۔ اگر اُس نے گُناہوں کے تصفیہ کی خاطر "اپنے آپ کو دے دیا" تو ہمارے لئے اَیسے کام میں اضافہ کرنا غیر ضرُوری بھی ہے اور نامُمکن بھی۔ اور شریعت کے اعمال سے اپنے گُناہوں کا کفّارہ دینے کی کوشش بھی غیر ضرُوری اور نامُمکن ہے۔ مسیح واحد اور کافی نجات دہندہ ہے۔ مسیح نے ہمیں "اِس موجُودہ خراب جہان سے خلاصی" بخشنے کے لئے جان دی۔ "خراب جہان" میں ہمارے زمانے کی سیاسی خرابی ہی نہیں بلکہ مذہبی دُنیا کی خرابی بھی شامل ہے۔ مذہبی دُنیا کی خرابی یہ ہے کہ وُہ مسیح پر ایمان کے ساتھ مذہبی شعائر اور رسُوم کی ملاوٹ کرتی ہے۔ اِس لئے پَولُس گلتیوں کو بر موقع یاد دلاتا ہے کہ تُم اُسی نظام کی طرف واپس جا رہے ہو جس سے نِکالنے اور بچانے کی خاطر مسیح نے اپنی جان دی تھی۔ مسیح نے جو "خلاصی" بخشی ہے وُہ "ہمارے خُدا اور باپ کی مرضی کے موافق"

ہے۔ یہ حقیقت نیکنامی اور تعریف کو اُس جگہ رکھتی ہے جہاں ہونی چاہیئے۔ یہ نیک نامی اِنسان کی حقیر اور ناچیز کوششوں کی نہیں بلکہ خُدا کی آزاد مرضی کی ہے۔ پَولُس کا یہ مقُولہ اِس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ فقط مسیح ہی خُدا کی طرف سے نجات کا ذریعہ ہے، دُوسرا کوئی نہیں۔

یہ آیت ہمیں یاد دِلاتی ہے کہ خُدا کو اِس دُنیا کو "بہتر اور جدید" بنانے سے کوئی دلچسپی نہیں، نہ اُسے یہ دِلچسپی ہے کہ اِنسان یہاں عیش وآرام سے رہے۔ اُسے دِلچسپی ہے تو صرف اِنسان کو اِس سے "خلاصی" یعنی نجات دینے سے ہے۔ چنانچہ ہماری ترجیحات اُس کی ترجیحات کے مُطابق ہونی چاہئیں۔

۱: ۵۔ فضل کی خوشخبری کے مُطابق اِنسان کی نجات کے لئے تمام "تمجید" اور جلال خُدا باپ اور خُداوند یسوع مسیح کے لئے ہے۔ اِنسان شریعت پر عمل کر کے نہ تو نجات دہندہ کا شریک بن سکتا ہے اور نہ اِس تمجید میں حِصّہ دار۔

اِن پانچ آیات کا ایک ایک جُملہ نہایت پُر معنی ہے۔ چند اَلفاظ میں بڑی سچائی بیان کر دی گئی ہے۔ پَولُس نے اُن دو اہم موضُوعات کا اِختصار پیش کر دیا ہے جو اِس خط کے بقیہ حِصّے میں زیرِ بحث رہیں گے۔ اوّل، بحیثیتِ رسُول اُس کا اپنا اِختیار۔ دوم، خُدا کے فضل کی خوشخبری۔ وُہ درپیش مسئلے پر گلتیوں سے براہِ راست گُفتگو کرنے کو تیار ہے۔

۱: ۶، ۷۔ پَولُس ایک دم گلتیوں کا سامنا کرتا ہے کہ وُہ ایک غلط بات کو ماننے پر بہُت "جلد" تیار ہو گئے تھے۔ وُہ "تعجب" کا اِظہار کرتا ہے کہ اُنھوں نے خوشخبری کی سچائی کو یُوں اچانک چھوڑ دیا۔ وُہ بڑی سنجیدگی سے کہتا ہے کہ تمہارا یہ اِقدام خُدا کو چھوڑ کر ایک جھوٹی خُوشخبری کو قبول کرنا ہے۔ خُدا نے اُن کو "مسیح کے فضل" سے بُلایا تھا۔ اب وُہ خُود کو شریعت کی لعنت کے ماتحت لا رہے تھے۔ اُنہوں نے حقیقی اور سچّی خوشخبری کو قبول کیا تھا، اب وُہ اُسے چھوڑ کر "کسی اَور طرح کی خوشخبری کی طرف مائل ہو" گئے تھے جو کہ دراصل خوشخبری تھی ہی نہیں۔ یہ تو ایک بگڑا ہُوا پیغام تھا۔ یہ تو فضل اور شریعت کا ایک آمیزہ تھا۔

۱: ۸، ۹۔ پَولُس دو دفعہ پُوری سنجیدگی سے کہتا ہے کہ جو کوئی بھی کوئی اَور خوشخبری سناتا ہے وُہ "ملعون" ہو۔ گنہگاروں کے لئے خُدا کے پاس صرف ایک ہی پیغام ہے۔ وُہ شریعت کے اعمال سے بالکل ہٹ کر صرف ایمان کے وسیلے فضل سے نجات پیش کرتا ہے۔ جو لوگ نجات کے کسی اَور طریقے / وسیلے کی منادی کرتے ہیں وُہ لازماً ملعون ہیں۔ اُن کی سزا کا

فیصلہ ہو چکا ہے۔ ایسے پیغام کی منادی کرنا کیسی سنجیدہ بات ہے جس کا انجام رُوحوں کی ابدی ہلاکت ہے! پولُس ایسے جھوٹے اُستادوں کو قطعاً برداشت نہیں کرتا تھا، اور نہ ہمیں ہی برداشت کرنا چاہئے۔ جان سٹاٹ خبردار کرتا ہے:

> "ہماری آنکھیں کلیسیا کے اندر اُستادوں کے منصب یا اُن کی نعمتوں/صلاحیتوں یا اُن کی شخصیت سے چُندھیا نہ جائیں جیسا کہ اکثر لوگوں کی چُندھیا جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وُہ بڑے وقار، اختیار اور علمیت کے ساتھ ہمارے پاس آئیں۔ وُہ بشپ ہوں یا آرچ بشپ، یُونیورسٹی کے پروفیسر ہوں یا بذاتِ خود پوپ ہوں، اگر وُہ اُس خوشخبری کے علاوہ جو رسُولوں نے دی ہے اور نئے عہدنامہ میں مرقوم ہے کسی اَور خوشخبری کی منادی کرتے ہیں تو ضرُور ہے کہ اُنہیں رَدّ کیا جائے۔ ہم اُن کو خوشخبری کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں نہ کہ خوشخبری کو اُن کی کسوٹی پر رکھ کر جانچتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر ایلن کول نے کہا ہے کہ مُبشّر کی ظاہری اور خارجی شخصیت پیغام کی صحت کی توثیق نہیں کرتی، بلکہ پیغام کی نوعیّت مُبشّر کے سچے ہونے کی توثیق کرتی ہے۔"

غور کریں کہ رسُول "خُدا کا کوئی فرشتہ" نہیں کہتا بلکہ "آسمان کا کوئی فرشتہ" کہتا ہے۔ فوراً خیال آتا ہے کہ "آسمان کا کوئی فرشتہ[1]" جھوٹا پیغام لا سکتا ہے، جبکہ خُدا کا کوئی فرشتہ ایسا نہیں کر سکتا۔ خوشخبری کی یکتائی کو زبان اِس سے زیادہ فصاحت سے بیان نہیں کر سکتی۔ یہی نجات کا "واحد" راستہ ہے۔ اپنی کوشش یا اِنسانی قابلیّت کا اِس میں کوئی حِصّہ نہیں۔ صِرف خوشخبری ہی بغیر قیمت یا پیسے کے نجات پیش کرتی ہے۔ اِس کے مُقابلے میں شریعت اُن کے لئے لعنت لاتی ہے جو اِس پر عمل کرنے سے قاصر رہتے ہیں، مگر خوشخبری اُن کے لئے لعنت رکھتی ہے جو اِس کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱: ۱۰ ۔ غالباً اِس موقع پر پولُس کو یاد آتا ہے کہ اُس کے مخالفین اُس پر اِلزام لگاتے ہیں کہ اُس نے اپنے سامعین کے مزاج کے مُطابق پیغام کو بدل ڈالا۔ چنانچہ وُہ پُوچھتا ہے کہ یہ اِصرار کرنے میں کہ خوشخبری صِرف ایک ہی ہے کیا مَیں آدمیوں کو خُوش کرنا چاہتا ہوں ــــ

---

[1] پڑھئے ۲ ۔ کرنتھیوں ۱۱: ۱۴؛ اِفسیوں ۶: ۱۲ ۔

یا خُدا کو؟" صاف ظاہر ہے کہ وُہ آدمیوں کو خُوش کرنے کی کوشش نہیں کر رہا، کیونکہ وُہ اِس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ آسمان پر جانے کا صِرف ایک ہے راستہ ہے۔ اگر پَولُس "آدمیوں کو خوش" کرنے کے لئے پیغام کو بدل دیتا تو یقیناً "مسیح کا بندہ نہ ہوتا" بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اِس طرح وُہ اپنے لئے خُدا کے غضب کو دعوت دیتا۔

ب۔ پَولُس اپنے پیغام اور خدمت کا دِفاع کرتا ہے

(۱:۱۱–۲:۱۰)

۱:۱۱، ۱۲۔ اَب رسُول اپنے پیغام اور اپنی خِدمت کے دِفاع میں چھ۶ دلیلیں پیش کرتا ہے۔ اوّل خُوشخبری اِنسان کی معرفت نہیں پُہنچی، بلکہ خُدا نے بِلاواسطہ اِس کا مکاشفہ دیا۔ یہ خوشخبری "اِنسان کی طرف سے نہیں"۔ مُراد یہ ہے کہ اِس کا ماخذ یا سرچشمہ انسان نہیں۔ لمحہ بھر کو سوچیں تو اِس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ پَولُس کی خوشخبری سب کُچھ خُدا کو ٹھہراتی ہے، اِنسان کو کُچھ نہیں ٹھہراتی۔ یہ ایسی نجات نہیں جِس کو اِنسان اِختراع کر سکے یا جِس کی تدبیر اِنسان کر سکے۔ پَولُس کو یہ خوشخبری "اِنسان کی طرف سے نہیں پُہنچی" اور نہ کتابوں نے "سِکھائی" بلکہ اُسے براہِ راست "یسوع مسیح کی طرف سے ... اُس کا مُکاشفہ ہُوا"۔

۱:۱۳، ۱۴۔ دوم۔ پَولُس نے اِس خوشخبری میں "یہُودی" شریعت کو شامِل نہیں کیا۔ وجہ یہ نہیں کہ وُہ یہُودی شریعت (طریق) سے ناواقف تھا۔ اپنی پَیدائش اور تربیت کے لِحاظ سے وُہ شریعت میں ڈُوبا ہُوا تھا اور وُہ "کلیسیا" کو ستانے والا مشہور ہُوا۔ وُہ "اپنے بزرگوں کی روایتوں میں نہایت سرگرم تھا"، یہاں تک کہ اُس کے زمانے کا کوئی یہُودی اِس سرگرمی میں اُس کے برابر نہ تھا۔ اِس لئے جب وُہ منادی کرتا کہ نجات شریعت (کے اعمال) سے نہیں بلکہ ایمان سے ہے تو اُسے اُس کی شریعت سے لاعِلمی پر ہرگز محمُول نہیں کیا جا سکتا، تو پھر وُہ شریعت کو اپنی منادی سے باہر کیوں رکھتا ہے؟ اُس کی خوشخبری اُس کے پس منظر، اُس کے فِطری رُجحان اور ساری مذہبی تعلیم کے خِلاف کیوں تھی؟ صِرف اِس لئے کہ یہ اُس کی اپنی سوچ اور فِکر کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ براہِ راست خُدا سے مِلی تھی۔

۱:۱۵–۱۷۔ سوم۔ پَولُس رسُول پہلے چند سال دُوسرے "رسُولوں" سے الگ ہی خِدمت کرتا رہا۔ اب وُہ اپنی خوشخبری کے تعلق سے یہ ثابت کرتا ہے کہ میرا اِنحصار دُوسرے

آدمیوں پر بھی نہیں۔ اپنی تبدیلی (ایمان لانے) کے فوراً بعد اُس نے اِنسانی لیڈروں سے "صلاح" نہیں لی اور "نہ یروشلیم کو گیا جہاں دُوسرے "رسُول" تھے، "بلکہ فوراً عرب کو چلا گیا۔ پھر وہاں سے دمشق کو واپس آیا"۔ اُس نے یروشلیم نہ جانے کا فیصلہ اِس لئے نہیں کیا کہ اُس کے دِل میں اپنے ساتھی رسُولوں کی عزّت نہ تھی، بلکہ اِس لئے کہ اُسے جی اُٹھے خُداوند نے خُود مُقرر کیا تھا اور اُسے ایک الگ اور بے مثال خِدمت سونپی تھی کہ غیر قوموں میں منادی کرے (۸:۲)، اِس لئے اُس کی خوشخبری اور خِدمت کو اِنسانوں سے اِختیار حاصِل کرنے کی کوئی ضرُورت نہ تھی۔ اُس کا اِنحصار کِسی طور آدمیوں پر نہیں تھا۔

اِن آیات میں کئی باتیں اَیسی ہیں جو گہری اور خصُوصی توجہ کا تقاضا کرتی ہیں۔ آیت ۱۵ میں اِن الفاظ کو دیکھئے "خُدا نے مجھے میری ماں کے پیٹ ہی سے مخصُوص کر لیا"۔ پَولس کو احساس ہے کہ میری پیدائش سے پہلے ہی خُدا نے مجھے خاص کام کے لئے الگ کر لیا تھا۔ پھر وُہ کہتا ہے کہ خُدا نے مجھے "اپنے فضل سے بُلا لیا"۔ یہ دمشق کی راہ پر اُس کی تبدیلی کے تجربے کا بیان ہے۔ اگر اُس لمحے اُسے وُہ کُچھ دِیا جاتا جِس کے لائق تھا یا جِس کا حقدار تھا تو جہنم میں ڈال دِیا جاتا۔ لیکن مسیح نے اپنے فضل سے اُس کو بچا لیا۔ اُس کو نجات دی، اور اُس ایمان کی منادی کرنے کو بھیج دیا جس کو وُہ برباد کرنے کے پیچھے پڑا ہُوا تھا۔ آیت ۱۶ میں پَولُس دِکھاتا ہے کہ خُدا کی یہ مرضی تھی کہ "اپنے بیٹے کو مُجھ میں ظاہر کرے"۔ یہاں ہمیں نظر آتا ہے کہ ہمیں بُلانے میں خُدا کا ایک مقصد ہے کہ "ہم میں" اپنے بیٹے کو ظاہر کرے تاکہ ہم دُنیا میں خُداوند یسُوع کو پیش کریں۔ ہم اُس کے نمائندے ہوں۔ وُہ مسیح کو ہمارے دِلوں پر ظاہر کرتا ہے (آیت ۱۰) تاکہ ہمارے وسیلے سے مسیح کو دِکھائے (آیات ۱۶-۲۳) تاکہ اِس ظہور سے خُدا کو جلال ہو۔ خُدا کی تمجید ہو (آیت ۲۴)۔ پَولُس کی خصُوصی ذمہ داری یہ تھی کہ غیر قوموں میں مسیح کی منادی کرے۔

آیت ۱۷ میں وُہ کہتا ہے کہ مَیں "عرب کو چلا گیا"۔ خُدا کے ہر خادم کو تنہائی، علیحدگی اور غور و خوض کرنے کی ضرُورت ہوتی ہے۔ موسیٰ چالیس برس تک بیابان کے ایک کونے میں رہا۔ داؤد جب یہُودیہ کی پہاڑیوں میں بھیڑیں چراتا پھرتا تھا تو خُدا کے ساتھ اکیلا ہوتا تھا۔

۱:۱۸-۲۰۔ چہارم۔ جب پَولُس بالآخر یروشلیم گیا تو صِرف "کیفا" (پطرس) اور "یعقوب" سے مِلا۔ اِس کے عِلاوہ یہُودیہ کی کلیسیائیں نسبتاً اُس کو بہت کم جانتی تھیں (۱:۲۱-۲۴)۔

وُہ یہ بتا رہا ہے کہ میرا اِنحصار دُوسرے رسُولوں پر نہیں تھا۔ اِسی بات کو ثابت کرنے کے لئے وُہ خصُوصیت سے بیان کرتا ہے کہ اپنی تبدیلی کے کم سے کم ”تین ۳ برس“ بعد تک یروشلیم نہیں گیا۔ اور جب گیا تو اِس لئے کہ ”پطرس“ سے واقفیت پیدا کرے۔ یہ شخصی مُلاقات تھی، باضابطہ ملاقات نہ تھی (اعمال ۹: ۲۶-۲۹)۔ یروشلیم میں قیام کے دَوران وُہ ”خداوند کے بھائی یعقوب“ سے بھی مِلا۔ پطرس کے پاس اُس کا قیام صِرف ”پندرہ ۱۵ دِن“ رہا۔ اور یہ کسی قسم کی ”ٹریننگ“ کے لئے کافی عرصہ نہیں۔ علاوہ ازیں متن سے واضح ہوتا ہے کہ خدا کے خادِموں کے ساتھ اُس کی کامِل برابری تھی۔

۱: ۲۱-۲۴۔ اِس کے بعد اُس نے اپنا بہُت سا وقت ”سُوریہ اور کلکیہ کے عِلاقوں“ میں گزُارا، یہاں تک کہ ”یہُودیہ کی کلیسیائیں“ اُس سے شخصی طور پر واقِف نہ تھیں۔ اُن کو صِرف اِتنا پتہ تھا کہ وُہ شخص جو پہلے مسیحیوں کو بُری طرح ستایا کرتا تھا اب خُود مسیحی ہو گیا ہے اور دُوسروں کے سامنے مسیح کی منادی کرتا ہے۔ اِس لئے وُہ ”خُدا کی تمجید کرتی تھیں“ کہ خدا نے اُس کی زِندگی میں بڑا اور عجیب کام کیا ہے۔ (کیا ہماری زِندگیوں میں تبدیلی کے لئے دُوسرے لوگ خُدا کی تمجید کرتے ہیں؟)

۲: ۱۔ پنجم۔ جب پَولس بعد میں یروشلیم آیا تو رسُول قائِل ہو گئے کہ اُس کا خوشخبری کا پیغام خُدا کی طرف سے ہے (۲: ۱-۱۰)۔ چونکہ کلیسیا کی داغ بیل یروشلیم میں پڑی اور رسُولوں نے اِسی شہر کو کم و بیش اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا تھا، اِس لئے بعض مسیحی سمجھتے تھے کہ وہاں کی کلیسیا ”مادر کلیسیا“ ہے۔ اِس لئے پَولُس کو اِس اِلزام کی مزاحمت کرنا پڑی کہ چونکہ وُہ یروشلیم کے رسُولوں میں سے نہیں اِس لئے اُس کا درجہ کسی قدر کم ہے۔ وُہ یروشلیم میں بعد میں آنے کا حال کافی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ دراصل مذکُورہ اِلزام کا جواب دینے کے لئے یہ تفصیل بیان کرنا ضرُوری ہو گیا تھا۔

”آخر چودہ ۱۴ برس کے بعد“۔ یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ چودہ ۱۴ برس اُس کے ایمان لانے کے بعد تھے، یا پہلی دَفعہ یروشلیم آنے کے بعد۔ تاہم ہم اِتنا ضرُور جانتے ہیں کہ اُس کا یہ جانا ”مُکاشفہ کے مُطابق ہُوا“۔ خُدا نے اُس کو مُکاشفہ بھی دیا کہ اپنے ہمخدمت ”برنباس“ کو اور نو مُرید ”طِطُس“ کو اپنے ساتھ لے جائے۔ طِطُس غیر قوموں میں سے ایمان لایا تھا۔ یہُودیت پرست افراد اِصرار کرتے تھے کہ پُوری نجات کے لئے طِطُس کا ختنہ کرانا ضروری ہے۔ پَولُس رسُول نے اِس بات کی سختی سے مخالفت کی کیونکہ اُسے اِحساس تھا کہ اِس مسئلے میں خوشخبری

کی سچائی کو خطرہ ہے (بعد میں جب تیمتھیس کا پولس نے خود ختنہ کرایا تو کوئی اہم اصول ملوث نہ تھا ۔ اعمال ۱۶: ۳) ۔

ای ۔ ایف ۔ کیون کہتا ہے :

> ”پولس دیکھ رہا تھا کہ بے سمجھ لوگ ختنہ کو راستباز ٹھہرائے جانے کے لئے ایک ضروری رسم سمجھنے لگیں گے، حالانکہ ایسا نہیں۔ ختنہ کرانے کا مطلب ہے کہ ہم شریعت کے ضابطے پر عمل کر کے راستباز ٹھہرائے جانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ اِس طرح تو فضل کی بنیاد کا انکار کرتے ہیں“ ۔

۲: ۲ ۔ یروشلیم پہنچ کر پولس نے ”جس خوشخبری کی غیر قوموں میں منادی کرتا“ تھا ”وہ اُن سے بیان کی، مگر تنہائی میں اُن ہی لوگوں سے جو کچھ سمجھے جاتے تھے تا ایسا نہ ہو کہ“ اُس کی ”اِس وقت کی یا اگلی دوڑ دھوپ بے فائدہ جائے“۔ پولس نے ساری جماعت سے بات کرنے کی بجائے صرف روحانی لیڈروں سے ”تنہائی میں“ بات کیوں کی؟ کیا وہ چاہتا تھا کہ یہ لیڈر میری خوشخبری کی منظوری دیں، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مَیں جھوٹی منادی ہی کرتا رہوں؟ صاف ظاہر ہے کہ وجہ یہ نہیں ۔ یہ تو اُن ساری باتوں کے خلاف ہے جو وہ کہتا آ رہا ہے ۔ اُس کا اصرار ہے کہ یہ پیغام مجھے خدا کے مکاشفہ سے ملا ہے ۔ اُسے کوئی شک نہ تھا کہ جس عقیدے کی وہ تعلیم دیتا ہے وہ سچا ہے ۔ اِس بیان کی وضاحت کہیں اور ہے ۔ عام ادب آداب کا تقاضا تھا کہ پہلے لیڈروں سے بات کی جائے ۔ اور یہ بھی مناسب تھا کہ لیڈر پورے طور پر قائل ہوں کہ پولس کا پیغام انجیل کے مطابق ہے ۔ اگر اُن کو کچھ پوچھنا ہو، یا کوئی مشکل ہو تو پولس شروع ہی میں اُن کے سامنے وضاحت کرنا چاہتا تھا ۔ پھر وہ دوسرے رسولوں کی پوری حمایت اور تائید کے ساتھ کلیسیا کے سامنے آ سکتا تھا ۔ بہت سے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہمیشہ یہ خطرہ ہوتا ہے کہ جذباتی باتیں اُن کو بہا لے جائیں ۔ اِس لئے پولس چاہتا تھا کہ اپنی خوشخبری پہلے ”تنہائی“ میں پیش کرے کیونکہ تنہائی کا ماحول ہیجان انگیزی سے پاک ہو گا ۔ اگر پولس ایسا نہ کرتا تو بہت بحث و تمحیص اور جھگڑا اُٹھ کھڑا ہونے کا خدشہ تھا ۔ اور ممکن ہے کہ کلیسیا یہودی دھڑے اور غیر قوم دھڑے میں تقسیم ہو جاتی ۔ اِس طرح پولس کے یروشلیم آنے کا مقصد فوت ہو جاتا ۔ اور اُس کا اِس بات سے یہی مطلب ہے کہ ”میری اِس وقت کی یا اگلی دوڑ دھوپ بے فائدہ“ ہو جاتی ۔

۳:۲۔ "ططس" کے معاملے میں شریعت پرستی کا سارا مسئلہ سامنے آگیا۔ کیا یروشلیم کی کلیسیا اِس غیر قوم نومرید کو اپنی رفاقت میں قبول کرے گی، یا اِصرار کرے گی کہ پہلے اُس کا "ختنہ[1]" کیا جائے؟ اِس مسئلے پر بہت بحث اور تکرار کے بعد رسولوں نے فیصلہ دے دیا کہ نجات کے لئے ختنہ ضروری نہیں۔ یہ پولس کی ایک بڑی فتح تھی[2]۔

۴:۲۔ پولس کو یروشلیم جانے کی ہدایت کیوں ہوئی؟ آیت ۲ کے شروع کے الفاظ اور آیت ۴ کے شروع کے الفاظ کو ایک ساتھ رکھیں تو یہ وجہ سمجھ میں آجاتی ہے۔ "میرا جانا مکاشفہ کے مطابق ہوا ... اور یہ اُن جھوٹے بھائیوں کے سبب سے ہوا ..." یہ بیان ہے اُس بات کا جو انطاکیہ میں پہلے ہو چکی تھی (اعمال ۱۵: ۱-۲)۔ یروشلیم کے کچھ یہودی اُستاد جو اپنے آپ کو مسیحی ظاہر کرتے تھے کسی نہ کسی طرح "چھپ کر" انطاکیہ کی کلیسیا میں آگئے تھے اور تعلیم دیتے تھے کہ نجات کے لئے ختنہ ضروری ہے۔

---

[1] ختنہ معمولی سی جراحی ہے جو مردوں پر کی جاتی ہے۔ اِس میں عضوِ تناسل کے آگے بڑھی ہوئی کھلڑی کاٹ ڈالی جاتی ہے۔ جب خدا نے ابرہام اور اُس کی نسل کے لئے ختنہ کو مقرر کیا تو یہ اُن کے ساتھ عہد کا نشان تھا کہ وہ اُن کا خدا ہوگا، اور وہ اُس کے لوگ ہوں گے (پیدائش ۱۷: ۱-۱۱)۔ یہ صرف جسمانی نشان نہیں بلکہ روحانی علامت بھی تھا۔ ابرہام کا ختنہ نشان تھا کہ وہ خدا پر ایمان لایا ہے (رومیوں ۴: ۱۱)۔ لیکن یہودی "روحانی" مطلب تو بہت جلد بھول گئے اور صرف رسمی طور پر ختنہ کراتے رہے۔ اِس لئے جہاں تک خدا کا تعلق ہے یہ رسم بے معنی ہو کر رہ گئی تھی۔

نئے عہدنامہ میں ختنہ کا حکم نہیں ہے کیونکہ اب خدا یہودیوں اور غیر قوموں دونوں سے یکساں طور پر فضل سے پیش آ رہا ہے۔ کلیسیا کے ابتدائی دور میں یہودی ایمان داروں کا ایک گروہ زور دیتا تھا کہ نجات کے لئے ختنہ ضروری ہے۔ اِس لئے یہ گروہ "مختونوں" کہلاتا تھا (گلتیوں ۲: ۱۲)۔

[2] یروشلیم کی اِس میٹنگ کا تفصیلی بیان اعمال باب ۱۵ میں درج ہے۔ اِس کا مطالعہ بڑے غور سے کرنا چاہئے۔

۲:۵ - پولُس اور برنباس نے اُن کی زبردست مخالفت کی - اِس مُعاملے کو طے کرنے کے لئے پولُس، برنباس اور چند اور ایمان دار یروشلیم گئے تاکہ وہاں رسُولوں اور دُوسرے بزرگوں کی رائے دریافت کریں -

۲:۶ - جو لوگ یروشلیم میں مُعزّز تھے اور کُچھ سمجھے جاتے تھے اُن سے پولُس کو "کُچھ حاصل نہ ہُوا" یعنی نہ تو اپنے پیغام کے لئے اور نہ بحیثیت رسُول اپنے لئے اُسے کُچھ فائدہ ہُوا - یہ قابلِ توجہ بات ہے - گذشتہ باب میں اُس نے زور دے کر کہا ہے کہ دُوسرے رسُولوں کے ساتھ اُس کی مُلاقات کم سے کم رہی - اور اَب جب آخر اُن کے ساتھ صلاح مشورہ کیا تو اُنہوں نے اِتفاق کیا کہ پولُس اُسی خوشخبری کی منادی کرتا ہے جس کی ہم کرتے ہیں - یہ کیسا اہم نکتہ ہے! اُن یہودی لیڈروں نے اِتفاق کیا کہ اُس کی خوشخبری میں کسی طرح کا کوئی نقص نہیں - اگرچہ پولُس اُن سے الگ تھا، خودمُختار تھا، اُس نے اُن سے تعلیم نہیں پائی تھی تو بھی اُن کی اور اُس کی خوشخبری میں بالکل کوئی فرق نہ تھا - (پولُس کسی صُورت میں بھی دُوسرے رسُولوں کو کم تر ثابت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا - وُہ صِرف یہ کہتا ہے "خواہ وُہ کیسے ہی تھے" یعنی خُداوند یسوع کی زمینی زِندگی میں اُس کے ساتھ رہے تھے تو بھی پولُس کی نظروں میں اُن کو کوئی اعلیٰ و برتر اِختیار حاصل نہیں تھا - خُدا خارجی اور ظاہری امتیازات کی بِنا پر کسی اِنسان کی ذات یا شخصیت کو قبُول نہیں کرتا) -

۲:۷، ۸ - یروشلیم میں رسُولوں نے جان لیا کہ خُدا نے جس طرح "پطرس" کو یہودیوں کو خوشخبری سُنانے کے لئے مقرر کیا تھا، اُسی طرح پولُس کو کسی اِستحقاق کے بغیر اپنے فضل سے "نامختونوں" (غیر قوموں) میں منادی کرنے کے لئے مُقرر کیا ہے - دونوں شخص ایک ہی خوشخبری کی منادی کرتے تھے - لیکن خصُوصیت سے الگ الگ قوموں کے درمیان -

۲:۹، ۱۰ - یہاں تک کہ "یعقوب اور کیفا (پطرس) اور یُوحنا" جو کہ کلیسیا کے رُکن (ستون) مانے جاتے تھے، اُن کو بھی "معلوم" ہو گیا کہ خُدا پولُس کے ذریعے سے کام کر رہا ہے - چنانچہ اُنہوں نے پولُس اور "برنباس کو دہنا ہاتھ دے کر" اپنی رفاقت میں "شریک کر لیا" تاکہ وُہ "غیر قوموں" میں انجیل کی منادی کریں - یہ کوئی باضابطہ مخصُوصیت (آرڈینیشن) نہیں تھی، بلکہ اُنہوں نے کمال محبّت سے پولُس کی خِدمت کو تسلیم کیا تھا - اُنہوں نے صِرف ایک مشورہ دیا کہ وُہ اور برنباس "غریبوں کو یاد رکھیں - پولُس کہتا ہے کہ "مَیں خُود ہی اِسی کام کی کوشش میں تھا" -

ج۔ پولُس پطرس کو جھڑکتا ہے (۲:۱۱-۲۱)

۲:۱۱۔ ششم۔ اپنی رسالت پر اعتراض کے چھٹے اور آخری جواب میں پولُس بیان کرتا ہے کہ میرے لئے "کیفا" (پطرس) کو جھڑکنا ضروری ہو گیا تھا ——— اِس لئے کہ بہت سے یہودی مسیحی پطرس کو رسولوں میں بڑا مانتے تھے (کلام کا یہ حِصّہ مؤثر طور سے اِس رائے کی تردید کرتا ہے کہ پطرس کلیسیا کا بے خطا لیڈر تھا)۔

۲:۱۲۔ جب پطرس پہلے انطاکیہ میں آیا تو مسیحی آزادی کا پُورا پُورا فائدہ اُٹھاتے ہُوئے وُہ "غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا"۔ یہودی روایت کے مُطابق وُہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ کُچھ عرصے کے بعد یروشلیم سے "یعقوب کی طرف سے چند شخصوں" نے اِنطاکیہ کا دَورہ کیا۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ ہم یعقوب کے نمائندے ہیں۔ لیکن اُس نے اِس بات سے اِنکار کیا (اعمال ۱۵:۲۴)۔ غالباً وہ یہودی مسیحی تھے اور ابھی تک بعض شرعی رسموں کی پابندی کرتے تھے۔ وُہ اِنطاکیہ آئے تو پطرس نے غیر قوم والوں کے ساتھ میل جول رکھنا چھوڑ دیا۔ اُسے "ڈر" تھا کہ میرے اِس برتاؤ یا کردار کی خبریں یروشلیم میں شریعت نواز طبقے کو پہنچیں گی۔ اِس حرکت سے وُہ انجیل کی خوشخبری کی ایک عظیم سچّائی کا اِنکار کر رہا تھا ——— کہ مسیح میں سارے ایمان دار ایک ہیں اور قومیت کے اِمتیازات رفاقت پر کوئی اثر نہیں ڈالتے۔ فِنڈلے کہتا ہے "نامختونوں کے ساتھ کھانے سے اِنکار کر کے پطرس گویا تصدیق کر رہا تھا کہ اگرچہ وُہ مسیح میں ایمان دار ہیں، لیکن میرے نزدیک وُہ کم قدر اور ناپاک‘ ہیں اور ایمان کی راست بازی کی نِسبت مُوسوی رسمیں زیادہ پاکیزگی بخشتی ہیں"۔

۲:۱۳۔ "برنباس" سمیت "باقی یہودیوں" نے بھی پطرس کی پیروی کی۔ برنباس پولُس کا قابلِ قدر ہم خدمت تھا۔ اِس حرکت کی نزاکت اور سنجیدگی کو سمجھتے ہُوئے پولُس نے پُوری دلیری سے پطرس کو "ریاکاری" کا مُرتکب قرار دِیا اور اُسے ملامت کی۔ آیات ۱۴-۲۱ میں اِس ملامت کا بیان درج ہے۔

۲:۱۴۔ مسیحی ہوتے ہُوئے پطرس جانتا تھا کہ اَب خُدا قومی اِمتیازات کو نہیں مانتا۔ اِس لئے وُہ (پطرس) غیر قوم والوں کی طرح رہتا تھا اور اُن کے کھانے بھی کھاتا تھا۔ لیکن مندرجہ بالا وجہ (آیت ۱۲) کی بِنا پر اُس نے غیر قوم والوں کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اِس طرح گویا وُہ ظاہر کر رہا تھا کہ پاکیزگی کے لئے یہودی آئین وضوابط اور رسومات کی پابندی ضروری

ہے۔ لہٰذا غیر قوم ایمان داروں کو "یہودیوں کی طرح" چلنا پڑے گا۔

۱۵:۲۔ یہاں پولُس رسُول طنز کر رہا ہے۔ کیا پطرس کے کردار سے اِس قائلیت کا اِظہار نہیں ہو رہا تھا کہ "یہودی" اعلیٰ اور برتر ہیں، اور "غیر قوموں" کی حیثیت قابلِ تحقیر ہے؟ پطرس کو تو زیادہ خبر ہونی چاہئے تھی کیونکہ خُدا نے غیر قوم کرنیلیُس کے ایمان لانے سے پطرس کو سکھایا تھا کہ کِسی اِنسان کو حقیر اور ناپاک سمجھنا مناسب نہیں (اعمال باب ۱۰ اور ۱۱: ۱-۱۸)۔

۱۶:۲۔ جو یہودی نجات پا چُکے تھے وُہ جانتے تھے کہ "شریعت کے اعمال" سے نجات نہیں مِلتی۔ جو لوگ شریعت کو کامِل طور سے پُورا نہیں کر سکتے، اُس کے احکام کی پُوری پُوری تعمیل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، شریعت اُن کو موت کی سزا دیتی ہے۔ چنانچہ سب اُس کی لعنت کے ماتحت ہیں، کیونکہ سب نے اُس کے پاک احکام کو توڑا ہے۔ یہاں یہ حقیقت پیش کی گئی ہے کہ "مُنجی خُداوند یسوع مسیح ہی وُہ واحِد وسیلہ" نجات ہے جس پر ایمان لانا ہے۔ پولُس پطرس کو یاد دلاتا ہے کہ ہم یہودی بھی اِسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ "آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صِرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راست باز ٹھہرتا ہے"۔ اب یہ کہاں کی دانائی ہے کہ پطرس غیر قوموں کو شریعت کے ماتحت لا رہا ہے؟ شریعت لوگوں کو یہ تو بتاتی ہے کہ کیا کرنا ہے، مگر وُہی کُچھ کرنے کی توفیق نہیں دیتی۔ شریعت تو گناہ کو ظاہر کرنے کے لئے دی گئی وُہ نجات نہیں دے سکتی۔

۱۷:۲۔ پولُس، پطرس اور دُوسرے راستباز ٹھہرائے جانے کے لئے "مسیح" اور صِرف مسیح پر ایمان لائے تھے۔ مگر اِنطاکیہ میں پطرس کے برتاؤ اور حرکتوں سے یُوں ظاہر ہوتا تھا کہ وُہ پُورے طور پر راست باز نہیں ٹھہرا اور نجات کو کامِل کرنے کے لئے اُسے دوبارہ شریعت کے ماتحت ہونا ضرُوری ہے۔ اگر یہ بات ہے تو مسیح کافی اور کامِل مُنجّی نہیں۔ اگر ہمیں گُناہوں کی مُعافی کے لئے مسیح کے پاس جانا ہے، مگر مزید کسی اور جگہ بھی جانا ضرُوری ہے تو کیا مسیح "گُناہ کا باعث" نہ ہُوا، کیونکہ وُہ اپنے وعدے پُورے کرنے میں ناکام رہا؟ اِس لئے کہ اگر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ راست باز ٹھہرنے کے لئے ہمارا اِنحصار مسیح پر ہے، اور پھر شریعت کی طرف رجُوع کرتے ہیں (جو کہ ہمیں صرف گنہگار ٹھہراتی ہے) تو کیا ہمارا کردار ایک مسیحی کا کردار ہے؟ کیا ہم اُمید کر سکتے ہیں کہ مسیح ایسے کردار پر قبولیت کی مُہر لگا دے گا حالانکہ ہم تو اُسے "گُناہ کا باعث" ثابت کر رہے ہیں؟ پولُس پُورے زور سے جواب دیتا ہے کہ "ہرگز نہیں"۔

۲: ۱۸۔ پطرس نے مسیح پر ایمان کی خاطر سارے شرعی نظام کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ جہاں خُدا کی نظر میں مقبولیت کی بات ہو وہاں وُہ یہودی اور غیر قوم میں ہر قسم کے اِمتیاز کو رد کرتا تھا۔ لیکن اَب غیر قوم والوں کے ساتھ کھانے سے اِنکار کر کے وُہ اپنے ڈھائے ہُوئے کو دوبارہ بنا رہا تھا، اور اس طرح خود کو "قصوروار" ثابت کر رہا تھا۔ یا تو وُہ مسیح کی خاطر شریعت کو چھوڑ دینے میں غلطی کر رہا تھا یا اب شریعت کی خاطر مسیح کو چھوڑ دینے میں غلطی کر رہا ہے!

۲: ۱۹۔ شریعت کی حُکم عُدولی کی سزا موت ہے۔ بحیثیت گنہگار کے مَیں نے شریعت کو توڑا۔ اِس لئے شریعت نے مجھے مَوت کی سزا دی۔ لیکن مسیح نے میرے عوض مَر کر شریعت کو توڑنے کی سزا اَدا کر دی۔ اِس طرح جب مسیح مُؤا تو مَیں مَر گیا۔ وُہ شریعت کے اعتبار سے اِس مفہوم میں مَر گیا کہ اُس نے شریعت کے سارے جائز مُطالبات کو پُورا کر دیا۔ چنانچہ مسیح میں مَیں بھی "شریعت کے اعتبار سے مَر گیا"۔

مسیحی "شریعت کے اِعتبار سے مَر گیا" ہے۔ اب شریعت کے ساتھ اُس کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ تو کیا اِس کا مطلب ہے کہ مسیحی کو حسبِ خواہش دس اُحکم توڑنے کی آزادی ہے؟ نہیں۔ وُہ پاک زِندگی گزارتا ہے۔ شریعت کے ڈر سے نہیں بلکہ اُس ہستی کی محبّت کی خاطر جِس نے اُس کی خاطر اپنی جان دِی۔ جو مسیحی شریعت کے ماتحت ہونا چاہتے ہیں، اُن کو معلُوم نہیں کہ اِس طرح وُہ لعنت کے ماتحت آجاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر وُہ شریعت کی ایک بات کو پُورا کرتے ہیں، تو باقی ساری باتوں کے لئے بھی ذمہ دار اور جوابدِہ ہوں گے۔ "خُدا کے اِعتبار سے زِندہ" ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ شریعت کے اعتبار سے مَر جائیں۔ شریعت ہرگز پاک زِندگی پیدا نہیں کر سکتی تھی۔ خُدا کا اِرادہ بھی نہیں تھا کہ شریعت ایسا کرے۔ اُس کا پاکیزگی کا طریقہ آیت ۲۰ میں بیان ہُوا ہے۔

۲: ۲۰۔ اِیمان دار مَوت میں "مسیح کے ساتھ" ایک ٹھہرتا ہے۔ نہ صِرف مسیح کلوری پر مصلُوب ہُوا، وہاں مَیں بھی —— اُس میں —— مصلُوب ہُوا۔ اِس کا مطلب ہے کہ خُدا کی نظر میں بطور گُنہگار میرا خاتمہ ہوگیا۔ اِس کا مطلب ہے کہ ایک ایسے شخص کی حیثیت سے میرا خاتمہ ہوگیا جو نیک نامی کی تلاش کرتا پھرتا تھا یا اپنی کوشش سے نجات حاصِل کرنے کی کوشش کرتا پھرتا تھا۔ اِس کا مطلب ہے کہ آدم کے فرزند کی حیثیت سے میرا خاتمہ ہوگیا۔ جو شخص شریعت کی لعنت کے ماتحت تھا وُہ مر گیا۔ میری پُرانی اور نئی پیدائش سے ناواقف ہستی ختم

ہوگئی، پُرانا، "شریر" "مَیں" مصلوب ہوگیا۔ اب اُس کا میری روزمرّہ زِندگی پر کوئی دعویٰ، کوئی حق نہ رہا۔ خُدا کے سامنے میری حیثیت کے لحاظ سے یہ بات "سچ" ہے، اور اِس لئے میری روزمرّہ زِندگی کے لحاظ سے بھی سچ ہونی چاہئے۔

ایمان دار کا ایک "شخصیت" یا ایک "فرد" کے طور پر زِندہ رہنا ختم نہیں ہو جاتا۔ لیکن اب جو زِندہ ہے وہ خُدا کی نظر میں وہ نہیں جو مَر گیا تھا۔ "اب مَیں زِندہ نہ رہا، بلکہ مسیح مُجھ میں زِندہ ہے"۔ نجات دہندہ میری خاطر اِس لئے نہیں مؤا کہ مَیں جیسے چاہوں ویسے زِندگی بسر کرتا رہوں، وہ اِس لئے مؤا کہ اَب سے وہ مُجھ میں اپنی زِندگی بسر کر سکے۔ "اور مَیں جو اب جِسم میں زِندگی گزارتا ہوں تو خُدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے گزارتا ہوں"۔ ایمان کا مطلب ہے، خُدا پر یقین یا بھروسا یا انحصار کرنا۔ ایک مسیحی مسیح پر مُسلسل اِنحصار کرتے ہوئے زِندگی گزارتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اُس کے سپرد کر دیتا ہے۔ وہ مسیح کو اپنے اَندر اپنی زِندگی گزارنے دیتا ہے۔

چنانچہ ایک مسیحی کا اُصولِ زِندگی شریعت نہیں بلکہ مسیح ہوتا ہے۔ اب مُعاملہ دوڑ دھوپ اور کوشش کا نہیں، بلکہ ایمان کا ہوتا ہے۔ وہ پاک زِندگی سزا کے ڈر اور خَوف کی وجہ سے نہیں گزارتا بلکہ "خُدا کے بیٹے" کی محبّت کی خاطر "جس نے مُجھ سے محبّت رکھی اور اپنے آپ کو میرے لئے موت کے حوالہ کر دیا"۔

کیا آپ نے کبھی یہ دُعا کرتے ہوئے اپنے زِندگی خُداوند یسوع کے سپرد کی ہے کہ آپ کے جِسم میں اُس کی زِندگی ظاہر ہو؟

۲:۲۱۔ "خُدا کا فضل" اِس میں ہے کہ اُس نے غیر مشروط طور پر نجات کی بخشش عطا کر دی۔ جب اِنسان اِسے کمانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اِس بخشش کو "بے کار" یا "عبث" کر دیتا ہے۔ کیونکہ اگر انسان اِس کا حق دار ہو، اِس کے لائق ہو، یا اِسے کما سکے تو پھر یہ "فضل" نہیں رہتا۔ پولس پطرس کو جو آخری زوردار دلیل دیتا ہے وہ بے حد مؤثر ہے۔ اگر پطرس یہودی رسومات کی پیروی اور پابندی سے خُدا کے حضور مقبولیت حاصل کر سکتا تو "مسیح کا مَرنا عبث ہوتا"۔ گویا مسیح نے اپنی زِندگی یُونہی پھینک دی۔ مسیح اِس لئے مؤا کہ اِنسان کسی اَور طریقے سے "راستبازی" حاصل نہیں کر سکتا تھا ــــ شریعت کی پابندی سے بھی نہیں۔

قلو کہتا ہے :

> ”سب سے بڑی بدعت جو کلیسیاؤں کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے، جو عقائد میں بیوقوفی کا خمیر لگا دیتی ہے، جو ہمارے انسانی دلوں کو فخر اور گھمنڈ سے موٹا کر دیتی ہے، یہ ہے کہ ”نجات اعمال سے ہے“ ۔

> جان رسکن رقمطراز ہے کہ ’میرا ایمان ہے کہ ہر وہ رخنہ اور ہر وہ بدعت جس نے مسیحی کلیسیا کو نقصان پہنچایا ہے وہ یہی کوشش ہے کہ نجات کو قبول کرنے کی بجائے اسے کمایا جائے ۔ اور ہماری منادی کے اتنے غیر موثر ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اکثر اوقات آدمیوں کو کہتی ہے کہ خدا کے لئے کام (اعمال) کرو، یہ نہیں کہتی کہ خدا کو انسان کے لئے کام کرتے ہوئے دیکھو۔“

۲- عقائد اور تعلیم ——— پولس ایمان سے راستباز ٹھہرائے جانے کا دفاع کرتا ہے (۱:۳ – ۱:۵)

ا- انجیل (خوشخبری) کی عظیم سچائی (۱:۳ – ۹)

۱:۳ - گلتیوں کے کاموں سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان میں عقل اور سمجھ کی کمی ہے۔ فضل سے ہٹ کر شریعت کی طرف پھرنا تو ”افسون“ کے زیر اثر آنا ہے ۔ گویا جادو کے اثر سے سو گئے ہیں اور اسی غفلت میں سچائی کو چھوڑ کر جھوٹ کو قبول کئے جا رہے ہیں۔ ”کس نے تم پر افسون کر لیا؟“ ”کس نے“[1] واحد ہے (یونانی tis) جمع نہیں جس سے اشارہ ملتا ہے کہ اس جھوٹی تعلیم کا منبع شاید ابلیس ہے ۔ خود پولس نے تو گلتیوں کے سامنے ”یسوع مسیح“ کی منادی کی تھی کہ وہ صلیب دیا گیا۔ اور زور دے کر کہا تھا کہ صلیب تم کو شریعت کی غلامی اور لعنت سے ہمیشہ کے لئے آزاد کرتی ہے ۔ یہ کیسے ہوا کہ وہ صلیب کو نظر انداز کر کے شریعت کی طرف پھر گئے؟ کہ سچائی نے عملاً ان کے دلوں میں گھر نہیں کیا تھا؟

---

[1] اگرچہ یونانی میں ”کس نے“ یا ”کون“ کے لئے واحد اور جمع کے صیغوں میں الگ الگ لفظ ہیں لیکن یہاں جمع میں جواب کو بھی خارج از امکان نہیں کہا جا سکتا۔

۳:۲۔ اِس سارے مُعاملے کو طے کرنے کے لئے صِرف ایک سُوال کافی ہونا چاہئے۔ گلتی اُس وقت پر نظر کریں جب ایمان لائے تھے ـــــ وُہ وقت تھا جب رُوح اُن کے جِسموں میں سکُونت کرنے کے لئے نازِل ہُوا تھا۔ پَولُس گلتیوں سے پُوچھتا ہے کہ "تُم نے شریعت کے اعمال سے رُوح کو پایا یا ایمان کے پیغام سے؟" صاف ظاہر ہے کہ ایمان سے پایا تھا۔ کِسی کو بھی رُوح "شریعت" کے اعمال سے کبھی نہیں مِلا۔

۳:۳۔ اگر وُہ اعمال سے نجات حاصِل نہیں کر سکتے تھے تو کیا توقع کر سکتے ہیں کہ ہم شریعت کے وسیلے سے پاکیزگی یا مسیحی پُختگی میں ترقی کر سکتے ہیں؟ اگر اُن کی نجات کے لئے "رُوح" کی قدرت ضروری ہے، تو کیا وُہ اِس عمل کو جِسمانی کوشش سے مکمل کر سکتے ہیں؟

۳:۴۔ جب گلتی پہلے پہل مسیح پر ایمان لائے تو اُن کو تلخ ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑا، کُچھ تو یہُودی زیلوتیس (مذہبی جوش رکھنے والے) افراد کے ہاتھوں تکالیف آئیں، کیونکہ وُہ فضل کی خوشخبری کو ناپسند کرتے تھے اور اِس کے سخت مخالف تھے۔ کیا اُنہوں نے جو "اِتنی تکلیفیں" اُٹھائیں تو "بے فائِدہ اُٹھائیں؟" دوبارہ شریعت کی طرف جا کر کیا وُہ کہہ نہیں رہے کہ ہمیں ستانے والے دُرست ہی تھے؟ "مگر شاید بیفائدہ نہیں"۔ پَولُس کو پُختہ اور دائمی اُمید ہے کہ وُہ اُس خوشخبری کی طرف لوٹیں گے جِس کی خاطر اُنہوں نے "اِتنی تکلیفیں" اُٹھائی تھیں۔

۳:۵۔ یہاں سُوال پیدا ہوتا ہے کہ "جو" خُدا کی طرف اِشارہ کرتا ہے یا پَولُس کی طرف۔ یا کِسی اور کی طرف جو اِس خط کے تحریر کئے جانے کے دِنوں میں گلتیوں کے درمیان خِدمت کر رہا تھا۔ بالآخر تو اِس کا اِطلاق "خدا" پر ہی ہوتا ہے، کیونکہ صِرف وُہی پاک "رُوح" بخش سکتا ہے۔ لیکن ایک ثانوی مفہُوم میں اِس کا اطلاق ایک مسیحی کارِندے پر بھی ہوتا ہے جِس کے وسیلے سے خُدا اپنی مرضی پُوری کرتا ہے۔ اِس سے مسیحی خِدمت کا ایک سربُلند اور شان دار منظر سامنے آتا ہے۔ کِسی نے کہا ہے کہ "کِسی قسم کا بھی حقیقی مسیحی کام یہ ہے کہ رُوحُ القُدس دُوسروں کو پہنچایا جائے"۔

اگر رسُول اپنے متعلق بات کر رہا ہے تو شاید وُہ اُن مُعجزوں کے بارے میں سوچ رہا ہے جو اُس کی منادی کے ساتھ ظاہر ہوتے تھے۔ اور یہ سوچ رہا ہے کہ گلتیوں نے کِس طرح مسیح کو قبول کیا (عبرانیوں ۲:۴)۔ البتہ فِعل کا زمانہ (حال) کِسی ایسے کام کو ظاہر نہیں کرتا جو ماضی میں ہُوا، بلکہ یہ کہ اب یعنی خط کے تحریر کرتے وقت ہو رہا ہے۔ غالباً پَولُس اُن مُعجزانہ نعمتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو رُوحُ القُدس نے ایمان داروں کو ایمان لانے کے بعد عطا

رکیں اور جن کا بیان ۱۔ کرنتھیوں ۱۲: ۸–۱۱ میں درج ہے۔

"کیا وہ شریعت کے اعمال سے ایسا کرتا ہے یا ایمان کے پیغام سے؟" جواب ہے "ایمان کے پیغام سے"۔ رُوح القدس کا ایمان دار کے اندر سکونت کرنا اور نتیجتاً اُس کی زندگی میں کام کرنا، یہ ایسی باتیں ہیں جن کا اِنسان حق دار نہیں ہو سکتا، نہ اعمال سے کما سکتا ہے۔ یہ فضل کے وسیلے سے دی جاتی ہیں اور "ایمان" سے حاصل کی جاتی ہیں۔ چنانچہ گلتیوں کو اپنے تجربات سے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ برکت شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ ایمان سے مِلتی ہے۔

دُوسرے ثبوت کے لئے پَولُس پاک صحائف کا وُہی حصّہ پیش کرتا ہے جسے جھُوٹے اُستاد یہ ثابت کرنے کے لئے اِستعمال کرتے تھے کہ ختنہ ضرُوری ہے۔ پُرانا عہدنامہ حقیقت میں کیا کہتا ہے؟

۳: ۶۔ پَولُس ثابت کر چکا ہے کہ گلتیوں کے ساتھ خُدا کا سلوک/ برتاؤ خالصتاً ایمان کی بنیاد پر تھا۔ اب وُہ ثابت کرتا ہے کہ پُرانے عہدنامہ میں بھی اِنسان اِسی طریقے سے نجات پاتے تھے۔ آیت ۵ میں یہ سُوال پُوچھا گیا تھا کہ "کیا وُہ شریعت کے اعمال سے ایسا کرتا ہے یا ایمان کے پیغام سے ہے" اور جواب تھا "ایمان کے پیغام سے"۔ اِس جواب کو ذہن میں رکھتے ہُوئے آیت ۶ کہتی ہے "چنانچہ ابرہام ..." وُہ بھی اِسی طریقے سے یعنی "ایمان کے پیغام سے" راست باز ٹھہرایا گیا۔

شاید یہُودی اُستاد ابرہام کو ایک ہیرو کے طور پر اِستعمال کرتے اور اُس کی مثال دیتے تھے۔ اور اُس کے تجربے (پیدائش ۱۷: ۲۴، ۲۶) کو بنیاد بنا کر ختنہ کی ضرُورت پر زور دیتے تھے۔ اگر ایسا ہے تو پَولُس اُن ہی کے میدان میں اُن سے لڑتا ہے۔ چنانچہ ابرہام نے کیسے نجات پائی؟ "ابرہام خُدا پر ایمان لایا"۔ اُس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس میں اُس کی قابلیت یا لیاقت شامِل تھی۔ وُہ صِرف "خُدا پر ایمان لایا"۔ اِس حقیقت کے ساتھ کوئی لیاقت اور قابلیت (نیک اعمال) پیوستہ نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اِنسان خُدا پر ایمان نہیں لاتا تو بیوقُوف ہے۔ نجات کے سِلسلے میں اِنسان صِرف ایک ہی بات کر سکتا ہے کہ خُدا پر ایمان لائے۔ اور اِس میں فخر کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ یہ کوئی ایسی "نیکی" (نیک عمل) نہیں جس میں اِنسانی کوشش شامِل ہو۔ اِس میں جسم کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اِس سے بڑھ کر درُست کام اَور کیا ہے کہ مخلُوق اپنے خالِق کا یقین کرے یا بچہ/ فرزند اپنے "باپ" پر ایمان لائے۔

راستباز ٹھہرانا خُدا کا عمل ہے۔ وُہ اُن سب کو راستباز ٹھہراتا ہے جو اُس پر ایمان لاتے

ہیں۔ خدا گنہگاروں سے یہ سلوک اِس لئے کر سکتا ہے کہ مسیح نے کلوری کی صلیب پر گنہگاروں کے عوض جان دے کر اُن کے قصوروں کا قرض ادا کر دیا۔ راست باز ٹھہرانے کا یہ مطلب نہیں کہ خدا گنہگار کی ذات کو راست باز اور بے گناہ بنا دیتا ہے، بلکہ یہ کہ نجات دِہندہ کے کام کی بنیاد پہ اُس کو راست باز شمار کرتا ہے۔ خدا ایمان لانے والے گنہگار کو راست باز ہونے کا درجہ دے دینا، اور یُوں اُس کو آسمان کے لائق بنا دیتا ہے۔ اور پھر توقع کرتا ہے کہ جو کچھ اُس نے اُس کے لئے کیا ہے اُس کی شکر گزاری کے طور پر وہ راست باز زندگی بسر کرے۔ یہاں غور کرنے کی اہم بات یہ ہے کہ راست باز ٹھہرائے جانے کا شریعت کی تعمیل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اِس کا تعلق کُلیتہً ایمان سے ہے۔

۳:۷۔ اِس میں شک نہیں کہ یہودی اُستاد اِس بات پر زور دیتے تھے کہ ابرہام کے سچے فرزند بننے کے لئے گلتیوں کو ختنہ کرانا ضروری ہے۔ پولس اِس کی تردید کرتا ہے۔ "ابرہام کے" حقیقی "فرزند" وہ نہیں جو یہودی پیدا ہوئے یا جو یہودی نو مرید بن گئے، بلکہ وہ ہیں جنہوں نے "ایمان" کے وسیلے سے نجات پائی۔ رومیوں ۴: ۱۰، ۱۱ میں پولس ثابت کرتا ہے کہ ابرہام ختنہ کرانے سے پہلے راستباز گنا گیا تھا، یعنی اُس وقت جبکہ وہ ابھی غیر قوم والی بنیاد پر کھڑا تھا۔

۳:۸۔ پُرانا عہدنامہ آنے والی صدیوں پر نگاہ ڈال رہا ہے اور پہلے ہی دیکھ لیتا ہے کہ خدا یہودیوں اور "غیر قوموں کو ایمان سے راست باز ٹھہرائے گا"۔ ایمان ہی سے "برکت پائیں گی"۔ یہ بات پُرانے عہدنامہ نے پہلے سے صرف دیکھی ہی نہیں، بلکہ پیدائش ۱۲: ۳ میں ابرہام کو واضح طور پر بتائی بھی گئی تھی ——— "زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے"۔

جب ہم پیدائش کی کتاب میں پہلی دفعہ یہ آیت پڑھتے ہیں تو سمجھنا مشکل لگتا ہے کہ پولس نے اِس میں یہ مفہوم کیسے تلاش کر لیا۔ لیکن رُوح القدس جس نے پُرانے عہدنامہ میں یہ آیت لکھی جانتا تھا کہ اِس میں ساری قوموں کے لئے ایمان کے وسیلے سے نجات موجود ہے۔ چونکہ پولس بھی اُسی رُوح القدس کے اِلہام سے لکھتا ہے اِس لئے اُسے توفیق دی گئی کہ اِس میں چھپے ہوئے اُس بڑے مفہوم کی وضاحت کرے۔ "تیرے باعث" یعنی ابرہام کے ساتھ، یعنی اُسی طریقے سے جس سے ابرہام کو نجات ملی۔ "سب قومیں"۔ یہودی اور غیر یہودی سب۔

"برکت پائیں گی" —— نجات پائیں گی۔ ابرہام نے کس طرح نجات پائی؟ "ایمان سے"۔ سب قومیں کس طرح نجات پائیں گی؟ جس طریقے سے ابرہام نے پائی تھی —— ایمان سے۔ علاوہ ازیں وہ غیر قوموں کی حیثیت میں نجات پائیں گی —— یہودی بن کر نہیں۔

۳:۹ - وہ سب "جو" خدا پر "ایمان" لاتے ہیں "ابرہام کے ساتھ" راست باز ٹھہرائے جائیں گے۔ یہ یہودی پاک نوشتوں کی گواہی ہے۔

ب۔ شریعت بمقابلہ وعدہ (۳: ۱۰- ۱۸)

۳:۱۰ - پولس پاک نوشتوں سے ثابت کرتا ہے کہ برکت عطا کرنا تو دور کی بات ہے، شریعت صرف "لعنت" دیتی ہے۔ اِس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ "جتنے شریعت کو توڑتے ہیں" بلکہ یہ کہ "جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں" یعنی جو شریعت کی تعمیل کی بنیاد پر خدا کی نظر میں مقبول ٹھہرنے کی اُمید رکھتے ہیں "وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں" یعنی اُن پر سزا کا حکم ہو چکا ہے۔ "چنانچہ لکھا ہے" (استثنا ۲۷:۲۶) "کہ جو کوئی ... قائم نہیں ... لعنتی ہے"۔ اِتنا ہی کافی نہیں کہ ایک دِن یا ایک مہینہ یا ایک سال شریعت پر عمل کر لیا، بلکہ اِس پر مسلسل "قائم" رہنا ضروری ہے۔ فرمانبرداری کامل ہونی چاہئے۔ صرف دس احکام کی تعمیل کرنا کافی نہیں۔ اُن چھ سو سے زائد سارے حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے جو موسیٰ کی پانچ کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔

۳:۱۱ - پولس جھوٹے اُستادوں کی تعلیم کو پھر پُرانے عہدنامہ کی مدد سے غلط ثابت کرتا ہے۔ حبقوق میں سے حوالہ دے کر وہ ثابت کرتا ہے کہ خدا ہمیشہ ہی "ایمان" سے راست باز ٹھہراتا آیا ہے، شریعت سے نہیں۔ اصل یونانی الفاظ کی ترتیب کے مطابق ترجمہ یوں ہوگا "راستباز ایمان سے جیئے گا"۔ دوسرے لفظوں میں جن کو ایمان کے وسیلے سے راست باز محسوب کیا گیا ہے —— اعمال سے نہیں —— وہ ابدی زندگی پائیں گے۔ ایمان سے راست باز ٹھہرائے گئے لوگ جیتے رہیں گے۔

۳:۱۲ - شریعت اِنسان کو یہ نہیں کہتی کہ ایمان لاؤ، بلکہ یہ بھی نہیں کہتی کہ حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ شریعت سختی سے، مکمل اور کامل فرمانبرداری کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور یہ بات احبار کی کتاب کی تعلیم سے بالکل واضح ہے۔ اِس کا اُصول ایمان کے اُصول سے اُلٹ ہے۔ شریعت کہتی ہے "کر اور جیتا رہ"۔ ایمان کہتا ہے "ایمان لا اور جیتا رہ"۔ چنانچہ پولس کی دلیل یہ ہے کہ راستباز

شخص ایمان سے جیتا رہے گا۔ جو شخص "شریعت" کے ماتحت ہے وُہ "ایمان سے" "نہیں جیتا"۔ اِس لئے وُہ خُدا کے سامنے "راست باز" نہیں ہے۔ جب پَولُس کہتا ہے کہ "جِس نے اِن پر عمل کیا وُہ اِن کے سبب سے جیتا رہیگا" تو وُہ ایک نظری امرِ بدیہی یا ایک مثالی (آئیڈیل) بات پیش کر رہا ہے۔ لیکن اِس کا حصُول نامُمکِن ہے۔

۱۳:۳۔ مسیح نے ہمارا فِدیہ دیا۔ قیمت دے کر ہمیں چُھڑایا۔ "شریعت کی لعنت" مَوت ہے یعنی اِس کے حُکموں کو توڑنے کی سزا ——— شریعت کا تقاضا ہے کہ اِنسان کو مَوت کی سزا مِلے۔ لیکن مسیح نے مَوت کی سزا ادا کر کے شریعت کے ماتحتوں کو چُھڑا لیا ہے۔ (جب پَولُس "ہم" یا "ہمارے لئے" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو بنیادی طور پر ایمان لانے والے یہُودیوں کی طرف اشارہ ہے۔ البتہ یہُودی پُوری نسلِ اِنسانی کی نمائندگی کرتے تھے)۔

سٹینلے جونز کہتا ہے:

> "گلتی سوچتے تھے کہ مسیح نے ہمیں صِرف آدھا خریدا ہے۔ اور باقی نِصف ہمیں خُود ختنہ اور باقی یہُودی رسومات اور ضابطوں کی پابندی کر کے خریدنا ہے۔ چنانچہ وُہ جھُوٹے اُستادوں کے پیچھے لگنے اور مسیحیت اور یہودیت کی آمیزش کرنے کو تیار ہو گئے۔ اِس لئے پَولُس یہاں کہتا ہے کہ 'مسیح نے ہمیں پُورا پُورا مول لے کر شریعت کی لعنت سے چُھڑایا'"۔

مسیح نے اِنسان کو "چھڑایا" یعنی اُس نے گُناہ کے خِلاف خُدا کے خوفناک غضب کو برداشت کرتے ہُوئے انسان کی جگہ مَوت سہی۔ اور اِنسان کا عِوضی ہونے کے باعث خُدا کی "لعنت" اُس پر پڑی۔ وُہ خُود گُنہگار نہیں بنا، بلکہ اِنسان کے گناہ اُس پر رکھّے گئے تھے۔

مسیح نے اِنسان کو "شریعت کی لعنت" سے اِس طرح نہیں چُھڑایا کہ اپنی زِندگی بھر وش احکام کی پُوری پُوری تعمیل کی۔ پاک کلام ایسی تعلیم نہیں دیتا کہ اُس کی کامِل فرمانبرداری ہمارے حِساب میں شمار کی گئی، بلکہ اُس نے اِنسان کو اِس طرح چُھڑایا کہ شریعت کی خوفناک لعنت یعنی مَوت برداشت کی۔ اُس کی مَوت کے بغیر نجات ہو نہیں سکتی تھی۔ شریعت کی تعلیم ہے کہ جب مُجرموں کو درخت (لکڑی) پر لٹکایا جاتا تھا تو یہ علامت تھی کہ وُہ خُدا کی لعنت کے نیچے ہیں (اِستثنا ۲۱ : ۲۳)۔ یہاں اِس انداز کی پیش گوئی ہے جس سے مُنجّی اپنی مخلُوق کی لعنت اُٹھانے کے لئے جان دینے کو تھا۔ اُس کو آسمان اور زمین کے درمیان یُوں لٹکا دیا گیا جیسے

وُہ دونوں میں سے کسی کے لائق نہیں۔ وُہ اپنی صلیبی مَوت میں گویا "لکڑی پر لٹکایا گیا" (اعمال ۵:۳۰؛ ۱-پطرس ۲:۲۴)۔

۳:۱۴- خُدا نے وَعدہ کیا تھا کہ ابرہام کو برکت دے گا اور اُس کے وسیلے سے ساری دُنیا کو برکت مِلے گی۔ "ابرہام کی برکت" دراصل فضل کے وسیلے سے ایمان سے نجات ہے۔ لیکن پہلے ضُروری تھا کہ گُناہ کی وُہ سزا ادا کی جائے جس کا خُدا مُطالبہ کرتا تھا۔ اِس لئے خُداوند یسوع لعنت بن گیا تاکہ خُدا یہودیوں اور غیر قوموں دونوں پر فضل کر سکے۔ اب مسیح میں (جو ابرہام کی نسل سے ہے) ساری قومیں برکت پاتی ہیں۔

پیدائش ۱۲:۳ میں ابرہام کے ساتھ خُدا کے وعدہ میں رُوحُ القُدس کا ذِکر نہیں۔ مگر خُدا کے اِلہام سے پولُس یہاں ہمیں بتاتا ہے کہ ابرہام کے ساتھ نجات کے غیر مشروط وعدے میں "رُوح" القُدس کی نِعمت شامِل تھی۔ وُہ وہاں موجود تھا۔ جب تک شریعت کا دَور تھا رُوحُ القُدس آ نہیں سکتا تھا۔ رُوحُ القُدس کے دِئے جانے سے پہلے مسیح کا مرنا اور جلال پانا ضرور تھا (یُوحنّا ۱۶:۷)۔

رسُول نے ثابت کر دیا ہے کہ نجات ایمان سے ہے شریعت (کے اعمال) سے نہیں۔ اور ثبوت ہیں (۱) گلتیوں کا اپنا تجربہ اور (۲) پُرانے عہدنامہ کے صحائف کی گواہی۔ اب وُہ اِسی مقصد کے لئے روزمرّہ زِندگی سے ایک مثال دیتا ہے۔

اِس حِصّے میں پولُس جو دلیل دیتا ہے اُس کو مختصراً یُوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ پیدائش ۱۲:۳ میں خُدا نے وعدہ کِیا کہ ابرام میں دُنیا کے سارے قبیلے برکت پائیں گے۔ نجات کے اِس وَعدے میں یہودی اور غیر قومیں دونوں شامِل تھیں۔ پیدائش ۲۲:۱۸ میں خُدا نے یہ وعدہ بھی کِیا کہ "تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی"۔ خُدا نے "نسل" (واحد) کہا "نسلیں" (جمع) نہیں کہا۔ خُدا کا اِشارہ "ایک" شخص یعنی خُداوند یسوع مسیح کی طرف تھا جو براہِ راست ابرہام کی نسل سے تھا (لُوقا ۳:۳۴)۔ دُوسرے لفظوں میں خُدا نے مسیح کے وسیلے سے ساری قوموں کو برکت دینے کا وعدہ کیا۔ اِن میں یہودی اور غیر قومیں سبھی شامِل ہیں۔ یہ وعدہ غیر مشروط تھا۔ اِس کے لئے نہ نیک کاموں کا تقاضا تھا نہ شریعت کی فرمانبرداری کا۔ یہ سادہ[1] سا وعدہ تھا اور مقصد تھا کہ اِسے سادہ سے ایمان سے قبول کیا جائے۔

---

[1] سادہ کے لغوی معنی خالص کے ہیں جس میں کوئی ملاوٹ نہ ہو۔

اَب شریعت جو بنی اِسرائیل کو ۴۳۰ برس بعد دی گئی، وُہ اِس وعدہ میں نہ کسی شرط کا اِضافہ کرسکتی، نہ اِس میں کسی قسم کا ردوبدل کرسکتی تھی۔ اِنسانی مُعاملات میں ایسی بات "نادرست" ہوتی ہے۔ خُدا کے مُعاملات میں ایسی بات سوچنا بھی مُمکن نہیں۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غیر قوموں کو برکت دینے کا وعدہ مسیح کے وسیلے سے ایمان سے ہے، شریعت کی تعمیل سے نہیں۔

۱۵:۳۔ اِنسانی مُعاملات میں جب کسی "عہد" پر دستخط ہو جاتے اور مُہر لگ جاتی ہے تو کوئی اِس دستاویز میں ردوبدل کرنے یا اِس میں کچھ اِضافہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اگر انسانی عہد توڑے نہیں جا سکتے، تو خُدا کا عہد کیسے ٹُوٹ سکتا ہے!

۱۶:۳۔ بے شک یہودیت نواز یہ دلیل دیتے تھے کہ اگرچہ شرُوع میں یہ وعدے ابرہام اور اُس کی نسل سے ایمان کے وسیلے سے کئے گئے تھے لیکن بعد میں اِسی اِسرائیلی قوم کو شریعت کے ماتحت کر دیا گیا۔ اِسی طرح اگرچہ شرُوع میں گلتیوں کو ایمان سے نجات مِلی، مگر اَب ضرُور ہے کہ وُہ شریعت کی تعمیل کریں۔ پَولُس یہ جواب دیتا ہے کہ یہ "وعدے" "ابرہام اور اُس کی نسل" (واحد) سے کِئے گئے تھے "نسل" یا تخم بعض اوقات ہجُوم یا بڑے گروہ کو بھی ظاہر کرتا ہے لیکن یہاں یہ صِرف ایک شخص یعنی مسیح کو ظاہر کرتا ہے۔ (پُرانا عہدنامہ پڑھتے ہُوئے شاید ہم بھی کبھی اِس مفہُوم کو نہ دیکھ سکیں۔ لیکن خُدا کا رُوح ہمیں روشن کرتا ہے)۔

۱۷:۳۔ ابرہام کے ساتھ خُدا کا وعدہ غیر مشروط تھا۔ اُس کا اِنحصار اعمال پر قطعاً نہیں تھا۔ خُدا نے صِرف یہ عہد کِیا کہ وُہ ابرہام کو ایک نسل (مسیح) دے گا۔ اگرچہ ابرہام کے کوئی اَولاد نہ تھی مگر اُس نے خُدا کا یقین کِیا، اِس طرح آنے والے مسیح پر بھی ایمان لایا اور اُسے راست باز ٹھہرایا گیا۔ "شریعت — چار^{۴} سو تیس^{۳۰} برس کے بعد" آئی۔ یہ شریعت کسی طرح بھی اِس "عہد" پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ نہ اِس عہد کو باطل/منسُوخ کرسکتی ہے، نہ اِس میں کسی شرط کا اِضافہ کرسکتی ہے۔

چار سو تیس برسوں کا حِساب اُس وقت سے لگایا جاتا ہے جب خُدا نے ابرہام کے ساتھ عہد کی یعقوب کے ساتھ توثیق کی اور جب یعقوب مِصر میں داخل ہونے کی تیاری کر رہا تھا (پیدائش ۴۶ : ۱-۴) اور مِیعاد اُس وقت تک چلتی ہے جب خروج کے کوئی تین ماہ بعد شریعت دی گئی۔

۱۸:۳۔ "میراث" یا تو ایمان کے وسیلے سے ملے گی یا اعمال کے وسیلے سے۔

دونوں طرح نہیں ہو سکتی ۔ پاک کلام بالکل واضح کرتا ہے کہ یہ "ابرہام کو" غیر مشروط "وعدہ" کے وسیلے سے دی گئی تھی ۔ یہی حال نجات کا ہے ۔ یہ بھی غیر مشروط بخشش کی صورت میں پیش کی گئی ہے ، اِس کے لئے اعمال کا خیال بھی خارج از امکان ہے ۔

ج ۔ شریعت کا مقصد (۳: ۱۹-۲۹)

۳: ۱۹ ۔ "پس شریعت کیا رہی ؟" یعنی شریعت کا مقصد کیا ہے ؟ پولس کہتا ہے کہ شریعت نے ابرہام کے ساتھ خدا کے وعدہ کو نہ تو منسوخ کیا نہ اُس میں کسی شرط کا اضافہ کیا ۔ تو پھر "شریعت" کا "مقصد" کیا تھا ؟ شریعت کا مقصد یہ تھا کہ گناہ کی اصلیت کو ظاہر کرے کہ گناہ نافرمانی یا عدولِ حکم ہے ۔ گناہ تو شریعت سے پہلے بھی موجود تھا ۔ لیکن انسان نے شریعت کے آنے تک نہ جانا ، نہ پہچانا کہ یہ عدولِ حکم ہے ۔ عدولِ حکم کا مطلب ہے معلومہ حکم کی خلاف ورزی ۔

شریعت گنہگاروں کی ایک قوم کو دی گئی تھی ۔ وہ اِس پر عمل کر کے کبھی راست بازی حاصل نہ کر سکتی تھی ، کیونکہ اِس میں اُس کی تعمیل کرنے کی طاقت نہ تھی ۔ شریعت کا مقصد اِنسانوں کو یہ دکھانا تھا کہ ایسے گئے گزرے گنہگار ہو کہ تمہارے لئے کوئی اُمید نہیں تاکہ انسان خدا کو پکاریں کہ ہمیں اپنے فضل کے وسیلے سے بچا (نجات دے) ۔ ابرہام کے ساتھ خدا کا عہد برکت کا ایک غیر مشروط وعدہ تھا ۔ شریعت کا نتیجہ صرف لعنت نکلا ۔ شریعت نے دِکھا دیا کہ اِنسان غیر مشروط اور مفت برکت حاصل کرنے کے لائق نہیں ۔ اگر انسان کو برکت ملنی ہے تو ضرور ہے کہ خدا کے فضل سے ملے ۔

وہ "نسل" مسیح ہے ۔ چنانچہ شریعت مسیح کے آنے تک ایک عارضی اِنتظام کے طور پر دی گئی ۔ موعودہ ابراہیمی برکت اُس (مسیح) کے وسیلے سے ملنی تھی ۔ جب دو فریقوں کے درمیان معاہدہ ہوتا ہے تو ایک "درمیانی" کی ضرورت ہوتی ہے ۔ شریعت میں بھی وعدہ/معاہدہ کرنے والے دو فریق تھے ۔ خدا اور اسرائیل ۔ موسیٰ نے درمیانی کا کردار ادا کیا (اِستثنا ۵: ۵) ۔ فرشتے ایلچی یا پیغام بر تھے جنہوں نے خدا کی شریعت موسیٰ کو پہنچائی (اعمال ۷: ۵۳؛ عبرانیوں ۲: ۲) ۔ موسیٰ اور فرشتوں کی شمولیت ظاہر کرتی ہے کہ خدا اور اُس کے لوگوں کے درمیان فاصلہ تھا ۔ لوگ خدا کی حضوری میں آنے کے لائق نہ تھے ۔ یہ نالائقی وہ فاصلہ تھی ۔

۳: ۲۰ ۔ اگر معاہدہ کرنے والا صِرف ایک فریق ہوتا ، اور وہ غیر مشروط وعدہ کرتا ، دوسرے فریق سے کوئی مطالبہ نہ کرتا تو "درمیانی" کی کوئی ضرورت نہ ہوتی ۔ یہ حقیقت کہ شریعت کے لئے

ایک درمیانی کی ضرورت تھی دلالت کرتی ہے کہ اِنسان کو عہد کے اپنے حِصّے پر کاربند رہنا اور اُسے پُورا کرنا چاہیئے۔ یہ شریعت کی کمزوری تھی۔ وُہ اُن لوگوں سے فرمانبرداری کا مُطالبہ کرتی ہے جن میں فرمانبرداری کی طاقت ہی نہیں۔ جب ”خُدا“ نے ابرہام سے یہ وعدہ کیا تو وُہ وعدہ کرنے والا اکیلا فریق تھا۔ یہ اِس وعدے کی خُوبی ہے۔ ہر بات کا اِنحصار خُدا پر تھا۔ اِنسان پر کسی بات کا اِنحصار نہ تھا۔ کوئی درمیانی نہ تھا، کیونکہ درمیانی[1] کی ضرورت ہی نہ تھی۔

۳ : ۲۱ - کیا ”شریعت“ نے اُن ”وعدوں“ کو ایک طرف ہٹا دیا، یا اُن کی جگہ خُود لے لی؟ ”ہرگز نہیں!“ اگر کوئی ایسی ”شریعت“ دینا مُمکن ہوتا جس سے انسان وُہ کاملیت حاصِل کر سکتا جس کا تقاضا خُدا کرتا ہے تو پھر نجات یقیناً شریعت کے اعمال سے ہوتی۔ اگر خُدا یہی مقصد کسی سستے طریقے سے حاصِل کر سکتا تو پھر اپنے عزیز بیٹے کو گنہگاروں کی خاطر مَرنے کو نہ بھیجتا۔ لیکن شریعت کے دَور میں یہ بات کثرت سے ظاہر ہُوئی کہ وُہ گنہگاروں کو نہیں بچا سکتی۔ اِن معنوں میں شریعت ”جسم کے سبب سے کمزور“ (رومیوں ۸ : ۳) تھی۔ شریعت صِرف اِتنا ہی کر سکتی تھی کہ اِنسان کو دِکھا دے کہ تُمہاری حالت کتنی مایوس کُن ہے۔ تُمہارے لئے کوئی اُمید نہیں۔ اور کہ نجات صِرف خُدا کے مُفت فضل ہی سے مِل سکتی ہے۔

---

[1] اگرچہ اس دلیل میں اور اِس حقیقت میں تضاد نظر آتا ہے کہ بعد میں مسیح کو بھی ”نئے عہد کا درمیانی“ (عبرانیوں ۹ : ۱۲) کہا گیا ہے لیکن اِن دونوں مقامات پر لفظ ”درمیانی“ کو دو مختلف مفاہیم میں اِستعمال کیا گیا ہے۔ مُوسیٰ صِرف اِس مفہوم میں درمیانی تھا کہ اُس نے خُدا سے شریعت حاصِل کی اور اِسرائیلی قوم کو پُہنچا دی۔ وُہ لوگوں کا نمائندہ ہونے کی حیثیت میں درمیانی تھا۔ لیکن مسیح اعلیٰ مفہوم میں نئے عہد کا درمیانی ہے۔ اِس سے پیشتر کہ خُدا اِس عہد کی برکتیں دے سکتا، خُداوند یسوع کو مَرنا ضرور تھا۔ جس طرح موت کے بعد ہی کسی شخص کی وصیت یا آخری خواہش نافذ ہوتی ہے، اُسی طرح ضرور تھا کہ نئے عہد پر اُس کے خون سے مُہر کی جاتی۔ ضرور تھا کہ وُہ اپنے آپ کو سب کا فدیہ ہونے کے لئے دے دے (۱-تیمتھیس ۲ : ۶)۔ مسیح نہ صِرف اپنے لوگوں کے لئے اِس عہد کی برکتوں کا ضامن ہے بلکہ اپنے عہد کے لوگوں کو ایک ایسی دُنیا میں قائم بھی رکھتا ہے جو اُن سے دشمنی رکھتی ہے۔ یہ کام وُہ بحیثیت سردار کاہن اور شافع کرتا ہے۔ اور یہ اُس کے درمیانی ہونے کے کام کا حِصّہ بھی ہے۔

۲۲:۳ - پُرانا عہدنامہ ثابت کرتا ہے کہ تمام اِنسان گنہگار ہیں - اُن میں وُہ بھی شامل ہیں جو شریعت کے ماتحت ہیں - ضرُوری تھا کہ اِنسان گناہ کے بارے میں پُورے طور پر قائل ہوجائے "تاکہ وُہ وعدہ جو یسوع مسیح پر ایمان لانے پر موقوف ہے ایمان داروں کے حق میں پُورا کیا جائے" - یہ "وعدہ" نجات کا وعدہ ہے - آیت ۲۲ میں کلیدی الفاظ ہیں "ایمان"، "پُورا کیا جائے" اور "ایمان داروں" - یہاں "کرنے" یعنی اعمال یا "شریعت کی تعمیل" کا ذِکر تک نہیں -

۲۳:۳ - یہاں "ایمان" مسیحی ایمان ہے - یہ اُس دَور کا بیان کرتا ہے جو خُداوند یسوع کی مَوت، تدفین، جی اُٹھنے اور آسمان پر جانے اور پنتکُست پر خوشخبری کی منادی کرنے سے شرُوع ہُوا - اِس سے پیشتر یہُودی قوم کی "نگہبانی ہوتی تھی" جیسے کِسی کو قیدخانے یا حفاظت میں رکھا جاتا ہے - اُن کے اِردگرد شریعت کے تقاضوں کی باڑ تھی - اور چونکہ وُہ اِن تقاضوں کو پُورا نہیں کرسکتے تھے اِس لئے وُہ نجات کے لئے "ایمان" کی راہ اختیار نہیں کرسکتے تھے - چنانچہ جو لوگ شریعت کے ماتحت تھے اُس وقت تک (اُسی کے) "پابند رہے" جب تک خوشخبری میں شریعت کے بندھن سے چھٹکارے کی مبارک خبر کا اعلان نہ ہُوا -

۲۴:۳ - یہاں "شریعت" کی یہ تصویر پیش کی گئی ہے کہ گویا وُہ بچّوں کا سرپرست اور راہنما یا "اُستاد"[1] ہے - یہ بات تعلیم دینے/ پڑھانے کے خیال پر زور دیتی ہے - شریعت خُدا کی پاکیزگی، اِنسان کی گُناہ آلودگی، کفّارہ کی ضرورت وغیرہ کے اَسباق سکھاتی تھی - یہاں یہ لفظ ایسے شخص کے مفہوم میں اِستعمال ہُوا ہے جو نابالغ یا ناپُختہ فرد کی عام نگہداشت اور تربیت کرتا ہے -

"پہنچانے کو" - اصل زبان میں یہ لفظ موجُود نہیں، بلکہ مترجمین نے مفہوم کی وضاحت کے لئے اِستعمال کئے ہیں - اگر ہم اِن کو چھوڑ دیں تو یہ آیت یہ معنی دیتی ہے کہ شریعت "مسیح تک" یہُودی سرپرست تھی یعنی مسیح کے آنے تک - یا مسیح کی آمد کو مدِنظر رکھتے ہُوئے سرپرست تھی - ایک لحاظ سے شریعت نے بیاہ شادی، جائیداد اور مِلکیت اور

---

[1] یُونانی لفظ paidagogos کے لغوی معنی بچّے کا راہنما کے ہیں - اِس شخص کی جو کہ اکثر غلام ہوتا تھا ذمہ داری ہوتی تھی کہ بچّے کو بحفاظت سکول پہنچائے اور واپس لائے - کبھی کبھی وہ بچّے کو پڑھاتا بھی تھا -

کھانے پینے وغیرہ کے ضابطوں کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو ایک امتیازی قوم کی حیثیت سے بچائے رکھا۔ جب "ایمان" آیا تو اِس کا اعلان سب سے پہلے اُسی قوم کے سامنے کیا گیا جس کو صدیوں سے معجزانہ طور پر محفوظ رکھا گیا تھا۔ "ایمان" سے راست باز ٹھہرائے جانے کے وعدہ کی بنیاد فدیہ دینے والے مسیح کا وُہ کام ہے جو اُس نے پُورا کیا۔

۳:۲۵ ۔ شریعت "اُستاد" ہے۔ مگر جب مسیحی "ایمان" آ چُکا تو ایمان لانے والے یہُودی اب شریعت کے "ماتحت نہ رہے" تو گلتیوں جیسی غیر قومیں جو کبھی بھی "اُستاد" کے ماتحت نہ تھیں وُہ اَب کیسے شریعت کے ماتحت ہو سکتی ہیں؟ آیت ۲۴ سِکھاتی ہے کہ اِنسان شریعت سے راست باز نہیں ٹھہرتا۔ آیت ۲۵ سکھاتی ہے کہ جو راست باز ٹھہرایا جا چُکا اُس کے لئے شریعت زِندگی کا دستور العمل نہیں ہو سکتی۔

۳:۲۶ ۔ اسمِ ضمیر "ہم" کو چھوڑ کر "تُم" کے اِستعمال پر غور کریں "ہم" کے ساتھ وُہ یہُودیوں کی بات کر رہا تھا۔ اُس نے ثابت کیا ہے کہ مسیح کی آمد تک یہُودیوں کو شریعت کے ماتحت رکھا گیا۔ شریعت نے اُن کو ایک "الگ" قوم کی حیثیت سے قائم رکھا جن کے سامنے ایمان سے راست باز ٹھہرائے جانے کی منادی کرنا تھی۔ جب وُہ راست باز ٹھہرائے جا چُکے تو شریعت کے ماتحت نہ رہے اور بطور یہُودی اُن کی "الگ" یا "اِمتیازی" حیثیت بھی ختم ہو گئی۔ یہاں سے باب کے آخر تک اسمِ ضمیر "تُم" میں نجات یافتہ یہُودی اور نجات یافتہ غیر قوم دونوں شامل ہیں۔ یہ لوگ "سب اُس ایمان کے وسیلہ سے جو مسیح یسُوع میں ہے خُدا کے فرزند" ہیں۔

۳:۲۷ ۔ جب کوئی اِنسان "مسیح" پر ایمان لاتا ہے تو اُس کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔ اِس ایک ہونے کا اِقرار پانی کے بپتسمہ سے ہوتا ہے۔ یہ بپتسمہ کسی شخص کو نہ مسیح کا عُضو بناتا ہے نہ خُدا کی بادشاہی کا وارث۔ یہ مسیح کے مشابہ ہونے کا علانیہ نشان ہے جیسے پولُس "مسیح" کو "پہننا" کہتا ہے۔ جس طرح ایک فوجی وردی کے پہننے سے اعلان کرتا ہے کہ مَیں فوج کا رُکن ہُوں، اُسی طرح ایک ایمان دار پانی کا "بپتسمہ" لے کر اعلان کرتا ہے کہ مَیں مسیح کا ہُوں۔ اِس عمل سے وُہ مسیح کی قیادت اور اختیار کے تابع ہونے کا علانیہ اقرار کرتا ہے۔ وُہ ظاہرا طور پر دِکھاتا ہے کہ مَیں خُدا کا فرزند ہُوں۔

یہ یقینی بات ہے کہ یہاں پولُس رسُول ہرگز یہ تعلیم نہیں دے رہا کہ پانی کا بپتسمہ کسی شخص کو مسیح کے ساتھ پیوستہ کر دیتا ہے۔ اِس طرح تو اِس بنیادی دعوے کی پُر زور تردید ہو جاتی ہے

کہ نجات صرف ایمان سے ہے۔

مزید برآں۔ یہاں پَولُس رُوح کے بپتسمہ کی طرف بھی اشارہ نہیں کر رہا۔ رُوح کے بپتسمہ کے باعث ایمان دار کو مسیح کے بدن میں شریک کیا جاتا ہے (۱۔کرنتھیوں ۱۲: ۱۳)۔ رُوحُ القُدُس کا بپتسمہ نادیدنی ہوتا ہے۔ اُس میں کوئی ایسی بات نہیں جو مسیح کو علانیہ "پہن لینے" سے مُطابقت رکھتی ہو۔

یہ بپتسمہ مسیح "میں" ہے۔ اِس سے ایمان دار ظاہر کرتا ہے کہ یہی مسیح میرا مالک اور خُداوند ہے۔

بپتسمہ لینے سے ایمان دار اس بات کا بھی اظہار کرتا ہے کہ مَیں راست بازی حاصِل کرنے کے سِلسلے میں جِسم کی کوشِشوں کے اعتبار سے دفن ہوُا۔ وُہ زِندگی کے پُرانے طریق کے خاتمے اور نئے طریق کے آغاز کا اظہار بھی کرتا ہے۔ پانی کا بپتسمہ لے کر گلتیوں نے اِقرار کیا کہ ہم مسیح کے ساتھ مَر گئے اور اُس کے ساتھ دفن ہُوئے۔ جِس طرح مسیح شریعت کے اِعتبار سے مَر گیا، اُسی طرح وُہ بھی شریعت کے اِعتبار سے مَر گئے۔ اور اَب وُہ شریعت کے ماتحت نہیں، نہ شریعت اُن کے لئے زِندگی کا دستُورُالعمل رہی۔ جِس طرح مسیح نے اپنی مَوت کے وسیلے سے یہُودی اور غیر قوم کا فرق مِٹا دیا، اُسی طرح وُہ قومی اِمتیاز کے اعتبار سے مر گئے۔ اُنہوں نے "مسیح کو پہن لیا" یعنی اب بالکُل نئی زِندگی ـــــ مسیح کی زِندگی ـــــ گزُارتے ہیں۔

۳: ۲۸۔ شریعت اِن طبقوں کے درمیان اِمتیاز رکھتی تھی۔ مثال کے طور پر اِستثنا ۷: ۶ اور ۱۴: ۱، ۲ میں یہُودی اور غیر قوم کے درمیان فرق پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اپنی صُبح کی دُعا میں ایک یہُودی مَرد کہتا تھا کہ "مَیں تیرا شُکر کرتا ہُوں کہ تُو نے مُجھے غیر قوم یا غلام یا عَورت نہیں بنایا جہاں تک خُدا کی نظر میں مقبولیت کا تعلق ہے "مسیح یسُوع میں" یہ اِمتیازات ختم ہو جاتے ہیں۔ نہ یہُودی کو غیر قوم پر، نہ آزاد کو غلاُم پر اور نہ مَرد کو عَورت پر کوئی ترجیح یا فوقیت دی جاتی ہے۔ سب ایک ہی سَطح پر ہیں اِس لئے کہ "مسیح یسُوع میں" ہیں۔

اِس آیت سے وُہ معنی اخذ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے جو اِس میں ہیں نہیں۔ جہاں تک روزمرہ زِندگی کا تعلق ہے (خاص طور سے کلیسیا میں علانیہ خدمت کا) خُدا مَرد اور عورت میں ضرور تمیز کرتا ہے۔ نئے عہدنامہ میں ہردو کے لئے ہدایات موجُود ہیں۔ اور مالِکوں اور غُلاموں سے بھی نیا عہدنامہ الگ الگ مخاطب ہوتا ہے۔ لیکن خُدا سے

برکت پانے میں یہ باتیں ہرگز کوئی اہمیت نہیں رکھتیں ۔ بڑی بات تو "مسیح یسوع میں" ہونا ہے ۔ (اِس کا تعلق ہماری زمینی حالت سے نہیں بلکہ آسمانی حیثیت سے ہے) ۔ خُدا کے حضور میں ایک ایمان دار یہُودی ایک ایمان لانے والے غیر قوم سے ذرّہ بھر اعلیٰ درجہ نہیں رکھتا! کو وٹ کہتا ہے : "شریعت کے پیدا کردہ سارے امتیازات اُس قبر کا لقمہ بن گئے ہیں جو خدا نے مُہیّا کی ہے" ۔ چنانچہ یہ مسیحیوں کی کیسی بڑی بیوقوفی ہے کہ وُہ اِمتیازات کے وسیلے سے مزید پاکیزگی ڈھونڈنے کی کوشش کریں جبکہ مسیح نے سارے امتیازات ختم کر دِئے ہیں ۔

۲۹:۳ ۔ گلتی اِس بہکاوے میں تھے کہ شریعت کی پابندی کر کے ابرہام کی "نسل" بن سکتے ہیں ۔ پولُس کچھ اَور ہی ثابت کرتا ہے ۔ مسیح ابرہام کی "نسل" ہے ۔ جس میراث کا وعدہ ابرہام سے کیا گیا تھا وُہ مسیح میں پُوری ہُوئی ۔ جب گنہگار اس پر ایمان لاتے ہیں تو اُس کے ساتھ ایک ہو جاتے ہیں اور اس طرح وُہ "ابرہام کی نسل" بن جاتے ہیں اور مسیح میں خُدا کی ساری برکتیں میراث میں پاتے ہیں ۔

د ۔ بچّے اور بیٹے (۴: ۱-۱۶)

۴: ۱، ۲ ۔ یہاں ایک مالدار باپ کی تصویر پیش کی گئی ہے ۔ یہ باپ ارادہ رکھتا ہے کہ جب بیٹا بالغ ہوگا تو سارے مال و دولت کا اختیار اُس کو سونپ دے گا ۔ لیکن یہ وارث "جب تک بچہ ہے" اُس کی حیثیت ایک "غلام" جیسی ہوتی ہے ۔ اُس کو ہر وقت کہا جاتا ہے یہ کرو، وُہ نہ کرو ۔ اُس کے اُوپر "مختاروں" کو مقرر کیا جاتا ہے جو جائیداد کا بندوبست کرتے ہیں اور "سرپرستوں" کو مقرر کیا جاتا ہے جو اُس کی ذات کے انتظامات کرتے ہیں ۔ اِس طرح اگرچہ ساری وراثت یقیناً اُسی کی ہے لیکن وُہ اُس میں اُس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک بالغ نہ ہو جائے ۔

۴: ۳ ۔ یہی حال شریعت کے ماتحت یہُودیوں کا تھا ۔ وُہ "بچے تھے" اور شریعت اُن کو غلاموں کی طرح حکم دیتی تھی ۔ وُہ "دنیوی ابتدائی باتوں کے پابند تھے" یعنی اُن کو یہُودی مذہب کے ابتدائی اصُولوں پر چلنا پڑتا تھا ۔ یہُودیت کے شعائر اور رسمیں اُن کے لئے بنائی گئی تھیں جو خُدا باپ کو اُس طرح نہیں جانتے تھے جیسے وُہ مسیح میں ظاہر کیا گیا ہے ۔ اِس کی مثال اُس بچّے کی سی ہے جو تصویروں کی مدد سے مختلف چیزوں کی پہچان کرنا سیکھ رہا ہے ۔ شریعت تو عکسوں اور تصویروں سے بھری ہُوئی ہے اور خارجی چیزوں کی مدد سے رُوحانی سبق سکھانا چاہتی تھی ۔

ختنہ اِسی کی ایک مثال ہے۔ یہُودیت جسمانی، خارجی اور عارضی تھی۔ مسیحیت رُوحانی، باطنی اور دائمی ہے۔ یہ خارجی باتیں "بچّوں" کے لئے "بندھن" تھیں۔

۴:۴: "جب وقت پُورا ہو گیا"۔ یہ خُدا کا مقرر کردہ وہ وقت ہے جب وارثوں کو بالغ ہونا تھا (دیکھئے آیت ۲)۔

اِس آیت میں چند لفظوں میں نجات دہندہ کی اُلوہیّت اور بشریت کا حیرت ناک بیان ہُوا ہے۔ وُہ خُدا کا ازلی بیٹا ہے تو بھی "عورت سے پیدا ہُوا"۔ اگر یسوع صِرف بشر ہوتا تو یہ کہنا بلاوجہ ہوتا کہ وہ "عورت سے پیدا ہُوا"۔ جو شخص محض بشر ہے وُہ اَور کِس طرح پیدا ہو سکتا تھا؟ مسیح خُداوند کے مُعاملے میں یہ الفاظ اُس کی یکتا ذات اور پیدا ہونے کے یکتا انداز کی گواہی دیتے ہیں۔

وُہ دُنیا میں ایک اسرائیلی پیدا ہُوا اس لئے "شریعت کے ماتحت پیدا ہُوا"۔ خُدا کا بیٹا ہونے کی حیثیت میں خُداوند یسوع کبھی شریعت کے ماتحت نہ ہوتا۔ اُسی نے تو شریعت دی تھی۔ لیکن اُس نے اپنے بڑے فضل سے اِنکساری اختیار کی اور اُس "شریعت کے ماتحت" ہو گیا جو اُس نے خُود بنائی تھی، تاکہ اپنی زندگی میں اِس کو عظمت دے اور اپنی مَوت میں اِس کی لعنت کو اُٹھا لے۔

۴:۵۔ جو لوگ شریعت کو پُورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، شریعت اُن سے ایک قیمت مانگتی ہے ـــــ اور یہ قیمت ہے مَوت۔ اِس سے پیشتر کہ خُدا اِنسانوں کو فرزندیت کا عجیب دَرجہ دے سکتا اِس قیمت کی ادائیگی ضرُوری تھی۔ اِس لئے خُداوند انسانی نسل کا ایک رُکن اور یہُودی قوم کا ایک فرد بن کر اِس دُنیا میں آیا اور وُہ قیمت ادا کی جِس کا تقاضا شریعت کرتی تھی۔ چونکہ وُہ خُدا ہے اِس لئے اُس کی مَوت کی افادیت لامحدُود ہے، اور لاتعداد گنہگاروں کی قیمت ادا کرنے کو کافی ہے اور چونکہ وُہ بشر ہے اِس لئے اِنسانوں کا عوضی بن کر مَر سکا۔ کوورٹ کہتا ہے "مسیح جو ابنِ خُدا ہے، وُہ ابنِ آدم بن گیا تاکہ ہم جو آدم کے فرزند ہیں خُدا کے فرزند بن جائیں۔ کیسا عجیب مبادلہ ہے!"

جب تک اِنسان غلام تھے وُہ "بیٹے" نہیں ہو سکتے تھے۔ مسیح نے اُن کو شریعت کی ماتحتی سے چُھڑایا تاکہ اُن کو "لے پالک ہونے کا درجہ" مِلے ـــــ وُہ بیٹے بن جائیں۔ غور کریں کہ خُدا کا "بچّہ" بننے اور خُدا کا "بیٹا" بننے میں فرق ہے (مُقابلہ کریں رومیوں ۸: ۱۴، ۱۶)۔ ایمان دار خُدا کے خاندان میں "بچہ" کی حیثیت (دیکھئے یُوحنّا ۱: ۱۲) میں جنم لیتا ہے۔ یہاں

زور رُوحانی پیدائش کی حقیقت پر ہے، فرزندیت کے اِستحقاق اور ذِمہ داریوں پر نہیں۔ ایمان دار کو لے پالک "بیٹے" کی حیثیت میں خاندان میں شامل کیا جاتا ہے۔ ہر مسیحی فوراً بیٹا بن جاتا ہے اور اُس میراث میں داخل ہوتا ہے جس کا وُہ وارث ہے۔ اِس لئے نئے عہدنامہ میں مسیحیوں کے لئے جو ہدایات ہیں اُن میں "نابالغی" کا کوئی تصوّر نہیں ہے۔ سب کے ساتھ بالغ بیٹوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے۔

رومی مُعاشرے میں "لے پالک" بنانا ہمارے موجُودہ زمانے سے مُختلف ہوتا تھا۔ "لے پالک" سے ہم یہ مفہوم لیتے ہیں کہ کسی دُوسرے کے بچّے کو لے کر اپنا بچّہ بنا لینا۔ لیکن نئے عہدنامہ میں اِس کا مطلب ہے ایمانداروں کو بالغ بیٹوں کا درجہ دینا، اور اِس درجے کے مُطابق اُن کے تمام حقُوق اور ذمّہ داریوں کو تسلیم کرنا۔

۴:۶۔ ضرُور ہے کہ خُدا کے "بیٹے" اپنی حیثیت کی عظمت اور وقار کو جانیں۔ اِس مقصد کے لئے خُدا نے پنتکُست پر پاک "رُوح" کو بھیجا کہ اُن کے "دِلوں میں" سکونت کرے۔ رُوح فرزندیت کا شعُور پیدا کرتا ہے اور پھر مقدس خُدا کو "ابّا یعنی اے باپ!" کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ "ابّا" باپ کو مخاطب کرنے کا ایک عام لفظ ہے جِس سے ہم سب مانُوس ہیں۔ ارامی میں بھی "ابّا" ہی بولتے تھے۔ کوئی غُلام کسی سربراہِ خاندان کو کبھی اِس طرح مخاطِب نہیں کر سکتا۔ یہ صِرف خاندان کے افراد کے لئے مخصُوص ہے۔ اِس سے محبّت اور اِعتماد کا اظہار ہوتا ہے۔ اِس آیت میں تثلیث پر غور کریں۔ "بیٹا" "رُوحؔ" اور "باپ" — اِسی ترتیب میں۔

۴:۷۔ اَب ایمان دار "غلام نہیں" رہتا۔ اب وُہ خُدا کا "بیٹا" ہے۔ چونکہ خُدا کا بیٹا ہوتے ہوئے مسیح اُس کی ساری دَولت کا وارث ہے، اِس لئے مسیحی بھی "خُدا کے وسیلے سے وارِث ... ہوا"۔ جو کُچھ بھی خُدا کا ہے وُہ ایمان کے وسیلے سے مسیحی کا ہے۔

آج کل اِسرائیل میں ربّیوں کے سکُولوں میں کِسی طالبِ علم کو سلیمانؔ کی غزل الغزلات یا حزقی ایل کا پہلا باب اُس وقت تک پڑھنے کی اجازت نہیں جب تک وُہ عُمر میں چالیس برس کا نہ ہو جائے۔ غزل الغزلات کو نوجوان ذہن کے لئے بے حد شہوانی سمجھا جاتا ہے۔ اور حزقی ایل باب ۱ میں ناقابلِ بیان خُدا کے جلال کا بیان ہے۔ تالمُود میں بیان ہُوا ہے کہ چالیس برس سے کم عُمر کے ایک شخص نے حِزقی ایل کا پہلا باب پڑھنا شرُوع کِیا تو صفحے میں سے آگ نِکل کر اُس کو بھسم کر گئی۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص شریعت کے ماتحت ہے اُس کو چالیس برس کی عُمر

سے پہلے بالغ آدمی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ (تیرہ ۱۳ برس کی عمر میں مشہور "بارمزوہ" کی رسم کے باعث ایک یہودی لڑکا صرف "عہد کا فرزند" بنتا ہے۔ اِس طرح وُہ شریعت کا پابند ہو جاتا ہے)۔

لیکن ایمان دار فضل کے ماتحت ہیں۔ اِس لئے اُن کا یہ حال نہیں۔ جس لمحہ وُہ نجات پاتے ہیں پُوری میراث اُن کی ہو جاتی ہے۔ اُن کے ساتھ بالغ بیٹے/ بیٹی کا سا سلُوک کیا جاتا ہے۔ پُوری کی پُوری بائبل اُن کی ہو جاتی ہے۔ اِسے پڑھیں، اِس سے لُطف اندوز ہوں اور اِس کی فرمانبرداری کریں۔

اِن حقائق کی روشنی میں ہیرِیسن کی نصیحت نہایت موزُوں ہے:

> "اے اُس کی محبّت کے فرزند، ساری چیزیں تمہاری ہیں ـــــ وُہ ۱-کرنتھیوں ۳: ۲۲، ۲۳ میں تمہیں یہ بتاتا ہے تاکہ تمہارا یہ احساس بیدار ہو کہ وُہ دولت تمہاری ہے جو تصوّر میں نہیں آسکتی، جو سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ کائنات پر غور کرو کہ کِس کی ہے ـــــ صِرف اُس (مسیح) کی اور تمہاری ـــــ چنانچہ شاہانہ زِندگی گزارو۔"

۴: ۸۔ کوئی وقت تھا کہ گلتی بُتوں کے غُلام تھے۔ ایمان لانے سے پہلے وہ بے دِین تھے اور پتھر اور لکڑی کے بُتوں یعنی جھوٹے "معبُودوں" کو پُوجتے تھے۔ اب وُہ ایک اَور قسم کی غُلامی کی طرف جا رہے تھے یعنی شریعت کی غُلامی۔

۴: ۹۔ "اب" وُہ اپنے رویّے کے لئے کیا عُذر پیش کر سکتے تھے؟ اب اُنہوں نے خُدا کو "پہچانا" یعنی جان لیا تھا۔ اور اگر وُہ گہرے تجربے کے لحاظ سے اُس کو نہیں جانتے تھے تو کم سے کم "خُدا نے" اُن کو "پہچانا" یعنی جان لیا تھا۔ مُراد یہ ہے کہ وُہ نجات پا چُکے تھے۔ مگر اَب وُہ اُس کی قُدرت اور دَولت (جس کے وہ وارث ہیں) سے ہٹ کر "ضعیف اور نکمّی" باتوں کی طرف رجُوع کر رہے تھے۔ یہ وُہ باتیں ہیں جن کا تعلق شریعت سے ہے جیسے ختنہ، مقدس دِن اور کھانے پینے کے ضابطے وغیرہ۔ وُہ خُود کو دوبارہ اُن باتوں کی "غلامی" میں دے رہے تھے جو نہ نجات دے سکتی ہیں نہ دَولتمند بنا سکتی ہیں، بلکہ صِرف غریب بنا سکتی ہیں۔

پَولُس شریعت اور اِس کی ساری رسموں کو "ضعیف اور نکمّی" قرار دیتا ہے۔ اپنے زمانے اور مقام میں خُدا کے آئین و قوانین خوبصورت تھے، لیکن اگر ان کو خُداوند یسوع کا مُتبادل بنا لیا جائے تو زبردست رُکاوٹ تھے۔ مسیح کو چھوڑ کر شریعت کی طرف رجُوع

کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

۴: ۱۰، ۱۱- گلتیہ کے ایمان دار یہودی سبتوں، تہواروں اور "مقررہ وقتوں" کو مانتے تھے۔ پولس اُن کے لئے ڈر کا اظہار کرتا ہے جو مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر کوشش یہ کرتے ہیں کہ شریعت کی پابندی سے خدا کی نظر میں مقبول ٹھہریں۔

"دِنوں اور مہینوں اور مقررہ وقتوں اور برسوں کو" تو وہ لوگ بھی مان سکتے ہیں جن کو نئی پیدائش کا تجربہ نہیں ہُؤا۔ بعض لوگوں کو اِس بات سے بہت تسلی ہوتی ہے کہ خدا کو خوش کرنے کے لئے کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو ہم اپنی طاقت سے کر سکتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب تو یہ ہؤا کہ اِنسان میں کچھ طاقت بھی ہے، اور اِس لئے اِس حد تک اُسے نجات دہندہ کی ضرورت نہیں۔

اگر پولس گلتیوں کو اِس طرح لکھ سکتا ہے تو آج کے دَور میں اُن کو کیا لکھے گا جو مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر پاکیزگی شریعت کی رسوم و شعائر کے وسیلے سے ڈھونڈتے ہیں؟ کیا وہ اُن روایتوں کی مذمت نہیں کرے گا جو یہودیت سے مسیحیت میں لائی گئی ہیں۔ مثلاً اِنسانوں کی طرف سے مقرر پاسٹروں کے لئے امتیازی پوشاک، سبت کی پابندی، پاک مقامات، موم بتیاں، پاک پانی وغیرہ۔

۴: ۱۲- لگتا ہے کہ گلتی بھول گئے تھے کہ جب پولس نے اُنہیں پہلی خوشخبری سُنائی تھی تو کتنے شکرگزار تھے۔ مگر وہ اُن کو "اے بھائیو!" کہہ کر مخاطب کرتا ہے، حالانکہ وہ غلط راہ پر چلنے لگے تھے اور اُسے اُن کے بارے میں خدشات تھے۔ ایک وقت تھا کہ پولس بھی شریعت کے ماتحت تھا۔ لیکن اب مسیح میں وہ شریعت سے آزاد تھا۔ اِس لئے وہ کہتا ہے کہ "میری مانند ہو جاؤ" یعنی شریعت سے آزاد۔ زندگی شریعت کے ماتحت نہیں۔ غیر قوم گلتی تو کبھی بھی شریعت کے ماتحت نہ تھے، اور اَب بھی نہ تھے۔ چنانچہ رسُول کہتا ہے "کیونکہ مَیں بھی تمہاری مانند ہُوں"۔ مَیں، جو کہ یہودی ہُوں، اب شریعت سے آزادی کے مزے اُڑا تا ہُوں، اور تم جو غیر قوم ہو، تم بھی شریعت سے آزاد تھے۔

"تم نے میرا کچھ بگاڑا نہیں"۔ یہ واضح نہیں ہوتا کہ پولس کے ذہن میں کیا بات تھی۔ شاید کہہ رہا ہے کہ تم نے مجھ سے جو سلوک کیا ہے، مَیں ذاتی طور پر اُس پر ناراض نہیں۔ وہ اُسے چھوڑ کر جھوٹے اُستادوں کے پیچھے لگ گئے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ بات میرے لئے ذاتی طور پہ ایسے صدمہ کی بات نہیں۔ مگر یہ خدا کی سچائی پر بڑی چوٹ ہے، اور اِس لئے خود

اُن کے لئے باعثِ نقصان ہے۔

۴:۱۳ - "مَیں نے پہلی دفعہ جسم کی کمزوری[1] کے سبب سے تُم کو خوشخبری سُنائی تھی"۔ خُدا اکثر کمزور اور حقیر کو اِستعمال کرتا ہے، تاکہ جلال اور تمجید اِنسان کی نہیں بلکہ خُود اُس کی ہو۔

۴:۱۴ - پَولُس کی بیماری خُود اُس کے لئے اور اُس کے سُننے والوں کے لئے "آزمائش" تھی۔ مگر گلتیوں نے ظاہری شکل وشباہت یا اُس کے بولنے کی کمزوری کے باعث اُس کو رَدّ نہیں کیا، بلکہ اُس کو "خُدا کے فرشتہ ... کی مانند" یعنی خُدا کے بھیجے ہُوئے ایلچی کی مانند — "بلکہ مسیح یسوع کی مانند" قبول کیا تھا۔ چونکہ وُہ خُداوند کی نمائندگی کرتا تھا اِس لئے گلتیوں نے اُسے اَیسے قبول کیا جیسے وُہ خُود خُداوند کو قبول کرتے (متیّ ۱۰:۴۰)۔ یہ بات سارے مسیحیوں کے لئے ایک سبق ہونی چاہئے کہ وُہ خُدا کا پیغام لانے والوں سے کیسے پیش آتے ہیں۔ جب ہم اُن کو تپاک سے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں تو مسیح کو بھی اِسی طرح قبول کرتے ہیں (لوقا ۱۰:۱۶)۔

۴:۱۵ - جب گلتیوں نے پہلے پہل خوشخبری سُنی تھی تو تسلیم کیا تھا کہ یہ ہماری رُوحوں کے لئے بڑی برکت ہے۔ وُہ اِتنے خوش اور اِحسان مند تھے کہ "اپنی آنکھیں بھی نکال کر" پَولُس کو دے دینے پر تیار تھے (اِس سے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ پَولُس کے "جسم میں کانٹا" آنکھوں کی کوئی بیماری تھی)۔ لیکن اب وُہ احسان مندی کے جذبات کہاں گئے؟ بدقسمتی سے غائب ہو گئے تھے۔

۴:۱۶ - پَولُس کے بارے میں اُن کے رویّہ میں تبدیلی کی وجہ کیا تھی؟ وُہ تو اب بھی اُسی خوشخبری کی منادی کرتا تھا اور اُس کی سچّائی کو ثابت کرنے میں کوشاں رہتا تھا۔ اگر اِس وجہ سے گلتی پَولُس کو اپنا "دُشمن" سمجھتے ہیں، تو اُن کی حالت واقعی خطرناک ہے۔

۵- غُلامی یا آزادی (۴:۱۷ - ۵:۱)

۴:۱۷ - جھُوٹے اُستادوں کی نیّت پَولُس سے بالکل فرق تھی۔ وُہ چاہتے تھے کہ لوگ

---

[1] "جسم کی کمزوری" کے بارے میں کئی نظریات پیش کِئے جاتے ہیں۔ مثلاً آنکھوں کا کوئی مرض۔ اِس کے عِلاوہ مُلیریا، آدھے سَر کا درد، مِرگی اور کئی دُوسرے امراض کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

اُن کے پیچھے لگ جائیں ۔ جبکہ پَولُس گلتیوں کی رُوحانی فلاح وبہبُود کا خواہاں تھا (۴ : ۱۷-۲۰) ۔ جھوٹے اُستاد پُورے جوش وخروش سے کوشش کرتے تھے کہ گلتیوں کی محبّت جیت لیں ۔ لیکن اُن کی نیّت نیک نہ تھی ۔ پَولُس کہتا ہے ”وُہ تمہیں خارج کرانا چاہتے ہیں“ ۔ یہ یہودیت نواز اُستاد گلتیوں کو پَولُس رسُول اور دُوسرے رسولوں سے دُور لے جانے کی کوشش میں تھے کہ اُن کے درمیان سارے تعلقات ختم ہو جائیں ۔ وُہ چاہتے تھے کہ لوگ ہمارے پیچھے لگ جائیں ۔ ہم الگ فرقہ قائم کرلیں، جہاں ہمارا اختیار مانا جائے ۔ سٹاٹ خبردار کرتا ہے کہ ”جب مسیحیت کو آئین وضوابط کے بندھنوں میں جکڑ دیا جاتا ہے تو اِس کے شکار لامحالہ غلام بن جاتے ہیں اور اپنے اُستادوں کے مطیع بنے پھرتے ہیں، جیسا کہ قرونِ وسطٰی میں کلیسیا کا حال تھا ۔“

۴ : ۱۸ ۔ پَولُس کہتا ہے کہ مَیں بُرا نہیں مانتا کہ دُوسرے تمہیں ”دوست“ بنانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ وُہ بے شک میری غیر حاضری میں بھی ایسا کرتے رہیں، لیکن اُن کی نیت تو نیک ہونی چاہئے ۔ اُنہیں چاہئے کہ تُم کو ”نیک امر میں“ دوست بنائیں (نہ کہ اپنی خود غرضی کی خاطر) ۔

۴ : ۱۹ ۔ ”اَے میرے بچّو!“ گلتیوں کو اِس انداز میں مخاطب کر کے پَولُس یاد دلاتا ہے کہ وُہ ہی تھا جس نے اُنہیں مسیح کے پاس آنے کی راہ دکھائی تھی ۔ اُن کی وجہ سے پَولُس کو ”پھر جننے کے سے درد لگے ہیں“ ۔ اِس دفعہ اُس کو اُن کی نجات کی فکر نہیں بلکہ یہ کہ ”مسیح اُن میں صُورت پکڑ لے“ ۔ خُدا کا خاص مقصد یہ ہے کہ اُس کے لوگ مسیح کے مشابہ ہوں (افسیوں ۴ : ۱۳؛ کُلسیوں ۱ : ۲۸) ۔

۴ : ۲۰ ۔ اِس آیت کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ پَولُس کو گلتیوں کی رُوحانی حالت کے بارے میں ”شُبہ“ تھا ۔ اُن کے سچائی سے ہٹ جانے کے باعث پَولُس کو یہ ”شُبہ“ ہونے لگا تھا ۔ وُہ چاہتا ہے کہ اب اُن کے ساتھ ”اَور طرح سے“ بات کرے ۔ کاش اُسے اُن کے بارے میں شک کی بجائے تسلّی ہوتی ۔ دُوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ شاید وُہ اِس کے بارے میں حیران تھا کہ معلُوم نہیں میرے خط پر اُن کا کیا ردِّ عمل ہو ۔ وُہ چاہتا ہے کہ اُن کے ساتھ شخصی طور پر رُوبرُو بات کرے ۔ پھر وُہ ”اَور طرح“ کے لب ولہجہ کے ساتھ اپنی بات بہتر طور پر بتا سکے گا ۔ اگر وُہ اُس کی جھڑکی اور ملامت کو قبول کریں تو نرم لہجے میں، لیکن اگر سرکش اور باغی ہوں تو سخت لہجے میں بات کرے گا ۔ لیکن موجُودہ حالات میں

وُہ اُن کے بارے میں پریشان ہے۔ کہہ نہیں سکتا کہ اُس کے پیغام پر اُن کا ردِّ عمل کیا ہوگا۔

چونکہ یہودی اُستاد ابرہام کو بہت اہمیت دیتے اور اِصرار کرتے تھے کہ ایمان داروں کو ختنہ کرا کے اُس کے نمونے کی پیروی کرنی چاہیے، اِس لئے پولُس اُس کی خاندانی تاریخ بیان کر کے ثابت کرتا ہے کہ شریعت پرستی غلامی ہے اور اِس کو فضل کے ساتھ نہیں مِلایا جا سکتا۔

خُدا نے وعدہ کیا تھا کہ ابرہام کے بیٹا ہوگا حالانکہ وُہ اور سارہ دونوں نہایت عُمر رسیدہ تھے اور طبعی لحاظ سے اُن کے اولاد نہیں ہو سکتی تھی۔ ابرہام خُدا پر ایمان لایا اور راستباز گِنا گیا (پیدائش ۱۵: ۱-۶)۔ کچھ عرصہ بعد سارہ موعودہ بیٹے کا اِنتظار کرتے کرتے بے حوصلہ ہو گئی اور مشورہ دِیا کہ ابرہام اُس کی لونڈی کے پاس جائے تاکہ بیٹا پیدا ہو۔ ابرہام نے اُس کی صلاح مان لی جس کے نتیجے میں اِسماعیل پیدا ہُوا۔ اِسماعیل وُہ وارِث نہیں تھا جس کا خُدا نے وعدہ کر رکھا تھا، بلکہ ابرہام کی بے صبری، جسمانیت اور بھروسے کی کمی کا فرزند تھا (پیدائش باب ۱۶)۔

بعد میں جب ابرہام سو۱۰۰ برس کا تھا تو وعدے کا فرزند اضحاق پیدا ہُوا۔ صاف ظاہر ہے کہ اُس کی پیدائش معجزانہ تھی اور صرف خُدا کی زبردست قُدرت کے باعث واقع ہُوئی (پیدائش ۲۱: ۱-۵)۔ جب اضحاق کے دُودھ چھُڑانے کی رسم ادا ہُوئی تو ضیافت میں سارہ نے دیکھا کہ اسماعیل اُس کے بیٹے کا مذاق اُڑا رہا ہے۔ اِس پر اُس نے ابرہام سے کہا کہ اِسماعیل اور اُس کی ماں کو گھر سے نکال دے۔ اور کہا کہ ”اِس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا“ (پیدائش ۲۱: ۸-۱۱)۔ یہ اُس دلیل کا پس منظر ہے جو پولُس اب دینے کو ہے۔

۴: ۲۱ - اِس آیت میں لفظ ”شریعت“ دو۲ مُختلِف معنوں میں اِستعمال ہُوا ہے۔ اوّل، پاکیزگی حاصل کرنے کا وسیلہ، دوم۔ پُرانے عہد نامہ میں شریعت کی کتابیں (پیدائش تا اِستثنا) خصوصاً پیدائش کی کتاب۔ پولُس کہہ رہا ہے کہ تُم جو شریعت کی پابندی کر کے خُدا کی نظر میں مقبول ہونا ”چاہتے ہو“ مجھے بتاؤ ”مُجھ سے کہو“ ”کیا“ تُم ”شریعت“ کی کتاب کے پیغام کو ”نہیں سُنتے؟“

۴: ۲۲، ۲۳ - ”ابرہام کے دو۲ بیٹے“ اسماعیل اور اضحاق ہیں۔ ”لونڈی“ ہاجرہ اور ”آزاد“

عورت سارہ ہے۔ اِسمٰعیل تو ابرہام کی اپنی تدبیر سے پیدا ہوا تھا، جبکہ اضحاق خدا کے ”وعدہ“ سے ابرہام کو ملا تھا۔

۴:۲۴۔ ”اِن باتوں میں تمثیل پائی جاتی ہے“۔ اِس میں گہرے معنی پائے جاتے ہیں۔ اِن واقعات کی حقیقی اہمیت واضح انداز میں بیان نہیں کی گئی۔ اِن کے مضمرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسمٰعیل اور اضحاق کی کہانی گہرے رُوحانی مطالب رکھتی ہے۔ اب پولس اِن کی وضاحت کرتا ہے۔

”یہ عورتیں گویا دو عہد ہیں“۔ ”ہاجرہ“ شریعت کا عہد اور سارہ فضل کا عہد ہے۔ شریعت کوہِ سینا پر دی گئی تھی۔ عجیب اِتفاق ہے کہ عربی زبان میں لفظ ”ہاجرہ“ — حجر — کا مطلب ”چٹان“ (پتھر) ہے اور اہلِ عرب کوہِ سینا کو ”چٹان“ کے نام سے پکارتے تھے۔

۴:۲۵۔ ”سینا“ پر دیئے گئے عہد سے ”غلامی“ پیدا ہوئی۔ اِس طرح وہ لونڈی ”ہاجرہ“ شریعت کی نہایت موزوں مثیل ہے۔ ”ہاجرہ“ ”یروشلیم“ کی نمائندگی کرتی ہے۔ یروشلیم یہودی قوم کا صدر مقام اور اُن سارے غیر نجات یافتہ اِسرائیلیوں کا مرکز ہے جو شریعت کی پابندی کے وسیلے سے راستبازی حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ یہ اسرائیلی ”اپنے لڑکوں“ یعنی اپنے پیرووں سمیت ”غلامی میں“ ہیں۔ پولس نے غیر ایمان دار (یعنی جو مسیح پر ایمان نہیں لائے) اسرائیلیوں کو سارہ کے نہیں بلکہ ہاجرہ کے ساتھ، اضحاق کے نہیں بلکہ اسمٰعیل کے ساتھ مِلایا ہے۔ اِس طرح وہ اُن کے نہایت چبھنے والے کردار کو پیش کرتا ہے۔

۴:۲۶۔ جو لوگ ایمان سے راستباز ٹھہرائے گئے ہیں، اُن کا صدر مقام آسمانی یروشلیم ہے۔ اور وہ سارے ایمان داروں کی ”ماں ہے“، اور ایمان داروں میں یہودی اور غیر قوم دونوں شامل ہیں۔

۴:۲۷۔ یسعیاہ ۵۴:۱ سے یہ اقتباس پیشینگوئی ہے کہ آسمانی یروشلیم کے فرزندوں کی تعداد زمینی یروشلیم کے فرزندوں سے زیادہ ہوگی۔ سارہ وہ عورت ہے جو طویل عرصے تک ”بانجھ“ رہی۔ ہاجرہ وہ عورت ہے جو ”شوہر والی“ ہے۔ بالآخر سارہ یا آسمانی یروشلیم کس طرح فتح مند ہوگی؟ ہم اِس فتح مندی کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ وعدہ کی ”اولاد“ کی تعداد ہاجرہ کے فرزندوں کی تعداد سے بہت ”زیادہ“ ہوگی۔ وعدہ کے فرزندوں میں وہ سب یہودی اور غیر قوم والے شامل ہیں جو ایمان کے وسیلے سے خدا کے پاس آتے ہیں۔ ہاجرہ کے فرزند شریعت کے ماتحت رہتے ہیں۔

۴: ۲۸ - سچے ایمان دار اِنسان کے ارادے سے نہیں بلکہ خُدا سے پیدا ہوئے ہیں - طبعی نسل اہمیت نہیں رکھتی، بلکہ اصل اہمیّت رُوحانی پیدائش کو ہے جو خُداوند یسوع پر ایمان لانے سے مُعجزانہ طور پر حاصِل ہوتی ہے - اور خُدا کی طرف سے ہے -

۴: ۲۹ - اسمٰعیل اُس وقت اضحاق کو مذاق کرتا اور "ستاتا تھا" - اور یہ بات ہمیشہ سچ رہی ہے کہ "جسمانی پیدائش" والے، ہمیشہ "رُوحانی پیدائش" والوں کو ستاتے رہے ہیں - غور کریں کہ غیر نجات یافتہ لوگوں کے ہاتھوں ہمارے خُداوند نے اور پھر پَولُس رسُول نے کیا کیا اذیتیں اُٹھائیں - اُن کے مقابلے میں اِضحاق کے خلاف اسمٰعیل کے مذاق تو معمولی بات ہیں - لیکن پاک کلام نے اِن کی رُوداد محفوظ رکھی ہے - پَولُس کو اِس میں ایک اصُول نظر آتا ہے جو آج بھی قائم ہے اور وُہ ہے "جسمانی" اور "رُوحانی" کے درمیان دُشمنی -

۴: ۳۰ - پَولُس رسُول گلتیوں کی توجّہ "کتابِ مُقدّس" کی طرف دِلاتا ہے - وُہ متوجہ ہوں تو اُن کو یہ فیصلہ سُنائی دے گا کہ شریعت اور فضل کو باہم مِلایا نہیں جا سکتا - اِنسانی لیاقت یا جسمانی کوشش کی بنیاد پر خُدا کی برکتوں کا وارث بننا ناممکن ہے -

۴: ۳۱ - جتنے مسیح پر ایمان لائے ہیں اُن کا شریعت کے ساتھ کوئی تعلق، کوئی واسطہ نہیں جس سے وُہ خُدا کی نظر میں مقبول ٹھہریں - وُہ "آزاد" عورت کے فرزند ہیں اور وُہ اپنی ماں کی سماجی حیثیت کی پیروی کرتے ہیں -

۵: ۱ - باب ۴ کی آخری آیت ایمان دار کی حیثیت کا بیان کرتی ہے ——— وُہ آزاد ہے - باب ۵ کی پہلی آیت اُس کے عمل کا بیان کرتی ہے کہ اُس کو "آزاد" شخص کی طرح زندگی گزارنا چاہئے - یہاں شریعت اور فضل کے درمیان فرق کی نہایت عُمدہ مثال پائی جاتی ہے - شریعت کہتی ہے کہ "اگر تُم اپنی آزادی کما لو، تو تُم آزاد ہو جاؤ گے" - لیکن فضل کہتا ہے کہ تُم مسیح کی مَوت کی بے نہایت قیمت کے وسیلے سے آزاد کئے گئے ہو - اُس کی شُکر گزاری میں اُس آزادی میں "قائم رہو" جو مسیح نے" تمہیں عطا کی ہے - شریعت حُکم دیتی ہے توفیق نہیں دیتی - فضل وُہ کچھ مُہیا کرتا ہے جس کا شریعت تقاضا کرتی ہے - پھر رُوح القُدس کی توفیق سے ایسی زِندگی گزارنے کی طاقت دیتا ہے جو اِس حیثیت سے مطابقت رکھتی ہے اور ایسا کرنے کا اجر دیتا ہے -

سی - ایچ - میکنٹاش کہتا ہے، "شریعت اُس سے طاقت کا تقاضا کرتی ہے جس

کے پاس طاقت ہے ہی نہیں۔ اور اگر وہ طاقت نہیں دکھاتا تو اُسے لعنتی ٹھہراتی ہے۔ خوشخبری اُس کو طاقت دیتی ہے جس کے پاس طاقت ہے نہیں۔ اور جب وہ اِس طاقت کو اِستعمال کرتا ہے تو اُسے برکت دیتی ہے"۔

۳۔ عملی — پولُس رُوح میں مسیحی آزادی کا دِفاع کرتا ہے (۵:۲-۶:۱۸)

ا۔ شریعت پرستی کا خطرہ (۵:۲-۱۵)

۵:۲۔ شریعت پرستی مسیح کی قدر و قیمت کو ختم کر دیتی ہے۔ یہودیت نواز زور دیتے تھے کہ غیر قوم ایمان داروں کو نجات کے لئے "ختنہ" کرانا ضرُوری ہے۔ پولُس ایک رسُول کے اِختیار سے بات کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ ختنہ پر اِنحصار کرنے سے "مسیح" بے فائدہ ٹھہرتا ہے۔ جیک ہنٹر کہتا ہے:

> "جہاں تک گلتیوں کا تعلق ہے پولُس کے لئے ختنہ نہ تو جرّاحی کا ایک عمل تھا، نہ محض مذہبی رسم کی پابندی، بلکہ یہ نیک اعمال کے وسیلے سے نجات کا نمائندہ تھا۔ یہ ختنہ اِنسانی کوشش کی ایسی خبر کا اِعلان کر رہا تھا جس میں خُدا کے فضل کا کوئی ہاتھ نہ ہو۔ یہ شریعت تھی جو فضل کو بے دخل کر رہی تھی... مسیح میں کُچھ بڑھانا دراصل مسیح میں سے گھٹانا ہے ... مسیح واحد مُنجّی ہے —— نرالا، تنہا، اِختصاصی —— باقی سب خارج ہیں۔ ختنہ کا مطلب ہوتا ہے مسیح سے کٹ جانا"۔

۵:۳۔ شریعت پرستی کا تقاضا ہے کہ "تمام شریعت پر عمل" کیا جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ شریعت کے ماتحت لوگ آسان احکام کو تو قبول کر لیں اور دُوسروں کو چھوڑ دیں۔ اگر کوئی شخص ختنہ کرا کے خُدا کو خُوش کرنا چاہتا ہے تو اُس پر "فرض" عائد ہو جاتا ہے کہ "تمام شریعت پر عمل" کرے۔ چنانچہ یا تو انسان پُورے طور پر شریعت کے ماتحت ہو گا، یا بالکُل نہیں ہو گا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ پُورے طور پر شریعت کے ماتحت ہے تو مسیح اُس

کے لئے بے فائدہ ہے۔ خُداوند یسُوع نہ صرف "کامِل" مُنجی ہے، بلکہ اُس کے ساتھ اور کُچھ شامِل ہو نہیں سکتا۔ وُہ ماسوا ہے۔

اِس آیت میں پَولُس ایسے افراد کی طرف اِشارہ نہیں کر رہا جن کا ماضی میں ختنہ ہُوا ہو، بلکہ اُن کو مخاطب کر رہا ہے جو شاید اِس رسم کی پیروی اِس یقین کے ساتھ کریں گے کہ کامِل طور سے راستباز ٹھہرائے جانے کے لئے ختنہ کرانا ضروری ہے۔ اور اُن کو مخاطب کر رہا ہے جو زور دیتے ہیں کہ خُدا کی نظر میں مقبُول ٹھہرنے کے لئے شریعت کے فرائض پُورے کرنا لازمی ہے۔

۵: ۴۔ راست بازی کے لئے واحِد اُمید "مسیح" ہے۔ مگر شریعت پرستی کا مطلب ہے مسیح کو ترک کر دینا، مسیح سے دستبردار ہو جانا۔ اِس آیت پر بہُت بحث مباحثہ ہوتا رہا ہے۔ کئی مختلِف تشریحیں پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن سارے دلائِل کو تین خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ بہُت سے عُلما کہتے ہیں کہ پَولُس یہاں یہ تعلیم دے رہا ہے کہ اِس بات کا اِمکان ہے کہ ایک شخص حقیقتاً نجات پا لے۔ پھر گُناہ میں گِر جائے اور فضل سے محرُوم ہو کر ہمیشہ کے لئے کھو جائے۔

ہمیں یقین ہے کہ یہ تشریح بالکُل ناقص اور ناقابِلِ قبول ہے۔ اِس کی دو زبردست وُجوہ ہیں۔ اوّل، یہ آیت اُن نجات یافتہ افراد کا بیان نہیں کرتی جو گُناہ میں گِر جاتے ہیں، بلکہ یہاں تو سرے سے گُناہ میں گِرنے کا بیان ہے ہی نہیں۔ یہ آیت تو اُن لوگوں کا بیان کرتی ہے جو با اخلاق، قابِلِ عزّت اور راست زندگی گزار رہے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ اِس طرح اُن کی نجات ہو جائے گی۔ چنانچہ کلام کا یہ حِصّہ اُوپر کے نظریئے کی حمایت کرنے والوں کی خود ہی تردید کرتا ہے۔ وُہ تعلیم دیتے ہیں کہ ایک مسیحی کے لئے ضرُور ہے کہ شریعت کی پابندی کرے، کامِل زندگی بسر کرے اور ہر طرح سے گُناہ کرنے سے اِحتراز کرے تاکہ اُس کی نجات قائم رہے۔ مگر کلام کا یہ حِصّہ زور دے کر کہتا ہے کہ جو لوگ شریعت کے اعمال سے نجات حاصِل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وُہ فضل سے محرُوم ہیں۔

دوم، یہ تشریح نئے عہدنامہ کی مجمُوعی تعلیم کی تردید کرتی ہے۔ نیا عہدنامہ مُسلسل گواہی دے رہا ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح میں ہر سچّا ایمان دار ہمیشہ کے لئے نجات پاتا ہے، کہ مسیح کی کوئی بھیڑ کبھی ہلاک نہ ہو گی، اور کہ نجات کا اِنحصار پُورے طور پر نجات دہندہ کے کام پر ہے نہ کہ اِنسان کی کمزور کوششوں پر (یُوحنّا ۳: ۶، ۳۶؛ ۵: ۲۴؛ ۶: ۴۷؛ ۱۰: ۲۸)۔

۲- اِس آیت کی دُوسری تشریح یہ کہتی ہے کہ اِس میں اُن افراد کا بیان ہے جنہوں نے شرُوع میں خُداوند یسوُع پر ایمان کے وسیلے سے نجات پائی - لیکن اپنی نجات کو قائم رکھنے کے لئے یا پاکیزگی حاصِل کرنے کے لئے اُنہوں نے بعد میں خُود کو شریعت کے ماتحت کر دیا - دُوسرے لفظوں میں اُنہوں نے نجات پائی تو فضل سے، مگر اب کوشش کرتے ہیں کہ یہ شریعت کے وسیلے سے قائم رہے - فِلپ مآڈرد کہتا ہے : "اِس صُورت میں فضل سے محرومؔ ہونے کا مطلب ہے اُس طریقے سے پھر جانا جو خُدا نے مُقرر کیا ہے کہ مقدّسوں کو رُوح کے کام سے کامِل کیا جائے - اور اِس مقصد کو پُورا کرنے کے لئے خارجی رسموں، رواجوں اور شعائر کی پابندی کا سہارا لینا - اور اِن کی پابندی خُدا کے مقدسین اور جسمانی لوگ سبھی کر سکتے ہیں"۔

یہ نظریہ پاک کلام کے خِلاف ہے - اوّل اِس لئے کہ یہ آیت اُن مسیحیوں کا بیان نہیں کرتی جو پاکیزگی یا تقدیس چاہتے ہیں، بلکہ اُن غیر نجات یافتہ افراد کا بیان کرتی ہے جو شریعت کی پابندی کے وسیلے سے راست باز ٹھہرائے جانے کی کوشش کرتے ہیں - اِن الفاظ پر غور کریں کہ ـــــ "تُم جو شریعت کے وسیلے سے راست باز ٹھہرنا چاہتے ہو" - دُوسرے اِس تشریح میں یہ اِمکان مُضمر ہے کہ نجات یافتہ لوگ بعد میں مسیح سے کٹ سکتے، جُدا ہو سکتے ہیں - یہ بات خُدا کے فضل کے بارے میں درُست نظریہ سے کوئی مُطابقت نہیں رکھتی -

۳- تیسری تشریح یہ ہے کہ اِس آیت میں پولُس اُن لوگوں کا بیان کر رہا ہے جو مسیحی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں، لیکن حقیقتاً نجات یافتہ نہیں - وُہ کوشش کرتے ہیں کہ شریعت کی پابندی کر کے راست باز ٹھہر جائیں - پولُس رسُول اُن کو بتا رہا ہے کہ تمہارے دو نجات دہندہ نہیں ہو سکتے - ضرُور ہے کہ مسیح اور شریعت میں سے کسی ایک کو چُن لو - اگر شریعت کو چُنتے ہیں تو مسیح سے کٹ جاتے ہیں جو اُن کی راست بازی کی واحد اُمید ہے - اور یُوں وُہ "فضل سے محرومؔ" ہیں -

ہوج اور وائیٹن اِس کی بڑی اچھی وضاحت کرتے ہیں :

> "کسی اِنسان کے لئے مسیح یا تو سب کچھ ہوگا، یا کچھ بھی نہیں ہوگا - اُس کو محدُود بھروسا یا جُزوی اطاعت قبول نہیں - جو شخص خُداوند یسوُع مسیح کے فضل سے راست باز ٹھہرایا گیا ہے وُہ مسیحی ہے، اور جو شخص شریعت کے اعمال کے وسیلے راستباز ٹھہرنے کی کوشش کرتا ہے وُہ مسیحی نہیں ہے"۔

۵:۵ - پولُس ثابت کرتا ہے کہ سچّے ایمان دار کی اُمید شریعت پرست کی اُمید سے بالکل

فرق ہے۔ مسیحی "راست بازی کی اُمید بَر آنے کے مُنتظر ہیں"۔ ایک مسیحی اُس وقت کا اِنتظار کرتا ہے جب خُداوند آئے گا، جب اُس کو جلالی بدن مِلے گا اور جب وُہ مزید گُناہ نہیں کرے گا۔ غور کریں کہ آیت یہ نہیں کہتی کہ مسیحی راست بازی کی اُمید کرتا ہے، کیونکہ وُہ تو پہلے ہی خُداوند یسوع مسیح کے وسیلے سے خُدا کے حضُور راست باز کا درجہ رکھتا ہے (۲۔ کرنتھیوں ۵: ۲۱)۔ مگر وُہ اُس لمحے کا مُنتظر ہے کہ جب وُہ اپنے آپ میں کامِلاً راست باز ہو گا۔ اُس کو یہ اُمید نہیں کہ مَیں اِس کو اپنی کوشش سے حاصل کر لوں گا، بلکہ یہ کہ "رُوح کے باعث" اور "ایمان سے" یہ راست بازی حاصل ہو گی۔ یہ سارا کام رُوح القدس کرے گا اور ایمان دار صرف ایمان کے ساتھ خُدا پر نظریں لگائے ہُوئے ہے کہ وُہ ایسا کرے گا۔ اِس کے برعکس شریعت پرست کو یہ اُمید ہے کہ اپنے اعمال سے شریعت کی پابندی کرنے سے یا مذہبی رسومات کی ادائیگی سے یہ راست بازی کمائے گا۔ یہ اُمید رائیگاں ہے، کیونکہ راستبازی اِس طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔

غور کریں کہ اِس آیت میں پَولُس اسمِ ضمیر "ہم" اِستعمال کرتا ہے۔ اِس میں سچّے مسیحی شامل ہیں۔ مگر آیت ۴ میں وُہ اسمِ ضمیر "تُم" اِستعمال کرتا ہے، کیونکہ اُن لوگوں سے مُخاطب ہے جو شریعت کے اعمال سے راستباز ٹھہرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵: ۶۔ شریعت پرستی سے کُچھ حاصل نہیں۔ جہاں تک اُس شخص کا تعلق ہے جو "مسیح یسوع میں" ہے (یعنی مسیحی ہے) "ختنہ" اُس کو کسی طرح بھی بہتر نہیں بناتا اور "نامختونی" اُس کو کسی طرح کمتر نہیں بناتی۔ ایمان دار میں جو کُچھ خُدا دیکھنا چاہتا ہے وُہ ہے "ایمان جو محبّت کی راہ سے اثر کرتا ہے"۔ خُدا پر کامِل بھروسے کا نام "ایمان" ہے۔ "ایمان" بے عمل یا کاہل نہیں ہوتا، بلکہ انسان اور خُدا کی بے لَوث خِدمت میں اپنا اظہار کرتا ہے۔ یہ ساری خِدمت "محبّت" کی نیّت سے کی جاتی ہے۔ چنانچہ "ایمان" "محبّت کی راہ سے" کام کرتا ہے۔ اِس خِدمت کی تحریک شریعت سے نہیں "محبّت" سے ہوتی ہے۔ یہ سچائی نوِشتوں میں جگہ جگہ پائی جاتی ہے ــــــ کہ خُدا کو رسُومات اور شعائر سے کوئی دِلچسپی نہیں، بلکہ وُہ چاہتا ہے کہ خُدا پرستی میں حقیقت ہو۔

۵: ۷۔ شریعت پرستی "حق" کی نافرمانی ہے۔ گلتیوں نے مسیحی زِندگی کا آغاز بہُت اچھی طرح کیا تھا۔ لیکن کسی نے اُن کو "روک دیا"۔ یہ روکنے والے تھے شریعت نواز، شریعت پرست، جھوٹے رسُول۔ اُن کی غلط تعلیم کو ماننے سے یہ مُقدّسین "حق" یعنی خُدا کی سچّائی کی نافرمانی

کر رہے تھے۔

۵:۸ - شریعت پرستی اِلہامی تعلیم نہیں ہے۔ یہاں "ترغیب" کا مطلب ہے اِعتقاد یا عقیدہ۔ "تمہارے بُلانے والے" سے مُراد ہے خدا۔ چنانچہ یہ اِعتقاد یا عقیدہ خُدا کی طرف سے نہیں کہ "مسیح پر ایمان" کے ساتھ ختنہ اور شریعت پرستی بھی شامل ہونی چاہیئے، بلکہ یہ عقیدہ ابلیس کی طرف سے ہے۔

۵:۹ - شریعت پرستی سے بُرائی اَور بڑھتی ہے۔ پاک کلام میں "خمیر" بُرائی کی علامت ہے۔ یہاں اِس سے مُراد یہودیت نوازوں کا بُرا یا غلط عقیدہ ہے۔ "خمیر" کی طبعی خاصیّت ہے کہ وُہ سارے آٹے میں اثر کرتا ہے۔ یہاں اِس خاصیّت کو مِثال کے طور پر استعمال کیا گیا ہے کہ "تھوڑا سا" غلط کام مزید غلط کام کی راہیں کھول دیتا ہے۔ بدی کبھی ساکت و جامد نہیں رہتی۔ وُہ ایک جھُوٹ کا دِفاع کرنے کے لئے جھُوٹ پر جھُوٹ بولتی چلی جاتی ہے۔ اگر کلیسیا کے اندر معدُودے چند لوگ کسی غلط عقیدہ پر لگ جائیں، تو وُہ دُوسروں کو بھی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ سِلسلہ چل نکلتا ہے، تا وقتیکہ اِس کو سختی سے کُچلا نہ جائے۔

۵:۱۰ - شریعت پرستی اپنے اُستادوں پر غضب لاتی ہے۔ پَولُس کو اِعتماد تھا کہ گلتی اِس غلط تعلیم کو رَدّ کر دیں گے۔ وہ کہتا ہے "مُجھے خُداوند میں تُم پر بھروسا ہے"۔ مطلب ہے کہ خُداوند نے پَولُس کو یہ یقین دلایا کہ گلتی راہِ راست پر آ جائیں گے۔ یا مطلب یہ بھی ہے کہ چونکہ وُہ خُداوند کو جانتا تھا اِس لئے اُس کو "بھروسا" یعنی یقین تھا کہ وُہ عظیم چرواہا اپنی بھٹکی ہُوئی بھیڑوں کو بحال کرے گا، اور مُمکن ہے کہ اِس خط کے وسیلے سے جو پَولُس لکھ رہا ہے، ایسا کر دے۔

جہاں تک جھُوٹے اُستادوں کا تعلق ہے، خُدا اُن کو سزا دے گا۔ غلط تعلیم دینا اور کلیسیا کو برباد کرنا نہایت سنجیدہ اور خطرناک بات ہے (۱- کرنتھیوں ۳: ۱۷)۔ مثال کے طور پر خُود شراب پینا اِتنا خطرناک نہیں، مگر یہ تعلیم دینا کہ شراب نوشی کی اجازت ہے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ ایک جھوٹا اُستاد اَور بیسیوں کو اپنی طرح کا بنا لیتا ہے۔

۵:۱۱ - شریعت پرستی "صلیب کی ٹھوکر" کو مٹاتی ہے۔ اب پَولُس اِس بیہُودہ اِلزام کا جواب دیتا ہے کہ بعض اوقات وُہ خُود تعلیم دیتا ہے کہ ختنہ ضروری ہے۔ یہُودی ابھی تک اُس کو "ستاتے" تھے۔ اگر وُہ "ختنہ" کی منادی کرتا تو یہ ایذا رسانی فوراً بند ہو جاتی،

کیونکہ اِس کا مطلب یہ ہوتا کہ اُس نے "صلیب" کی منادی کرنا چھوڑ دیا ہے۔ "صلیب" اِنسان کے لئے ایک "ٹھوکر" ہے۔ وہ اِس لئے ٹھوکر کھاتا ہے کہ صلیب یہ بتاتی ہے کہ اِنسان نجات کمانے کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ صلیب جسم اور اُس کی کوششوں کو کوئی مقام نہیں دیتی۔ صلیب اِنسانی کوششوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اگر پولُس ختنہ کی منادی کر کے اعمال سے نجات پانے کے عقیدے کی راہ کھول دیتا، تو صلیب کے پورے مطلب و مقصد کو غارت کر دیتا۔

۵:۱۲۔ رسول یہ خواہش کرتا ہے کہ "کاشکہ تمہارے بے قرار کرنے والے اپنا تعلق قطع کر لیتے"۔ اِن الفاظ کو مجازی معنوں میں سمجھنا چاہئے۔ پولُس چاہتا ہے کہ اِن جھوٹے اُستادوں کا گلتیوں سے قطعِ تعلق ہو جائے۔

فضل کی خوشخبری پر ہمیشہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ اجازت دیتی ہے کہ لوگ جیسے چاہیں زِندگی بسر کریں۔ لوگ کہتے ہیں "اگر نجات صِرف ایمان سے ہے، تو پھر بعد میں اِنسان کے کردار پر کوئی کنٹرول نہیں رہتا"۔ مگر رسول فوراً واضح کرتا ہے کہ مسیحی آزادی گناہ کرنے کا اجازت نامہ نہیں ہے۔ ایماندار کا معیار تو خداوند یسوع کی زِندگی ہے اور خداوند کی محبّت اُسے مجبور کر دیتی ہے کہ گناہ سے نفرت اور پاکیزگی سے محبّت رکھے۔

یہاں پولُس کے لئے ضروری تھا کہ اپنے قارئین کو کھلی چھٹی سے خبردار کرتا۔ جب لوگ کچھ عرصے تک شریعت کی پابندیوں میں رہتے ہیں، اور پھر اُن کو آزادی مِلتی ہے تو ہمیشہ خطرہ ہوتا ہے کہ غلامی کی اِنتہا سے نِکل کر غفلت اور بے پروائی کی اِنتہا تک چلے جائیں گے۔ مسیحی اگرچہ شریعت سے آزاد ہے، مگر بے شرع (بے قانون) نہیں ہے۔

۵:۱۳۔ مسیحی "آزادی" گناہ کی اجازت نہیں دیتی، بلکہ محبّت بھری خِدمت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ سارے مسیحی چال چلن کی محرّک "محبّت" ہوتی ہے، جبکہ شریعت کے ماتحت محرّک "سزا کا خوف" ہوتا ہے۔ رِنڈلے کہتا ہے "محبّت کے غلام حقیقی معنوں میں آزاد ہوتے ہیں"۔

مسیحی کی آزادی "مسیح یسوع میں (۲:۴) ہوتی ہے۔ اِس سے یہ خیال قطعاً خارج ہے کہ اِس کا مطلب گناہ کی آزادی بھی ہو سکتا ہے۔ ہمیں اپنی آزادی کو کبھی بھی "جسمانی باتوں" کی بنیاد نہیں بنانا چاہئے۔ ایک حملہ آور فوج ہمیشہ کوشش کرتی ہے کہ دشمن کے کسی علاقے پر قبضہ کر کے اُسے مزید فوجی فتوحات کے لئے بنیاد کے طور پر استعمال

رکیا جائے۔ اِسی طرح اگر جسم کو قدم جمانے کی تھوڑی سی جگہ مل جائے تو وُہ اپنے علاقے کو وسیع کرتا چلا جاتا ہے۔

ہماری آزادی کا بہترین اِستعمال یہ ہے کہ ”محبّت کی راہ سے ایک دوسرے کی خِدمت کرو۔“
”ایک دُوسرے کے غُلام بننے کے عادی ہو جاؤ۔“

اے - ٹی - پیئرسن کہتا ہے :

> ”حقیقی آزادی صِرف موزُوں پابندیوں کی فرمانبرداری میں ہے - دریا کو بہنے کی آزادی ہوتی ہے مگر صِرف کناروں کے اندر، کناروں سے باہر نکل کر وُہ صِرف ایک گدلے اور بدبُودار جوہڑ کی شکل اختیار کر لیتا ہے - اجرام فلک اگر نظم وضبط سے باہر ہو جائیں تو صِرف اپنی اور کائنات کی تباہی کا باعث ہوں گے - جو اُصول (قانون) ہمیں باڑ کے اندر رکھتا ہے، وُہی دُوسروں کو باڑ کے باہر رکھتا ہے - جو پابندیاں ہماری آزادی کو کنٹرول کرتی ہیں، وُہی اُس کا تحفّظ بھی کرتی ہیں“ -

۵:۱۴- پُورے خط میں پَولُس اِس بات پر زور دیتا آرہا ہے کہ ایمان دار شریعت کے ماتحت نہیں - اِس لئے عجیب معلُوم ہوتا ہے کہ یہاں وُہ ”شریعت“ پر عمل کرنے کی بات کر رہا ہے - لیکن غور کریں وُہ اپنے قارئین کو دوبارہ شریعت کی ماتحتی میں جانے کو نہیں کہہ رہا، بلکہ یہ ثابت کر رہا ہے کہ جِس بات کا شریعت مُطالبہ کرتی ہے، لیکن پیدا نہیں کر سکتی، وہی بات مسیحی آزادی کو بروئے کار لانے سے حاصِل ہو جاتی ہے -

۵:۱۵- شریعت پرستی کا لامحالہ نتیجہ لڑائی جھگڑا ہوتا ہے اور معلُوم ہوتا ہے کہ گلتیہ میں یہی کُچھ ہو رہا تھا - کیسی عجیب بات ہے! یہاں کے لوگ شریعت کے ماتحت آنا چاہتے تھے - شریعت کا تقاضا ہے کہ اپنے پڑوسی سے محبّت رکھو، مگر یہاں بات اُلٹ ہو رہی تھی - وُہ ”ایک دُوسرے کو کاٹتے اور پھاڑے کھاتے“ تھے - یہ کردار اور چلن تو جسمانیت سے پیدا ہوتا ہے - اور یہ جسمانیت شریعت کے باعث اکسائی جاتی ہے -

ب - پاکیزگی کے لئے توفیق (۵:۱۶-۲۵)

۵:۱۶- ایمان دار کو چاہیئے کہ جسم کے مُوافق نہیں بلکہ ”رُوح کے مُوافق“ چلے - ”رُوح کے موافق“ چلنے کا مطلب ہے کہ رُوح کو موقع دینا کہ اپنے طور پر کام کرے - اِس کا

مطلب ہے مسیح کی گہری رفاقت میں رہنا۔ اِس کا مطلب ہے اُس کی پاکیزگی کی روشنی میں فیصلے کرنا۔ اِس کا مطلب ہے مسیح میں مگن رہنا، کیونکہ رُوح کی خدمت یہی ہے کہ ایمان دار کو خُداوند یسوع کے ساتھ پیوستہ رکھے۔ جب ہم اِس طرح "رُوح کے موافق" چلتے ہیں تو "جسم" یعنی اپنی خواہش کے مُطابق زندگی مُردہ ہو جاتی ہے۔ مُمکن نہیں کہ ہم ایک ہی وقت میں مسیح کے ساتھ پیوستہ ہوں اور گُناہ کے ساتھ بھی پیوستہ ہوں۔

سکوفیلڈ کہتا ہے:

> "مسیحی زندگی کے مسئلے کی بُنیاد اِس حقیقت پر ہے کہ جب تک مسیحی اِس دُنیا میں جِیتا ہے، تو یُوں سمجھئے کہ وُہ دو درخت ہے۔ پُرانا جسمانی درخت اور الٰہی فِطرت والا نیا درخت۔ یہ نئی فِطرت نئی پیدائش کے وسیلے سے اِس میں پیوند ہوتی ہے۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ کِس طرح پُرانے درخت کو بے پھل اور نئے درخت کو پھلدار رکھا جائے۔ یہ مسئلہ رُوح میں چلنے سے حل ہو جاتا ہے۔"

یہ آیت اور آگے آنے والی آیات دِکھاتی ہیں کہ مسیحی میں "جسم" یعنی پُرانی انسانیت ابھی تک مَوجُود ہے۔ اِس طرح گُناہ آلُود فِطرت کے قلع قمع کے نظریہ کی تردید ہو جاتی ہے۔

۱۷:۵۔ "رُوح" اور "جسم" مُستقلاً ایک دُوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔ ایمان لاتے وقت خُدا ایمان داروں کی جسمانی فِطرت کو دُور کر سکتا مگر اُس نے ایسا نہ کیا۔ کیوں؟ وُہ چاہتا ہے کہ ایمانداروں کو مُسلسل یاد آتا رہے کہ وُہ کمزور ہیں۔ اور وُہ اپنے شافع اور مددگار پر مُسلسل تکیہ کریں۔ نیز اُس ہستی کی بلاناغہ حمد و ستائش کرتے رہیں جِس نے ہم جیسے کیڑوں کو نجات دی۔ ہماری پُرانی فِطرت کو دُور کرنے کی بجائے خُدا نے ہمیں اپنا پاک رُوح دیا کہ ہمارے اندر سکُونت کرے۔ خُدا کا رُوح اور ہماری گُناہ آمادہ فِطرت متواتر جنگ کرتے رہتے ہیں۔ یہ جنگ اُس وقت تک جاری رہے گی جب تک ہم اپنے آسمانی وطن میں پہنچ نہیں جاتے۔ اِس جنگ اور کشمکش میں ایماندار کا حِصّہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو رُوح کے سپُرد کر دے۔

۱۸:۵۔ جو لوگ "رُوح کی ہدایت سے چلتے" ہیں، وُہ "شریعت کے ماتحت نہیں رہتے"۔ "رُوح کی ہدایت" سے چلنے والے لوگ مسیحی ہوتے ہیں۔ چنانچہ کوئی مسیحی "شریعت کے ماتحت نہیں"۔ وُہ اپنی کوششوں پر انحصار نہیں کرتے۔ "رُوح" ہے جو اُن کے اندر بُرائی کی تحریک کا مُقابلہ کرتا

ہے، وُہ خود نہیں کرتے۔ "رُوح کی ہدایت" کا مطلب ہے، جسم سے بالاتر اُٹھایا جانا اور خُداوند کے ساتھ پیوستہ ہونا۔ جب کوئی شخص اِس طرح پیوستہ ہو جاتا ہے تو پھر وُہ شریعت یا جسم کے مُطابق نہیں سوچتا۔ خُدا کا رُوح لوگوں کو یہ ہدایت نہیں کرتا کہ شریعت کو راست باز ٹھہرائے جانے کا وسیلہ سمجھیں، بلکہ وُہ اُن کی راہنمائی جی اُٹھے مسیح کی طرف کرتا ہے کہ وُہی واحد وسیلہ ہے جس سے خُدا ہمیں قبول کرتا ہے۔

۵: ۱۹-۲۱۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شریعت جسم کی قُوتوں کا سہارا لیتی ہے۔ اِنسان کی گری ہُوئی فِطرت کیسے "کام" کرتی ہے۔ "جسم کے کاموں" کو پہچان لینا کوئی مشکل نہیں۔ وُہ سب پر "ظاہر ہیں"۔ "حرامکاری" سے مُراد ہے ازدواجی زِندگی میں بیوفائی۔ "ناپاکی" اِخلاقی بُرائی۔ شہوانیت ہے۔ "شہوت پرستی" بے شرمی اور فحاشی سے مرکب ہے۔ "بت پرستی" اِس میں صِرف بُتوں کی پُوجا ہی نہیں بلکہ وُہ بدکاری بھی شامل ہے جو شیاطین کی پرستش کا ایک حِصّہ ہے۔ "جادُوگری" میں سحر اور افسُون وغیرہ شامل ہیں۔ جس یُونانی لفظ pharmakeia کا ترجمہ "جادُوگری" کیا گیا ہے اُس کا تعلق جڑی بُوٹیوں یا ادویہ سے ہے۔ چونکہ یہ چیزیں جادُوگری میں اِستعمال کی جاتی تھیں، اِس لئے اِس لفظ کا مطلب بُری رُوحوں سے روابط رکھنا، یا جادُو منتر کرنا ہوگا۔ اِس میں توہم پرستی اور "شگون لینا" بھی شامل ہو سکتا ہے۔ "عداوتیں"۔ اِس کا مطلب ہے افراد کے خِلاف بُغض اور کینہ کے جذبات رکھنا۔ "جھگڑا" سے مُراد نا اِتفاقی، لڑائی اور اِختلاف ہے۔ "حسد"۔ کِسی کی کامیابی سے ناخوش ہونا۔ "غُصّہ"۔ گرماگرمی یا جذبات کا شِدت سے اِظہار کرنا۔ "تفرقے" اور "جُدائیاں"۔ نا اِتفاقی اور اختلافات کی وجہ سے علیحدگی، میل ملاپ کا خاتمہ۔ "بدعتیں"۔ اپنی رائے اور خودساختہ نظریات کے پرچار سے نئے نئے فِرقے بنا لینا۔ "بُغض" دُوسروں کی ترقی اور خُوشحالی پر جلنا۔ "نشہ بازی"۔ منشیات اور نشہ آور مشروبات کا اِستعمال۔ "ناچ رنگ"۔ تفریحِ طبع کے لئے ہنگامہ خیز اجتماعات جہاں نشہ بازی بھی ہوتی ہے۔

پَولُس نے پہلے بھی اپنے قارئین کو خبردار کیا تھا اور دوبارہ خبردار کرتا ہے کہ "ایسے کام کرنے والے خُدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے"۔ یہ آیت یہ تعلیم نہیں دیتی کہ کوئی نشہ باز نجات نہیں پا سکتا، بلکہ تعلیم یہ ہے کہ جن لوگوں نے اِس فہرست میں درج جسمانی کاموں کو اپنے مِزاج اور طبیعت کا خاصہ بنا لیا ہے وُہ نجات یافتہ نہیں۔

پَولُس کو مسیحیوں کی کلیسیاؤں کو اِس انداز میں لِکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

وجہ یہ ہے کہ جتنے نجات یافتہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، وُہ سب خُدا کے سچّے فرزند نہیں ہوتے۔ اِس لئے پُورے نئے عہد نامہ میں رُوحُ القُدس عجیب و غریب رُوحانی سچائیاں پیش کرنے کے ساتھ ہی اُن سب کو بڑی سنجیدگی سے خبردار کرتا ہے جو مسیح کے نام کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۵:۲۲،۲۳۔ یہ بہُت اہم بات ہے کہ رسُول جسم کے "کاموں" اور "رُوح کا پھل" میں اِمتیاز کرتا ہے۔ کام (اعمال) اِنسانی طاقت سے وقُوع پذیر ہوتے ہیں۔ اور "پھل" انگُور کے حقیقی درخت میں قائم رہتے (یُوحنّا ۱۵: ۵) سے پَیدا ہوتا ہے۔ اِن میں وُہی فرق ہے جو ایک فیکٹری اور ایک باغ میں ہے۔ یہ بھی غور کریں کہ "پھل" واحد ہے، جمع نہیں۔ رُوحُ القُدس صِرف ایک ہی قسم کا "پھل" پَیدا کرتا ہے اور وُہ ہے مسیح کے ساتھ مشابہت۔ جن خوبیوں کی فہرست یہاں دی گئی ہے، وُہ خُدا کے فرزند کی زندگی کا بیان کرتی ہیں۔ ڈاکٹر سی۔ آئی۔ سکوفیلڈ کہتا ہے کہ "اِن میں سے ہر ایک اِنسانی دِل کی زمین کے لئے اجنبی ہے۔"

"محبّت" وُہ ہے جو خُدا ہے، اور ہمیں بھی ہونا چاہئے۔ اِس کو ۱۔کرنتھیوں باب ۱۳ میں اِنتہائی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اِس کی بھرپُوری کا اظہار صلیب پر ہُوا ہے۔ "خُوشی" سے مُراد خُدا اور اُس کے حُسنِ سلُوک پر اطمینان اور قناعت کا نام ہے۔ مسیح نے اِس کا اظہار یُوحنّا ۴: ۳۴ میں کیا ہے۔ "اِطمینان"۔ اِس میں خُدا کا اِطمینان ہی نہیں بلکہ دُوسرے مسیحیوں کے ساتھ ہم آہنگ تعلقات بھی شامِل ہیں۔ اپنے فِدیہ دینے والے کی زِندگی میں اِطمینان کے لئے دیکھئے لُوقا ۸: ۲۲۔۲۵۔ "تحمّل"، مُصیبتوں، دُکھوں اور اذیتوں کے دوران صبر ہے۔ اِس کی اعلیٰ ترین مثال لُوقا ۲۳: ۳۴ میں مِلتی ہے۔ "مہربانی"، دُوسروں کے ساتھ نرمی اور ملائمت۔ اِس کی بہترین مثال خُداوند کا بچّوں کے ساتھ رویّہ ہے (مرقس ۱۰: ۱۴)۔ "نیکی" سے مُراد ہے دُوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ اِس کی عملی تصویر دیکھنے کے لئے لُوقا ۱۰: ۳۰ ۔ ۳۵ پڑھیں۔ "اِیمان داری"، اِس سے مُراد خُدا پر یقین اور بھروسا بھی ہو سکتا ہے، اور اپنے ساتھی مسیحیوں پر اعتماد، اور اُن کے ساتھ وفاداری بھی۔ اور یہاں غالباً یہی دُوسرا مفہُوم غالب ہے۔ "حلم" اِنکساری، فروتنی، کمتر حیثیت اِختیار کر لینا، جَیسے خُداوند نے اپنے شاگردوں کے پاؤں دھو کر اِختیار کی تھی (یُوحنّا ۱۳: ۱ ۔ ۱۷)۔ "پرہیز گاری" یا ضبطِ نفس، اپنی خواہشات اور خصُوصاً جنسی خواہش کو قابو میں رکھنا۔ ہماری زِندگیاں نظم و ضبط کا نمُونہ ہونی چاہئیں۔ خواہشات، شہوتوں اور جذبات پر قابُو رکھنا چاہئے۔ اِعتدال کا دامن ہاتھ سے چھُوٹنا نہیں چاہئے۔

پولُس فہرست کا اختتام اِس عجیب مقُولہ سے کرتا ہے کہ "ایسے کاموں کی کوئی شریعت مخالف نہیں"۔ بے شک کوئی نہیں! یہ فضائل خُدا کو خوش کرتے ہیں، دُوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور خود ہمارے لئے اچھّے ہیں۔ لیکن یہ پھل پیدا کیونکر ہوتا ہے؟ انسان کی کوشش سے؟ ہرگز نہیں۔ یہ پیدا ہوتا ہے جب مسیحی خداوند کی رفاقت میں رہتے ہیں۔ جب محبّت بھری جان نثاری سے اُس پر نظر کرتے اور ہر روز اُس کی فرمانبرداری میں چلتے ہیں۔ رُوح القُدس عجیب معجزہ کرتا ہے۔ وُہ اُن کو مسیح کے مشابہ بنا دیتا ہے۔ وُہ اُس کو تکتے تکتے اُس کی مانند بن جاتے ہیں (۲-کرنتھیوں ۱۸:۳)۔ جس طرح شاخ اپنی زندگی اور نشوونما درخت سے حاصل کرتی ہے، اُسی طرح مسیح میں ایمان دار اپنی قوّت انگُور کے حقیقی درخت سے حاصل کرتا ہے۔ اور اُسے خُدا کے لئے پھل دار زندگی گزارنے کی طاقت اور توفیق مِلتی ہے۔

۲۴:۵ - "اور جو مسیح یسوع کے ہیں اُنہوں نے جسم کو ... صلیب پر کھینچ دیا ہے"۔ یہاں فعل اپنے زمانے کے لحاظ سے ایک ایسی بات کا بیان کرتا ہے جو ماضی میں حتمی طور پر ہو چکی ہے۔ دراصل یہ بات ہمارے ایمان لانے وقت وقوع پذیر ہُوئی تھی۔ جب ہم نے توبہ کی تو ایک لحاظ سے اپنی پُرانی، بُری اور بگڑی ہُوئی فطرت کو اُس کی رغبتوں اور خواہشوں سمیت کِیلوں سے صلیب پر کھینچ دیا۔ ہم نے عزمِ صمیم کر لیا کہ اَب سے ہم اپنی بگڑی ہُوئی فطرت کی خدمت نہیں کریں گے۔ اَب سے وُہ ہم پر غالب نہیں رہے گی۔ بے شک ہماری زندگی میں اِس فیصلے کی مُسلسل تجدید کرنی پڑتی ہے۔ ضرور ہے کہ ہم جسم کو مُسلسل موت کے مقام پر رکھیں۔

۲۵:۵ - یہاں "اگر" چونکہ کے معنی میں استعمال ہُوا ہے۔ چونکہ "رُوح" القُدس کے کام کی وجہ سے ہمیں ابدی زندگی حاصل ہے اِس لئے آؤ ہم اُسی "رُوح" کی طاقت سے نئی زندگی گزاریں۔ شریعت ہرگز زندگی نہ دے سکتی تھی۔ اور اِس کا کبھی مقصد بھی نہ تھا کہ مسیحی کی زندگی کا دستور العمل ہو۔

ج۔ عملی نصیحتیں (۱۰:۶-۲۶:۵)

۲۶:۵ - اِس آیت میں تین باتوں کا ذِکر ہے جن سے بچنا چاہئے:

۱- بے جا فخر۔ "ہم بے جا فخر نہ" کریں۔ لفظی مطلب ہے (اپنے بارے میں) غلط یا جھوٹی رائے۔ خُدا نہیں چاہتا کہ مسیحی متکبّر، لاف زن اور خُود بین ہوں۔ یہ بات فضل سے نجات یافتہ

گنہگار کو زیب نہیں دیتی۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت زندگی گزارتے ہیں، اکثر وُہ اپنی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں پر پھولنے لگتے ہیں اور جو اُن کے معیار پر پُورے نہیں اُترتے اُن کو طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ یہی حال شریعت پرست مسیحیوں کا ہے کہ وُہ اُن مسیحیوں کو حقیر جانتے اور تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں جو اُن کی طرح حد بندیاں نہیں کرتے۔

۲۔ اِشتعال انگیزی۔ ہم ایک دُوسرے کو نہ "چڑائیں"۔ ہم اپنے ذاتی نظریات اور معیار مُقرر کر لیتے ہیں اور دُوسروں کو چیلنج کرتے اور چڑاتے ہیں کہ اِس معیار پر پُورے اُترو۔ یہ رویّہ رُوح سے معمور زِندگی کی نفی کرتا ہے۔ کوئی شخص بھی دُوسرے شخص کے دِل کے مسائِل اور آزمائشوں کو کبھی نہیں جان سکتا۔

۳۔ حَسد (جلن)۔ "نہ ایک دُوسرے سے جلیں"۔ حَسد یا جلن یہ گُناہ ہے کہ ہم دُوسرے کی چیز کو اپنے لئے چاہتے ہیں، حالانکہ ہمارا اُس پر کوئی حق نہیں ہوتا۔ حَسد دُوسرے کی اعلیٰ کامیابی، صلاحیتوں، مال ملکیّت اور حُسن و جاذبیت پر جلنے کا نام ہے۔ دُوسرے کا بُرا چاہنے کا نام ہے۔ جن میں صلاحیت یا لیاقت کم ہوتی ہے، کردار کمزور ہوتا ہے اُن کا رُجحان ایسا ہو سکتا ہے۔ وُہ شریعت پر کامیابی سے چلنے والوں سے جلتے ہیں۔ یہ صِفات فضل سے کوئی علاقہ نہیں رکھتیں۔ سچا ایمان دار وہ ہے جو دُوسرے کو اپنے سے بہتر مانتا ہے۔ شریعت پرست جُھوٹی شان چاہتے ہیں۔ سچی عظمت اِس میں ہے کہ نظروں سے اوجھل رہ کر خِدمت کی جائے، بن دِکھائے محنت کی جائے۔

۱:۶۔ یہ نہایت عُمدہ نصیحت ہے کہ گُناہ میں گر جانے والے کسی ایمان دار سے باقی مسیحی کیسا سلوک کریں۔ بے شک یہ رویّہ شریعت کے بالکل برعکس ہے۔ شریعت تو خطاکار پر قہر و غضب کا تقاضا کرتی ہے۔ "قصور میں پکڑا بھی جائے"۔ یہ الفاظ ایسے شخص کا بیان کرتے ہیں جس سے گُناہ سرزد ہو گیا ہے، مگر وُہ گُناہ کرنے کا عادی نہیں۔ ایسے شخص سے "رُوحانی" مسیحی کیسا سلوک کریں گے؟ اُسے بحال کریں گے۔ دُنیا دار مسیحی سخت اور سرد مہری کا رویّہ اپنا سکتا ہے۔ وُہ "قصوروار" شخص کا بھلا کرنے کی بجائے نقصان کرے گا۔ دُوسرے یہ بھی حقیقت ہے کہ جس کا خُداوند کے ساتھ خود تعلق نہیں اُس کی نصیحت کون سُنے گا، کون برداشت کرے گا۔

اِس آیت سے ایک دِلچسپ سوال اُٹھتا ہے۔ اگر ایک شخص واقعی رُوحانی ہے تو کیا وُہ

اِس کا اقرار کرے گا؟ کیا رُوحانی لوگ اپنی خامیوں اور کمزوریوں سے گہرے طور پر آگاہ نہیں ہوتے؟ تو پھر بحالی کا کام کون کرے گا؟ کیونکہ اِس طرح کرنے سے تو وُہ "رُوحانی" مشہور ہو جائے گا۔ کیا اِس طرح حجاب وشائستگی کی کمی کا اظہار نہیں ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ کوئی رُوحانی آدمی کبھی اپنی حالت پر فخر نہیں کرتا، بلکہ اُس کا دِل چرواہے کے دِل کی طرح نرم اور ہمدرد ہوتا ہے۔ اور وُہ دِل سے چاہتا ہے کہ خطاکار بحال ہو۔ وُہ احساسِ برتری یا فخر کی رُوح سے کچھ نہیں کرتا، بلکہ "حلم مزاجی" سے اُس بھائی کو بحال کرتا ہے۔ وُہ یاد رکھتا ہے کہ مَیں بھی "آزمائش میں پڑ" سکتا ہوں۔

٦:٢ - "بار" بمعنی بوجھ - مُراد ہے ناکامیاں، آزمائشیں، مُشکلات، اِمتحان۔ دُور کھڑے ہوکر تنقید اور اعتراض کرنے کی بجائے ہمیں چاہئے کہ مُصیبت زدہ، آزمائش میں گرفتار اور اِمتحان میں پڑے ہُوئے بھائی کی فوراً مدد کریں تاکہ وُہ بحال ہو۔

"مسیح کی شریعت"۔ اِس میں خُداوند یسُوع کے سارے حُکم شامل ہیں۔ اُن کا خُلاصہ یہ حُکم ہے کہ "ایک دُوسرے سے محبّت رکھو" (یُوحنّا ١٣:٣٤) اور جب ہم "ایک دُوسرے کا بار" اُٹھاتے ہیں تو اِس حُکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ "مسیح کی شریعت" مُوسیٰ کی شریعت سے بالکل مُختلف ہے۔ مُوسیٰ کی شریعت فرمانبرداری کے لئے زندگی کا وعدہ کرتی ہے، لیکن فرمانبرداری کی توفیق اور طاقت نہیں دیتی۔ اور فرمانبرداری کی حوصلہ افزائی بھی صِرف سزا کے خوف سے کرتی ہے۔ اِس کے برعکس "مسیح کی شریعت" اُن لوگوں کے لئے محبّت بھری ہدایت ہے جو پہلے ہی زندگی رکھتے ہیں۔ رُوح القُدس کی قُدرت سے ایمان داروں کو اِس کے آئین واحکام کی پابندی کرنے کی توفیق اور طاقت ملتی ہے۔ اور مسیح کے لئے محبّت اُن کو تحریک دیتی ہے۔

٦:٣ - ہم سب کو ایک ہی خاک سے بنایا گیا ہے۔ جب ہم کسی بھائی کو گُناہ کرتے دیکھیں تو سوچیں کہ ہم بھی اُسی طرح گُناہ میں گر سکتے ہیں۔ اگر کوئی ایمان دار احساسِ برتری رکھتا ہے تو خُود فریبی میں مُبتلا ہے۔ ہمیں کبھی نہیں سوچنا چاہئے کہ دُوسرے کا بار اُٹھانا ہماری شان کے خلاف ہے۔

٦:٤ - اِنسان دُوسروں کے ساتھ اپنا مُقابلہ کرنے کا عادی ہے۔ اِس مُقابلے میں وُہ اپنے آپ کو تسلّی دینے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ یہ آیت اِس عادت کا مُقابلہ کرتی ہے۔ پَولُس رسُول توجہ دِلاتا ہے کہ مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے ہمارا دُوسروں کے ساتھ مُقابلہ نہیں ہوگا، بلکہ

ہمارا اِمتحان فرداً فرداً ہوگا - اِس لئے ہمیں اپنے آپ پر توجّہ دینی چاہیئے، تاکہ ہم دُوسروں کی ناکامیوں پر خوش ہونے کی بجائے "اپنے ہی کام" پر خُوش ہوں -

۵:۶ - آیت ۲ میں پولُس رسُول سِکھاتا ہے کہ ہم اپنی اِس زِندگی میں دُوسروں کے دُکھوں، تکلیفوں اور مسائل میں شریک ہوں - آیت ۵ میں خیال یہ ہے کہ "ہر شخص اپنا ہی بوجھ اُٹھائے گا"، یعنی مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے صِرف اپنے ہی لئے ذِمّہ دار اور جوابدہ ہوگا -

۶:۶ - ایمان داروں کا فرض اور ذِمہ داری ہے کہ اپنے مسیحی اُستادوں کی کفالت کریں - "سب اچھی چیزوں میں شریک کرے" مُراد ہے اِس دُنیا اور اِس زِندگی کی مادّی "چیزوں میں" شریک کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کو دُعا اور خُدا پرستی کی باتوں سے بھی سہارا دیں -

۷:۶ :- اگر ہم خُدا کے خادموں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اُن کی مدد اور حمایت نہیں کرتے تو شاید دُوسرے ہماری اِس غفلت کو نہ دیکھ سکیں مگر خُدا دیکھتا ہے اور اُسی کے مُطابق ہمیں "فصل" عطا کرتا ہے - ہم جو کُچھ بوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں - بلکہ جِتنا بوتے ہیں اُس سے زیادہ مِقدار میں کاٹتے ہیں - کِسان گندم بوتا ہے تو گندم کاٹتا ہے - بعض دفعہ تیس گُنا، بعض دفعہ ساٹھ گُنا اور بعض دفعہ سَو گُنا - سکوفیلڈ کہتا ہے: "یہاں رُوح گنہگاروں سے اُن کے گُناہوں پر بات نہیں کر رہا، بلکہ مقدسین سے اُن کی کنجوسی کی بات کر رہا ہے" -

بے شک وسیع تر معنوں میں یہ بات درُست ہے کہ "جو گُناہ کو جوتتے اور دُکھ بوتے ہیں وُہی اُس کو کاٹتے ہیں" (ایوب ۸:۴) اور "بے شک اُنہوں نے ہوا بوئی وُہ گردباد کاٹیں گے" (ہوسیع ۷:۸) - مورخ اے - فراؤڈ کہتا ہے "ایک سبق، اور صِرف ایک ہی سبق ہے، جو تاریخ بڑے واضح طور پر دُہراتی ہے کہ کِسی نہ کِسی طرح اِس دُنیا کی تعمیر اِخلاقی بنیادوں پر اُٹھائی گئی ہے - اور بالآخر اچھوں کا انجام اچھا اور بُروں کا انجام بُرا ہونا ہے" -

۸:۶ - اگرچہ عام معنوں میں یہ بات بالکُل درُست ہے کہ ہم جو کُچھ بوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں - لیکن غور کریں کہ یہ آگاہی مسیحی خیرات کی نصیحت کے بعد دی گئی ہے - اِسی روشنی میں دیکھیں تو "جسم کے لئے" بونے کا مطلب ہے اپنا روپیہ پیسہ اپنی ذات پر، اپنی خوشیوں اور اپنی آسائشوں پر خرچ کرنا - اور "رُوح کے لئے" بونا خُدا کی بادشاہی کے لئے خرچ کرنا ہے -

جو لوگ "جِسم کے لئے" بوتے ہیں وُہ اِسی دُنیا میں مایُوسی اور خسارے کی فصل کاٹتے ہیں کیونکہ جُوں جُوں اُن کی عُمر بڑھتی ہے اُن کو معلُوم ہوتا جاتا ہے کہ جِس جِسم کو وُہ خُوش کرتے رہے

وُہ گل سڑ رہا ہے، وُہ مر رہا ہے۔ اور پھر آنے والے جہان میں وُہ ابدی اجر کا نقصان اُٹھاتے ہیں۔ "جو رُوح کے لئے بوتا ہے وُہ رُوح سے ہمیشہ کی زندگی کی فصل کاٹے گا"۔ بائبل میں "ہمیشہ کی زندگی" (اسی کا ترجمہ 'ابدی زندگی' بھی کیا گیا ہے) کا لفظ دو طرح سے استعمال ہوُا ہے۔ (۱) یہ ہر ایماندار کی ابھی سے ملکیّت ہے (یُوحنّا ۳۶:۳)۔ اور ایماندار اِسے اِس زمینی زندگی کے اختتام پر پاتا ہے (رومیوں ۲۲:۶) "جو رُوح کے لئے بوتا ہے" وُہ موجُودہ جہان میں بھی ہمیشہ کی زندگی سے اِس طرح لُطف اندوز ہوتا ہے کہ دُوسرے مسیحی نہیں ہو سکتے۔ اِس کے علاوہ جب وُہ اپنے آسمانی وطن میں پُہنچے گا تو اُس اجر کی فصل بھی کاٹے گا جو وفاداری کے باعث مِلتا ہے۔

۹:۶- تاکہ کوئی شخص بے حوصلہ نہ ہو جائے۔ پَولُس رسُول اپنے قارئین کو یاد دلاتا ہے کہ اجر یقینی ہیں، البتہ فوری نہیں ہیں۔ آپ گندم کی فصل، بیج بونے کے اگلے ہی دن نہیں کاٹتے۔ یہی حال رُوحانی دُنیا کا ہے۔ اگر وفاداری کے ساتھ بوئیں گے تو اَجر ضرور مِلیں گے لیکن "عین وقت پر"۔

۱۰:۶- "اہلِ ایمان" میں وُہ سب شامل ہیں جو نجات یافتہ ہیں، اِس میں فرقہ یا جماعت کا اِمتیاز نہیں۔ ہماری مہربانی، ہمارا حُسنِ سلوک صِرف ایمانداروں تک محدُود نہیں رہنا چاہئے لیکن اُن کے لئے ہمارے اِس سلوک میں ایک خصُوصیّت ہونی چاہئے۔ یہاں بات "منفی" انداز میں نہیں کہی گئی ـــــ کہ کِتنا کم نقصان پُہنچائیں ـــــ بلکہ "مثبت" انداز میں کہی گئی ہے کہ ہمارا مقصد یہ ہو کہ کِتنی زیادہ سے زیادہ "نیکی" کر سکتے ہیں۔ جان ولسلی نے کیا خوب کہا ہے "جِتنی نیکی کر سکتے ہو، جِتنے طریقوں سے کر سکتے ہو، جِتنے لوگوں سے کر سکتے ہو، جب تک کر سکتے ہو، کرو"۔

د- اِختتامیہ (۱۸ - ۱۱:۶)

۱۱:۶- "دیکھو۔ مَیں نے کیسے بڑے بڑے حرفوں میں تُم کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے"۔ پَولُس عام طور سے خط کسی مددگار کو لِکھوا دیتا تھا۔ لیکن خِلافِ معمُول اُس نے گلتیوں کو "اپنے ہاتھ سے لِکھا ہے"۔ "بڑے بڑے حرفوں" سے اُس کی گہری فِکرمندی اور اِحساس کا اظہار ہوتا ہے جو وُہ شریعت پرستوں کا مُقابلہ کرنے کے لئے رکھتا تھا، اور کہ وُہ یہودیت نوازی یا یہودیت پروری کو کِس قدر خطرناک سمجھتا تھا۔ دُوسری طرف سے یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ جیسے کئی عُلما کہتے ہیں پَولُس کی نظر کمزور تھی اِس لئے اُس نے "بڑے بڑے حرفوں میں لِکھا"۔ ہم بھی اِس نظریہ سے اتفاق کرتے ہیں۔

۶:۱۲ - یہُودیت نواز افراد بہت سے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا کر "جسمانی نمُود چاہتے تھے"۔ وُہ ختنہ کرانے پر زور دے کر ایسا کر سکتے تھے۔ لوگ اکثر و بیشتر رسموں اور شعائر کی پیروی کرنے پر رضامند ہو جاتے ہیں تاوقتیکہ اُن کو اپنی عادتیں نہ بدلنی پڑیں۔ آج بھی اگر آپ معیار نیچے لے آئیں تو کلیسیا کے ممبران کی تعداد میں زبردست اِضافہ کر سکتے ہیں۔ پَولُس اِن جھُوٹے اُستادوں کی رِیاکاری کو بھانپ لیتا ہے کہ وُہ یہ سب کُچھ اِس لئے کر رہے ہیں کہ "مسیح کی صلیب کے سبب سے ستائے نہ جائیں"۔ صلیب جسم اور خُدا کو خُوش کرنے کے لئے اُس کی کوششوں کی مذمت کرتی ہے۔ صلیب جسمانی فِطرت اور اِس کی اعلیٰ ترین کوششوں کے لئے پیغامِ موت ہے۔ صلیب کا مطلب ہے بُرائی سے دُوری۔ اِس لئے اِنسان صلیب کے جَلالی پیغام کو رَدّ کرتے اور اُس کی منادی کرنے والوں کو ستاتے ہیں۔

۶:۱۳ - شریعت پرستوں کو دراصل "شریعت" پر عمل کرنے سے کوئی دِلچسپی نہ تھی۔ وُہ صِرف اِتنا چاہتے تھے کہ لوگوں کو مُرید کرنے کا کوئی آسان طریقہ ہاتھ آجائے تاکہ "فخر" کر سکیں کہ ہمارے مُریدوں کی فہرست بہت لمبی ہے۔

۶:۱۴ - پَولُس کے لئے فخر کرنے کی بنیاد اِنسانوں کی کھلڑی نہیں تھی۔ وُہ تو صِرف "اپنے خُداوند یسوُع مسیح کی صلیب" پر فخر کرتا ہے۔ اُس "صلیب" پر دُنیا پَولُس کے لئے مَر گئی اور پَولُس دُنیا کے لئے مَر گیا۔ جب کوئی اِنسان نجات پاتا ہے تو دُنیا اُس کو خیرباد کہہ دیتی ہے اور وُہ "دُنیا" کو خُدا حافِظ کہہ دیتا ہے۔ جہاں تک دُنیا کا تعلق ہے وُہ شخص "خراب ہو گیا ہے"۔ اِس لئے کہ اب وُہ دُنیا کی عارضی خُوشیوں میں کوئی دِلچسپی نہیں لیتا۔ اُس کے لئے "دُنیا" ساری دِلفریبی کھو دیتی ہے کیونکہ اُسے وُہ ہستی مِل گئی ہے جو کامِل تسلّی اور تسکین دیتی ہے۔ فِنڈلے کہتا ہے: "وُہ نہ تو اِس (دُنیا) میں یقین رکھ سکتا ہے، نہ اِس پر فخر کر سکتا ہے، اور نہ اِس کی قدم بوسی کر سکتا ہے۔ اُس کے لئے دُنیا اپنی شان، اور جادُو کرنے کی قُوّت سے محرُوم ہو جاتی ہے۔ اب دُنیا نہ اُسے لُبھا سکتی ہے نہ اُس پر رُعب جما سکتی ہے"۔ چنانچہ "صلیب" دُنیا اور خُدا کے فرزند کے درمیان زبردست رُکاوٹ یا خطِ تقسیم بن جاتی ہے۔

۶:۱۵ - اگرچہ پہلی نظر میں معلوم نہیں ہوتا، مگر پُورے خط میں یہ آیت مسیحی سچائی کا ایک

نہایت اہم بیان ہے۔

”ختنہ“ ایک خارجی رسم تھی۔ ایک مذہبی فریضہ تھا اور یہودی اُستاد ہر بات کو اِس رسم کی ادائیگی پر منحصر قرار دیتے تھے۔ ”ختنہ“ یہودیت کی بنیاد تھا۔ پَولُس ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ ”نہ ختنہ کوئی چیز ہے“ نہ رسم، نہ یہودیت، نہ شریعت پرستی (رسم پرستی) کِسی شمار و قطار میں ہے۔ اور ساتھ ہی پَولُس کہتا ہے ”نہ نامختونی“ کوئی چیز ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو اِس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وُہ رسموں کو نہیں مانتے۔ اُن کی پُوری عبادت رسم کے خلاف ایک بغاوت ہوتی ہے۔ یہ بھی بیکار ہے۔

خُدا کے نزدیک جس بات کی اہمیّت ہے، وُہ ہے ”نئے سرے سے مخلُوق ہونا“۔ وُہ ایک تبدیل شُدہ زِندگی دیکھنا چاہتا ہے۔ فِنڈلے رقم طراز ہے: ”حقیقی مسیحیت وُہ ہے جو بُرے اِنسان کو اچھا بنا دیتی ہے۔ جو گُناہ کے غلاموں کو بدل کر خُدا کے فرزند بنا دیتی ہے“۔ سارے اِنسان دو میں سے ایک ”مخلُوق“ ضرُور ہیں۔ اِس دُنیا میں پیدا ہونے کے باعث اِنسان گُناہ آلُودہ، بےبس اور مردُود (سزا کے نیچے) ہیں۔ وُہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں، یا اپنی نجات کے لئے خُدا کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِس مقصد کے لئے نیک اعمال اپناتے ہیں۔ مگر اُن کی یہ ساری کوششیں رائیگاں اور بےسُود ہیں کیونکہ وُہ تبدیل نہیں ہوتے۔ ”نئے سرے سے مخلُوق“ کا سر تو مسیح ہے۔ اور اِس میں وُہ سارے شامِل ہیں جن کے گُناہ کا فِدیہ دیا گیا ہے۔ جن کو مخلصی دلائی گئی ہے اور جن کو اُس میں نئی زِندگی عطا ہُوئی ہے۔ چونکہ ”نئے سرے سے مخلوق ہونا“ شرُوع سے آخر تک مسیح سے ہے، اِس لئے اُس سے یہ خیال قطعی خارج ہے کہ کردار یا اعمال کے وسیلے سے خُدا کی نظر میں مقبول ٹھہر سکتے ہیں۔ پاکیزہ زِندگی پیدا ہوتی ہے، مگر رسُومات کی پابندی سے نہیں بلکہ خود کو مسیح کے سپُرد کرنے سے اور اُس کو موقع دینے سے کہ ایمان دار میں وُہ اپنی زِندگی بسر کرے۔ یہ نئی پیدائش یا ”نئے سرے سے مخلُوق ہونا“ پُرانی زِندگی میں کوئی اصلاح یا ترقی یا اِضافہ نہیں ہوتا، بلکہ قطعی مختلِف اور ”نئی“ ہوتی ہے۔

۱۶:۶ ۔ یہاں پَولُس کِس ”قاعِدہ“ کا ذِکر کر رہا ہے؟ یہ نئے مخلُوق کا ”قاعِدہ“ ہے۔ وُہ اُن لوگوں پر ”اِطمینان اور رحم“ کی دُہری برکت کا اعلان کرتا ہے جو تعلیم کا اِس سُوال سے اِمتحان کرتے ہیں کہ —— کیا یہ نئی مخلُوق کی ہے؟ اور جو نہیں، اُس سب کو ردّ کر دیتے ہیں۔

"اور خدا کے اِسرائیل کو ..." بہت سے عُلما اِس کو کلیسیا مانتے ہیں - مگر "خدا کے اسرائیل" سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو طبعی پیدائش کے اعتبار سے تو یہودی ہیں، لیکن جنہوں نے خُداوند یسوع کو مسیحِ مُوعُود مان لیا ہے - جو شریعت کے ماتحت چلتے تھے اُن کے لئے نہ اطمینان تھا نہ رحم - لیکن اب وُہ "نئے مخلوق" ہیں، اور اِس لئے یہ دونوں اُن کا حِصّہ اور بخرہ ہیں -

۶: ۱۷ - پولُس خُود بھی شریعت کا غلام تھا - خُداوند یسوع نے اُسے اِس غُلامی سے رہائی بخشی - اب وُہ بہ رضا و رغبت خُداوند کا غلام ہے - جِس طرح غلاموں کو اُن کے مالِک کے نِشان سے داغا جاتا تھا، اُسی طرح پولُس کے "جِسم پر" بھی اپنے مالِک "یسوع کے داغ" ہیں - یہ داغ کیا تھے ؟ زخموں کے وُہ نشان جو اُس کے ستانے والوں کے ہاتھوں اُسے مِلے تھے - اب وُہ کہتا ہے کہ "کوئی مجھے واپس لے جانے کی کوشش نہ کرے - میرے ساتھ ختنہ کے مالکی کے داغ کی بات نہ کرے - اِس سے شریعت کی غلامی ظاہر ہوتی ہے - مَیں اپنے جِسم پر اپنے نئے مالِک، یسوع مسیح کا داغ لئے پھرتا ہُوں"۔

۶: ۱۸ - اب پولُس قلم ہاتھ سے رکھنے کو ہے - لیکن خط بند کرنے سے پہلے ایک بات کہنا ضروری ہے - وہ کیا ؟ "فضل" - یہ وُہ لفظ ہے جو خوشخبری کا خاصّہ ہے - "فضل" - شریعت نہیں - اِسی مضمون سے اُس نے خط کا آغاز کیا تھا (۱: ۳) اور اِسی پر اختتام کرتا ہے "ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا فضل تُمہاری رُوحوں کے ساتھ رہے - آمین"۔

شریعت پرستی

گلتیوں کے خط کا مُطالعہ کرنے کے بعد شاید کوئی شخص اِس نتیجے پر پہنچے کہ پولُس نے شریعت پرستوں کو ایسی فیصلہ کُن شکست دی ہے کہ یہ مسئلہ پھر کبھی کلیسیا کو تنگ نہیں کرے گا - مگر تاریخ اور تجربہ بالکُل اُلٹ ثبوت پیش کرتے ہیں - شریعت پرستی مسیحی دُنیا کا ایک اہم حِصّہ بن گئی ہے کہ بہت سے لوگ یقین رکھتے ہیں کہ یہ مسیحیت میں شامِل ہے -

جی ہاں، شریعت پرست آج بھی ہمارے ساتھ ہیں - ہم مسیح کے اُن لوگوں کو اَور کیا نام دے سکتے ہیں جو برملا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسیح کے خادم ہیں لیکن تعلیم یہ دیتے ہیں

کہ نجات کے لئے اِستحکام، بپتسمہ یا کلیسیا کی رکنیت ضروری ہیں، کہ ہم نجات تو ایمان کے وسیلے سے پاتے ہیں لیکن قائم اعمال کے وسیلے سے رہتے ہیں؟ کیا بعض رسومات اور شعائر کی صورت میں یہودیت کو مسیحیت میں شامل نہیں کر دیا گیا؟ مثلاً اِنسانوں کے مخصوص کردہ خادمانِ دین اور اُن کی امتیازی پوشاکیں اور پہناوے، ہیکل کی طرز پر تعمیر کی گئی عمارات، اُن کے اندر کھود کر بنائی گئی الطاریں، اور مسلّم اور پُرتکلف رسومات، کلیسیائی کیلنڈر مع روزوں کے ایام اور مقررہ تہوار اور عیدیں۔

اور کیا یہ گلتیوں والی بدعت نہیں کہ ایمان داروں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ بالآخر نجات پانے کے لئے تمہیں سبت کا دِن ماننا لازِم ہے؟ دَورِ جدید میں شریعت پرستی کی تعلیم دینے والے مسیح پر ایمان رکھنے والوں میں گھسنے کے لئے زبردست راہیں بنا رہے ہیں۔ اِس لئے ضروری ہے کہ ہر ایمان دار کو اُن کی تعلیمات سے خبردار کیا جائے اور اُسے سکھایا جائے کہ اُن کو کس طرح جواب دینا ہے۔

”سبت کے انبیا“ عموماً آغاز مسیح پر ایمان کے وسیلے سے نجات کی خوشخبری سے کرتے ہیں۔ وہ بے خبر لوگوں کو پھانسنے کے لئے خوبصورت اِنجیلی اور بشارتی گیت اِستعمال کرتے ہیں، اور ظاہراً پاک کلام پر بہت زور دیتے ہیں۔ لیکن جلد ہی لوگوں کو موسوی شریعت اور خصوصاً سبت کے بارے میں حکم کے ماتحت لے آتے ہیں۔ (سبت ہفتہ کا ساتواں دِن یا سنیچر ہے، اِسی دِن کو عام طور سے ہفتہ بھی کہا جاتا ہے)۔

پولس نے بالکل واضح تعلیم دی ہے کہ مسیحی تو شریعت کے اِعتبار سے مُردہ ہے — اِس واضح تعلیم کی روشنی میں یہ لوگ شریعت پرستی کی تعلیم دینے کی کیسے جرأت کرتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ وہ اخلاقی شریعت اور رسوماتی شریعت میں زبردست اِمتیاز کرتے ہیں۔ اخلاقی شریعت دس احکام ہیں۔ رسوماتی شریعت میں خدا کے دِئے ہوئے دوسرے ضوابط شامل ہیں۔ مثلاً کھانے پینے کی حرام یا ناپاک چیزیں، کوڑھ، خدا کے لئے نذریں اور ہدیئے وغیرہ۔

وہ کہتے ہیں کہ اخلاقی شریعت کبھی منسوخ نہیں ہوئی۔ یہ خدا کی ازلی سچائی کا ظہور ہے۔ بُت پرستی، قتل یا زِناکاری ہمیشہ خدا کی شریعت کے خلاف رہے گی، البتہ رسوماتی شریعت مسیح میں منسوخ ہو گئی ہے۔ اِس لئے وہ یہ نتیجہ پیش کرتے ہیں کہ جب پولس یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسیحی شریعت کے اِعتبار سے مُردہ ہے، تو وہ دس احکام کی نہیں بلکہ رسوماتی شریعت

کی بات کر رہا ہے۔

اور چونکہ اخلاقی شریعت ابھی تک لاگو ہے اس لئے مسیحیوں کا فرض ہے کہ اِس کی پابندی کریں۔ شریعت پرست اِس پر بے حد زور دیتے ہیں۔ اِس کا مطلب ہے کہ وُہ سبت کو ضرور مانیں اور اِس دن کوئی کام نہ کریں۔ وُہ اِس بات کا ذکر خصوصیت سے کرتے ہیں کہ رومن کیتھولک کلیسیا کے ایک پوپ نے سبت کو اتوار سے تبدیل کر دیا ہے اور کہ یہ پاک نوشتوں کی زبردست خلاف ورزی ہے۔

یہ دلیل بازی بڑی معقول معلوم ہوتی ہے اور دِل کو لگتی ہے لیکن اِس کی زبردست تردیدی خصوصیت یہ ہے کہ یہ خُدا کے کلام کے قطعی خلاف ہے۔ مندرجہ ذیل نکات پر خاص توجہ دیں:

۱۔ ۲۔کرنتھیوں ۳: ۷۔۱۱ میں دوٹوک بیان ہے کہ مسیح میں ایمان دار کے لئے دس حکم بے اثر ہو چکے ہیں۔ اِس شریعت کو "موت کا عہد" قرار دیا گیا ہے "جس کے حروف پتھروں پر کھودے گئے تھے"۔ اِس سے مُراد صرف اِخلاقی شریعت ہی ہو سکتی ہے رسوماتی شریعت نہیں ہو سکتی۔ صرف دس احکام ہی خُدا کی انگلی سے (خروج ۳۱: ۱۸) پتھروں پر کھودے گئے تھے۔ آیت ۱۱ میں ہم پڑھتے ہیں کہ موت کا یہ عہد اگرچہ جلال والا تھا مگر وُہ بے جلال ٹھہرا۔ اِس سے بڑھ کر فیصلہ کُن بات اَور کونسی ہو سکتی ہے؟ اب مسیحی پر سبت کا کوئی حق، کوئی دعویٰ نہیں رہا۔

۲۔ کِسی غیر قوم شخص کو سبت کو ماننے کا حُکم کبھی نہیں دیا گیا۔ شریعت صرف یہودی قوم کو دی گئی تھی (خروج ۳۱: ۱۳)۔ اگرچہ خُود خُدا نے ساتویں دن آرام کیا، لیکن اُس نے کسی اَور کو ایسا کرنے کا حُکم نہیں دیا۔ یہ حُکم صرف اُس وقت دیا گیا جب بنی اِسرائیل کو شریعت دی گئی۔

۳۔ مسیحیوں نے سبت کو چھوڑ کر ہفتہ کا پہلا دِن کسی پوپ کے فرمان کے باعث اِختیار نہیں کیا۔ ہم نے خُداوند کے دِن کو اہمیت اِس لئے دی، اور اِس کو عبادت اور خِدمت کا دِن اِس لئے قرار دیا کیونکہ خُداوند اِس دِن مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ اور یہ ثبوت ہے کہ کفّارہ/مخلصی کا کام مکمّل ہو گیا ہے (یُوحناؔ ۲۰: ۱)۔ مزید برآں ابتدائی دَور کے شاگرد روٹی توڑنے کے لئے اِسی دِن اکٹھے ہوتے تھے۔ اور روٹی توڑنا خُداوند کی موت کی علامت ہے (اعمال ۲۰: ۷)۔ نیز خُدا نے بھی اِسی دِن کو مسیحیوں کے لئے مُقرر کیا کہ اپنی آمدنی کے موافق ہدیئے اور نذرانے

الگ رکھا کریں (۱- کرنتھیوں ۱۶: ۱، ۲)۔ علاوہ ازیں رُوح القدس بھی ہفتہ کے پہلے دِن ہی آسمان سے نازل ہُوا تھا۔

مسیحی خُداوند کے دن کو اِس لئے نہیں مناتے کہ اِس طرح پاکیزگی حاصل کریں گے۔ نہ وُہ سزا کے خوف سے یہ دِن مناتے ہیں۔ اُنہوں نے اِس دِن کو اِس لئے وقف کیا کہ جس ہستی نے اپنے آپ کو ہماری خاطر دے دیا ہم دِلی محبّت کے سال اُس کی عبادت کریں۔

۴- پولُس رسُول اِخلاقی شریعت اور رسُوماتی شریعت کے درمیان کوئی اِمتیاز نہیں کرتا، بلکہ وُہ زور دے کر کہتا ہے کہ شریعت ایک مکمّل اِکائی ہے اور جو لوگ اِس کے وسیلے سے راست بازی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں وُہ لعنتی ٹھہرتے ہیں۔

۵- دس۱۰ حکموں میں سے نو۹ خُدا کے فرزندوں کے لئے ہدایات کی صُورت میں نئے عہد نامہ میں دُہرائے گئے ہیں۔ اِن کا تعلق اُن باتوں سے ہے جو بذاتہٖ درُست یا غلط ہیں۔ ایک حُکم جو چھوڑا گیا ہے وُہ سبت کا حُکم ہے۔ کسی دِن کو ماننا بذاتہٖ غلط یا درست نہیں۔ مسیحیوں کے لئے سبت کو ماننے کی کوئی ہدایت نہیں۔ بلکہ پاک کلام بالکل صفائی سے بیان کرتا ہے کہ اگر مسیحی کسی دِن کو ماننے سے قاصر رہتا ہے تو اُس پر اِلزام نہیں لگ سکتا (کلسیوں ۲: ۱۶)۔

۶- پُرانے عہد میں سبت کو توڑنے کی سزا مَوت تھی (خروج ۳۵: ۲)۔ لیکن آج کل جو لوگ سبت کو ماننے پر اِصرار کرتے ہیں وُہ اِس کے قصُورواروں کو یہ سزا نہیں دیتے۔ اِس طرح وُہ حُکم کی تحقیر کرتے اور اُس کے اِختیار کو برباد کر دیتے ہیں، کیونکہ اِس کے تقاضے پُورے کرنے پر اِصرار نہیں کرتے۔ دراصل وُہ کہتے ہیں "یہ خُدا کا حُکم ہے۔ اِس کا ماننا فرض ہے لیکن اگر توڑو گے تو کچھ نہیں ہوگا۔"

۷- ایمان دار کی زندگی کا دستور العمل شریعت نہیں، بلکہ مسیح ہے۔ ہمیں اُس طرح چلنا ہے جیسے مسیح چلتا تھا۔ یہ معیار تو شریعت کے معیار سے بھی بُلند تر اور ارفع تر ہے (متّی ۵: ۱۷- ۴۸)۔ رُوح القدس ہمیں توفیق دیتا ہے کہ پاک زندگی بسر کریں۔ ہم مسیح کی خاطر اپنی محبّت کے باعث پاک زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ جس راست بازی کا تقاضا شریعت کرتی ہے، اُسے وہی لوگ پُورا کر سکتے ہیں جو جسم کے مُطابق نہیں بلکہ رُوح کے مُطابق چلتے ہیں (رومیوں ۸: ۴)۔

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان داروں کو یہ تعلیم دینا کہ سبت کی پابندی کریں

پاک نوشتوں کے سراسر خلاف ہے (کلسیوں ۲ : ۱۶) - یہ فقط "اور طرح کی خوشخبری" ہے (گلتیوں ۱:۷، ۹) -

میری دُعا ہے کہ خُدا ہر ایک کو یہ دانائی اور سمجھ بخشے کہ وُہ شریعت پرستی کی گمراہ کُن تعلیم کو پہچان سکے، خواہ یہ کِسی رنگ اور کِسی انداز میں ظاہر ہو! خُدا کرے کہ ہم رُسومات اور اِنسانی کوششوں کے سہارے راست باز اور مُقدّس ٹھہرائے جانے کی کبھی کوشش نہ کریں بلکہ ہر ضرورت کے لئے صِرف خُداوند یسوع مسیح پر پُورا پُورا بھروسا اور اِنحصار کریں - کاش ہم یاد رکھیں کہ شریعت پرستی خُدا کی تحقیر اور بے عزّتی ہے، کیونکہ یہ حقیقت کی جگہ سایہ کو رکھ دیتی ہے - مسیح کی جگہ رسم پرستی کو رکھ دیتی ہے -

افسیوں کے نام خط

تعارف

"مقدس پولس کی تحریروں کا تاج" جے۔ اے۔ رابنسن
"پولس کے تیسرے آسمان کا خط" اے۔ ٹی۔ پیئرسن

۱۔ کتبِ مصدقہ میں لاثانی مقام

افسیوں کے نام خط کئی لحاظ سے پولس کا امتیازی خط ہے۔ مثلاً "سلام، شکرگزاری، تعلیم کو بتدریج کھولتے جانا اور پھر زندگی پر اس کا اطلاق، اور اختتامی سلام۔ اگرچہ افسیوں کا خط اصلی اور بے ساختہ خط ہے تو بھی کسی حد تک ایک وعظ کی مانند ہے، بلکہ مسیحی عبادت کا نمونہ ہے جس میں دعائیں اور حمد شامل ہے۔ مور ہیڈ کے مطابق اس خط میں "ہم پاک ترین مقام کے سکوت اور خاموشی میں داخل ہو جاتے ہیں —— جہاں سکون، غور و فکر، عبادت گزاری اور اطمینان کی فضا چھائی ہوئی ہے۔"

بہت سے مفسرین رابنسن کے مندرجہ بالا مقولے سے اتفاق کرتے ہیں اور اٹھارہ ۱۸ یا انیس ۱۹ صدیوں سے مسیحی معلم یہی تعلیم دیتے آئے ہیں کہ یہ خط پولس رسول کا ہے تو بھی جدید دور کے بعض علما دعوے کرنے لگے ہیں کہ افسیوں کا خط پولس رسول کی تحریر نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیا حقائق کی روشنی میں یہ نظریہ درست ہے؟

۲۔ مصنف

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ افسیوں کا خط پولس کی تحریر ہے کہ نہیں، خارجی شہادتیں ٹھوس اور مضبوط ہیں۔ کسی اور خط کو اتنی قدیم اور مسلسل شہادتیں نصیب نہیں جتنی اس خط کو ہیں۔ روم کے کلیمینس، اغناطیوس، پالیکارپ اور ہرماس سے لے کر اسکندریہ کے کلیمینس، ایرینیس اور ہپالیتس تک اس کے گواہ ہیں۔

مرقیون نے اس کو اپنی "کتبِ مصدقہ" کی فہرست میں شامل کیا ہے، اگرچہ اس کو

"لودیکیہ کا خط" (لودیکیہ کی کلیسیا کی طرح نیم گرم۔ مکاشفہ ۳:۱۶) قرار دیتا ہے۔ مرتوروی فہرست اَسفار میں بھی اِس کو پَولُس کی تصنیف لِکھا گیا ہے۔

داخلی شہادتوں میں یہ حقیقت شامِل ہے کہ مُصنّف دو دفعہ کہتا ہے کہ مَیں پَولُس ہُوں (۱:۱ اور ۳:۱)۔ اور خط کے مُندرجات (کُچھ پہلُوؤں کے لحاظ سے) کُلسّیوں کے خط سے اَیسی مُطابقت رکھتے ہیں کہ زمانے کے لِحاظ سے یہ دونوں خط ساتھ ساتھ لِکھے گئے ہوں گے۔ جَیسا کہ پہلے کہا گیا اِفسیوں کے خط کی ساخت خاص پَولُس کے انداز کی ہے۔ مان لِیا کہ پَولُس اِس خط میں کئی نئے خیالات پیش کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مُصنّف "جعلساز" کا اِلزام لئے بغیر اَیسا نہیں کر سکتا تو بائبل کے مُصنّفین کے لئے رُوحانی پُختگی کی طرف مُقدسین کی راہنمائی کرنا مشکِل ہو جائے گا۔

جرمنی کا آزاد خیال مُصنّف شلائر ماخر غالباً پہلا شخص تھا جس نے پَولُس کو اِفسیوں کے خط کا مُصنّف ماننے سے اِنکار کیا۔ بہُت سے جدید عُلما بھی اُسی کے نقشِ قدم پر چل پڑے ہیں مثلاً مافٹ اور گُڈسپیڈ۔ وُہ اِس اِنکار کی خاطر ذخیرۂ الفاظ، اُسلوبِ بیان، ترقی یافتہ یا اعلیٰ تر تعلیم اور اِسی قِسم کی دِیگر دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ مگر اِن میں سے ہر نظریہ کا تسلّی بخش جواب دِیا جا سکتا ہے۔ پَولُس کے حق میں خارجی شہادت بہُت زبردست ہے۔ بہُت سے عالِم فاضِل مُفسّرین نے تسلیم کیا ہے کہ یہ خط پَولُس ہی کی تصنیف ہے۔ وُہ دیکھتے ہیں کہ اِس خط کی رُوح بھی پَولُس کی ہے۔ کولرج کے مُطابق "یہ اُس (پَولُس) کی نہایت خُداداد تحریر" ہے۔ اِن حقائِق کی روشنی میں ماننا پڑتا ہے کہ اِفسیوں کا خط پَولُس ہی نے لِکھا ہے۔

۳۔ سنِ تصنیف

کلسیوں، فلپیوں اور فلیمون کے ساتھ اِفسیوں بھی اُن خطوط میں شامِل ہے جن کو "قید خانے کے خُطوط" کہا جاتا ہے۔ یہ خط کونسی قید کے دَوران (۳:۱؛ ۴:۱) لِکھا گیا، اِس بات پر بہُت بحث ہوتی رہی ہے۔ بعض یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ خط پَولُس کے قیصریہ میں دو سالہ قیام کے دوران لِکھا گیا، بلکہ یہ بھی کہ اُس وقت وُہ اِفسُس میں قید تھا، جبکہ اِس قید کا کوئی ثبوت نہیں۔ البتہ زیادہ شہادت اِس نظریہ کے حق میں ہے کہ پَولُس نے یہ خط رُوم کی پہلی قَید (سنہ ۶۰ء کے جلد بعد) کے دَوران لِکھا۔ کُلسیوں (۴:۷-۹) کے خط کی

طرح یہ خط بھی تُخِکُس (۶: ۲۱، ۲۲) کی وساطت سے آسیہ پہنچا۔ اِس بات سے یہ وضاحت بھی ہو جاتی ہے کہ دونوں خطوط کی تعلیم میں یکسانیت کیوں ہے، کیونکہ دونوں خطوط لکھتے وقت رسُول کے ذہن میں ایک طرح کے خیالات ابھی تازہ تھے۔

۴۔ پس منظر اور موضُوع

اِفسیوں کا بڑا موضُوع وُہ ہے جِس کو پولُس "بھید" کہتا ہے۔ اِس سے پولُس کا مطلب کوئی ایسی بات نہیں جِس کی وضاحت یا تشریح نہ کی جا سکے، بلکہ ایسی عجیب سچائی ہے جو پہلے کبھی ظاہر نہ کی گئی تھی مگر اب ظاہر ہوئی ہے۔

وہ بُلند اور عظیمُ الشّان سچائی جو اِس کتاب کا موضُوع ہے یہ اِعلان ہے کہ ایمان لانے والے یہُودی اور ایمان لانے والے غیر قوم لوگ اب مسیح یسُوع میں ایک ہیں۔ وُہ مسیح کے بدن یعنی کلیسیا کے یکساں اَعضا ہیں۔ اِس موجودہ وقت میں وُہ مسیح میں آسمانی مقاموں میں بیٹھے ہیں۔ مُستقبل میں وُہ اُس کے اُس جلال میں شریک ہوں گے جو اُس کو ساری چیزوں کا سر ہونے کے باعث حاصل ہے۔

یہ بھید اِفسیوں کے نام خط کے ایک ایک باب میں پایا جاتا ہے۔

پہلے باب میں اِس کو "خُدا کی مرضی" کا بھید کہا گیا ہے۔ مُصنّف اُس وقت کی راہ دیکھتا ہے جب آسمان کی سب چیزوں اور زمین کی سب چیزوں کا مسیح میں مجمُوعہ ہو جائے گا (آیات ۹، ۱۰)۔ ایمان لانے والے یہُودی (آیت ۱۱ "ہم") اور ایمان لانے والے غیر قوم افراد (آیت ۱۳ "تم") اُس دِن کے جلال میں حِصّہ دار ہوں گے۔ اور وُہ اُس کا بدن ہو کر اور اُس کی معمُوری میں ساری کائنات پر بادشاہی کریں گے (آیات ۲۲، ۲۳)۔

باب ۲ میں اُس عمل کی وضاحت کی گئی ہے جِس سے یہُودی اور غیر قوم خُدا کے فضل سے نجات پاتے ہیں، اور کِس طرح اُن کا خُدا کے ساتھ اور ایک دُوسرے کے ساتھ میل ملاپ ہوتا ہے، اور کِس طرح مسیح میں ایک ہو کر وُہ ایک نیا اِنسان بنتے ہیں، اور کِس طرح وُہ ایک مُقدّس اِنسان بن جاتے ہیں جِس میں خُدا اپنے رُوح کے وسیلے سے سکُونت کرتا ہے۔

باب ۳ میں بھید کا مُکمل بیان ہے۔ یہاں اِس کو "مسیح کا بھید" کہا گیا ہے (آیت ۴)۔

مُراد یہ ہے کہ مسیح سر ہے اور سارے ایمان دار اُس کا بدن ہیں۔ اِس بدن میں ایمان لانے والے غیر قوم افراد خُدا کے وعدوں کے ہم میراث اور ایک ساتھ اعضا ہیں (آیت ۶)۔

باب ۴ میں بدن کے ایک ہونے پر زور دیا گیا ہے اور بیان ہؤا ہے کہ خُدا کا منصُوبہ اور ارادہ یہ ہے کہ یہ بدن ترقی کر کے بلوغت اور پختگی حاصل کرے (آیت ۱۶)۔

باب ۵ میں بھید کو مسیح اور کلیسیا (آیت ۳۲) کا نام دیا گیا ہے۔ مسیح اور کلیسیا کے درمیان تعلق/رِشتہ ایک ایمان دار شوہر اور بیوی کے درمیان تعلق کے لئے نمونہ ہے۔

اور باب ۶ میں پولُس رسُول خوشخبری کے بھید کی بات کرتا ہے جس کے لئے وُہ زنجیر سے جکڑا ہؤا ایلچی ہے (آیات ۱۹، ۲۰)۔

تصوّر کریں کہ جن غیر قوم ایمان داروں کو یہ خط بھیجا گیا، اِس بات سے اُن پر کیا اثر ہؤا ہوگا؟ نہ صرف اُن کو ایمان کے وسیلے سے فضل سے نجات مِلی تھی، جیسے کہ یہودیوں کو مِلی تھی، بلکہ اُن کو پہلی دفعہ اُن کے ساتھ اعزاز و استحقاق کا مقام مِلا۔ جہاں تک خُدا کے سامنے اُن کی حیثیت اور درجے کا تعلق ہے وُہ کسی طور بھی کم تر نہ تھے۔ اُن کے لئے بھی مقرر ہے کہ مسیح کے ساتھ تخت پر بیٹھیں کیونکہ وُہ بھی اُس کا بدن اور اُس کی دُلہن ہیں، اور کل کائنات پر اُس کی بادشاہی کے جلال میں حصّہ دار ہوں۔

اِفسیوں کا دُوسرا اہم موضُوع "محبّت" (اگاپے = وُہ محبّت جس کا اظہار ارادہ سے کیا جائے) ہے۔ پولُس خط کا آغاز اور انجام اِسی تصوّر سے کرتا ہے (۱: ۴؛ ۶: ۲۴)۔ اُس نے اِس کو بطور فعل اور بطور اِسم جتنا زیادہ اِفسیوں میں اِستعمال کیا ہے کسی اَور خط میں نہیں کیا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ رُوح القدس پہلے سے سب کچھ جانتا ہے کیونکہ تیس ۳۰ سال بعد بھی جب یہ بڑی اور سرگرم کلیسیا جھوٹی تعلیم کے مقابلے کے حُکم کی تعمیل کر رہی تھی تو خُداوند افسیوں کی کلیسیا کے نام اپنے خط میں اُن کو بتاتا ہے کہ مُجھے تُم سے یہ شکایت ہے کہ تُم نے اپنی پہلی سی محبّت ترک کر دی ہے (مکاشفہ ۲: ۴)۔

خاکہ

۱۔ مسیح میں ایمان دار کا مقام ابواب ۱۔۳

ا۔ سَلام ۱:۱۔۲

ب۔ پولُس فضل کی برکات کے لئے خُدا کی حمد و ستائش کرتا ہے ۱:۳۔۱۴

ج۔ پولُس مُقدّسین کے لئے شکرگزاری اور دُعائیں کرتا ہے ۱:۱۵۔۲۳

د۔ یہُودیوں اور غیر قوموں کی نجات میں خُدا کی قُدرت کا ظہُور ۲:۱۔۱۰

ہ۔ ایمان لانے والے یہُودیوں اور غیر قوم افراد کی مسیح میں یگانگت ۲:۱۱۔۲۲

و۔ بھید کے بارے میں ایک جُملۂ مُعترضہ ۳:۱۔۱۳

ز۔ پولُس مُقدّسین کے لئے دُعا مانگتا ہے ۳:۱۴۔۱۹

ح۔ پولُس رسُول خُدا کی حمد کرتا ہے ۳:۲۰۔۲۱

۲۔ خُداوند میں ایمان دار کا عمل ابواب ۴۔۶

ا۔ مسیحی رفاقت میں اِتحاد کی اِپیل ۴:۱۔۶

ب۔ بدن کے اَعضا کے مناسب طور پر کام کرنے کا پروگرام ۴:۷۔۱۶

ج۔ نئی اَخلاقیات کے لئے اپیل ۴:۱۷۔۵:۲۱

د۔ مسیحی گھرانے میں شخصی پارسائی کی اپیل ۵:۲۲۔۶:۹

ہ۔ رُوحانی جنگ سے متعلق نصیحتیں ۶:۱۰۔۲۰

و۔ پولُس کے شخصی سَلام ۶:۲۱۔۲۴

تفسیر

۱۔ مسیح میں ایمان دار کا مقام (ابواب ۱-۳)

ا۔ سلام (۱:۱-۲)

۱:۱۔ "پولس"۔ اِس نام کا مطلب ہے "چھوٹا"۔ ہو سکتا ہے جسمانی لحاظ سے وُہ اِسمِ بامُسمّیٰ ہو، لیکن رُوحانی لحاظ سے اُس کا اثر نہایت بڑا ہے۔ وُہ اپنا تعارف "مسیح یسوع کا رسول" کہہ کے کراتا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ آسمان پر گئے خُداوند نے اُس کو ایک خاص خدمت کے لئے خُود مقرر کیا تھا، اور خدمت یہ تھی کہ غیر قوموں میں خوشخبری کی منادی کرے اور کلیسیا کے بارے میں عظیم سچائی کی تعلیم دے (۳: ۸، ۹)۔ چونکہ افسیوں کا خط کلیسیا کے بارے میں ہے، اور چونکہ یہ سچائی پہلے رسُولوں اور نبیوں پر ظاہر کی گئی (۳: ۵) اِس لئے یہ بالکل مناسب اور موزُوں ہے کہ پولس اپنا تعارُف "رسُول" کہہ کے کرائے۔ ایسا کرنا کسی فخر یا شیخی کی علامت نہیں، بلکہ وضاحت ہے کہ اِس موضُوع پر وُہ کیوں اِختیار کے ساتھ بول سکتا ہے۔ اُس کے اِختیار کے سرچشمہ کا بیان اِن الفاظ سے ہوتا ہے "خدا کی مرضی سے"۔ پولس نے اِس کام کا اِنتخاب بطور پیشہ نہیں کیا تھا، اور نہ کسی اِنسان نے اُس کا تقرر کیا تھا۔ یہ شرُوع سے آخر تک خُدا کی طرف سے بُلاہٹ تھی (گلتیوں ۱:۱)۔

اِس خط میں اُن "مقدّسین" کو مخاطب کیا گیا ہے "جو اِفسُس میں ہیں اور مسیح یسوع میں اِیمان دار ہیں"۔ "مقدّسین" وُہ لوگ ہیں جن کو خُدا کے لئے اِس دُنیا سے الگ کر لیا گیا ہے۔ نئے عہد نامہ میں اِس لقب کا اِطلاق نئے سرے سے پیدا ہونے والے سارے ایمانداروں پر ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ لفظ "مسیح میں" ایمان دار کی حیثیت کو بیان کرتا ہے، یہ نہیں کہ وُہ اپنے آپ میں کیا ہے۔ "مسیح میں" تمام ایمان دار "مقدّسین" ہیں، اگرچہ اپنے آپ میں وُہ ہمیشہ ایسے پارسا نہ بھی ہوں۔ مثال کے طور پر پولس کرنتھیوں کو "مُقدّسین" کہہ کر

مخاطب کرتا ہے (۱-کرنتھیوں ۱:۲) حالانکہ بعد کی باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ سب پاک زِندگیاں نہیں گزار رہے تھے ۔ تو بھی خُدا کی مرضی ہے کہ ہماری روزمرہ کی زندگی ہماری مسیح میں حیثیت سے مُطابقت رکھے ۔ "مقدسین" کے لئے ضرور ہے کہ مقدس زندگی گزاریں ۔

"اور مسیح یسوع میں ایماندار ہیں" ۔ لفظ "ایمان دار" کا مطلب ہے ایمان رکھنے والے ۔ اِس سے سارے سچے مسیحیوں کا بیان ہوتا ہے ۔ مفہوم یہ ہے کہ وُہ قابلِ اعتماد اور قابلِ اعتبار ہوں ۔ لیکن یہاں بنیادی تصوّر یہ ہے کہ اُنہوں نے "مسیح یسوع" کو اپنا واحد خُداوند اور منجّی تسلیم کر لیا تھا ۔

قدیم ترین نسخوں میں سے دو ۲ میں "اِفسس میں" کے الفاظ موجود نہیں ۔ البتہ بیشتر نسخوں میں ہیں ۔ بہت سے عُلما سمجھتے ہیں کہ یہ خط ایک "گشتی مراسلہ" تھا تاکہ متعدد مقامات کی مسیحی جماعتوں میں پڑھا جائے ۔ اِن میں اِفسس کی کلیسیا سب سے نمایاں تھی خوش قسمتی کی بات ہے کہ اِس سوال سے نہ تو اِس خط کے مستند ہونے اور نہ اِس کی قدروقیمت پر کچھ اثر پڑتا ہے ۔

۱:۲ - یہ مقدسین کے نام رسول کا سلام ہے ۔ اِس کا ایک ایک لفظ گہرے رُوحانی معنی رکھتا ہے ۔ یہ ہمارے آج کل کے سلاموں کی طرح کھوکھلا سلام نہیں ۔

"فضل" کا مطلب ہے ہر روز پاک زِندگی گزارنے کے لئے مدد اور اعانت ۔ پولُس کے قارئین پہلے ہی فضل کے وسیلے سے نجات یافتہ تھے ۔ خُدا نے کھوئے ہُوؤں پر وُہ فضل کیا تھا جس کے وُہ حقدار نہیں تھے ۔ لیکن اِس وقت اُن کو "خدا" سے قوت کی ضرورت تھی تاکہ زندگی کے مسائل، آزمائشوں اور غموں کا مُقابلہ کر سکیں ۔

"اِطمینان" کا مطلب ہے زِندگی کے تمام بدلتے ہُوئے حالات میں پُرسکون رہنا ۔ مقدسین کو ایمان لاتے وقت اپنے خُدا کے ساتھ تعلق کے بارے میں اطمینان مِل چُکا تھا ۔ لیکن اُن کو ہر روز خدا کے "اطمینان" کی بھی ضرورت تھی ۔ یہ وُہ سکون ہے، وہ آرام ہے جو حالات پر منحصر نہیں ہوتا اور اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب ہر بات کو دُعا کے وسیلے سے خدا کے سپرد (فلپیوں ۴: ۶، ۷) کر دیا جاتا ہے ۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ "فضل" پہلے ہے اور "اِطمینان" بعد میں ۔ ترتیب ہمیشہ یہی ہوتی

ہے۔ پہلے "فضل" گُناہ کے قضیہ کو حَل کرلے تب ہی "اِطمینان" حاصِل ہو سکتا ہے۔ اور ایمان دار کو "اِطمینان" کا تجربہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب خُدا ہر روز طاقت اور توفیق بخشتا ہے جِس کے ہم حقدار نہیں۔ زِندگی کے ہر لمحہ بدلتے حالات میں یہ کامِل "اِطمینان" ہوتا ہے۔

"فضل" charis ایک خاص یُونانی لفظ ہے۔ یہُودی سَلام کرنے کے لئے عبرانی لفظ "شالوم" shalom یعنی "اِطمینان" یا "سلام" اِستعمال کرتے تھے[1]۔ اِن دونوں کو یکجا کریں تو یہ انجیل کی خوشخبری کا مُختصر بیان کرتے ہیں۔ اِن کو یکجا کرنے سے ہمیں نئے عہد نامہ کی کلیسیا کی حقیقت بھی دِکھائی دیتی ہے اور اِفسیوں کے خط میں پَولُس رسُول اِسی حقیقت کی تشریح اور وضاحت کرتا ہے —— یعنی یہُودی اور غیر قوم مسیح کے ایک بدن میں یکجا ہیں۔

"فضل اور اطمینان" "ہمارے باپ خُدا اور خُداوند یسُوع مسیح کی طرف سے" ملتا ہے۔ پَولُس رسول "خُداوند یسُوع" کو "خُدا" باپ کے برابر درجہ دینے میں قطعاً تامل نہیں کرتا۔ وُہ بیٹے کو وُہی عزّت دیتا ہے جو "باپ" کو۔ چاہیئے کہ ہم بھی اَیسا ہی کریں (یُوحنّا ۵:۲۳)۔

ہم "ہمارے باپ خُدا" کے الفاظ کے حَیرت انگیز سنگم کو بھی نظر انداز نہ کریں۔ اگر صِرف لفظ "خُدا" کو لیا جائے تو ایک ایسی ہستی کا مفہُوم سامنے آتا ہے جو بے اِنتہا بُلند و بالا اور ناقابِلِ رَسائی ہے۔ اور اگر صِرف لفظ "باپ" کو دیکھا جائے تو ایک ایسی ہستی سامنے آتی ہے جو بے تکلفانہ حد تک نزدیک اور قابِلِ رسائی ہے۔ اِن دونوں کو اسمِ ضمیر "ہمارے" کے ساتھ مِلائیے تو یہ زبردست سچّائی سامنے آتی ہے کہ ازلی وابدی خُدا ہر اُس شخص کا باپ ہے جو "خُداوند یسُوع" پر ایمان لانے کے وسیلے سے نئے سرے سے پَیدا ہُؤا ہے۔

ہمارے نجات دِہندہ کا پُورا لقب "خُداوند یسُوع مسیح" ہے۔ "خُداوند" کی حیثیت میں وہ ہمارا قطعی مالک ہے، اور جو کُچھ ہم ہیں اور جو کُچھ ہمارا ہے اُس پر پُورا پُورا حق رکھتا ہے۔ "یسُوع" کی حیثیت میں وُہ ہمارا گناہوں سے نجات دِہندہ ہے۔ اور "مسیح" کی حیثیت میں وُہ خُدا کا ممسُوح ہمارا نبی، کاہن اور بادشاہ ہے۔ اُس کے نام میں کیا کیا معنی پوشیدہ ہیں! بشرطیکہ ہم توجہ سے غور کریں۔

---

[1] اِطمینان کے لئے جو یُونانی لفظ استعمال ہُؤا ہے اِس کے تین مطلب ہیں یعنی اطمینان، سلام اور صُلح۔

ب۔ پولس فضل کی برکات کے لئے خُدا کی حمد و ستائش کرتا ہے (۱: ۳-۱۴)۔

۱: ۳۔ سلام کے بعد پولس رسول حمد و ستائش کے شاندار نغمے میں آواز بلند کرتا اور تعریف و ثنا کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے۔ عبادت گزاری کی ایسی اچھوتی مثالیں نئے عہدنامہ میں کم ہی ملتی ہیں۔ پولس کا دِل فضل کی برکات کے لئے خُدا کی تعریف سے لبریز ہی نہیں بلکہ چھلکا پڑتا ہے۔ اِن آیات (۳-۱۴) میں پولس خُدا کے نجات کے کام کو ازل سے لے کر تمام زمانوں سے ہوتے ہوئے ابد تک جاری و ساری دیکھتا ہے۔ اور اِس میں خُدا کے ارادہ اور مرضی کے بھید کی بات لازماً شامل ہے۔ اور بھید یہ ہے کہ ایمان لانے والے یہودی اور غیر قوم جلالی میراث کے ایک ساتھ اور یکساں وارث ہیں۔

وُہ اُن سب کو مخاطب کرتا ہے جو "خُدا" کو جانتے ہیں کہ اُس کو مبارک کہیں یعنی محبت بھری عبادت اور حمد و ستائش سے اُس کا دِل خوش کریں۔ یہ محمود ہستی "ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا خُدا اور باپ" ہے۔ بعض موقعوں پر یسوع خُدا کو "خُدا" کہہ کر مخاطب کرتا تھا (متی ۲۷: ۴۶)۔ دُوسرے موقعوں پر اُس کا ذِکر "باپ" کے نام سے کرتا تھا (یُوحنا ۱۰: ۳۰)۔ یہ محمود ہستی برکت دینے والی ہستی بھی ہے۔ ہم اُس کی تعریف اور ستائش سے اُس کی "حمد" کرتے ہیں۔ وُہ ہمیں برکت دیتا اور اپنے فضل کی دولت سے مالا مال کر کے خوش ہوتا ہے۔

اُس نے "ہم کو مسیح میں آسمانی مقاموں پر ہر طرح کی رُوحانی برکت بخشی" ہے۔ یہاں فضل کا عجیب ہرم (pyramid) ہے۔

برکت
رُوحانی برکت
آسمانی مقاموں میں ہر طرح کی رُوحانی برکت
مسیح میں آسمانی مقاموں میں ہر طرح کی رُوحانی برکت

پہلے یہ غور کریں کہ اُس کا دِل اور ہاتھ کیسے کھُلے ہیں —— "ہر طرح کی رُوحانی برکت"۔

یہ بھی غور کریں کہ یہ "رُوحانی" برکتیں ہیں۔ اِن کو سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اِن کا مقابلہ اُن برکتوں سے کیا جائے جو بنی اسرائیل کو شریعت کے ماتحت حاصل تھیں۔ پُرانے عہدنامہ میں ایک

وفادار یہودی کو جو اجر ملتا تھا وہ تھا عمر کی درازی، بڑا خاندان، فصل کی کثرت اور دشمنوں سے پناہ (استثنا ۲۸: ۲-۸)۔ اس کے مقابلے میں نئے عہد کی برکتیں ”روحانی“ ہیں یعنی ان کا تعلق اُن خزانوں سے ہے جو غیر مادی، نادیدنی اور لازوال ہیں۔

ہماری برکتیں ”آسمانی مقاموں میں“ ہیں۔ یہ زمینی مقاموں میں مادی برکتیں نہیں ہیں، بلکہ آسمانی مقاموں میں ”روحانی“ برکتیں ہیں۔ ”آسمانی مقاموں میں“۔ یہ اصطلاح افسیوں کے خط میں پانچ دفعہ استعمال ہوئی ہے۔

۱:۳ - ہماری ”آسمانی“ برکت کا حلقہ

۱:۲۰ - مسیح کی موجودہ تخت نشینی کا منظر

۲:۶ - مسیح میں ہماری موجودہ تخت نشینی کا منظر

۳:۱۰ - وہ مقام جہاں سے فرشتے کلیسیا میں ظاہر ہونے والی خدا کی حکمت کو دیکھتے ہیں۔

۶:۱۲ - وہ علاقہ جو بری روحوں کے ساتھ ہماری موجودہ لڑائی کا منبع ہے۔

جب ہم ان حوالوں کو ایک ساتھ اکٹھا کرتے ہیں تو ”آسمانی مقاموں“ کی صحیح اور پوری پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ ساری ”روحانی“ برکات ”مسیح میں“ ہوتی ہیں۔ اُسی نے کلوری پر پورے کئے گئے کام کے وسیلے سے ان کو ہمارے لئے حاصل کیا اور اب یہ برکات اُسی کے وسیلے سے دستیاب ہیں۔ خدا نے ایمان دار کے لئے جو کچھ بھی رکھا ہے وہ خداوند یسوع کے وسیلے سے ہے۔ ان برکات کو حاصل کرنے کے لئے ضرور ہے کہ ہم ایمان کے وسیلے سے مسیح کے ساتھ پیوستہ ہوں۔ جس لمحہ کوئی شخص ”مسیح میں“ آجاتا ہے، وہ ان ساری برکات کا مالک بن جاتا ہے۔

”مسیح میں“۔ یہ افسیوں کے خط کی کلیدی اصطلاح ہے۔ نئے عہد نامہ میں سچائی کے دو ۲ حقائق ہیں جو آپس میں گہرا اور قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ ایمان دار کی حیثیت اور اُس کی عملی زندگی۔

پہلے، ایمان دار کی حیثیت ——— اس دنیا میں جتنے لوگ ہیں اُن میں سے ہر ایک یا تو ”آدم میں“ ہے یا ”مسیح میں“۔ جو ”آدم میں“ ہیں وہ اپنے گناہوں میں ہیں، اس لئے خدا کے سامنے مردود ہیں۔ اُن میں کوئی ایسی لیاقت یا طاقت یا صلاحیت نہیں جس سے وہ خدا کو راضی کر سکیں یا اُس کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ اگر اُن کو وہی کچھ ملے جس کے حق دار ہیں تو وہ ابدی ہلاکت

کے وارث ہو جائیں گے۔

جب کوئی شخص ایمان لاتا ہے تو پھر خدا اُس کو آدمؔ کا مردود فرزند نہیں سمجھتا، بلکہ اُس کو "مسیح میں" دیکھتا ہے اور اُس کو اِسی بُنیاد پر قبول کرتا ہے۔ اِس بات کو سمجھنا بہت ضرُوری ہے۔ ایمان لانے والے گنہگار کو اِس لئے قبول نہیں کیا جاتا کہ وہ بذاتہٖ کچھ ہے، بلکہ اِس لئے کہ اب وُہ "مسیح میں" ہے۔ جب وُہ "مسیح میں" ہوتا ہے تو خُدا کے حضُور میں خُود مسیح کی ساری مقبولیت میں ملبّس ہو کر کھڑا ہوتا ہے۔ اور اُس وقت تک خُدا کی قبولیت اور خوشنودی سے لُطف اندوز اور بہرہ مند ہوتا رہے گا جب تک کہ مسیح ہوتا رہے گا ۔۔ یعنی ابد تک۔

چنانچہ ایمان دار کی حیثیت وُہ ہے جو وُہ "مسیح میں" ہے۔ لیکن تصویر کا ایک دُوسرا رُخ بھی ہے، اور وُہ ہے ایمان دار کی عملی زِندگی۔ اور یہ وُہ ہے جو ایمان دار خُود اپنے آپ میں ہے۔ اُس کی حیثیت کامل ہے مگر اُس کی عملی زِندگی ناکامل ہے۔ اب خُدا کی مرضی یہ ہے کہ اُس کی عملی زِندگی بھی روز افزُوں ترقی کر کے اُس کی حیثیت کے مُطابق ہو جائے۔ مگر یہ اُس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی جب تک وُہ آسمان میں نہ ہو۔ اِس لئے تقدِیس، ترقی اور مسیح کے مشابہ ہونے کا عمل جاری ہے۔ جب تک ایمان دار زمین پر ہے یہ عمل جاری رہے گا۔

جب ہم ایمان دار کی حیثیت اور حالت کے فرق کو سمجھ لیتے ہیں تو اِس لائق ہو جاتے ہیں کہ بظاہر ایک دُوسرے کے مُتضاد آیات کو باہم مِلا سکیں۔ مثلاً

ایمان دار کامل ہیں (عبرانیوں ۱۰: ۱۴)	ایمان داروں کو کامل ہونا چاہئے (متّی ۵: ۴۸)
ایمان دار گُناہ کے اِعتبار سے مُردہ ہیں (رومیوں ۶: ۲)	ایمان داروں کو چاہئے کہ خُود کو گُناہ کے اِعتبار سے مُردہ سمجھیں (رومیوں ۶: ۱۱)
ایمان دار مقدّس قوم ہیں (۱-پطرس ۲: ۹)	ایمان داروں کو پاک بننا چاہئے (۱-پطرس ۱: ۱۵)۔

پہلے کالم کا تعلق حیثیت سے ہے، جبکہ دُوسرے کالم کا تعلق عمل سے ہے۔

افسیوں کے نام پَولُسؔ کا خط خُود دو۲ حِصّوں میں منقسم ہے اور یہ دونوں حِصّے سچائی کو متوازی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ پہلا حِصّہ ابواب ۱-۳ پر مشتمل ہے۔ یہ ہماری حیثیت کو یعنی جو کچھ ہم مسیح میں ہیں اُسے پیش کرتا ہے۔ ابواب ۴-۶ دُوسرا حِصّہ ہے۔ یہ ہمارے عمل کو یعنی ہمیں اپنے آپ میں جو کچھ ہونا چاہئے اُس کا بیان کرتا ہے۔ پہلا حصّہ عقیدے یا

تعلیم کے بارے میں ہے اور دُوسرا حِصّہ فرض کے بارے میں ہے ۔ پہلے تین ۳ ابواب میں ہماری حیثیت کو بیان کرنے کے لئے "مسیح میں"، "یسوع مسیح میں"، "اُس میں"، "جس میں" وغیرہ کی تراکیب اِستعمال کی گئی ہیں ۔ آخری تین ابواب میں "خداوند میں" کی ترکیب اکثر یہ بیان کرنے کے لئے اِستعمال ہُوئی ہے کہ مسیح جو خُداوند ہے اُس کے بارے میں ایمان دار کی ذمّہ داری کیا ہے ۔ کسی نے کیا خُوب کہا ہے کہ خط کا پہلا حِصّہ یہ تصویر پیش کرتا ہے کہ ایمان دار آسمانی مقاموں میں ہے، جبکہ دُوسرے حِصّے کی تصویر میں ایمان دار باورچی خانے میں نظر آتا ہے ۔

اب ہم چند اُن "رُوحانی" برکتوں پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں جو "آسمانی مقاموں میں" ہیں اور "مسیح میں" ہماری ہیں ۔

۱:۴ ۔ پہلی برکت وُہ ہے جس کو عام طور سے "برگزیدگی" کہا جاتا ہے ۔ "چنانچہ اُس نے ہم کو بنائے عالم سے پیشتر اُس میں چُن لیا تاکہ ہم اُس کے نزدیک محبّت میں پاک اور بے عیب ہوں" ۔

پہلے "چُن لیا" کے الفاظ میں اِس برگزیدگی کی مثبت حقیقت پر غور کریں ۔ اِس کے بعد اِس سچائی میں حیثیت کا پہلُو ہے کہ "اُس میں" ۔ اپنے لوگوں کے لئے خدا کے سارے مقاصد خُداوند یسوع مسیح کی ذات اور کام میں پُورے ہوتے ہیں ۔ خُدا کی طرف سے چُننے یا برگزیدہ کرنے کے وقت کا اظہار "بنائے عالم سے پیشتر" کے الفاظ سے ہوتا ہے، اور مقصد یہ ہے کہ "ہم اُس کے نزدیک محبّت میں پاک اور بے عیب ہوں" ۔ یہ مقصد پُورے طور پر اُس وقت تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچے گا جب تک ہم آسمان میں اُس کے ساتھ نہ ہوں گے (۱-یُوحنا ۳: ۲) ۔ مگر ضرُور ہے کہ یہ عمل یہاں اِس دُنیا میں ہماری زندگیوں میں جاری رہے ۔

دُعا : خُداوند، مجھے اب پاک بنا، کیونکہ میرے لئے تیرا ازلی ارادہ یہی ہے ۔ آمین ۔

خُدا کی طرف سے برگزیدگی یا چُناؤ

برگزیدگی کا عقیدہ اِنسانی ذہن میں مُتعدد سُوالات پیدا کرتا ہے ۔ چنانچہ لازم ہے کہ ہم گہرے طور پر غور کریں کہ بائبل اِس موضوع پر کیا کہتی (یا نہیں کہتی) ہے ۔

اوّل ۔ بائبل سِکھاتی ہے کہ خُدا اِنسانوں کو نجات کے لئے چُن لیتا ہے (۲-تھسلنیکیوں

۲:۱۳) ۔ چنانچہ اُن کو یُوں مخاطِب کیا جاتا ہے "خُدا ... کے علمِ سابق کے موافق ... برگزیدہ" (۱-پطرس ۱:۲) ۔ نیز وُہ یہ تعلیم دیتی ہے کہ لوگ انجیل کی خُوشخبری کے بارے میں اپنے ردِّ عمل سے جان سکتے ہیں کہ ہم برگزیدہ ہیں یا نہیں ۔ جو انجیل کی خُوشخبری کو سُننے اور اُس پر ایمان لاتے ہیں وُہ برگزیدہ ہیں (۱-تھسلنیکیوں ۱:۴-۷) ۔

اِس کے برعکس بائبل مقدس ہرگز تعلیم نہیں دیتی کہ خُدا لوگوں کو ہلاک ہونے کے لئے بھی چُنتا ہے ۔ خدا بعض لوگوں کو نجات کے لئے چُن لیتا ہے ۔ لیکن اِس حقیقت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وُہ باقی ماندہ کو بِلا وجہ مردُود قرار دے دیتا ہے، البتہ وُہ اُن میں سے بعض کو ضرُور نجات دیتا ہے جن کو مردُود ہونا چاہیے ۔ جب پولُس برگزیدوں کا بیان کرتا ہے تو اُن کو اُن "برتنوں" کا نام دیتا ہے "جو اُس نے جلال کے لئے پہلے سے تیار کئے تھے" (رومیوں ۹:۲۳) ۔ مگر جب کھوئے ہُوؤں کا بیان کرتا ہے تو صِرف یہ کہتا ہے "غضب کے برتن ... جو ہلاکت کے لئے تیار ہُوئے تھے" (رومیوں ۹:۲۲) ۔ خُدا جلال کے لئے رحم کے برتن تو ضرُور تیار کرتا ہے، لیکن اِنسانوں کو ہلاکت کے لئے تیار نہیں کرتا ۔ وُہ اپنی بے ایمانی کے باعث خود تیار ہوتے ہیں ۔

برگزیدگی کا عقیدہ خُدا کو خُدا ہی رہنے دیتا ہے، یعنی وُہ جو چاہے سو کر سکتا ہے ۔ لیکن وُہ کبھی کوئی نااِنصافی نہیں کرتا ۔ اگر اِنسان کو یُونہی چھوڑ دیا جاتا تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے ۔ کیا خُدا کو حق حاصل ہے کہ بعض پر رحم کرے ؟

لیکن اِس بات کا ایک اَور پہلُو بھی ہے کہ جو بائبل خُدا کی اپنی خُود مُختار مرضی سے برگزیدگی کے عِقیدہ کی تعلیم دیتی ہے، وُہ اِنسانی ذِمہ داری کی تعلیم بھی دیتی ہے ۔ کوئی شخص بھی نجات نہ پانے کے لئے برگزیدگی کے عقیدہ کو عُذر کے طور پر اِستعمال نہیں کر سکتا ۔ خُدا ہر جگہ سارے اِنسانوں کو سچّی اور حقیقی دعوت دیتا ہے (یُوحنّا ۳:۱۶؛ ۳:۳۶؛ ۵:۲۴؛ رومیوں ۱۰:۹، ۱۳) ۔ کوئی بھی شخص اپنے گُناہوں سے توبہ کر کے اور خداوند یسوؔع مسیح پر ایمان لا کر نجات پا سکتا ہے ۔ اِس لئے اگر کوئی شخص ہلاک ہوتا ہے تو اِس لئے نہیں کہ خُدا چاہتا ہے بلکہ اِس لئے کہ وُہ خُود اُس کا چُناؤ کرتا ہے ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ایک ہی بائبل برگزیدگی اور جو قبُول کریں اُن کے لئے مُفت نجات کی تعلیم دیتی ہے اور یہ دونوں عقائد ایک ہی آیت میں مِلتے ہیں ۔ "جو کُچھ باپ مجھے دیتا ہے میرے پاس آ جائے گا ۔ اور جو کوئی میرے پاس آئے گا اُسے مَیں ہرگز نِکال نہ دُوں گا"

(یوحنا ۶: ۳۷) ۔ آیت کا پہلا حصہ خدا کے چناؤ کا بیان کرتا ہے اور دوسرا حصہ سب کو رحم کی پیشکش کرتا ہے ۔

انسانی ذہن کو یہ بات سمجھنا بہت مشکل لگتا ہے ۔ کیسے ممکن ہے کہ خدا بعض کو چن لے اور ساتھ ہی سارے انسانوں کو مفت نجات کی دعوت بھی دے ۔ صاف بات تو یہ ہے کہ یہ ایک بھید ہے ۔ لیکن یہ ہمارے لئے بھید ہے، خدا کے لئے نہیں ۔ ہمارے لئے بہترین حکمتِ عملی یہی ہے کہ دونوں عقیدوں پر ایمان رکھیں کیونکہ بائبل مقدس ان کی تعلیم دیتی ہے ۔ سچائی کہیں برگزیدگی اور انسان کی آزاد مرضی کے درمیان نہیں، بلکہ دونوں انتہاؤں میں ہے ۔ ڈبلیو ۔ جی ۔ بلیکی اس کا مختصراً بیان یوں پیش کرتا ہے :

> "خدا کا اختیارِ مطلق، انسانی ذمہ داری اور رحم کی مفت اور عالمگیر پیشکش، یہ سب پاک نوشتوں میں موجود ہیں ۔ اور اگرچہ ہم اپنی منطق سے ان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لائق نہیں، تاہم ان کو ہمارے ذہنوں میں جگہ ضرور ملنی چاہئے" ۔

۱: ۵ ۔ خدا کے فضل کے خزانے سے دوسری روحانی برکت یہ ہے کہ "اس نے ۔۔۔ ہمیں ۔۔۔ پیشتر سے مقرر کیا ہے کہ ۔۔۔ اس کے لے پالک بیٹے ہوں" ۔ اگرچہ یہ کسی قدر برگزیدگی سے تعلق رکھتی ہے لیکن پھر بھی کچھ فرق ہے ۔ برگزیدگی نجات کے لئے خدا کا لوگوں کو چننا ظاہر کرتی ہے، لیکن یہ اس سے ذرا آگے بڑھتا ہے ۔ اس کا مطلب ہے کہ خدا نے وقت سے پہلے ٹھہرا دیا کہ جتنے لوگ نجات پائیں گے ان کو "لے پالک بیٹوں" کے طور پر اپنے خاندان میں بھی شامل کیا جائے گا ۔ وہ ہم کو اپنے "بیٹے" بنائے بغیر بھی نجات دے سکتا تھا، مگر اس نے دونوں باتیں کرنا پسند کیا ۔

یہ خدا کی لاثانی شفقت ہے جس نے اسے ابھارا کہ ہمارے ساتھ ایسا پُرفضل سلوک کرے ۔ "لے پالک" ہونا ایک جلالی حقیقت ہے جو اس ترکیب میں پائی جاتی ہے کہ "پیشتر سے مقرر کیا کہ ۔۔۔ لے پالک بیٹے ہوں" ۔ نئے عہد نامہ میں "لے پالک" کا مطلب ہے ایمان دار کو خدا کے گھرانے میں ایک بالغ اور پختہ عمر بیٹے کا مقام دینا، اور فرزندیت کے تمام استحقاق اور فرائض بھی دینا (گلتیوں ۴: ۴ ۔ ۷) ۔ اور لے پالک ہونے کی روح ایمان دار کے اندر یہ جبلت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ خدا کو "باپ" کہہ کر مخاطب کرے (رومیوں ۸: ۱۵) ۔

ہم "لے پالک بیٹے" بنتے ہیں تو "یسوع مسیح کے وسیلہ سے" ۔ جب تک ہم اپنے گناہوں

میں رہتے ہیں خُدا ہمیں "اپنے لئے" یہ قربت اور محبّت کی جگہ نہیں دے سکتا۔ اِس لئے خُداوند یسوع دُنیا میں آیا اور اپنی موت، تدفین اور قیامت کے وسیلے اُس نے خُدا کی تسلّی کے مُطابق گناہ کے مسئلے کو حل کر دیا یعنی خُدا کے سارے تقاضے پُورے کر دیئے۔ کلوری پر اُس کی قُربانی کی لامحدود قدر و قیمت وُہ راست بُنیاد فراہم کرتی ہے جس پر خُدا ہمیں اپنے "لے پالک بیٹے" بناتا ہے۔

اور یہ سب کُچھ خُدا کی "مرضی کے نیک ارادہ کے موافق" ہوتا ہے۔ ہمارے لئے "پیشتر سے مُقرر کئے جانے" کے پیچھے محرّک یہی ہے۔ اور اِس سوال کا جواب بھی اِسی میں ہے کہ "اُس نے ایسا کیوں کیا؟" صرف اس لئے کہ یہ اُس کا "نیک ارادہ" تھا۔ اُسے اُس وقت تک تسلّی نہیں ہو سکتی تھی جب تک اپنے گرد بیٹوں کو جمع نہ کر لیتا، جو اُس کے اکلوتے بیٹے کی صُورت پر ہوں، اُس کے ساتھ ہوں اور ہمیشہ تک اُس کی مانند ہوں۔

۱:۶۔ "تاکہ اُس کے اُس فضل کے جلال کی ستائش ہو جو ہمیں اُس عزیز میں مُفت بخشا"۔ پَولُس خُدا کے فضل پر غور کر کے کہ اُس نے پہلے ہمیں چُن لیا اور پھر پہلے سے مقرر کیا کہ اُس کے بیٹے ہوں، تو وُہ خُدا کی ستائش کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وُہ اِس فضل کے فائق اور بعید از فہم جلال پر انگشت بدنداں رہ جاتا اور بے ساختہ پُکار اُٹھتا ہے کہ ہمارے ساتھ خُدا کے فضل اور شفقت سے بھرپُور سارے سلُوک کا مقصد اور نتیجہ اُس کا اپنا "جلال" ہے۔ ایسی بے مثال رحمت اور عنایت کے باعث ازلی و ابدی حمد و ستائش اُس کا حق ہے۔ اُس کے "فضل" کی شرائط کو دیکھیں ___ "ہمیں ... مُفت بخشا"۔ اُس کے "فضل" کو حاصل کرنے والے کون ہیں؟ "ہم" ___ اور "فضل" کا وسیلہ کون ہے؟ اُس کا "عزیز" ___ اور پھر یہ ایک نصیحت ہے۔ پَولُس کہہ رہا ہے آؤ ہم اُس کے پُرجلال "فضل" کے لئے اُس کی "ستائش" کریں۔

۱:۷۔ جب ہم اپنے لوگوں کے لئے خُدا کے ازلی منصُوبے کی وُسعتوں کو دیکھتے ہیں تو اگلی حقیقت "مخلصی" نظر آتی ہے۔ یہ مسیح کے کام کے اُس پہلُو کو ظاہر کرتی ہے جس نے ہمیں گُناہ کے جُرم اور بندھن سے چھُڑایا اور آزادی کی زندگی میں لے آیا۔ خُداوند یسوع مخلصی دینے والا ہے ("ہم کو اُس میں ... مخلصی ... حاصل ہے")۔ ہمارا فدیہ دیا گیا ہے۔ اِس فدیہ کی قیمت "اُس کا خُون" ہے۔ اِس سے کم قیمت پر ہماری مخلصی بالکل نہ ہو سکتی۔

مخلصی کا ایک نتیجہ "قصُوروں کی مُعافی" ہے۔ "مخلصی" اور "مُعافی" ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ "مُعافی" تو "مخلصی" کا نتیجہ ہے۔ ہمارے لئے قصُوروں کی مُعافی حاصل کرنے کے لئے مسیح کو

ہمارے گناہوں کے سارے تقاضے پُورے کرنا تھے ۔ اُن کی پُوری پُوری قیمت چکانا تھی ۔ یہ کام صلیب پر کیا گیا ۔

ہماری مُعافی کی قیمت کا بیان اِن الفاظ سے ہوتا ہے کہ "اُس فضل کی دَولت کے موافق"۔ اگر ہم خُدا کے "فضل کی دَولت" کا اندازہ لگا سکتے ہیں تو پھر یہ بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اُس کی مُعافی اور وسعت اور گہرائی کتنی ہے ۔ اُس کا "فضل" لامحدُود ہے ۔ چنانچہ اُس کی "مُعافی" بھی لامحدُود ہے ۔

۱:۸ ۔ اُس نے اپنے فضل سے ہم کو چُن لیا، پیشتر سے مقرر کیا اور مخلصی دی ۔ صِرف اِتنا ہی نہیں، بلکہ خُدا نے "ہر طرح کی حِکمت اور دانائی کے ساتھ" اُسی فضل کو بے حد و حساب کثرت کے ساتھ "ہم پر نازل کیا"۔ مطلب یہ ہے کہ اُس نے بڑی شفقت سے ہمیں اپنے منصُوبوں اور ارادوں میں شریک کیا ہے ۔ اُس کی خواہش ہے کہ کلیسیا اور کائنات کے متعلق اُس کے ارادوں کا ہمیں بھی علم اور سمجھ اور بصیرت ہو ۔ چنانچہ اُس نے ہمیں اپنے اِعتماد میں لیا ہے اور ہم پر اُس بڑے مقصد کو ظاہر کیا جِس کی طرف ساری تاریخ بڑھ رہی ہے ۔

۱:۹ ۔ اب پَولُس اُس خاص طرِیقے کی وضاحت کرتا ہے جِس سے خُدا نے ہر طرح کی حِکمت اور دانائی کے ساتھ ہم پر بکثرت فضل کیا ہے یعنی اُس نے "اپنی مرضی کے بھید کو" ہم پر ظاہر کیا ہے ۔ اِس خط کا اِمتیازی اور غالب موضُوع ہے کلیسیا اور مسیح میں تعلق ۔ یہ ایک "بھید" ہے، ایک مُقدّس راز جو پہلے معلُوم نہ تھا مگر اب اِسے مُقدّسین پر ظاہر کر دیا گیا ہے ۔ یہ جلالی منصُوبہ سب سے پہلے خُدا کے ازلی ارادے میں شروع ہُوا ۔ اِس میں کوئی خارجی اثر یا عوامل شامل نہ تھے ۔ یہ اُس کے "نیک ارادہ کے موافق" تھا اور اِس منصُوبے کا مرکزی کردار خُداوند یسُوع مسیح ہے ۔ اِس بات کا اظہار اِن الفاظ سے ہوتا ہے کہ "جِسے اُس نے اپنے آپ میں ٹھہرا لیا تھا"۔

۱:۱۰ ۔ اب پَولُس خُدا کے منصُوبے کے بھید کی تفصیلی تشریح کرتا ہے اور اِس بات میں اُس کا دھیان خاص طور پر اِس بھید کے مستقبل کے پہلُو پر ہے ۔ باب ۲ اور ۳ اِس بھید کے موجُودہ پہلُو پر مزید روشنی ڈالتے ہیں ۔

جِس وقت کی بات پَولُس کر رہا ہے اُس کا بیان اِن الفاظ سے ہوتا ہے "زمانوں کے پُورے ہونے کا ایسا انتظام (یُونانی oikonomia) ہو"۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اِس سے مُراد "ہزار سالہ بادشاہی" ہے جب خداوند اِس دُنیا میں واپس آ کر بادشاہوں کے بادشاہ اور خُداوندوں کے خُداوند کی حیثیت سے بادشاہی کرے گا ۔ خُدا نے اِس زمین پر اِنسانی تاریخ کے

آخری دَور کے لئے ایک خاص نظام مُقرر کر رکھا ہے ۔

اُس کا منصوبہ یہ ہے کہ "مسیح میں سب چیزوں کا مجموعہ ہو جائے"۔ ہزار سالہ بادشاہی کے دَوران "آسمان کی" اور "زمین کی" "سب چیزوں کا" "مسیح میں" مجموعہ ہو جائے گا۔ جس مُنجی کو آج رَدّ کیا جاتا اور جس کا آج اِنکار کیا جاتا ہے، اُس وقت وُہی سب پر سرفراز اور سب کا خداوند اور ساری کائنات کا مسجُود ہو گا۔ یہ ہے خُدا کا مقصد ـــــ کہ اُس بادشاہی میں "مسیح" کو زمین اور آسمان کی "سب چیزوں" کا سر بنائے ۔

مسیح کے اختیار اور حکُومت کی وُسعت کا اندازہ اِن الفاظ سے ہوتا ہے کہ "سب چیزوں ... خواہ وُہ آسمان کی ہوں خواہ زمین کی"۔

بعض اوقات اِس آیت کو عالمگیر نجات کے جھُوٹے عقیدے کی حمایت کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے ۔ اِسے توڑ مروڑ کر یُوں پیش کیا جاتا ہے کہ بالآخر ہر شخص مسیح میں بحال ہو جائے گا اور اُس کا مسیح کے ساتھ میل مِلاپ ہو جائے گا۔ مگر یہ بات کلام کے اِس حِصّے کے ساتھ کوئی میل نہیں رکھتی۔ پَولُس عالمگیر نجات کی نہیں بلکہ عالمگیر حکُمرانی اور عملداری کی بات کر رہا ہے ۔

۱:۱۱۔ اِس بھید کی ایک اہم خصُوصیت یہ ہے کہ ایمان لانے والے یہُودی اور ایمان لانے والے غیر قوم دونوں خُدا کے اِس عظیم پروگرام میں حِصّہ رکھتے ہیں۔ آیت ۱۱ اور ۱۲ میں رسُول اِس بھید کا ذِکر ایمان لانے والے یہُودیوں کی نِسبت سے اور آیت ۱۳ میں ایمان لانے والے غیر قوم لوگوں کی نِسبت سے کرتا ہے اور آیت ۱۴ میں دونوں کو مِلا دیتا ہے ۔

جہاں تک یہُودی النّسل مسیحیوں کا تعلق ہے پَولُس لکھتا ہے کہ "اُسی میں ہم بھی ... میراث بنے"۔ اِس شراکت میں اُن کا حق، اِس بُنیاد پر نہیں کہ اُن کو سابقہ قومیت میں اِستحقاق حاصِل تھا بلکہ صِرف اِس لئے کہ وُہ مسیح کے ساتھ یگانگت رکھتے ہیں۔ یہاں "میراث" اُس وقت کی راہ دیکھتی ہے کہ جب وُہ اور سارے حقیقی ایمان دار حیرت زدہ دُنیا پر مسیح کے بدن اور مسیح کی دُلہن کی حیثیت سے ظاہر ہوں گے ۔

خُدا نے اپنے اِن یہُودی مسیحیوں کو ازل سے اِس معزّز مقام کے لئے مقرر کر رکھا تھا ۔ "ہم بھی اُس کے ارادہ کے موافق جو اپنی مرضی کی مَصلحت سے سب کُچھ کرتا ہے پیشتر سے مُقرر ہو کر میراث بنے"۔

۱:۱۲۔ پہلے سے مُقرر کئے جانے کا مقصد یہ تھا کہ وُہ "اُس کے جلال کی ستائش کا باعث

ہوں"۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ خُدا کے فضل کی فتح کی یادگاریں ہیں جو دِکھاتی اور ثابت کرتی ہیں کہ وُہ ایسے معمُولی خام مال سے کیا کچھ کر سکتا ہے۔ اور اِس طرح اُس کے "جلال ۔۔۔ کا باعث" ہیں۔

پَولُس اپنے اور ایمان لانے والے دُوسرے یہُودیوں کے بارے میں کہتا ہے کہ "ہم جو پہلے سے مسیح کی اُمید میں تھے"۔ وُہ اِسرائیل کے اُس خُدا پرست بقیہ کی بات کر رہا ہے جو مسیحیّت کے ابتدائی دِنوں میں خوشخبری پر ایمان لائے۔ انجیل کی منادی پہلے یہُودیوں میں کی گئی، مگر قوم کے بیشتر حِصّے نے اِس خوشخبری کو ردّ کر دیا، تاہم خُدا پرست بقیہ خُداوند یسوع پر ایمان لے آیا۔ پَولُس اُن ہی میں سے ایک تھا۔

جب "منجی" دوبارہ زمین پر آئے گا تو بات بالکل فرق ہو گی۔ اُس وقت قوم اُس پر جس کو اُنہوں نے چھیدا تھا نظر کرے گی اور اُس کے لئے ماتم کرے گی جیسا کوئی اپنے اِکلوتے کے لئے کرتا ہے (زکریاہ ۱۲: ۱۰)۔ اِس طرح سارا اِسرائیل نجات پائے گا جیسا کہ لکھا ہے، "چھڑانے والا صیّون سے نِکلے گا اور بے دینی کو یعقوب سے دفع کرے گا" (رومیوں ۱۱: ۲۶)۔

پَولُس اور اُس کے وُہ ہمعصر مسیحی جو یہُودی پس منظر سے تعلق رکھتے تھے باقی قوم سے پہلے مسیحِ موعُود پر ایمان لائے۔ اِسی وجہ سے وہ کہتا ہے کہ "ہم جو پہلے سے مسیح کی اُمید میں تھے"۔ جو "پہلے سے" مسیح میں "اُمید" رکھتے تھے وُہ اُس کے ساتھ زمین پر بادشاہی کریں گے۔ اور باقی قوم اُس کی بادشاہی میں زمین پر رعایا ہو گی۔

۱: ۱۳۔ پہلے پَولُس اُن ایمان داروں کا ذِکر کر رہا تھا جو یہُودی پَیدا ہُوئے تھے۔ اب اُن ایمان داروں کا ذِکر کرتا ہے جو غیر قوم پَیدا ہُوئے تھے۔ اِس کا اظہار وُہ "ہم" کو چھوڑ کر "تم" کے اِستعمال سے کرتا ہے۔ جو لوگ بے دینی اور بُت پرستی کو چھوڑ کر ایمان لائے ہیں، ایمان لانے والے یہُودیوں کی طرح وُہ بھی خُدا کے ارادہ کے بھید میں شریک ہیں۔ چنانچہ یہاں پَولُس رسُول اُن مراحِل کا بیان کرتا ہے جن سے گُزر کر اِفسی اور دُوسرے غیر قوم مسیح کے ساتھ ایک ہونے کی منزل کو پہنچے تھے۔

اُنہوں نے کلامِ حق کو "سُنا"۔
وُہ مسیح پر "ایمان لائے"۔
اُن پر "پاک موعُودہ رُوح کی مُہر لگی"۔

پہلے اُنہوں نے اُس "کلامِ حق کو سُنا" جو اُن کی "نجات کی خوشخبری" ہے۔ بُنیادی طور

سے یہ اِشارہ خُداوند یسوع پر ایمان کے وسیلہ سے "نجات" کی خوشخبری کی طرف ہے ۔ لیکن وسیع تر معنوں میں اِس میں مسیح اور رسُولوں کی تمام تعلیمات شامِل ہیں ۔

یہ پیغام سُن کر اُنہوں نے اِیمان کے فیصلہ کُن قدم کے ساتھ اپنے آپ کو مسیح کے سپرد کر دیا ۔ خُداوند یسوع پر ایمان ـــــ "نجات" صِرف اُسی میں مِلتی ہے ۔

جُونہی وُہ ایمان لائے اُن پر "پاک موعُودہ رُوح کی مُہر" لگ گئی ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایمان دار کو خُدا کا "رُوح" اِس نشان کے طور پر مِلتا ہے کہ وُہ خُدا کی مِلکیت ہے اور خُدا اُس کو اُس وقت تک محفوظ رکھے گا جب تک اُسے جلالی بدن نہ مِلے ۔ جس طرح قانونی مُعاملات میں مُہر مِلکیت اور تحفّظ کی علامت ہوتی ہے اسی طرح رُوحانی معاملات میں بھی ہے ۔ ہمارے اندر سکُونت کرنے والا رُوح نِشان ہے کہ ہم خُدا کی مِلکیت ہیں (۱-کرنتھیوں ۶: ۱۹-۲۰) ۔ اور اِس بات کی ضمانت ہے کہ ہم مخلصی کے دِن تک حفاظت کئے جائیں گے (افسیوں ۴: ۳۰) ۔

ہماری اِس مُہر کو "پاک موعُودہ رُوح" کہا گیا ہے ۔ اوّل وُہ "پاک روح" ہے ۔ یہ تو وُہ اپنی ذات میں ہے ۔ پھر وُہ "موعُودہ رُوح" ہے ۔ باپ نے اِس کا وعدہ کیا تھا (یوایل ۲: ۲۸؛ اعمال ۱: ۴) ۔ اور خُداوند یسوع نے بھی وعدہ کیا تھا (یوحنا ۱۶: ۷) ۔ مزید برآں وُہ اِس بات کی ضمانت ہے کہ ایمان دار کے ساتھ خُدا کے سارے وعدے پُورے ہوں گے ۔

اس خط میں مُتعدّد دفعہ تثلیث کا بیان آیا ہے ۔ یہ آیت (۱: ۱۳) اس کے پہلے ذِکر کی تکمیل کرتی ہے :

خدا باپ (آیت ۳)
خُدا بیٹا (آیت ۷)
خدا رُوح (آیت ۱۳)

۱: ۱۴ - پولس پھر اسمائے ضمیر کو بدلتا ہے ۔ وُہ آیت ۱۱ کے "ہم" اور آیت ۱۳ کے "تُم" کو باہم ملا کر آیت ۱۴ میں "ہماری" بنا دیتا ہے ۔ اِس چُست ادبی اِختراع سے وہ اُس بات کا اِشارہ دے دیتا ہے جس کی مزید وضاحت وُہ ابواب ۲ اور ۳ میں کرے گا ـــــ یعنی ایمان لانے والے یہودیوں اور ایمان لانے والے غیر قوم افراد کے اِتحاد سے کلیسیا کی تشکیل ۔

روحُ القدس "ہماری میراث کا بیعانہ ہے" یعنی زرِ پیشگی ہے جس سے عہد کیا جاتا ہے کہ پوری رقم کی ادائیگی کی جائے گی۔ یہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے پوری رقم جیسا لیکن مقدار میں اُس جیسا نہیں ہوتا۔

جونہی ہم نجات پاتے ہیں تو روحُ القدس ہم پر کچھ وہ خزانے ظاہر کرنا شروع کر دیتا ہے جو مسیح میں ہمارے ہیں۔ وہ ہمیں آنے والے جلال کا کچھ مزہ پہلے ہی چکھا دیتا ہے۔ مگر ہمیں کس طرح یقین ہو سکتا ہے کہ کسی دن ہمیں پوری میراث ملے گی؟ روحُ القدس اِس کی ضمانت یا "بیعانہ" ہے۔

مُہر کی حیثیت میں وہ ضمانت دیتا ہے کہ ہم میراث کے لئے محفوظ رکھے جائیں گے۔ اور "بیعانہ" کی حیثیت سے وہ یقین دلاتا ہے کہ "میراث" ہمارے لئے محفوظ رکھی جائے گی۔

روح "خدا کی ملکیت کی مخلصی کے لئے... بیعانہ ہے"۔ یہ "بیعانہ" پوری "مخلصی" کی راہ دیکھتا ہے، جس طرح کہ پہلے پھل پوری فصل کی راہ دیکھتے ہیں۔ جب "خدا کی ملکیت" پوری مخلصی پالے گی تو روح کا "بیعانہ" کا کردار ختم ہو جائے گا۔ لیکن "ملکیت" سے پولس رسول کا مطلب کیا ہے؟

۱۔ اِس کا مطلب "ہماری میراث" ہو سکتا ہے۔ جو کچھ خدا کی ملکیت ہے وہ سب کچھ خداوند یسوع میں ہمارا ہے۔ ہم خدا کے وارث اور مسیح کے ہم میراث ہیں (رومیوں ۸: ۱۷؛ ۱۔ کرنتھیوں ۳: ۲۱-۲۳)۔ کائنات گناہ کے آجانے سے خود ناپاک ہو گئی ہے اور ضرورت ہے کہ اِسے پاک کیا جائے اور اِس کا خدا کے ساتھ میل ملاپ ہو جائے (کلسیوں ۱: ۲۰؛ عبرانیوں ۹: ۲۳)۔ جب مسیح بادشاہی کرنے کو زمین پر واپس آئے گا تو یہ کراہتی ہوئی مخلوقات فنا کے قبضے سے چھوٹ جائے گی اور خدا کے فرزندوں کی جلالی آزادی میں آجائے گی (رومیوں ۸: ۱۹-۲۲)۔

۲۔ "ملکیت کی مخلصی" کا مطلب ایماندار کا بدن بھی ہو سکتا ہے۔ جب ہم پہلے پہل ایمان لائے تو ہماری جانوں اور روحوں کی مخلصی ہو گئی۔ مگر ہمارے بدنوں کی مخلصی ابھی مستقبل میں ہونا ہے۔ یہ حقیقت کہ ہم دکھ اٹھاتے، بوڑھے ہو جاتے اور مر جاتے ہیں ثابت کرتی ہے کہ ابھی ہمارے بدنوں کی مخلصی نہیں ہوئی۔ جب مسیح ہمیں لینے کو دوبارہ آئے گا (۱۔ تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸) تو ہمارے بدن نئے ہو جائیں گے تاکہ اُس کے جلال کے بدن کے ہم شکل ہوں (فلپیوں ۳: ۲۱)۔ اُس وقت وہ پورے طور پر اور ہمیشہ کے لئے مخلصی پائیں گے (رومیوں ۸: ۲۳)۔

۳۔ "ملکیت" کا اشارہ کلیسیا کی طرف بھی ہو سکتا ہے (۱۔ پطرس ۲: ۹ "تم ... ایسی اُمت ہو

جو خُدا کی خاص مِلکیّت ہے"۔) اِس صُورت میں اِس کی مخلصی بھی فضائی اِستقبال کی مُنتظر ہے جب مسیح کلیسیا کو جلالی، بے عیب اور جھُری وغیرہ سے پاک بنا کر اپنے سامنے حاضر کرے گا (اِفسیوں ۵: ۲۷)۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ اِس صُورت میں "خُدا کی مِلکیت" میں پُرانے عہد نامہ کے مُقدّسین بھی شامل ہیں۔

ہم کِسی نظریہ کو بھی مانیں، آخری نتیجہ ایک ہی ہے کہ "اُس کے جلال کی ستائش ہو"۔ اُس وقت خُدا کا اپنے لوگوں کے لئے یہ شان دار منصُوبہ ایک جلالی انتہا کو پُہنچے گا اور اُسی کی مُسلسل حمد و ستائش ہوگی۔ اِس باب میں پَولُس نے ہمیں تین ۳ دفعہ یاد دِلایا ہے کہ خُدا کا مقصد اور اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اُسی (خُدا) کو عِزّت اور جلال مِلے، اُسی کی تمجید ہو۔

اُس کے فضل کے جلال کی ستائش ہو (آیت ۶)۔
ہم اُس کے جلال کی ستائش کا باعث ہوں (آیت ۱۲)۔
"اُس کے جلال کی ستائش ہو" (آیت ۱۴)۔

ج۔ پَولُس مُقدّسین کے لئے شُکرگزاری اور دُعائیں کرتا ہے

(۱: ۱۵-۲۳)

۱: ۱۵- آیات ۳ تا ۱۴ (یُونانی میں ایک جُملہ!) میں پَولُس ازل سے لے کر ابد تک خُدا کے پروگرام کی وُسعت کا بیان کرتا ہے۔ اُس نے بعض ایسے خیالات پیش کئے ہیں کہ ہم دنگ رہ جاتے ہیں۔ یہ خیالات ایسے بُلند اور ارفع ہیں کہ اب پَولُس اپنے قارئین کو اپنی دِلی دُعا میں شامل کرتا ہے کہ اِن خیالات و تصورات کو سمجھنے کے لئے اُنہیں رُوحانی روشنی حاصل ہو۔ اُس کی آرزُو ہے کہ وُہ اُن عظیم اِستحقاقات کی قدر کریں، اُن کی اہمیّت کو سمجھیں جو اُن کو مسیح میں حاصل ہیں اور اُس زبردست قُدرت کو جانیں جو مسیح کو ساری کائنات کا سر بنا کر کلیسیا کو دے دینے کے لئے درکار تھی۔

"اِس سبب سے"۔ یہ الفاظ آیات ۳-۱۴ میں مذکور اُن ساری باتوں کو سامنے لاتے ہیں جو خُدا نے اُن سب کے لئے کی ہیں جو مسیح کے بدن کے اعضا ہیں اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔

"مَیں بھی اُس ایمان کا جو تمہارے درمیان خُداوند یسُوع پر ہے اور سب مقدسوں پر ظاہر ہے، حال سُن کر..."۔ یہ اِطّلاع مِلنے کے بعد ہی پَولُس کو یقین ہُوا کہ میرے قارئین اُن رُوحانی برکات کے مالک ہیں جن کا ذکر ابھی ہُوا ہے اور اُس کو اُن کے لئے دُعا مانگنے کی تحریک ہُوئی۔ "خُداوند یسُوع پر" اُن کے "ایمان" نے اُن کی زندگیوں میں نجات کا مُعجزہ کیا۔

اور "سب مقدسوں" کے لئے اُن کی محبت نے ظاہر کر دیا کہ اُن کی تبدیلی حقیقی اور اصلی ہے۔

بائبل مقدس کے وہ علما جو سمجھتے ہیں کہ یہ خط صرف اِفسیوں کو نہیں لکھا گیا تھا (بلکہ گشتی مراسلہ تھا) ثبوت کے طور پر اِس آیت کو پیش کرتے ہیں۔ یہاں پولس کہتا ہے کہ مَیں نے اپنے قارئین کے ایمان کے بارے میں سُنا ـــــ جیسے وہ اُن سے کبھی مِلا نہیں تھا۔ لیکن اُس نے اِفسس میں کم سے کم تین سال گزارے تھے (اعمال ۲۰: ۳۱)۔ اِس لئے وہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ پولس نے یہ خط مُتعدد مقامی جماعتوں کو لکھا تھا اور اِفسس کی جماعت اُن میں سے صرف ایک جماعت تھی۔

خوش قسمتی سے یہ سوال اُس سبق پر اثر انداز نہیں ہوتا جو ہم اِس آیت سے سیکھ سکتے ہیں۔ مثلاً "خداوند" کو اِس طرح پیش کیا گیا ہے کہ صرف وُہی واحد ہستی ہے جس پر ایمان ہونا چاہئے۔ "ایمان ... جو ... خداوند یسوع پر ہے"۔ ہمیں یہ نہیں کہا گیا کہ کسی عقیدہ، کسی کلیسیا یا مسیحیوں پر ایمان رکھیں۔ نجات بخش ایمان صرف جی اُٹھے اور سرفراز مسیح پر ہو سکتا ہے جو خدا کے دہنے ہاتھ ہے۔

دُوسرا سبق ان الفاظ سے اخذ ہوتا ہے کہ "سب مقدسوں پر ظاہر ہے"۔ گویا اِفسس کے مسیحی "سب مُقدسوں" سے محبت رکھتے ہیں۔ ہماری محبت صرف اپنے علاقے کی رفاقت تک محدود نہیں ہونی چاہئے، بلکہ اُن سب تک پہنچنی چاہئے جو مسیح کے خون سے دُھل کر پاک ہوئے ہیں یعنی ایمان داروں کے سارے گھرانے تک پھیل جانی چاہئے۔

تیسرا سبق اِس بات میں ہے کہ "ایمان" اور "محبت" اکٹھے ہوتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں "ایمان" ہے۔ لیکن اُن کی زندگیوں میں محبت کہیں نظر نہیں آتی۔ بعض لوگ محبت کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن مسیح میں ایمان کی ضرورت سے قطعی بے پروا ہوتے ہیں۔ مسیحیت میں ٹھوس ایمان (عقیدہ) اور ٹھوس زندگی ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔

۱۶:۱ - ایمان داروں کا ایمان اور محبت پولس کو مجبور کر دیتی ہے کہ اُن کے لئے خداوند کا شکر اور تعریف کرے اور بلاناغہ دُعا مانگے۔ سکروگی اِس بات کو بہت خوبصورتی سے بیان کرتا ہے:

> "شکرگزاری اُس بُنیاد کے لئے ہے جو رکھی جا چُکی ہے۔ شفاعتی دُعائیں اُس عمارت کے لئے ہیں جو اِس پر اُٹھائی جا رہی ہے۔ شکرگزاری ماضی کی کامیابیوں

کے لئے ہے جبکہ دُعائیں مُستقبل کی پیش قدمی کے لئے ہیں۔ شُکرگزاری اُن باتوں کے لئے ہے جو واقعی اُن کے تجربے میں آچکی ہیں۔ لیکن دُعائیں ان باتوں کے لئے ہیں جو خُدا کے ارادہ میں اُن کے لئے مُمکن ہیں"۔

۱: ۱۷۔ مردِ خُدا کی دُعائیہ زِندگی کی یہ ایک جھلک ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اِس خط میں ہمیں ایسی دو۲ جھلکیاں نظر آتی ہیں —— یہاں اور ۳: ۱۴ - ۲۱ میں۔ یہاں دُعا رُوحانی روشنی یا رُوحانی پہچان کے لئے ہے، جبکہ وہاں روحانی تقویت کے لئے ہے۔ یہاں دُعا میں "خُدا" کو مخاطب کیا گیا اور وہاں باپ کو۔ لیکن ہر صُورت میں پولُس کی دُعائیں بلاناغہ اور خاص بات کے لئے تھیں اور لوگوں کی حالیہ ضرُورتوں کے مطابق تھیں۔ یہاں دُعا کا مخاطب "ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا خُدا جو جلال کا باپ ہے" ہے۔ "جلال کا باپ"۔ اِس اصطلاح کے تین۳ مطلب ہو سکتے ہیں:

۱۔ کہ خُدا سارے جلال کا بانی اور سرچشمہ ہے۔

۲۔ کہ سارا جلال اُسی کا ہے یا اُسی کے لئے ہے۔

۳۔ خُداوند یسوع کا باپ، جو خُدا کے جلال کا مظہر ہے۔

دُعا جاری رہتی ہے کہ "تُمہیں اپنی پہچان میں حِکمت اور مکاشفہ کی رُوح بخشے"۔ رُوحُ القُدس "حکمت" (یسعیاہ ۱۱: ۲) اور "مکاشفہ" (۱-کرنتھیوں ۲: ۱۰) کی رُوح ہے۔ لیکن چُونکہ وُہ ہر ایمان دار کے اندر سکُونت کرتا ہے اِس لئے پولُس یہ دُعا نہیں مانگ سکتا کہ اُس کے قارئین رُوحُ القُدس کو حاصِل کریں، بلکہ یہ کہ اُن کو روشنی یا پہچان کی خاص مقدار حاصِل ہو۔ "مکاشفہ" کا تعلق عِلم یا عِرفان دینے سے ہے اور "حِکمت" کا تعلق اِس بات سے ہے کہ ہم اِس عِلم کو اپنی زِندگیوں میں صحیح طور سے اِستعمال کرسکیں۔ یہاں رسُول عام عِلم کی نہیں بلکہ مسیح کے مخصُوص عِلم کی بات کر رہا ہے۔ پولُس چاہتا ہے کہ میرے قارئین کو خُدا کی گہری، رُوحانی اور تجرباتی "پہچان" (علم/عِرفان) حاصِل ہو۔ یہ "پہچان" (عرفان) ذہنی لیاقت سے نہیں بلکہ صِرف رُوحُ القُدس کی پُرفضل توفیق کے وسیلے سے حاصِل ہو سکتی ہے۔

ڈیل وضاحت کرتا ہے کہ

"اِفسُس کے اِن مسیحیوں کو پہلے ہی الٰہی روشنی حاصل تھی، ورنہ وُہ ہرگز

مسیحی نہ ہوتے۔ لیکن پَولُس دُعا مانگتا ہے کہ پاک رُوح جو اُن کے اندر بستا ہے اُن کی بصیرت کو صاف تر، تیز تر اور مضبُوط تر کر دے، تاکہ خُدا کی قُدرت اور محبّت اور عظمت اُن پر زیادہ بھرپُور اور کامل طور پر ظاہر ہو۔ آج کے زمانے میں جب لوگ دُنیاوی علم میں بڑی تیزی سے دریافتیں کر رہے ہیں ——— ایسی دریافتیں جو بے حد دِلفریب اور ولولہ انگیز ہیں، یہاں تک کہ مسیحیوں کو بھی لُبھا لیتی ہیں کلیسیا کو خاص طور پر یہ دُعا مانگنے کی ضرُورت ہے کہ خُدا اِسے "حِکمت اور مکاشفہ کی رُوح بخشے"۔ اگر وُہ اِس دُعا کا جواب دے تو ہم اُس علم سے چُندھیا نہیں جائیں گے جس کا تعلق "دیدنی اور فانی" چیزوں سے ہے بلکہ "نادیدنی اور ابدی" چیزوں کے علم کے اعلیٰ اور فائق جلال کے سامنے اِس کی چمک ماند پڑ جائے گی"۔

۱۸:۱۔ ہم دیکھ چُکے ہیں کہ رُوحانی بصیرت کا بانی اور منبع خُدا ہے، اور اِس کا ذریعہ یا وسیلہ رُوحُ القدُس ہے اور اِس کا اعلیٰ ترین مقصد خُدا کا پُورا عرفان ہے۔ اب ہم اِس نُور کے اعضا کی طرف آتے ہیں۔ یہ ہیں "دِل کی آنکھیں"۔ وُہ کہتا ہے "تمہارے دِل کی آنکھیں روشن ہو جائیں"۔

اِس مجازی اِصطلاح سے ہم سیکھتے ہیں کہ رُوحانی سچائیوں یا حقیقتوں کو صحیح طور سے سمجھنے کا انحصار عقل اور ذہانت پر نہیں بلکہ "دِل" پر ہے۔ یہ دماغ کے ساتھ ساتھ جذبات اور کیفیات کا مُعاملہ بھی ہے۔ خُدا کے مکاشفات اُن کو عطا ہوتے ہیں جو اُس سے محبّت رکھتے ہیں۔ اِس سے ہر ایمان دار کے لئے عجیب اِمکانات کی راہیں کُھل جاتی ہیں۔ اِس لئے کہ اگرچہ ہم غیر معمولی طور پر ذہین نہ ہوں، مگر "دِل" تو سب کے محبّت بھرے ہو سکتے ہیں۔

اِس کے بعد پَولُس روحانی علم کے اُن تین پہلُوؤں کی نشاندہی کرتا ہے جو وُہ ایمان داروں کے لئے چاہتا ہے۔

۱۔ خُدا کی بُلاہٹ کی اُمّید"۔
۲۔ مُقدسوں میں "اُس کی میراث کے جلال کی دولت"۔
۳۔ ہم ایمان لانے والوں کے حق میں اُس کی زبردست قُدرت۔

"اُس کے بُلانے سے کیسی کُچھ اُمید ہے"۔ یہ "اُمید" مستقبل کی طرف اِشارہ کرتی ہے۔

اِس سے مُراد ہماری وُہ منزِل ہے جو ہمیں بُلاتے وقت اُس کے ذہن میں تھی۔ اِس میں یہ حقیقت شامِل ہے کہ اب اَبد تک مسیح کے ساتھ اور اُس کے مشابہ ہوں گے۔ کائنات پر ظاہر ہو جائے گا کہ ہم خُدا کے فرزند ہیں اور اُس کی بے داغ دُلہن کی حیثیت سے اُس کے ساتھ بادشاہی کریں گے۔ ہم اِس کی اُمید کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اِس کے بارے میں کوئی شک ہے، بلکہ یہ ہماری نجات کا وُہ پہلُو ہے جو ابھی مُستقبل میں ہے اور جس کی ہم راہ دیکھتے ہیں۔

"اُس کی میراث کے جلال کی دَولت مُقدّسوں میں کیسی کُچھ ہے"۔ یہ ایک اَور زبردست وُسعت ہے جس کا اِیمان دار کھوج لگا سکتے ہیں۔ غور کریں کہ پَولُس اِن حقائق کی عظمت اور شوکت کے بیان کے لئے الفاظ کو کیسے انداز سے اِستعمال کرتا ہے۔

اُس کی میراث
مُقدسوں میں اُس کی میراث
مُقدسوں میں اُس کی میراث کا جَلال
مُقدسوں میں اُس کی میراث کے جَلال کی دَولت

وُہ ایک کے بعد ایک لفظ بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

اِس کو سمجھنے کے دو۲ ممکنہ طریقے ہیں اور دونوں اِتنے پُرمعنی ہیں کہ ہم دونوں ہی پیش کرتے ہیں۔ پہلے کے مُطابِق "مُقدّسین" "اُس کی میراث" ہیں اور وہ اُن کو بے مثال قدر و قیمت والا خزانہ سمجھتا ہے۔ ططس ۲:۱۴ اور ۱-پطرس ۲:۹ میں ایمان داروں کو خُدا کی "خاص مِلکیت" کہا گیا ہے۔ بلاشُبہ یہ بے بیان فضل کا اِظہار ہے کہ نِکمّے اور حقیر گُنہگاروں کو جن کو مسیح کے وسیلے سے نجات مِلی ہے اپنی "میراث" کہتا ہے۔

دُوسرا نظریہ یہ ہے کہ "میراث" وُہ سب کُچھ ہے جس کے ہم وارِث ہوں گے۔ مُختصراً ساری کائنات مسیح کے تابع کر دی جائے گی، اور ہم جو مسیح کی دُلہن ہیں اُس کے ساتھ اُس پر بادشاہی کریں گے۔ اگر ہم اُن ساری چیزوں کے جلال کی دَولت کا اندازہ لگا سکیں جو اُس نے ہمارے لئے رکھی ہُوئی ہیں تو ہم اِس دُنیا کی دِلفریبیوں اور خُوشیوں کو ہیچ سمجھیں گے۔

۱:۱۹۔ مُقدّسین کے لئے پَولُس کی تیسری درخواست یہ ہے کہ اُنہیں خُدا کی اُس "قُدرت" کا اَندازہ ہو جو وُہ اِن ساری باتوں کو وقُوع پذیر کرنے کے لئے اِستعمال کرتا ہے۔ "ہم ایمان لانے والوں کے لئے اُس کی بڑی قُدرت کیا ہی بے حَد ہے"۔

یہ ہے وہ قدرت جو خدا نے ہماری مخلصی کے لئے استعمال کی۔ وہی قدرت وہ ہمارے تحفظ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اور اُسی کو وہ ہمیں جلال دینے کے لئے بھی استعمال کرے گا۔

لوئس سپیری چیفر لکھتا ہے:

> ”پولس ایمان دار کو اُس قدرت کی بڑائی اور عظمت کا احساس دلانا چاہتا ہے جو اُس کے لئے ہر اُس کام کی تکمیل کرنے میں لگی ہوئی ہے جو خدا نے اپنے ارادہ کے مطابق برگزیدہ کرنے، پہلے سے مقرر کرنے اور لے پالک بنانے کے لئے ٹھہرا دیا ہے۔“

۱:۲۰۔ اِس قدرت کی وسعت اور اہمیت پر مزید زور دینے کے لئے اب پولس رسول اِس الٰہی ”قدرت“ کا وہ عظیم ترین کارنامہ بیان کرتا ہے جو تاریخ میں کبھی کیا گیا ہو۔ کہ اِس ”قدرت نے“ مسیح کو ”مُردوں میں سے جلا کر“ خدا کی ”دہنی طرف“ تخت نشین کیا۔ شاید ہم سوچتے ہوں کہ کائنات کی تخلیق خدا کی قدرت کا سب سے بڑا اظہار ہے۔ یا شاید خدا نے اپنی قوم کو بحیرۂ قلزم میں سے معجزانہ گزار کر جو رہائی بخشی وہ سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ لیکن نہیں! نیا عہد نامہ سکھاتا ہے کہ مسیح کی قیامت اور صعود وہ کام ہیں جن کے لئے خدا کی قدرت کے انتہائی زور سے استعمال ہونے کی ضرورت تھی۔

کیوں؟ اِس لئے کہ جہنم کے سارے لشکر فراہم تھے کہ مسیح کو قبر میں روک کر، یا اگر وہ جی اُٹھا تھا تو اُسے آسمان پر جانے سے روک کر خدا کے سارے ارادوں کو باطل کر دیں۔ لیکن خدا نے ہر قسم کی مخالفت پر فتح پائی۔ مسیح کی قیامت اور جلال پانے سے شیطان اور اُس کے لشکروں کو وہ شکست ہوئی کہ سارا شیرازہ بکھر گیا۔ یہ فاتح قدرت کا شاندار اور جلالی منظر ہے۔

کسی میں سکت نہیں کہ اِس قدرت کا بیان کر سکے ”اُس بڑی قوت کی تاثیر کے موافق“ جس کو اُس نے ”مسیح میں“ اُس وقت استعمال کیا ”جب اُسے مُردوں میں سے“ جلایا۔ یہ الفاظ خیال کے بوجھ تلے خم کھاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے ضروری نہیں کہ مختلف الفاظ کے معنوں کے فرق کو سمجھیں۔ اتنا ہی کافی ہے کہ ہم اِس قدرت کی وسعت اور عظمت پر متحیر ہوں اور خدا کی قدرتِ مطلق و کاملہ کے لئے اُس کی تمجید کریں، اُسے سجدہ کریں۔

جہاں تک پاک نوشتوں کا تعلق ہے مسیح کی قیامت انسانی تاریخ میں پہلا ایسا واقعہ تھا (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۲۳)۔ دوسروں کو بھی مُردوں میں سے جلایا گیا تھا مگر وہ پھر مر گئے۔ خداوند

یسوع پہلا ہے جو جی اُٹھ کر بعد میں نہ مرا۔ مسیح کی قیامت اور صعُود کے بعد خُدا نے اُس کو "اپنی دہنی طرف آسمانی مقاموں پر بٹھایا"۔ خُدا کی "دہنی طرف" اعزاز اور سرفرازی (عبرانیوں ۱:۱۳)، قدُرت (متی ۲۶:۶۴)، اِمتیاز (عبرانیوں ۱:۳)، خُوشی (زبُور ۱۶:۱۱) اور اختیار کا مقام ہے (۱-پطرس ۳:۲۲)۔ اِس مقام کو خاص طور پر "آسمانی مقاموں" کہا گیا ہے۔ اِس سے ثابت ہے کہ یہ خُدا کی جائے سکُونت ہے اور یہ وُہ جگہ ہے جہاں آج خُداوند یسوع گوشت اور ہڈیوں والے حقیقی بدن میں موجُود ہے۔ یہ بدن جلالی ہے اور پھر نہیں مرنے کا۔ اور جہاں وُہ ہے بہُت جلد ہم بھی وہاں ہوں گے۔

۱:۲۱۔ ہمارے مُنجّی کے جلال پانے کا مزید بیان کیا گیا ہے کہ "ہر طرح کی حکُومت اور اِختیار اور قُدرت اور ریاست اور ہر ایک نام سے بہُت بُلند کیا جو نہ صِرف اِس جہان میں بلکہ آنے والے جہان میں بھی لیا جائے گا"۔ خُداوند یسوع ہر حُکمران اور ہر اختیار والے سے بُلند و بالا ہے، خواہ وُہ انسان ہو خواہ فرِشتے، اور ہمیشہ تک اعلیٰ و افضل رہے گا۔

آسمانی مقاموں میں فرشتوں کے مُختلِف درجے ہیں۔ کُچھ اچھے اور نیک فرشتے ہیں، کُچھ بُرے اور شریر فرشتے ہیں۔ اُن کے اختیار اور قُدرت کے درجات بھی مختلِف ہیں۔ مثال کے طور پر اُن میں سے بعض کا درجہ ہمارے اِنسانی صدر، گورنر، میئر یا تمن دار کے درجے کے برابر ہوگا۔ اُن کی حکُومت، اختیار، "قُدرت" اور "ریاست" کِتنی ہی زبردست کیوں نہ ہو مسیح اُن سے بے حد "بُلند" ہے۔

اور یہ بات "نہ صرف اِس جہان" (زمانے) میں جس میں ہم رہتے ہیں، بلکہ "آنے والے جہان" میں بھی ایسی رہے گی۔ "آنے والے جہان" سے مُراد مسیح کی زمین پر ہزار سالہ بادشاہی ہے۔ اُس وقت وہ بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خُداوند ہوگا۔ وُہ تمام مخلوقات پر سرفراز ہوگا۔ کوئی شے مُستثنیٰ نہیں ہوگی۔

۱:۲۲۔ اِس کے عِلاوہ خُدا نے "سب کُچھ اُس کے پاؤں تلے کر دیا" ہے۔ ہر مخلُوق اُس کے تابع اور مُطیع ہے۔ اِس سے عالمگیر اختیار ظاہر ہوتا ہے۔ وُہ صِرف اِنسانوں اور فرِشتوں ہی پر نہیں، بلکہ ساری مخلُوقات پر، خواہ جاندار ہو خواہ بے جان، حاکم ہے۔ عبرانیوں کے خط کا مُصنّف ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اِس وقت ہمیں ساری چیزیں اُس کے ماتحت نظر نہیں آتیں (عبرانیوں ۲:۸)۔ یہ بات سچ ہے۔ عالمگیر اِختیار اور حُکمرانی مسیح ہی کی ہے،

لیکن فِی الحال وُہ اِسے بروئے کار نہیں لا رہا۔ مثال کے طور پر ابھی بھی انسان اس سے باغی ہیں، اُس کا اِنکار کرتے یا اُس کی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن خُدا نے فیصلہ دے دیا ہے کہ عالمگیر اِختیار اور بادشاہی کا عصا میرا بیٹا ہی کام میں لائے گا۔ یہ بات ایسی ہی یقینی ہے جیسے کوئی موجُود حقیقت ہو۔

اِس کے بعد کی بات تقریباً ناقابلِ یقین ہے۔ وُہ ہستی جس کے کِیلوں سے چھِدے ہُوئے ہاتھ ساری کائنات پر اختیارِ مُطلق بروئے کار لائیں گے، خُدا نے اُسی جلالی ہستی کو "کلیسیا کو دے دیا" ہے! یہاں خُدا کے ارادہ کے بھید کے بارے میں پَولُس رسُول چونکا دینے والا انکشاف کرتا ہے۔ وُہ ہمیں بتدریج اِس حد درجہ بُلند اعلان تک لے آیا ہے۔ بڑی مہارت کے ساتھ اُس نے مسیح کی قیامت، صعُود اور اختیار کا بیان کیا ہے۔ ہمارے دِل ابھی اُس کامِل جلال والے خُداوند پر غور و خوض کے باعث عقیدت سے بھرے ہُوئے ہیں کہ رسُول کہتا ہے کہ "سب چیزوں کا سردار" کی حیثیت میں مسیح "کلیسیا کو دے دیا" گیا ہے۔

اگر ہم اِس آیت کو سرسری انداز میں پڑھیں تو شاید سوچیں گے کہ مسیح "کلیسیا" کا سَر ہے۔ بے شک یہ بات بھی درُست ہے لیکن اِس آیت کا مفہوم اِس سے کہیں گہرا اور وسیع ہے۔ یہ آیت کہتی ہے کہ "کلیسیا" کا نہایت گہرا اور قریبی تعلق اُس ہستی سے ہے جس کو ساری کائنات پر اختیار اور فرمانروائی حاصِل ہے۔

آیت ۲۱ میں ہم نے دیکھا تھا کہ مسیح اِس جہان اور آنے والے جہان میں آسمان اور زمین کی ہر "مخلوق" سے بے حد بلند ہے۔ آیت ۲۲ میں ہم نے سیکھا کہ "سب چیزیں" اور ساری مخلوقات "اُس کے پاؤں تلے" کر دی گئی ہیں۔ اور اب ہم یہ سیکھتے ہیں کہ "کلیسیا" کی لاثانی بُلاہٹ یہ ہے کہ اُس کے بے حد و حساب اختیار میں اُس کے ساتھ شامِل ہو۔ "کلیسیا" اُس کی حُکمرانی میں شامِل ہو گی اور باقی ساری مخلوقات اُس کی حُکمرانی اور اختیار کے نیچے ہو گی۔

۱:۲۳۔ پہلے باب کی اِس آخری آیت میں ہم کو معلُوم ہوتا ہے کہ مسیح اور کلیسیا کا باہمی تعلق کتنا قریبی اور گہرا ہے۔ یہاں دو تصاویر پیش کی گئی ہیں (۱) کلیسیا "اُس کا بدن" ہے۔ (۲) اور یہ "اُسی کی معموری" ہے جو "سب کا معمُور کرنے والا ہے"۔

سَر اور "بدن" کے تعلق سے زیادہ قریبی کوئی اور تعلق ہو نہیں سکتا۔ یہ دونوں ایک اہم اِتحاد میں ایک ہوتے ہیں، اور اِن میں ایک ہی رُوح بستا ہے۔ کلیسیا اُن لوگوں کی

جماعت ہے جن کو پنتکُست اور فضائی اِستقبال کے درمیانی عرصے میں دُنیا میں سے الگ کر لیا گیا ہے۔ اُنہوں نے خُدا کے عجیب فضل کے وسیلے سے نجات پائی ہے اور اُن کو مسیح کا "بدن" ہونے کا بے مثال اعزاز بخشا گیا ہے۔ اِیمانداروں کے کِسی گروہ کو کسی زمانے میں یہ امتیاز نہ حاصل ہُوا ہو گا۔

کلیسیا کے سلسلے میں دُوسرا بیان یہ ہے کہ "اُسی کی معمُوری جو ہر طرح سے سب کا معمُور کرنے والا ہے"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ کلیسیا مسیح کی تکملہ ہے۔ تکملہ وُہ چیز ہوتی ہے جو مکمّل کرتی ہے۔ جس طرح بدن سَر کا تکملہ ہے اُسی طرح کلیسیا مسیح کی تکملہ ہے۔

لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ اِس بات میں کسی طرح مسیح کے نامکمّل ہونے یا اُس میں کِسی کمی کا اِمکان پایا جاتا ہے۔ اسی لئے پُولُس "فوراً" کہتا ہے "اسی کی معمُوری جو ہر طرح سے سب کا معمُور کرنے والا ہے"۔ بات ہرگز یہ نہیں کہ مسیح کو اپنی کسی کمی یا خامی کو پُورا کرنے کے لئے کِسی چیز کی ضرورت ہے، کیونکہ خُداوند یسوع خُود "سب کا معمُور کرنے والا ہے"۔ ساری کائنات میں اُسی کا نفوذ (سرایت) ہے اور وُہی اُس کی ساری ضرورِیات کو پُورا کرتا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ یہ ساری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ ہم صِرف خُدا کی لامحدُود عقل اور منصُوبے کی تعریف کرتے ہُوئے صِرف اپنی کم سمجھی کا اِعتراف کر سکتے ہیں۔

د۔ یہُودیوں اور غیر قوموں کی نجات میں خُدا کی قُدرت کا ظہُور

(۲: ۱--۱۰)

۲: ۱۔ گو یہاں ایک نیا باب شرُوع ہوتا ہے تو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ باب ۲ کے آغاز کا باب ۱ کے آخر کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ پہلے ہم نے خُدا کی عظیم قُدرت کو دیکھا کہ اُس نے مسیح کو قبر میں سے زِندہ کیا اور اُسے عزّت اور جلال کا تاج پہنایا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اُسی قُدرت نے کِس طرح ہماری زندگیوں میں کام کیا اور ہمیں رُوحانی مَوت سے زِندہ کرکے مسیح میں آسمانی مقاموں پر بِٹھایا۔

کلام کا یہ حِصّہ پیدائش کے پہلے باب سے مشابہ ہے۔ دونوں جگہ ہم کو یہ باتیں ملتی ہیں (۱) تباہی، ویرانی اور بدنظمی کا منظر (پیدائش ۱: ۲؛ اِفسیوں ۲: ۱-۳)۔ (۲) خُدا کا اپنی قُدرت کو بروئے کار لانا (پیدائش ۱: ۲ ب؛ افسیوں ۲: ۴)۔ نئی زِندگی کی تخلیق (پیدائش ۱: ۳-۳۱؛

اِفسیوں ۲: ۵-۲۲)۔

باب ۲ کے آغاز میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہم مَوت کی وادی میں پڑی ہُوئی رُوحانی لاشیں ہیں۔ اور جب یہ باب ختم ہوتا ہے تو ہم نہ صِرف مسیح میں آسمانی مقاموں میں بیٹھے ہُوئے ہیں، بلکہ رُوح کے وسیلے سے خُدا کے لئے ایک مسکن بن گئے ہیں اور درمیان میں وُہ زبردست معجزہ ہے جس نے یہ عجیب تبدیلی پَیدا کی ہے۔

پہلی دسؔ آیات میں خدا کی اُس قدرت کا بیان ہے جس نے غیر قوموں اور یہودیوں کو نجات بخشی۔ کوئی افسانوی کِردار بھی ایسی زبُوں حالی سے ایسی شان و شوکت کو نہیں پہنچا ہو گا۔

آیت ۱ اور ۲ میں پَولُسؔ اپنے غیر قوم قارئین کو یاد دِلاتا ہے کہ ایمان لانے سے پہلے تم "مُردہ تھے"۔ تمہاری فِطرت بگڑی ہوئی تھی، تُم میں خباثت بھری ہوئی تھی اور تُم نافرمان تھے۔ وُہ اپنے "قصُوروں اور گُناہوں کے سبب سے" رُوحانی طور پر "مُردہ تھے"۔ اِس کا مطلب ہے کہ خُدا کے تعلق سے اُن میں کوئی زِندگی نہ تھی۔ اُن کا اُس کے ساتھ کوئی زِندہ تعلق نہ تھا۔ وُہ اس طرح جی رہے تھے جیسے خُدا کا وجود ہی نہیں۔ اِس مَوت کی وجہ "قصُور اور گُناہ" تھے۔ ہر قسم کا غلط کام "گناہ" ہیں چاہے وُہ خیال، قول اور فعل میں دانستہ کئے جائیں یا نادانِستہ سرزد ہوں۔ یہ کام خُدا کی کاملیت کے معیار پر پُورے نہیں اُترتے۔ "قصُور" وُہ گُناہ ہیں جو خدا کی معلُومہ شریعت کی خِلاف ورزی میں کُھلے بندوں کئے جاتے ہیں۔ وسیع تر مفہُوم میں ہر قسم کے غلط اقدام یا غلطیاں اِن میں شامِل ہیں۔

۲:۲- اہلِ اِفسُس مُردہ ہی نہیں بلکہ بگڑے ہُوئے بھی تھے۔ وُہ اِس "دُنیا کی روِش پر چلتے تھے"۔ وُہ اپنے زمانے کی رُوح سے مُطابقت رکھتے تھے۔ وُہ اپنے دَور کے گُناہوں میں پڑے ہوئے تھے۔ دُنیا اپنے پرستاروں کو اپنے ہی سانچے میں ڈھال لیتی ہے۔ یہ سانچہ ہے فریب، بدکاری، بے دینی، خود غرضی، تشدد اور بغاوت کا۔ مختصراً یہ کہ یہ فِطرت کے بِگاڑ کا سانچہ ہے۔ اور افسی اِسی قِسم کے تھے۔

یہی نہیں، اُن کا چال چلن خباثت سے بھرا ہُوا تھا۔ وُہ "ہَوا کی عملداری کے حاکم" یعنی اِبلیس کے نمونے کی پَیروی کرتے تھے۔ بدرُوحوں کا سردار جس کی عملداری فضاؤں میں ہے اُن کو جِدھر چاہتا لئے پھرتا تھا۔ وہ بہ رضا و رغبت اِس جہان کے خُدا کی فرمانبرداری کرتے تھے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ بے ایمان لوگ کردار اور چال چلن کے لحاظ سے حیوانوں سے بھی زیادہ پستی میں کیوں گِر جاتے ہیں۔

اور پھر وُہ نافرمان تھے۔ "اُس رُوح کی پَیروی کرتے تھے جو اَب نافرمانی کے فرزندوں میں تاثیر کرتی ہے"۔ تمام غیر نجات یافتہ لوگ "نافرمانی کے فرزند" ہیں، اِس لئے کہ اُن کی خاصیت اور

خصوصیت ہی خدا کی "نافرمانی" ہے ۔ وُہ شیطان سے طاقت لیتے ہیں ۔ شیطان اُن کو تحریک دیتا ہے اِس لئے اُن کا میلان خُداوند سے سرکشی اور نافرمان اور اُس کی تحقیر کرنے کی طرف ہوتا ہے ۔

۳:۲ ۔ پَولُس رسُول اِسم ضمیر "تُم" چھوڑ کر "ہم" اِستعمال کرتا ہے ۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب وُہ بُنیادی طور پر یہُودی ایمانداروں کی بات کر رہا ہے (حالانکہ جو کُچھ وُہ کہتا ہے وُہ ایمان لانے سے پیشتر ہر کسی پر صادِق آتا ہے) ۔

"اِن میں ہم بھی سب کے سب پہلے اپنے جسم کی خواہشوں میں زندگی گزارتے ... تھے" یعنی نفسانی تھے ۔ اپنی نئی پیدائش سے پہلے پَولُس اور اُس کے ساتھی مسیحی بھی نافرمانی کے فرزندوں کے ساتھ چلتے تھے ۔ اُن کی زندگی "نفسانی" تھی، اور صِرف جسم کی خواہشوں اور رغبتوں کو پُورا کرنے میں لگی رہتی تھی ۔ مجموعی طور پر پَولُس بظاہر (خارجی طور پر) اخلاقی زندگی گزارتا رہا تھا ۔ لیکن اب اُس کو احساس ہو گیا تھا کہ مَیں نے تو اپنی ذات کو مرکز بنایا ہُوا تھا، اور جو کُچھ میرے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے بذاتہٖ مَیں اُس سے کہیں بُرا ہُوں ۔

جو یہُودی ایمان نہیں لائے تھے، تبدیل نہیں ہُوئے تھے، وُہ بھی "بگڑے ہُوئے" تھے ۔ وُہ "جسم اور عقل کے ارادے پُورے کرتے تھے" یعنی وُہ تمام طبعی خواہشات کے دیوانے تھے ۔ "جسم اور عقل کے ارادے"، اِن کا دائرہ جائز رغبتوں سے لے کر مختلف قِسم کی بداخلاقیوں اور اِنتہائی اخلاقی برگشتگی تک ہے ۔ یہاں زور غالباً سنگین گُناہوں پر ہے ۔ غور کریں کہ پَولُس گُناہ آلودہ حرکتوں (افعال) ہی کا نہیں بلکہ خیال کے گُناہوں کو بھی شامل کرتا ہے ۔

ایف ۔ بی میئر خبردار کرتا ہے :

> "'عقل' کے اِرادوں سے مغلوب ہو جانا بھی ویسا ہی تباہ کُن ہے جیسا 'جسم' کے اِرادوں کو پُورا کرنا ۔ خیالات ایک حیرت افزا نعمت ہے ۔ مگر اِن ہی کے وسیلے سے ہم ناپاک تصوّرات میں پڑ جاتے اور جذبات کے گھوڑے کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں ۔ بس عملی حرکت کرنا باقی رہ جاتا ہے ۔"

یہ ہیں غیر نجات یافتہ یہودی کے کوائف جو پولس بیان کرتا ہے: "دُوسروں کی مانند طبعی طور پر غضب کے فرزند"۔ مطلب ہے کہ اُن کا طبعی میلانِ خاطر غصے، بُغض، تلخی اور گرم مزاجی کی طرف تھا۔ وہ باقی نوعِ اِنسانی کے ساتھ اِن میں شریک تھے۔ بے شک یہ بھی سچ ہے کہ وہ خُدا کے "غضب" کے ماتحت ہیں۔ اُن کے لئے عدالت اور موت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ غور کریں کہ آیات ۲ اور ۳ میں اِنسان کے تین ۳ دُشمنوں کا ذِکر ہوا ہے: دُنیا (آیت ۲)، اِبلیس (آیت ۲) اور جسم (آیت ۳)۔

۲: ۴۔ "مگر خدا"۔ یہ کتنے اہم اور ولولہ انگیز الفاظ ہیں۔ اِن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک عظیم اور عجیب تبدیلی آ گئی ہے۔ اور یہ تبدیلی موت کی وادی کی زبوں حالی اور مایوسی سے خدا کے بیٹے کی محبت کی بادشاہی کی بے بیان خوشیوں میں آنے کی تبدیلی ہے۔

اِس تبدیلی کا بانی خُود "خُدا" ہے۔ کوئی دُوسرا یہ نہیں کر سکتا تھا اور نہ کسی دُوسرے نے ایسا کرنا تھا۔ اِس مُبارک ہستی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ "رحم کی دولت" سے نوازتا ہے۔ وہ ہم سے وہ سلوک نہیں کرتا جس کے حقدار ہیں (زبور ۱۰۳: ۱۰)۔

خُدا کی طرف سے اِس مداخلت کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے: "اُس بڑی محبت کے سبب سے جو اُس نے ہم سے کی"۔ اُس کی محبت اِس لئے "بڑی" ہے کہ وہ خُود اِس کا بانی اور سرچشمہ ہے۔ جس طرح دینے والے کی عظمت تحفے میں عظمت کی مہک بھر دیتی ہے اُسی طرح خُدا کی بے نہایت خوبی اُس کی محبت کو بے نہایت چمک عطا کرتی ہے، یعنی کُل کائنات کے شہنشاہِ مُطلق کی محبت کسی اِنسان کی محبت سے کہیں اعلیٰ و افضل ہے۔ خُدا کی محبت اِس لئے بھی "بڑی" ہے کہ اُس نے اِس کی بڑی قیمت ادا کی ہے۔ محبت نے خُدا کے اکلوتے بیٹے خُداوند یسوع کو بھیجا کہ ہماری خاطر کلوری کے دُکھ سہے۔ خُدا کی محبت اِس لئے بھی "بڑی" ہے کہ وہ ہم پر اپنی وہ دولت نچھاور کرتا ہے جو پہنچ سے باہر ہے۔

۲: ۵، ۶۔ خُدا کی محبت اِس لئے بھی "بڑی" ہے کہ جن سے کی گئی وہ نہایت نالائق اور نکمے اور بدصورت ہیں۔ "ہم قصوروں کے سبب سے مُردہ ہی تھے"۔ ہم خُدا کے دشمن تھے۔ ہم بالکل محتاج، تہی دست اور ذلیل تھے۔ لیکن اِن ساری باتوں کے باوجود اُس نے ہم سے محبت کی۔

ہمارے لئے خُدا کی محبت کے نتیجے میں اور مسیح کے مخلصی دینے کے کام کے نتیجے میں اُس نے ہم کو (۱) "مسیح کے ساتھ زندہ کیا" (۲) اُس کے ساتھ اُٹھایا (۳) اور آسمانی مقاموں میں بٹھایا۔

یہ الفاظ مسیح کے ساتھ ہماری یگانگت کے نتیجے میں ہماری حیثیت کا بیان کرتے ہیں۔ وُہ ہمارا نمائندہ ہے۔ اُس نے ہماری نمائندگی کرتے ہُوئے سب کچھ کیا — ہماری "خاطر" نہیں بلکہ "ہم" بن کر۔ اِس لئے جب وُہ مرا تو ہم مر گئے، جب وُہ دفن ہُوا تو ہم دفن ہوئے۔ جب اُس کو "زندہ کیا" گیا، اُٹھایا گیا اور آسمانی مقاموں پر بٹھایا گیا، تو ہم زندہ کئے گئے، اُٹھائے گئے اور آسمانی مقاموں پر بٹھائے گئے۔ ہم اُس کی قربانی کے کام کے سارے فوائد سے بہرہ مند ہوتے ہیں، کیونکہ ہم اُس کے ساتھ پیوستہ ہیں۔ "مسیح یسوع میں شامل کر کے اُس کے ساتھ جِلایا"۔ اِس کا مطلب ہے کہ ایمان لانے والے یہُودی اور ایمان لانے والے غیر قوم زندگی کے نئے پن میں اُس کے ساتھ شامل ہیں۔ جس قدرت نے اُس کو جی اُٹھی زندگی دی، اُسی نے ہم کو بھی یہ زندگی دی ہے۔

پولس اِس حقیقت پر اِس قدر حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ اپنے خیالات کے تسلسل کو توڑ کر پکار اُٹھتا ہے، "تم کو فضل ہی سے نجات ملی ہے"۔ وُہ خدا کی انتہا مہربانی اور شفقت سے حد درجہ متاثر ہوتا ہے کیونکہ یہ اُن لوگوں پر کی گئی جو اِس کے قطعاً حق دار نہ تھے۔ یہ ہے "فضل"!

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رحم کا مطلب ہے کہ ہمیں وُہ سزا نہیں دی گئی جس کے حقدار تھے۔ اور "فضل" کا مطلب ہے ہمیں وُہ نجات ملی جس کے لائق یا حقدار نہ تھے۔ وُہ ہم نے کمائی نہیں بلکہ ہمیں بخشش کے طور پر ملی ہے اور اُس ہستی سے ملی ہے جو یہ بخشش دینے پر کسی طرح مجبور نہ تھا۔ اے۔ ٹی پیئرسن کہتا ہے:

> "یہ محبت کا رضاکارانہ فعل ہے جس کے لئے خُدا کو کوئی مجبوری نہ تھی۔ فضل کی شان اِس میں ہے کہ یہ بے کس اور بے بس اِنسانوں کی طرف خُدا کا محبت کا قطعی آزاد اور بلا جبر عمل ہے"۔

ہم کو نہ صرف مسیح کے ساتھ "زندہ کیا" گیا، بلکہ ہم سب اُس کے ساتھ جِلائے بھی گئے۔ جس طرح موت اور عدالت اب اُس کے پیچھے ہیں اُسی طرح ہمارے بھی پیچھے ہیں۔ ہم گویا قبر کے پرلی طرف کھڑے ہیں۔ اور ہماری اِس جلالی اور شاندار حیثیت کا سبب مسیح کے ساتھ ہمارا ایک ہونا ہے۔ اور چونکہ یہی ہماری حیثیت ہے اِس لئے ہم کو ایسے زندگی گزارنی چاہئے جیسے مُردوں میں سے جی اُٹھے ہوئے گزارتے ہیں۔

ہماری حیثیت کا ایک اَور پہلو یہ ہے کہ ہم کو "مسیح یسوع میں ۔۔۔ آسمانی مقاموں

پر... بٹھایا" گیا ہے۔ اُس کے ساتھ ہماری یگانگت کے باعث ہم پر یُوں نظر کی جاتی ہے کہ ہم اِس موجُودہ شریر دُنیا سے چھُوٹ گئے ہیں اور "مسیح میں" جلال میں بیٹھے ہیں۔ خُدا ہم کو اِسی صُورت میں دیکھتا ہے۔ اگر ہم ایمان کے ساتھ اِس حقیقت کو اپنا لیں تو ہماری زِندگیوں کی خاصیّت بدل جائے گی۔ پھر ہم زمین سے بندھے ہُوئے نہیں رہیں گے، اور نہ یہاں کی معمُولی، بے وقعت اور تبدیل ہونے والی، مِٹنے والی چیز کے خیال میں رہیں گے۔ ہم اُن چیزوں کی تلاش میں رہیں گے جو آسمان کی ہیں جہاں مسیح خُدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے (کلسیوں ۳: ۱)۔

آیات ۵ اور ۶ کی کلید یہ الفاظ ہیں کہ "مسیح یسوع میں"۔ اُسی میں ہم زِندہ کئے گئے، جِلائے گئے اور بٹھائے گئے ہیں۔ وُہ ہمارا نمائندہ ہے۔ اِس لئے اُس کی فتوحات اور حیثیّت ہماری فتوحات اور حیثیّت ہے۔ جارج وِلیمز کہتا ہے "کیسا حیرت افزا خیال ہے کہ کوئی مریم مگدلینی اور کوئی مصلوُب ڈاکو جلال میں خدا کے بیٹے کا شریک ہو!"

۲: ۷۔ تبدیل کرنے والے فضل کا یہ مُعجزہ ابدی مُکاشفہ کا موضُوع رہے گا۔ لاانتہا زمانوں کے دَوران خُدا آسمانی بِھیڑ پر یہ انکشاف کرتا رہے گا کہ اُسے اپنے بیٹے کو گُناہ کے اِس جنگل میں بھیجنے کی کیا قیمت ادا کرنا پڑی تھی، اور خُداوند کو صلیب پر ہمارے گناہوں کو اُٹھانے کی کیا قیمت دینی پڑی تھی۔ یہ ایسا موضُوع ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ یہاں بھی پَولُس اِس حقیقت کی وُسعت اور عظمت کو بیان کرنے کے لئے الفاظ پر الفاظ کی عمارت اُٹھاتا ہے:

هم پر اُس کی مہربانی
مہربانی میں اُس کا ہم پر فضل
مہربانی میں اُس کے ہم پر فضل کی دَولت
مہربانی میں اُس کے ہم پر فضل کی بے نہایت دَولت

اَب اِس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ اگر خُدا ساری ابدیت میں اِس کا اِنکشاف کرتا رہے گا، تو ہم ہمیشہ ہمیشہ تک سیکھتے رہیں گے۔ خُدا اُستاد ہوگا۔ موضُوع "اُس کا فضل" ہوگا، طالب علم ہم ہوں گے اور عرصۂ تعلیم ساری ابدیت ہوگی۔ اِس بات سے ہمیں اِس خیال سے چھٹکارا مِل جائے گا کہ جب ہم آسمان پر جائیں گے تو سب کچھ ہمارے علم میں ہوگا۔ صِرف خُدا ہی سب کچھ جانتا ہے۔ ہم کبھی بھی اُس کے برابر نہیں ہو سکتے[۱]

---

[۱] کبھی کبھی ۱- کرنتھیوں ۱۳: ۱۲ اور ۱- یوحنا ۳: ۲ کو استعمال کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی

یہاں ایک اَور دِلچسپ سُوال بھی پیدا ہوتا ہے - آسمان پر جا کر ہمیں کِتنا علم حاصل ہو گا؟ یہاں یہ امکان سامنے آتا ہے کہ ہم یہاں بائبل مُقدّس کا اعلیٰ اِمتحان پاس کر کے آسمانی یونیورسٹی میں داخلے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں -

۸:۲ - اگلی تین آیات نجات کا سادہ منصُوبہ بڑی صفائی سے پیش کرتی ہیں - ایسی وضاحت اور سادگی ہمیں ساری بائبل میں اَور کہیں نہیں مِلتی - ساری بات کا آغاز خُدا کے "فضل" سے ہوتا ہے، اور اِسے مُہیّا کرنے میں خُدا ہی پہل کرتا ہے - نجات خُداوند یسُوع مسیح کی ذات اور کام کی بُنیاد پر اُن کو عطا ہوتی ہے جو اِس کے بالکل لائق اور حقدار نہیں -

نجات اِسی دُنیا میں اور ابھی ہماری مِلکیّت ہو جاتی ہے - جو نجات پاتے ہیں وُہ اِس کو جان سکتے ہیں - اِفسیوں کو لِکھتے ہُوئے پَولُس کہتا ہے "تم کو ... نجات مِلی ہے" پَولُس جانتا تھا اور اِفسُس کے ایمان دار بھی جانتے تھے -

جِس ذریعے سے ابدی زِندگی کی بخشِش ملتی ہے وُہ "ایمان" ہے - "ایمان" کا مطلب ہے کہ اِنسان تسلیم کرتا ہے کہ مَیں کھویا ہُوا، قصُوروار اور گنہگار ہُوں اور خُداوند یسُوع کو قبول کرتا ہے کہ صِرف وُہی میری نجات کی اُمّید ہے - نجات دینے والے حقیقی ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو مسیح کے حوالے کر دے -

"اور یہ تمہاری طرف سے نہیں" - یہ الفاظ اِس تصوّر کے غبارہ سے ہوا نکال دیتے ہیں کہ نجات کمائی جا سکتی ہے اور ہم کبھی اِس کے لائق حقدار بن سکتے ہیں - مُردہ لوگ "کُچھ بھی نہیں کر سکتے" اور گنہگار سوائے سزا کے کِسی چیز کے "حق دار نہیں" -

"خُدا کی بخشِش ہے" - بے شک بخشِش غیر مشروط اور مفت ہے - صِرف یہی بنیاد ہے جس پر خُدا نجات کی پیش کش کرتا ہے "خُدا کی بخشِش" نجات ہے جو "فضل سے" اور "ایمان کے وسیلہ" سے ہے - یہ ہر جگہ تمام لوگوں کو پیش کی گئی ہے -

۹:۲ - "اور نہ اعمال کے سبب سے ہے" - یعنی نجات کوئی ایسی چیز نہیں جو اِنسان نام نہاد نیک اعمال سے کما سکتا ہو - نہ یہ کسی اور طریقے سے کمائی جا سکتی ہے مثلاً :-

---

جاتی ہے کہ آسمان میں ہم عالمِ کُل ہوں گے - مگر پہلے حوالے کا تعلق صِرف اِتنی تعلیم سے ہے کہ آسمان میں ہم ایک دُوسرے کو پہچانیں گے جبکہ دُوسرے کا تعلق مسیح کے ساتھ اِخلاقی اور جسمانی مشابہت سے ہے -

۱- اِستحکام   ۲- بپتسمہ   ۳- کلیسیا کی رُکنیت ۴- عبادات میں حاضری
۵- عشائے ربّانی ۶- دس احکام پر عمل کرنے کی کوشش ۷- پہاڑی وعظ کے
مطابق زِندگی گزارنا   ۸- نیک ہمسایہ بننا - ۹- معزّز اخلاقی زِندگی گزارنا -

لوگ "اعمال کے سبب سے" نجات نہیں پاتے ، اور نہ وُہ ایمان اور "اعمال" کو مِلانے کے وسیلہ سے نجات پاتے ہیں بلکہ صرف "ایمان کے وسیلہ" سے - جس لمحہ آپ ابدی زِندگی پانے کے لئے کسی قسم کے یا کسی مِقدار میں اعمال کو ساتھ مِلاتے ہیں ، اُسی لمحہ نجات "فضل سے" نہیں رہتی (رومیوں ۱۱:۶) - "اعمال" کو قطعی طور پر خارج کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اِنسان کو فخر کرنے سے باز رکھا جائے - اگر کوئی اِنسان "اعمال" سے نجات پا سکتا تو وُہ خدا کے سامنے "فخر" کرسکتا تھا - یہ بات ناممکن ہے (رومیوں ۳:۲۷)

اگر کوئی شخص اپنے نیک اعمال سے نجات پا سکتا تو مسیح کی موت غیر ضروری تھی (گلتیوں ۲:۲۱) - لیکن ہم جانتے ہیں کہ وُہ اِسی لئے مُؤا کیونکہ کوئی اَور طریقہ نہ تھا جس سے قصوروار گنہگار نجات پا سکتے -

اگر کوئی شخص اپنے نیک اعمال سے نجات پا سکتا تو وُہ خُود اپنا نجات دہندہ ہوتا اور اپنی پرستش کرسکتا تھا - مگر یہ بُت پرستی ہے   اور خُدا نے اِس سے منع کیا ہے (خروج ۲۰:۳) -

اور اگر کوئی اپنے نیک اعمال کے ساتھ مسیح پر ایمان کو شامل کر کے نجات پا سکتا تو دو۲ نجات دہندوں کی ایک ناممکن صورتِ حال پیدا ہو جاتی - ایک نجات دہندہ یسوع ہوتا اور دُوسرا وُہ گنہگار خُود - اِس طرح مسیح کو نجات دہندہ ہونے کے جلال میں کسی دُوسرے کو شریک کرنا پڑتا - اور وُہ ہرگز ایسا نہیں کرتا (یسعیاہ ۴۲:۸) -

اور اگر کوئی شخص اپنی نجات میں اپنے اعمال سے کچھ حصّہ ڈال سکتا ، تو پھر خُدا اُس کا مقروض ہو جاتا - یہ بھی ناممکن ہے - خُدا کسی کا مقروض نہیں ہو سکتا (رومیوں ۱۱:۳۵) -

اعمال کے بالمقابل اِیمان "فخر" کو خارج کر دیتا ہے (رومیوں ۳:۲۷) کیونکہ اِس میں کوئی قابلِ قدر بات نہیں ہوتی - اِنسان کو اِس بات پر فخر کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ مَیں خُداوند پر ایمان لایا ہُوں - اِس پر ایمان لانا نہایت دانائی کی ، معقول اور منطقی کام ہے جو کوئی اِنسان کرسکتا ہے - اپنے خالق اور مخلصی دینے والے پر ایمان لانا ہی منطقی اور معقول بات ہے - اگر ہم اُس پر بھروسا نہیں کرسکتے تو پھر کس پر کرسکتے ہیں ؟

۲:۱۰ - نجات کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اُس "کی کاریگری ہیں"۔ اپنی نہیں بلکہ اُس کی صنعت ہیں نئے سِرے سے پیدا شدہ ایمان دار خُدا کا شاہکار ہوتا ہے۔ جب ہم اُس خام مال پر غور کرتے ہیں جِس پر خُدا کو کام کرنا ہوتا ہے تو اُس کی کامیابی اَور بھی زیادہ شان دار دِکھائی دیتی ہے، کیونکہ یہ شاہکار مسیح میں ایک "نیا مخلُوق" ہوتا ہے۔ "اِس لئے اگر کوئی مسیح میں ہے تو وُہ نیا مخلُوق ہے۔ پُرانی چیزیں جاتی رہیں۔ دیکھو وُہ نئی ہوگئیں" (۲-کرنتھیوں ۵:۱۷)۔ اِس نئی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ "نیک اعمال"۔ یہ بات اگرچہ سچ اور بجا ہے کہ ہم کو نجات "نیک اعمال" سے نہیں مِلتی، لیکن یہ بات بھی سچ ہے کہ ہم کو نجات "نیک اعمال کے واسطے" ملتی ہے۔ "نیک اعمال" جڑ نہیں بلکہ پھل ہیں۔ ہم نیک اعمال اِس لئے نہیں کرتے کہ نجات پائیں بلکہ اِس لئے کرتے ہیں کہ ہم نے نجات پالی ہے۔

حقیقت اور سچائی کا یہی پہلُو ہے جِس پر یعقوب ۲:۱۴-۲۶ میں زور دیا گیا ہے۔ جب یعقوب کہتا ہے کہ "ایمان بغیر اعمال کے مُردہ ہے" تو اُس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم کو ایمان اور اعمال دونوں کے وسیلے سے نجات ملی ہے، بلکہ یہ کہ نجات اُس ایمان کے وسیلے سے مِلی ہے جِس کے نتیجے میں "نیک اعمال" والی زِندگی پیدا ہوتی ہے۔ "اعمال" ہمارے ایمان کی حقیقت کا ثبوت ہیں۔ پولُس اِس بات سے پُورا پُورا اتفاق کرتا ہے۔ "ہم اُسی کی کاریگری ہیں اور مسیح یسوع میں اُن نیک اعمال کے واسطے مخلُوق ہُوئے ..."۔

چنانچہ خُدا کی طرف سے ترتیب یہ ہُوئی:

"ایمان ← نجات ← نیک اعمال ← اجر"۔ ایمان سے نجات ملتی ہے۔ نجات کے نتیجے میں "نیک اعمال" ہوتے ہیں اور خُدا ان نیک اعمال کا اجر دے گا۔

لیکن یہاں سُوال پیدا ہوتا ہے کہ مجھ سے کِس قسم کے "نیک اعمال" کی توقع کی جاتی ہے؟ پولُس جواب دیتا ہے، "اُن نیک اعمال کے واسطے ... جن کو خُدا نے پہلے سے ہمارے کرنے کے لئے تیار کیا تھا"۔ دُوسرے لفظوں میں خُدا نے ہر زندگی کے لئے ایک بنیادی خاکہ تیار کر رکھا ہے۔ ہماری تبدیلی (ایمان لانے) سے پہلے خُدا نے ہماری رُوحانی زِندگی کے لئے ایک نقشہ تیار کر رکھا ہے۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ اُس کی مرضی کو معلُوم کریں اور اُس کی فرمانبرداری کریں۔ ہمیں اپنی زِندگیوں کے لئے کوئی منصُوبہ بندی نہیں کرنی، بلکہ صِرف اُس منصُوبے کو ماننا ہے جو اُس نے تیار کر رکھا ہے۔ اِس طرح ہم فِکر اور پریشانی سے بچے رہتے ہیں، اور یقین رہتا ہے کہ ہماری

زِندگیاں اُس کے غایت درجہ جلال کا باعث ہوں گی، دُوسروں کے لئے حد درجہ برکت کا سبب بنیں گی اور ہمیں اِنتہائی اَجر ملے گا۔

یہ جاننے کے لئے کہ انفرادی طور پر اُس نے ہمارے لئے کونسے "نیک اعمال" "تیار" کِئے ہیں ہمیں چاہئے کہ (۱) جیسے ہی اپنی زِندگیوں میں گُناہ کا اِحساس ہو فوراً اُس کا اِقرار کریں اور اُسے ترک کریں۔ (۲) مُسلسل اور غیر مشروط طور پر اُس کے مُطیع رہیں۔ (۳) اُس کی مرضی معلُوم کرنے کے لئے خُدا کے کلام کا مُطالعہ کریں، اور پھر جو کُچھ وُہ کہتا ہے، کریں۔ (۴) ہر روز دُعا میں وقت گزاریں۔ (۵) خِدمت کرنے کے مواقع تلاش کریں اور اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔ (۶) دُوسرے مسیحیوں کے ساتھ رفاقت رکھیں اور اُن کی صلاح مانیں۔ خُدا ہم کو "نیک اعمال کے واسطے" تیار کرتا ہے اور ہمارے کرنے کے لئے "نیک اعمال" تیار کرتا ہے۔ اور جب ہم یہ نیک اعمال کرتے ہیں تو ہمیں اجر دیتا ہے۔ یہ ہے اُس کا فضل!

۵۔ ایمان لانے والے یہُودیوں اور غیر قوم افراد کی مسیح میں یگانگت (۲: ۱۱-۲۲)

باب ۲ کے پہلے حِصّے میں پولُس نے غیر قوم اور یہُودی اَفراد کی نجات کا بیان کیا ہے۔ اب وُہ اس بات کا بیان کرتا ہے کہ اُن کے سابقہ قومی اِمتیازات اور فرق مِٹ گئے ہیں۔ وہ مسیح میں ایک ہو گئے ہیں اور وُہ کلیسیا اور خُداوند کے لئے ایک پاک مَقدِس بن گئے ہیں۔

۲: ۱۱- آیات ۱۱ اور ۱۲ میں رسُول اپنے قارئین کو یاد دِلاتا ہے کہ ایمان لانے سے پیشتر تُم نسل کے اِعتبار سے "غیر قوم والے" تھے اور یہُودیوں کے نزدیک تُم خُدا کے عہد سے "خارج" تھے۔ اوّل تو وہ حقیر اور ناچیز تھے۔ اور یہ حقیقت اِس بات سے ظاہر ہے کہ یہُودی اُن کو "نامختُون" کہتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ غیر اقوام افراد کے جِسم میں جراحی کا نشان موجُود نہ تھا اور اس طرح اِسرائیلی خُدا کے عہد کی اُمّت ثابت ہوتے تھے۔ "نامختُون" ہونا قومی یا نسلی لحاظ سے بدنامی کا نشان تھا۔ آج بھی لوگ حقیر قوموں کے لئے اِسی قسم کے کئی لفظ اِستعمال کرتے ہیں۔ ہم اِس قسم کی چُبھن داؤد کے الفاظ میں محسُوس کر سکتے ہیں جب وُہ غیر قوم جُولیت سے کہتا ہے کہ "یہ نامختُون فلستی ہوتا کون ہے کہ وُہ زِندہ خُدا کی فوجوں کی فضیحت کرے؟" (۱-سموئیل ۱۷: ۲۶)۔

اِس کے مُقابلے میں یہُودی اپنے آپ کو "مختُون" کہتے تھے۔ وُہ اِس نام پر فخر کرتے تھے۔

اِس سے اُن کی شناخت ہوتی تھی کہ وہ زمین پر خُدا کی برگزیدہ (چُنی ہوئی) اُمّت ہیں جن کو دُنیا کی ساری قوموں سے الگ کر لیا گیا ہے۔ پَولُس اُن کے اِس فخر پر اعتراض کر کے کہتا ہے کہ تمہارا ختنہ "جسم میں ہاتھ سے کِیا ہوا" ختنہ ہے۔ یہ صرف جسمانی تھا۔ اگرچہ اُن کے پاس خُدا کے عہد کی قوم ہونے کا ظاہری نشان تھا۔ لیکن وُہ خداوند پر حقیقی ایمان کی باطنی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ "کیونکہ وُہ یہُودی نہیں جو ظاہر کا ہے اور نہ وہ ختنہ ہے جو ظاہری اور جسمانی ہے۔ بلکہ یہُودی وُہی ہے جو باطن میں ہے اور ختنہ وُہی ہے جو دِل کا اور رُوحانی ہے، نہ کہ لفظی۔ ایسے کی تعریف آدمیوں کی طرف سے نہیں بلکہ خُدا کی طرف سے ہوتی ہے" (رومیوں ۲: ۲۸- ۲۹)۔

آیت ۱۱ میں نکتہ یہ ہے کہ یہُودی اپنی نظر میں ایک خاص اُمّت تھے اور غیر قومیں مردُود اور حقیر تھیں۔ یہودیوں اور غیر قوموں کے درمیان دُنیا کی جو سب سے بڑی دُشمنی تھی وُہ نسل اور مذہب کا فرق تھا۔ یہُودیوں کو خُدا کے نزدیک بہُت بڑے اعزاز کا مقام حاصل تھا (رومیوں ۹: ۴، ۵)۔ غیر قوم فرد اجنبی شمار ہوتا تھا۔ اگر وُہ حقیقی خُدا کی مقررہ طریقے سے عبادت کرنا چاہتا تو اُس کو یہُودی نو مُرید بننا پڑتا تھا (راحب اور رُوت کی مثال دیکھئے)۔ یروشلیم میں یہودیوں کی ہیکل واحد جگہ تھی جہاں خُدا نے اپنا نام رکھا تھا اور جہاں لوگ اُس تک رسائی حاصل کر سکتے تھے۔ غیر قوم ہیکل کے اندرُونی صحن میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ اِس کی سزا موت تھی۔

صُور اور صیدا کے علاقے کی ایک غیر قوم عورت کے ساتھ گفتگو میں خُداوند یسُوع نے اُس کے ایمان کو آزمایا۔ اِس مقصد کے لئے اُس نے ایک تصویر پیش کی کہ یہودی بچّے ہیں جو گھر کے اندر ہیں اور غیر قوم لوگ کُتّے ہیں جو میز کے نیچے ہیں۔ اُس عورت نے تسلیم کیا کہ مَیں ایک کُتّا ہُوں لیکن درخواست کی کہ مجھے بچّوں کے گرائے ہُوئے ٹکڑے ہی مِل جائیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اُس کو ایمان کا اجر مِلا (مرقس ۷: ۲۴- ۳۰)۔ یہاں اِفسیوں ۲: ۱۱ میں رسُول اپنے قارئین کو یاد دلا رہا ہے کہ وُہ پہلے غیر قوم تھے اِس لئے مردُود اور حقیر تھے۔

۲: ۱۲ -غیر قوم لوگ "مسیح سے" بھی "جُدا" تھے۔ اُن کا کوئی مسیح موعُود نہیں تھا۔ اِس کا وعدہ تو بنی اسرائیل سے کِیا گیا تھا۔ اگرچہ یہ نبوّت کی گئی تھی کہ مسیح موعُود کی خدمت سے غیر قوموں کو برکت مِلے گی (یسعیاہ ۱۱: ۱۰؛ ۶۰: ۳) لیکن اُسے یہودی ہونا تھا اور بُنیادی طور پر "اِسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہُوئی بھیڑوں" (متی ۱۵: ۲۴) کے درمیان خدمت کرنا تھی۔ "مسیح سے جُدا" ہونے کے علاوہ غیر قومیں "اِسرائیل کی سلطنت سے خارج" بھی تھیں۔ وہ اجنبی تھیں،

یعنی اس مملکت کی نہیں تھیں۔ اجنبی کو مملکت کی شہریت کے حقوق اور استحقاق حاصل نہیں ہوتے۔ جہاں تک اِسرائیلی قوم کا تعلق ہے غیر قومیں باہر کھڑی تھیں اور اندر کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ وُہ "وعدہ کے عہدوں سے ناواقف" تھیں، خُدا نے ابرہام، اضحاق، یعقوب، مُوسیٰ، داؤد اور سلیمان جیسے آدمیوں کی معرفت "اِسرائیلی" قوم سے عہد باندھا تھا۔ اِن "عہدوں" سے یہُودیوں کو برکت دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ جہاں تک عملی مقاصد کا تعلق ہے غیر قومیں اِن سے خارج تھیں۔ وُہ انفرادی اور قومی دونوں لحاظ سے "نااُمید" تھیں۔ قومی لحاظ سے اُن کو یقین نہیں تھا کہ ہماری سرزمین، ہماری حکومت یا ہمارے لوگ بچے رہیں گے۔ اِنفرادی طور پر بھی اُن کا نقطۂ نظر ویرانی کی تصویر تھا۔ اُن کی اُمید صِرف قبر تک تھی۔ کِسی نے کہا ہے کہ اُن کا مُستقبل بے سِتارہ رات تھی۔ اور پھر اِس "دُنیا میں خُدا سے جُدا تھے"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وُہ مُنکر یا دہریہ تھے۔ اُن کے پاس لکڑی اور پتھر کے اپنے دیوتا تھے۔ وُہ اُن کو پُوجتے تھے لیکن وُہ واحد اور حقیقی خُدا کو نہیں جانتے تھے۔ وُہ ایک مُخالف اور بے خُدا دُنیا میں حقیقی خُدا سے دُور تھے۔

۱۳:۲ – "مگر ... اب"۔ اِن الفاظ سے ایک فوری تبدیلی کا پتہ چلتا ہے (دیکھئے ۴:۲) – اِفسُس کے غیر قوم لوگ پہلے دُوری اور اجنبیّت کی سرزمین میں رہتے تھے۔ "اَب" اُن کو وہاں سے نکال لیا گیا تھا اور اُن کو خُدا کی نزدیکی کے درجے پر سرفراز کیا گیا تھا۔ یہ بات اُن کے ایمان لانے کے وقت ہُوئی تھی۔ جب اُنہوں نے مُنجیّ کا یقین کیا تو خُدا نے اُن کو "مسیح یسوؔع میں" شامل کیا، اور اپنے عزیز بیٹے میں اُن کو قبول کیا۔ اس وقت سے وُہ خُدا کے اِتنے "نزدیک ہو گئے" جتنا نزدیک مسیح ہے۔ اِتنی زبردست تبدیلی کی قیمت "مسیح کے خُون" سے ادا ہُوئی۔ اِس سے پیشتر کہ یہ غیر قوم گنہگار خُدا کی نزدیکی کے حق سے مستفید ہو سکتے ضرور تھا کہ اُنہیں اُن کے گُناہ سے پاک صاف کیا جاتا، اور صِرف کلوری پر بہایا گیا "مسیح کا خُون" ہی یہ کام کر سکتا ہے۔ جب اُنہوں نے ایمان سے خُداوند یسوؔع کو قبول کیا تو اُس کے خُون کے صفائی کرنے کی ساری قیمت اُن کے کھاتے میں جمع کر دی گئی۔

یسوؔع اُن کو صِرف "نزدیک" ہی نہیں لایا، بلکہ اُس نے ایک نیا معاشرہ پیدا کر دیا جس میں یہُودی اور غیر قوم کی قدیم دُشمنی مِٹا دی گئی۔ نئے عہد نامہ کے آنے سے پہلے کے دَور میں ساری دُنیا دو حِصّوں —— یہُودی اور غیر قوم —— میں منقسم تھی۔ ہمارے منجی نے ایک تیسری جماعت کا آغاز کیا ہے۔ اگلی آیات میں ہم دیکھیں گے کہ ایمان لانے والے یہُودی

اور ایمان لانے والے غیر قوم کس طرح مسیح میں ایک ہو جاتے ہیں اور اُن کو اُس نئے معاشرہ یا سوسائٹی میں متعارف کرایا جاتا ہے جِس میں نہ کوئی یہُودی رہتا ہے نہ غیر قوم۔

۲: ۱۴- "کیونکہ وُہی ہماری صُلح ہے"۔ غور کریں کہ یہ نہیں کہا گیا کہ اُس نے ہماری صُلح کرائی۔ یہ بھی دُرست ہے اور اگلی آیت میں اِس کا ذِکر بھی آئے گا۔ یہاں حقیقت یہ ہے کہ "وہی" یعنی وُہ خُود ہماری صُلح ہے۔ لیکن ایک شخص صُلح کیونکر ہو سکتا ہے؟

اِس طرح —— جب ایک یہُودی خُداوند یسوع پر ایمان لاتا ہے تو وُہ اپنی قومی شناخت کھو دیتا ہے۔ اب سے وُہ "مسیح میں" ہے۔ اِسی طرح جب کوئی غیر قوم فرد "مُنجی" کو قبول کرتا ہے تو وُہ غیر قوم نہیں رہتا۔ اب سے وُہ بھی "مسیح میں" ہے۔ دُوسرے لفظوں میں ایمان لانے والا یہُودی اور ایمان لانے والا غیر قوم، جو کسی زمانے میں دُشمنی کے باعث الگ الگ تھے، اب "دونوں" مسیح میں "ایک" ہیں۔ اور مسیح کے ساتھ اُن کی یگانگت لازماً اُن کو ایک دُوسرے کے ساتھ متحد کر دیتی ہے۔ چنانچہ اِس طرح ایک بشر (مسیح) "صُلح" ہے، جیسا کہ میکاہ نبی نے نبوت کی تھی (میکاہ ۵:۵) "اور وُہی ہماری سلامتی ہو گا"۔

"ہماری صُلح" کی حیثیت میں اُس کے کام کی وُسعت کی تفصیل آیات ۱۴-۱۸ میں دی گئی ہے۔

پہلے تو ایک کرنے کا کام ہے جِس کا بیان ہم نے ابھی کیا ہے۔ اُس نے "دونوں کو ایک کر لیا"۔ دونوں سے مُراد ایمان لانے والا یہُودی اور ایمان لانے والا غیر قوم ہے۔ اب وُہ یہُودی یا غیر قوم نہیں رہے بلکہ مسیحی ہیں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ اُن کو یہُودی مسیحی اور غیر قوم مسیحی کہنا بھی درست نہیں۔ تمام جسمانی امتیازات، مثلاً قومیت، صلیب پر کیلوں سے جڑ دئے گئے تھے۔

مسیح کے کام کے دُوسرے مرحلے کو "مسمار کرنے" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ "اور جُدائی کی دیوار کو جو بیچ میں تھی ڈھا دیا"۔ لفظی معنوں میں دیوار نہیں، بلکہ وُہ نادیدنی رکاوٹ جو موسیٰ کی احکام والی شریعت نے کھڑی کر دی تھی۔ اِس کے آئین اور ضوابط اِسرائیلی قوم کو دُوسری قوموں سے جُدا کرتے تھے، اور جُدا رکھتے تھے۔ اِس کی مثال اکثر اُس دیوار سے دی جاتی ہے جو غیر یہُودیوں کو ہیکل کے علاقے میں "غیر قوموں کے صحن" تک محدُود رکھتی تھی۔ اِس دیوار پر جگہ جگہ لکھ کر خبردار کیا گیا تھا "کسی غیر قوم کا کوئی فرد پاک مقام کے اِرد گرد کی رُکاوٹ یا باڑ کے اندر آنے نہ پائے۔ جو کوئی ایسا کرتے ہُوئے پکڑا جائے گا خود ذمہ دار ہو گا، کیونکہ اِس کی سزا موت ہے"۔

۲:۱۵ - مسیح کے کام کا تیسرا پہلو "دشمنی" کو مٹا دینا ہے۔ یہ "دُشمنی" ایک طرف تو یہودی اور غیر قوم کے درمیان، اور دُوسری طرف اِنسان اور خدا کے درمیان سُلگتی رہتی تھی۔ پولسؔ رسول شریعت کو اِس دُشمنی کی معصوم سی وجہ ٹھہراتا ہے، یعنی "وہ شریعت جس کے حکم ضابطوں کے طور پر تھے"۔ موسیٰ کی شریعت ایک واحد مجموعۂ قوانین تھی۔ لیکن اس کی تشکیل الگ رسمی ضابطوں یا حکموں سے ہوتی تھی۔ اور اِن میں بے شمار خصوصی حکم تھے جو زندگی کے اگر سارے نہیں تو بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کرتے تھے۔ یہ شریعت اپنی ذات میں پاک، راست اور اچھی تھی (رومیوں ۷: ۱۲) لیکن اِنسان کی گناہ آلودہ فطرت اِس شریعت کو نفرت کرنے کے لئے اِستعمال کرنے لگی تھی، کیونکہ شریعت اِسرائیل کو زمین پر واقعی خدا کی چُنی ہوئی قوم قرار دیتی تھی، اِس لئے بہت سے یہودی مغرور ہو گئے تھے اور غیر قوم والوں کو حقارت اور نفرت سے دیکھتے تھے۔ جواب میں غیر قومیں سخت دُشمنی سے پیش آتی تھیں۔ اور ہم اِس رویّہ کو "سامیت مخالف"[1] رویّہ کے نام سے خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ مگر مسیح نے شریعت کو "دشمنی" کی وجہ ہونے سے کیسے ختم کر دیا؟ اوّل، وہ شریعت کے عدول کی قیمت ادا کرنے کے لئے مؤا۔ اِس طرح اُس نے خدا کے راست تقاضوں کو کامل طور سے پورا کر دیا۔ اب شریعت اُن سے جو "مسیح میں" ہیں مزید کچھ نہیں کہہ سکتی، کیونکہ اُن کا جرمانہ پورا پورا ادا ہو چکا ہے۔ ایمان دار شریعت کے نہیں بلکہ فضل کے ماتحت ہیں۔ تاہم اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جو چاہیں کرتے پھریں۔ اِس کا مطلب ہے کہ اب وہ مسیح کی شریعت کے ماتحت آ گئے ہیں۔ اُن پر لازم ہے کہ اُس طرح زِندگی گزاریں جیسے وہ چاہتا ہے۔

اُس دشمنی کے ختم ہو جانے سے جو شریعت کے سبب سے پیدا ہوئی تھی، خداوند ایک نئی مخلوق کو لانے کے قابل ہو گیا ہے۔ اُس نے اپنے آپ میں "دونوں کو ایک تن" بنا دیا ہے، یعنی ایمان لانے والے یہودی اور ایمان لانے والے غیر قوم سے "ایک نیا انسان" بنا دیا ہے جس کو کلیسیا کہتے ہیں۔ اُس کے ساتھ یگانگت کے وسیلے سے یہ سابقہ حریف ایک نئی رفاقت میں ایک دُوسرے کے ساتھ "ایک" ہو گئے ہیں۔ کلیسیا اِس مفہوم میں "نیا انسان" ہے کہ یہ ایک نئی مخلوق ہے جس کا پہلے وجود نہیں تھا۔ اِس کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ نئے عہد نامہ کی کلیسیا پُرانے عہد نامہ کے اِسرائیل کا تسلسل نہیں ہے۔ یہ اپنے سے پہلے اور بعد میں آنے والی ہر چیز سے قطعی مختلف

---

[1] نوحؔ کے ایک بیٹے سِمؔ کے نام کی مناسبت سے یہ نام پڑا۔

اور الگ ہے - یہ بات مندرجہ ذیل نکات سے واضح ہو جاتی ہے:

۱- یہ ایک "نئی" بات ہے کہ ایک غیر قوم کو ایک یہودی کے برابر حقوق حاصل ہوں -

۲- یہ ایک "نئی" بات ہے کہ مسیحی ہونے پر یہودی اور غیر یہودی دونوں کی قومی شناخت ختم ہو جائے -

۳- یہ ایک "نئی" بات ہے کہ یہودی اور غیر یہودی مسیح کے بدن کے یکساں عضو ہوں -

۴- یہ ایک "نئی" بات ہے کہ یہودی کو بجائے رعیت ہونے کے مسیح کی بادشاہی میں اُس کے ساتھ بادشاہی کرنے کی اُمید ہو -

۵- یہ ایک "نئی" بات ہے کہ یہودی مزید شریعت کے ماتحت نہ رہے -

کلیسیا تو واضح طور سے "نیا" مخلوق ہے - اِس کی بُلاہٹ بالکل الگ اور اِس کی منزلِ مقصود بالکل الگ ہے - اور اسے خُدا کے ارادوں میں خاص مقام حاصل ہے - لیکن مسیح کے کام کی وُسعت یہیں ختم نہیں ہو جاتی - اُس نے یہودی اور غیر قوم کے درمیان بھی "صُلح" کرائی ہے - اِس مقصد کے لئے اُس نے ایک نئی فطرت عطا کر کے اور ایک نئی یگانگت پیدا کر کے دُشمنی کے سبب کو دُور کر دیا - نسلی اِستحصال، علیحدگی پسندی، سامیت مُخالفت، تعصّبات اور اِنسانوں کے درمیان ہر طرح کے جھگڑوں کے لئے خُدا کا جواب صلیب ہے -

۱۶:۲- یہودی اور غیر قوم کے درمیان صُلح کرانے کے علاوہ خُداوند نے دونوں کو "خُدا سے" بھی ملا دیا ہے، یعنی دونوں کی خُدا کے ساتھ بھی صُلح اور میل ملاپ کرا دیا ہے - اگرچہ اسرائیل اور غیر اقوام عام طور پر ایک دُوسرے کے سخت خِلاف تھیں، لیکن ایک لحاظ سے متحد بھی تھیں ـــــ کہ دونوں خُدا سے دُشمنی رکھتی تھیں - دُشمنی کا سبب گُناہ تھا - صلیب پر اپنی مَوت کے وسیلے سے خُداوند نے دُشمنی کی وجہ کو دُور کر کے اِس "دُشمنی" کو مِٹا دیا - خُداوند یسُوع ایمان لانے والے یہودی اور غیر یہودی کو کلیسیا میں "ایک تن" بناتا ہے اور اِس بدن سے دُشمنی کا ہر نشان مِٹا کر اِسے "خُدا" کو پیش کرتا ہے -

خُدا کو ہمارے ساتھ میل ملاپ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ اُسے ہمارے ساتھ کبھی دُشمنی نہ تھی - لیکن ہمیں ضرورت تھی کہ ہمارا اُس کے ساتھ میل ملاپ ہو جائے - ہمارے خُداوند کے صلیب پر کے کام نے وُہ راست بنیاد فراہم کر دی جس کے باعث ہم دُشمنوں کی طرح نہیں بلکہ دوستوں کی طرح اُس کی حضوری میں لائے جا سکے -

۲:۱۷- آیت ۱۴ میں مسیح ہماری "صُلح" ہے - آیت ۱۵ میں اُس نے "صُلح کرائی" - اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ "اُس نے آکر ۔ ۔ ۔ صُلح کی خوشخبری دی" - وُہ کب اور کیسے آیا؟ اوّل، وُہ جی اُٹھنے میں شخصی طور پر آیا - دوم، وہ رُوحُ القدُس میں آیا - اُس نے جی اُٹھنے میں "صُلح کی خوشخبری دی" - حقیقت تو یہ ہے کہ جی اُٹھنے کے بعد اُس نے جو پہلا لفظ بولا وُہ "صُلح" یعنی سلامتی (سلام) تھا (لُوقا ۲۴: ۳۶؛ یُوحنّا ۲۰: ۱۹، ۲۱، ۲۶) - پھر اُس نے رُوحُ القدُس کی قُوت میں شاگردوں کو بھیجا اور اُن کے وسیلے سے "صُلح کی خوشخبری دی" (اعمال ۱۰: ۳۶)- "صُلح" کی یہ خوشخبری "تمہیں جو دُور تھے" (غیر قوم) "اور اُنہیں جو نزدیک تھے" (یہُودی) دی گئی - یہ یسعیاہ ۵۷: ۱۹ میں خُدا کے وعدہ کی تکمیل ہے -

۲:۱۸ - اِس ایک بدن کے اعضا اور خُدا کے درمیان صُلح ہے - اِس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ اُن کو ہر وقت خُدا کی حضُوری میں "رسائی" حاصل ہے - یہ بات پُرانے عہدنامہ کے نظام کے بالکُل برعکس ہے - اُس میں صِرف سردار کاہن ہی پاک ترین مقام یعنی خُدا کی حضُوری میں جا سکتا تھا - اور وہاں وُہ سال میں صِرف ایک دِن داخِل ہو سکتا تھا - ایڈی اِس تقابُل کو یُوں بیان کرتا ہے :

> "لیکن اَب بہُت ہی دُور دراز کا غیر قوم شخص بھی جو مسیح میں ہے اِس جلیلُ القدر رُوحانی اعزاز سے حقیقی معنوں میں اور مُسلسل لُطف اندوز ہو سکتا ہے - جبکہ (پُرانے عہد میں) ایک قوم کے ایک قبیلے کے ایک شخص کو سال میں صِرف ایک دِن اور وُہ بھی علامتی طور پر یہ اعزاز حاصِل ہوتا تھا" -

دُعا کے وسیلے سے کوئی بھی ایمان دار آسمان کی اِس تخت گاہ میں داخِل ہو کر کائنات کے شہنشاہِ مُطلق کے سامنے گھُٹنے ٹیک سکتا اور اُسے "باپ" کہہ کے مخاطب کر سکتا ہے -

دُعا کی عام ترتیب جِس کی ہمیں پیروِی کرنی چاہیئے وُہ یہاں دی گئی ہے - اوّل، دُعا "اُسی (خُداوند یسُوع) کے وسیلہ سے" ہونی چاہیئے - وُہی خُدا اور انسان کے درمیان واحِد درمیانی ہے - اُس کی موت، دفن، اور قیامت نے وہ تمام قانُونی رُکاوٹیں دُور کر دیں جن کے باعث ہم خُدا کی حضُوری میں نہیں جا سکتے تھے - اب درمیانی کی حیثیّت میں وُہ آسمان کی بلندیوں میں رہتا ہے تاکہ خُدا کے ساتھ ہماری رفاقت کو قائم رکھے - ہم اُسی کے نام میں خُدا کے پاس آتے ہیں - ہم میں اپنی کوئی لیاقت نہیں ہے، اِس لئے ہم اُس کا سہارا لیتے ہیں - دوم، دُعا میں شریک

"ہم دونوں" ہیں — یعنی ایمان لانے والے یہودی اور ایمان لانے والے غیرقوم۔ سوم، ہمیں اِعزاز حاصل ہے کہ ہماری خُدا کے پاس "رسائی ہوتی ہے"۔ چہارم، دُعا میں ہمارا مددگار "ایک ہی رُوح" ہے۔ "اِسی طرح رُوح بھی ہماری کمزوری میں مدد کرتا ہے کیونکہ جِس طور سے ہم کو دُعا کرنا چاہیے ہم نہیں جانتے، مگر رُوح خُود ایسی آہیں بھر بھر کر ہماری شفاعت کرتا ہے جِن کا بیان نہیں ہوسکتا" (رومیوں ۸: ۲۶)۔

پنجم، جِس کے پاس ہم آتے یعنی جِن تک ہماری "رسائی" ہے وُہ "باپ" ہے۔ مسیح کے جی اُٹھنے سے پہلے انسان خُدا کے حضُور ایسے کھڑے ہوتے تھے جَیسے مخلوق اپنے خالِق کے سامنے۔ جی اُٹھنے کے بعد مسیح نے فرمایا کہ "میرے بھائیوں کے پاس جا کر اُن سے کہہ کہ مَیں اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خُدا اور تمہارے خُدا کے پاس اُوپر جاتا ہُوں" (یُوحنّا ۲۰: ۱۷)۔ اُس کے فِدیہ کے کام کے نتیجے میں ایمان دار پہلی دفعہ اِس لائِق ہُوئے کہ خُدا کو "باپ" کہہ کر مخاطب کر سکیں۔ آیت ۱۸ میں ادنیٰ ترین ایمان دار کی دُعا میں تثلیث کے تینوں اقانیم براہِ راست شامِل ہیں۔ وُہ خُدا "باپ" سے دُعا مانگتا ہے، خُداوند یسوع مسیح کے "وسیلہ" سے اُس کے پاس آتا ہے اور "رُوحُ" القُدس کی قُدرت اُس کی مدد گار ہوتی ہے۔

۲: ۱۹۔ اِس باب کی آخری چار آیات میں پَولُس رسُول ایمان لانے والے غیرقوم افراد کے بعض حیرت ناک خصُوصی اِستحقاق کی فہرست پیش کرتا ہے۔ اب وُہ "پردیسی اور مُسافر" نہیں رہے۔ اب وُہ کبھی اجنبی، "کُتّے"، نامختون اور خارِج نہیں سمجھے جائیں گے۔ اب وُہ نئے عہد کے "مقدّسوں کے ہم وطن" ہوگئے ہیں۔ یہودی نسل کے ایمان داروں کو اُن پر کوئی برتری، کِسی قسم کی فوقیت نہیں۔ سارے مسیحی آسمان کے اوّل درجہ کے شہری ہیں (فلپیّوں ۳: ۲۰، ۲۱)۔ مزِید براں وہ "خُدا کے گھرانے کے ہوگئے" ہیں۔ نہ صِرف وُہ خُدا کی بادشاہی کے شہری بنا دِئے گئے ہیں، بلکہ اُن کو خُدا کے گھرانے میں لے پالک بھی بنا دیا گیا ہے۔

۲: ۲۰۔ آخری بات۔ اُن کو کلیسیا میں شامِل کِیا گیا، یا پَولُس کے پیش کردہ تصویر کے مُطابِق وُہ ایک پاک مَقدِس کی تعمیر میں پتھر بن گئے۔ پَولُس رسُول اِس مقدِس کا بیان بڑی تفصیل سے کرتا ہے۔ اِس کی "نیو"، اِس کے "کونے کے سِرے کا پتھر"، اِس کو پیوستہ کرنے یا جوڑنے والا مسالا، اِس کی وحدت اور اِس کا تناسب، اِس کی اُٹھان اور ترقی اور اِس کی دیگر لاثانی خصوصیات۔ وُہ ایک ایک کا ذکر کرتا ہے۔

یہ مُقدِس "رسُولوں اور نبیوں کی نیو پر تعمیر کیا گیا ہے"۔ یہ اشارہ نئے عہد کے "رسُولوں اور نبیوں" کی طرف ہے۔ یہاں پُرانے عہد نامہ کے نبیوں کی طرف اشارہ ممکن نہیں، کیونکہ اُن کو کلیسیا کا کچھ پتہ نہ تھا۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ "رسُول اور نبی" کلیسیا کی نیو ہیں۔ "نیو" تو مسیح یسوع ہے (۱۔کرنتھیوں ۳: ۱۱)۔ لیکن "رسُولوں اور نبیوں" نے خُداوند یسوع کی ذات اور اُس کے کام کے بارے میں جو تعلیم دی، اُس تعلیم کے وسیلے سے یہ بُنیاد (نیو) رکھی۔ اُن کے اقرار اور تعلیم سے مسیح کا جو اِظہار ہؤا اُس کے وسیلے سے کلیسیا کی بُنیاد مسیح پر ہے۔ پطرس نے اِقرار کیا کہ "تُو زِندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے" (متّی ۱۶: ۱۶) تو یسوع مسیح نے اِعلان کیا کہ اِس پتھر پر یعنی اِس ٹھوس سچائی پر کلیسیا کی بنیاد ہوگی کہ وُہ (مسیح) خُدا کا ممسُوح اور خُدا کا لاثانی بیٹا ہے (متّی ۱۶: ۱۸)۔ مکاشفہ ۲۱: ۱۴ میں رسُولوں کا مُقدّس یروشلیم کی بارہ (۱۲) بنیادوں کے ساتھ تعلق بیان کیا گیا ہے۔ وُہ بنیاد نہیں ہیں، البتہ بنیاد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ پہلے اُنھوں نے ہی مسیح اور کلیسیا کے بارے میں تعلیم دی۔ کِسی بھی عمارت کی "نیو" صرف ایک ہی دفعہ ڈالی جاتی ہے۔ اور "رسُولوں اور نبیوں" نے یہ کام ایک ہی دفعہ ہمیشہ کے لئے کر دیا۔ جو "نیو" اُنہوں نے ڈالی وُہ نئے عہد نامہ کے نوِشتوں میں ہمارے لئے محفُوظ ہے۔ البتہ اب وُہ خُود ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ ثانوی مفہوم میں ہر زمانے میں ایسے افراد موجود ہوتے ہیں جن کی خِدمت رسُولوں اور نبیوں جیسی ہوتی ہے۔ ایک کم تر معنی میں مشنری اور کلیسیاؤں کے پَودے لگانے والے "رسُول" ہیں۔ اور جو لوگ رُوحانی فائدہ اور تربیّت کے لئے پاک کلام کی منادی اور تبلیغ کرتے ہیں وُہ "نبی" ہیں۔ لیکن وُہ اوّل اور اعلیٰ مفہوم میں رسُول اور نبی نہیں ہیں۔

"یسوع مسیح" نہ صرف اِس مقدِس کی "نیو" ہے بلکہ اِس کے کونے کے سِرے کا پتھر بھی ہے۔ خُداوند یسوع کی خِدمت اور جلال کے کئی کئی پہلُو ہیں۔ کوئی مثال یا تصویر اِن کا کَما حقہٗ بیان نہیں کر سکتی۔ "کونے کے سرے کا پتھر"۔ اِس اِصطلاح کی کم سے کم تین تشریحیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اور سب کی سب خُداوند یسوع مسیح کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ وُہ کلیسیا کا لاثانی، فائق اور ناگزیر "سَر" ہے۔

۱۔ عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ "کونے کے سِرے کا پتھر" عمارت کے سامنے کے کونے کے نچلے حِصّے میں لگایا جاتا ہے۔ اور یہ عمارت کے باقی سارے ڈھانچے کے بوجھ کو سنبھالتا ہے۔ چنانچہ یہ پتھر بنیادی اہمیّت کا حامِل ہوتا ہے۔ اِن معنوں میں یہ خُداوند

کا صحیح مثیل ہے۔ اور چونکہ یہ دو دیواروں کو آپس میں جوڑتا ہے، تو یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ اُس کے وسیلے سے ایمان لانے والے یہُودی اور ایمان لانے والے غیر قوم آپس میں ایک ہو جاتے ہیں۔

۲۔ بائبل کے بعض عُلما کا خیال ہے کہ جِس لفظ کا ترجمہ "کونے کے سرے کا پتھر" کیا گیا ہے، وہ محراب میں کلیدی پتھر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ پتھر محراب میں سب سے اُونچی جگہ پر لگتا ہے، اور محراب کے دُوسرے سارے پتھروں کو سنبھالتا ہے۔ اِسی طرح مسیح بھی کلیسیا میں سب سے فائق اور سرفراز ہستی ہے۔ عِلاوہ ازیں وہ لازمی اور ناگزیر ہستی ہے۔ اُس کو ہٹا دو تو باقی سب کُچھ دھڑام سے نیچے آ گرتا ہے۔

۳۔ تیسری مُمکنہ تاویل یہ ہے کہ یہ پتھر ہرم (Pyramid) یا چوٹی کا پتھر ہے۔ یہ پتھر پُورے ڈھانچے میں سب سے اُونچے مقام پر ہوتا ہے، اور اپنی شکل اور جسامت کا واحِد پتھر ہوتا ہے۔ اِس کے زاویے اور خطُوط پُورے ہرم کی شکل و صُورت کا تعین کرتے ہیں۔ اِسی طرح مسیح کلیسیا کا سَر ہے۔ وُہ اپنی ذات اور خِدمت میں یکتا ہے، اور وُہی کلیسیا کو اُس کے یکتا خد و خال بخشتا ہے۔ اوّل اُس کی "نیو"۔

۲:۲۱۔ "اُسی میں"۔ اِن الفاظ سے مُراد مسیح ہے۔ وہی کلیسیا کی زِندگی اور ترقی کا سرچشمہ ہے۔ بلیکی کہتا ہے:

> "اُسی میں ہم اِس مَقدِس میں شامل کئے جاتے ہیں۔ اور اُسی میں ہم مَقدس کا حِصّہ ہوتے ہوئے بڑھتے اور ترقی کرتے ہیں۔ اُسی میں پُورے کا پُورا مَقدِس ترقی کرتا ہوُا آخری تکمیل کی طرف بڑھتا ہے۔"

"اُسی میں ۔ ۔ ۔ مِل ملا کر"۔ اِس اِصطلاح سے اِس "مَقدِس" کی وحدت اور تناسُب کا بیان ہوتا ہے۔ یہ فرداً "فرداً" بہُت سے اراکین سے مِل کر بننے والی ایک اکائی ہے۔ ہر رُکن کو اِس "عمارت" میں ایک مخصُوص مقام حاصِل ہے جِس کے لئے وُہ مَرد یا عورت بالکُل موزُوں ہے۔ وُہ پتھر جن کو موت کے سایہ کی وادی سے کھود کر نکالا گیا ہے، خُدا کے فضل سے کامِل موزونیت سے ایک دُوسرے کے ساتھ لگ گئے (فِٹ ہو گئے) ہیں۔ اِس عمارت کی بے مثال خصُوصیت یہ ہے کہ یہ بڑھتی جاتی ہے، یعنی "ایک پاک مَقدِس بنتا جاتا ہے"۔ لیکن یہ "بڑھنا" سیمنٹ اور اینٹوں کے اضافہ کے باعث نہیں، بلکہ یہ ایک زِندہ اِنسان کے بڑھنے کی مانند ہے۔

آخر کلیسیا کوئی بے جان چیز تو نہیں اور نہ یہ کوئی تنظیم ہی ہے۔ یہ ایک زِندہ وجُود ہے جس کا سَر مسیح ہے اور سارے ایمان دار اُس کا بدن ہیں۔ یہ پنتکُست کے دِن پیدا ہُوئی اور تب سے بڑھ رہی ہے اور فضائی اِستقبال کے وقت تک بڑھتی رہے گی۔

اِس زِندہ خام مال سے بننے اور بڑھنے والی عمارت کو "خداوند میں ایک پاک مَقدِس" کہا گیا ہے۔ پَولُس نے مَقدِس کے لئے جو لفظ (یونانی naos) اِستعمال کیا ہے اُس سے مُراد بیرُونی صحن نہیں بلکہ اندرونی زیارت گاہ ہے۔ مُضافات نہیں بلکہ پاک ترین مقام ہے۔ اُس کے ذہن میں ہیکل کی عمارتیں تھیں جن کے بیچوں بیچ پاک ترین مقام تھا۔ وہیں خُدا سکونت کرتا اور وہیں جلال کے چمکدار اور روشن بادل میں اپنا ظہور دکھاتا تھا۔

اِس بات میں ہمارے لئے بہُت سے سبق ہیں۔ (۱) خُدا کلیسیا کے اندر سکونت کرتا ہے۔ نجات یافتہ یہُودی اور غیر قوم افراد وُہ مَقدِس ہیں جس میں وُہ سکونت کرتا اور اپنا جلال ظاہر کرتا ہے۔ (۲) یہ "مَقدِس" "پاک" ہے۔ اِس کو دُنیا سے الگ کیا گیا ہے اور پاک مقاصد کے لئے مخصُوص کیا گیا ہے۔ (۳) "پاک مَقدِس" ہونے کے باعث کلیسیا وُہ مرکز ہے جس سے خُداوند یسوع مسیح کے وسیلے سے حمد و ستائش اور تعریف و ثنا اُوپر اُٹھتی اور خُدا کو پہنچتی ہے۔

پَولُس "پاک مَقدِس" کا مزید بیان کرتا ہے کہ یہ "خُداوند میں" ہے۔ دُوسرے لفظوں میں خُداوند یسوع پاکیزگی کا سرچشمہ ہے۔ مسیح کے ساتھ اپنی پیوستگی کے باعث اِس کے اراکین اپنی حیثیت کے لحاظ سے "پاک" ہیں۔ چونکہ وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے پاک ہیں اِس لئے اُنہیں عملی طور سے پاک زِندگی گزارنی چاہئے۔

۲: ۲۲۔ اِس خوبصورت مَقدِس میں ایمان لانے والے غیر قوم افراد کو یہُودیوں کے ساتھ برابر کا درجہ حاصِل ہے۔ یہ پڑھ کر اِفسیوں کے دِل جوش سے بھر گئے ہوں گے۔ اور جب دُوسروں نے بھی یہ بات پہلی بار سُنی تو اُن کے دِل بھی جوش سے بھر گئے ہوں گے۔ آج ہمارا بھی یہی حال ہونا چاہئے۔ ایمان داروں کی عجیب و غریب شان اور امتیاز یہ ہے کہ وُہ ایسی عمارت بن گئے ہیں جو "رُوح میں خُدا کا مسکن" ہے۔ مَقدِس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایسی جگہ ہو جس میں "خُدا" اپنے لوگوں میں سکونت کرے۔ کلیسیا وہ جگہ ہے۔ اِس کا مُقابلہ پُرانے عہدنامہ میں غیر قوموں کی حالت سے کریں۔ اُس وقت تو وُہ خُدا کے مَسکن کے قریب بھی پھٹک نہیں سکتے تھے اور اب وُہ خُود اِس کا ایک بڑا حِصّہ ہیں۔

اور اِس کلیسیا کے تعلق سے ذاتِ الٰہی کے تینوں اقانیم میں سے ہر ایک کی خدمت پر غور کریں۔ (۱) "اُس میں" یعنی مسیح میں۔ اُس کے ساتھ ایک ہونے کے وسیلے سے ہم اِس مقدِس میں تعمیر کیے گئے ہیں۔ (۲) "خدا کا مسکن"، یہ مقدِس زمین پر خدا باپ کا گھر ہے۔ (۳) "رُوح میں" ―― "خدا" "رُوح" القدس کی معرفت کلیسیا کے اندر سکونت کرتا ہے (۱۔ کرنتھیوں ۳: ۱۶)۔

یہ باب اِس بیان سے شروع ہوا تھا کہ غیر قومیں مُردہ، بگڑی ہوئی، خدا کی سخت مخالف اور نافرمان ہیں۔ اپنے اختتام پر یہی باب بیان کرتا ہے کہ غیر قوموں کو اُن کی ساری ناپاکی، ناراستی اور برگشتگی سے پاک کیا گیا ہے اور وہ "رُوح میں خدا کا مسکن" بن گئی ہیں۔

و۔ بھید کے بارے میں ایک جُملۂ معترضہ (۳: ۱-۱۳)

۳: ۱۔ پولُس رسول اِس آیت میں ایک بیان شروع کرتا ہے۔ آیت ۲ میں اُس کی تشریح ہے اور پھر یہ آیت ۱۴ میں دوبارہ شروع ہوتا ہے۔ درمیانی آیات ایک جُملۂ معترضہ ہیں، جس کا موضوع ہے مسیح اور کلیسیا کا آپس کا تعلق ایک بھید ہے۔

یہ بات اِس لئے خصوصی دلچسپی کا باعث بن جاتی ہے کہ موجودہ کلیسیائی دَور خدا کے انتظام میں خود ایک جُملۂ معترضہ ہے۔ اِس کی وضاحت یوں ہو سکتی ہے: پُرانے عہد میں درج تاریخ کے زیادہ تر عرصے کے دَوران خدا بنیادی طور پر یہودی قوم سے معاملہ کر رہا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پیدائش باب ۱۲ سے لے کر ملاکی باب ۴ تک کا پُورا بیان صرف ابرہام اور اُس کی نسل پر مرتکز ہے۔ جب خداوند یسوع اِس دُنیا میں آیا تو اُس کو رَدّ کر دیا گیا۔ اِس کے نتیجے میں خدا نے اپنی چُنی ہوئی (برگزیدہ) زمینی قوم کو عارضی طور پر برطرف کر دیا۔ اِس وقت ہم کلیسیائی دَور میں رہ رہے ہیں جبکہ یہودی اور غیر قوم خدا کے سامنے ایک ہی سطح پر ہیں۔ جب کلیسیا مکمل ہو جائے گی اور اپنے آسمانی وطن میں اُٹھا لی جائے گی تو خدا من حیث القوم اسرائیل کے ساتھ اپنا پروگرام دوبارہ شروع کرے گا۔ نبوّتی گھڑی کی سُوئیاں پھر سے چلنے لگیں گی۔ چنانچہ موجودہ دَور بنی اسرائیل کے ساتھ خدا کے ماضی اور مستقبل میں سلوک کے درمیان ایک جُملۂ معترضہ ہے۔ یہ خدا کے پروگرام میں ایک نیا انتظام ہے۔ نہ اِس

سے پہلے کبھی ایسا ہُوا، نہ بعد میں ہوگا۔

آیات ۲-۱۳ میں پولُس اِس کے بارے میں اچھی خاصی تفصیل دیتا ہے۔ یہ ایک غیر مجوزہ اتفاق ہے کہ ایسا کرتے ہُوئے وُہ ایک اِنتظامی دَور کے "جُملۂ مُعترضہ" کو بیان کرنے کے لئے ادبی جُملۂ مُعترضہ کا استعمال کرتا ہے۔

اِس حِصّے کے آغاز میں پولُس کہتا ہے: "اِسی سبب سے مَیں پولُس جو تُم غیر قوم والوں کی خاطر مسیح یسوع کا قیدی ہُوں"۔

"اِسی سبب سے"۔ یہ الفاظ اس بات کی طرف اِشارہ کرتے ہیں جو پولُس نے ابھی ابھی بتائی ہے کہ مسیح میں ایک ہو جانے کے باعث ایمان لانے والے غیر قوم افراد کو ایک معزز مقام حاصل ہو گیا ہے۔

عام طور سے مانا جاتا ہے کہ پولُس نے یہ خط روم میں اپنی پہلی قید کے دَوران لکھا تھا۔ لیکن وُہ اپنے آپ کو روم کا قیدی نہیں کہتا۔ اِس سے تو احساسِ شکست کا اِظہار ہوتا، خود رحمی کا جذبہ کارفرما نظر آتا یا دُوسروں سے رحم کی خواہش دِکھائی دیتی۔ پولُس اپنے آپ کو "مسیح یسوع کا قیدی" کہتا ہے۔ اِس سے وقار اور فتح مندی کا اظہار ہوتا ہے۔ رُوت پیکسن کیا خوب کہتی ہے:

> "اِفسیوں کے خط سے قید خانے کی بُو نہیں آتی، کیونکہ پولُس رُوح میں قید نہیں ہے۔ وُہ روم کا قیدی تو ہے مگر وہ اِس بات کا اقرار نہیں کرتا بلکہ دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں یسوع مسیح کا قیدی ہُوں۔ یہ کسی دُوسری ہی دُنیا کی بات معلوم ہوتی ہے۔ اِس فتح مندی کا بھید کیا ہے؟ پولُس کی رُوح مسیح کے ساتھ آسمانی مقاموں میں ہے، جبکہ اُس کا بدن قید خانے میں پژمُردہ ہو رہا ہے۔"

پولُس کی قید یقیناً "غیر قوم والوں" کی خاطر تھی۔ وُہ ہمیشہ یہی تعلیم دیتا تھا کہ مسیحی کلیسیا میں ایمان لانے والے غیر قوم افراد کو ایمان لانے والے یہُودیوں کے برابر درجہ حاصل ہے، اور اِس وجہ سے اُس کی بُہت سخت مخالفت ہوتی تھی۔ اُس کی گرفتاری اور قیصر کے سامنے پیشی کا محرّک کیا تھا؟ یہی کہ اُس پر جُھوٹا الزام لگایا گیا تھا کہ وُہ ترفمس نامی ایک اِفسی کو ہیکل کے اُس عِلاقے میں لے گیا تھا جو غیر قوموں کے لئے "ممنُوعہ علاقہ" تھا (اعمال ۲۱: ۲۹)۔ لیکن اِس الزام کے پیچھے مذہبی لیڈروں کی شدید دُشمنی تھی جو وُہ پولُس سے رکھتے تھے۔

۲:۳- پولُس اپنے خیالات کا سِلسلہ منقطع کرکے اِس بھید کے بارے میں گفتگو شروع کرتا ہے۔ یہ اِنتظامی جُملۂ معترضہ کے اندر وُہی ادبی جُملۂ معترضہ ہے جِس کا ہم نے پہلے ذِکر کِیا ہے۔

”شاید“ اِس لفظ سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ پولُس کے قارئین غیر قوموں کے لئے اُس کے خاص مِشن کے بارے میں نہیں جانتے ہوں گے۔ دراصل بعض اوقات اِس آیت کو یہ ثابت کرنے کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے کہ جِن لوگوں کو پولُس یہ خط لکھ رہا تھا اُن کو جاننا نہیں تھا اور اِس لئے یہ خط اِفسیوں کو نہیں لِکھا گیا تھا۔ لیکن اَصل زبان میں ”شاید“ کے لئے جو لفظ استعمال ہُوا ہے اُس کا مطلب اکثر ”چونکہ“ بھی ہوتا ہے۔ اِس لئے فلپس نے اِسے یُوں سلیس انداز میں پیش کیا ہے ”چونکہ تُم نے ... حال سُنا ہے“۔ بے شک اُنہوں نے سُنا تھا کہ پولُس کو یہ خاص خِدمت سپُرد ہُوئی ہے۔ وُہ اِس خِدمت کو ”خدا کے ... فضل کے ... انتظام“ کا نام دیتا ہے۔ یہاں ”اِنتظام“ سے مُراد ”مُختاری“ ہے۔ مُختار وُہ ہوتا ہے جِس کو کِسی دُوسرے کے مُعاملات کا اِنتظام وانصرام کرنے کے لئے مقرر کیا جائے۔ پولُس خُدا کا مُختار تھا کہ وُہ نئے عہد کی کلیسیا کے بارے میں عظیم سچائی کو بیان اور ظاہر کرے۔ یہ کم سے کم تین معنوں میں ”خدا کے فضل“ کی مختاری تھی۔

۱- چُنے جانے والے کے لحاظ سے۔ پولُس اِس مہربانی اور عنایت کا حق دار نہیں تھا کہ خُدا نے اُس کو اِتنے بڑے اِعزاز کے لئے چُن لیا۔

۲- پیغام کی نوعیّت کے لحاظ سے — یہ خُدا کی مُفت بخشِش اور مہربانی کا پیغام ہے، اِنسان جِس کا حقدار نہیں تھا۔

۳- پیغام پانے والوں کے لحاظ سے — غیر قوم لوگ ایسی شفقت اور مہربانی کے قطعاً حقدار نہ تھے۔ تو بھی ”فضل“ کی یہ مختاری پولُس کے سپُرد ہُوئی تاکہ وُہ آگے اِس کو غیر قوموں تک پہنچا دے۔

۳:۳- پولُس کو یہ خاص ”بھید“ کِسی دُوسرے سے حاصِل نہیں ہُوا تھا اور نہ اُس نے اپنی عقل سے دریافت کیا تھا، بلکہ اُس کو خُدا کے براہِ راست ”مکاشفہ سے معلوم ہُوا“ تھا۔ ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ مکاشفہ کہاں اور کیسے ہُوا تھا۔ صِرف اِتنا جانتے ہیں کہ کِسی معجزانہ طریقے سے خُدا نے پولُس کو دِکھا دیا کہ تبدیل شُدہ یہودیوں

اور تبدیل شدہ غیرقوم والوں کو ملا کر ایک کلیسیا بنانے کا میرا کیا منصوبہ ہے۔ ہم پہلے متعدد بار بیان کر چکے ہیں کہ یہ "بھید" ایسا پاک راز ہوتا ہے جو ابھی تک معلوم نہیں تھا، نہ انسانوں کو معلوم ہو سکتا تھا، مگر اب خدا اُس کو منکشف کرتا ہے۔ پولس نے مختصراً اس "بھید" کی طرف اشارے کئے تھے، دیکھئے ۱: ۹-۱۴، ۲۲، ۲۳؛ ۲: ۱۱-۲۲۔

۳: ۴۔ اس موضوع پر پولس جو کچھ پہلے لکھ چکا ہے وہ اُس کے قارئین کو یہ دکھانے کے لئے کافی ہے کہ اس کو "مسیح" کے اس "بھید" کی بصیرت حاصل ہے۔ بلیکی کلام کے اس حصے کو آسان زبان میں یوں بیان کرتا ہے:

> "اس موضوع کے حوالہ سے جس کے بارے میں پہلے لکھا گیا ہے، اس کو مزید سمجھانے کے لئے میں اب زیادہ تفصیل سے لکھتا ہوں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہیں سکھانے والا اس بھید کے بارے میں پوری پوری واقفیت رکھتا ہے۔"

۳: ۵۔ آیات ۵ اور ۶ میں بھید کا مکمل بیان دیا گیا ہے۔ پولس واضح کرتا ہے کہ بھید کیا ہوتا ہے، اور پھر یہ کہ مسیح کا بھید کیا ہے۔

اول۔ یہ ایسی سچائی ہے "جو اَور زمانوں میں بنی آدم کو اس طرح معلوم نہ ہوئی تھی۔" مراد یہ ہے کہ اس کو پرانے عہدنامہ میں تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ وہاں اِس سچائی کا عکس یا مثال تو ہو سکتی ہے، مگر خود یہ سچائی اُس زمانے میں معلوم نہ تھی۔

دوم۔ یہ ایسی سچائی ہے جس کو "روح القدس" نے "اب" خدا کے "مقدس رسولوں اور نبیوں پر" "ظاہر" کر دیا ہے۔ ظاہر کرنے والا خدا ہے۔ "رسولوں اور نبیوں" کو مخصوص کیا گیا کہ اس مکاشفہ کو حاصل کریں۔ اور "روح" القدس وہ وسیلہ ہے جس کی معرفت یہ مکاشفہ اُن تک پہنچا۔

ہم کو جاننا چاہئے کہ یہاں "رسولوں اور نبیوں" سے مراد نئے عہدنامہ کے رسول اور نبی ہیں، ورنہ اس آیت میں تضاد نظر آئے گا۔ پہلے حصے میں کہا گیا ہے کہ یہ بھید، یہ سچائی اَور زمانوں میں ظاہر نہیں کی گئی تھی، اس لئے پرانے عہدنامہ کے نبیوں کو اِس کا علم نہ تھا۔ تو پولس کے زمانے میں یہ اُن آدمیوں کے علم میں کیسے آ سکتی تھی جن کو مرے صدیاں گزر چکی تھیں؟ صاف مطلب یہ ہے کہ مسیح اور کلیسیا کی یہ سچائی کلیسیائی زمانے کے اُن لوگوں کو بتائی گئی جن کو جی اُٹھے خداوند نے خاص طور سے مقرر کیا تھا کہ اُس کے نمائندہ ہو کر

پولس اور دُوسروں کو بتائیں (پَولُس یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ مَیں وُہ واحِد شخص ہُوں جس پر یہ مُقدّس بھید کھولا گیا ہے۔ وُہ بُہتوں میں سے ایک تھا۔ البتہ اپنے زمانہ کے غیر قوم لوگوں کو یہ بھید بتانے میں اور خطُوط کے وسیلے سے بعد کی نسلوں تک پُہنچانے میں وُہ سب سے آگے رہے)۔

یہاں یہ بتانا مناسب معلُوم ہوتا ہے کہ بہُت سے مسیحی مذکُورہ بالا نظریہ سے مختلف نظریہ رکھتے ہیں۔ وُہ کہتے ہیں کہ کلیسیا تو پُرانے عہدنامہ میں بھی موجُود تھی کہ اُس دَور میں اسرائیل کلیسیا تھی، اور کہ کلیسیا کا بھید زیادہ وضاحت سے اور پُورے طور سے اب ظاہر کیا گیا ہے۔ وُہ کہتے ہیں: "اَور زمانوں میں یہ بھید اِس طرح معلُوم نہ تھا جَیسے اب ظاہر کِیا گیا ہے — معلُوم تو تھا، مگر اِس قدر نہیں جِس قدر اَب ہے۔ ہم کو زیادہ بھرپور مُکاشفہ دیا گیا ہے۔ مگر ہم اَب بھی خُدا کا اِسرائیل ہیں، یعنی خُدا کی اُمّت کا تسلسل ہیں"۔ اپنی دلیل کے حق میں وُہ اعمال ۷: ۳۸ کو پیش کرتے ہیں جہاں اسرائیلی قوم کو "بیابان کی کلیسیا" کہا گیا ہے۔ بے شک یہ درست ہے کہ خُدا کی برگزیدہ اُمّت کو بیابان کی کلیسیا (جماعت) کہا گیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کا "مسیحی" کلیسیا سے کوئی تعلق ہے۔ کیونکہ یُونانی لفظ ekklesia (اکلیسیا) عام اصطلاح ہے جِس کا مطلب گروہ، جماعت، یا باہر بُلائے گئے لوگ ہیں۔ اعمال ۷: ۳۸ میں یہ صِرف اِسرائیل کے لئے ہی اِستعمال نہیں ہوُا۔ اعمال ۱۹: ۳۲، ۴۱ میں بھی یہی لفظ اِستعمال ہوُا ہے جہاں اِس کا ترجمہ "مجلس" کیا گیا ہے، جبکہ یہ ایک بے دین گروہ تھا۔ یہ فیصلہ سیاق و سباق سے کرنا چاہئے کہ کَون سی "کلیسیا" یا جماعت مُراد ہے۔

آیت ۵ کے سِلسلے میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اِس کا مطلب ہے کہ پُرانے عہد نامہ میں کلیسیا موجُود تھی، البتہ ایسے پُورے طور سے ظاہر نہیں کی گئی تھی جَیسے اب ہے۔ اِس دلیل کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟ اِس کا جواب کلسیّوں ۱: ۲۶ میں مِلتا ہے جہاں بالکُل صاف صاف بیان ہوُا ہے کہ یہ بھید "زمانوں اور پُشتوں سے پوشیدہ رہا۔ لیکن اب اُس کے اُن مقدّسوں پر ظاہر ہوُا"۔ یہاں مکاشفہ کے درجے یا مرحلے کا سُوال نہیں بلکہ اِس کی حقیقت کا بیان ہے۔

۳: ۶ - اب ہم اِس بھید کے مرکزی نکتے تک پُہنچتے ہیں کہ خُداوند یسوع مسیح کی کلیسیا میں ایمان لانے والے غیر قوم "خوشخبری کے وسیلے سے میراث میں شریک اور بدن میں شامِل اور وعدہ میں داخِل ہیں"۔ دُوسرے لفظوں میں ایمان لانے والے غیر قوم افراد کو ایمان لانے والے یہُودیوں

کے برابر استحقاق حاصل ہے۔

اوّل وُہ "میراث میں شریک" ہیں۔ جہاں تک میراث کا تعلق ہے وُہ نجات یافتہ یہُودیوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ وُہ خُدا کے وارث اور مسیح کے ہم میراث اور اُن سب کے ساتھ "میراث میں شریک" ہیں جن کا فدیہ دیا گیا ہے۔

پھر وُہ ایک ہی "بدن میں شامل" یعنی دُوسروں کے ساتھ اعضا ہیں۔ اب کوئی دُوری، یا کمی نہیں رہی بلکہ کلیسیا میں اُن کو نجات یافتہ یہُودیوں کے برابر درجہ حاصل ہے۔

اور پھر وُہ "مسیح یسوع میں ... خوشخبری کے وسیلہ سے ... وعدہ میں داخل ہیں"۔ یہاں "وعدہ" سے مُراد رُوح القُدس ہو سکتا ہے (اعمال ۱۵:۸؛ گلتیوں ۳:۱۴) یا مُراد وُہ سب کچھ ہو سکتا ہے جس کا وعدہ "خوشخبری" میں اُن سب سے کیا گیا ہے جو "مسیح یسوع میں" ہیں۔ غیر قوم اِن ساری باتوں میں برابر کے شریک ہیں۔

پُرانے عہدنامہ کے ایمان داروں پر اِن میں سے کوئی بات صادق نہیں آتی، اور نہ مسیح کی آنے والی بادشاہی پر صادق آتی ہے۔

پُرانے عہدنامہ میں بنی اسرائیل کو خُدا کے حضُور میں خاص، نمایاں اور اعزاز کا مقام حاصل تھا۔ اگر اُس زمانے میں کہا جاتا کہ کوئی غیر قوم والے خُدا کے وعدوں میں برابر کے شریک ہیں تو یہُودی اِس بات پر ہنستے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اِسرائیل کے نبیوں نے غیر قوموں کی بُلاہٹ کی پیشین گوئیاں تو کی تھیں (یسعیاہ ۴۹:۶؛ ۵۶:۶، ۷) لیکن اُنہوں نے کہیں بھی اشارہ تک نہیں کیا کہ غیر قوم افراد کسی ایسی جماعت میں یہُودیوں کے ساتھ اِس طرح شامل اور شریک ہوں گے کہ یہُودیوں کو کوئی برتری یا فوقیت نہ ہوگی۔

ہمارے خُداوند کی آنے والی بادشاہی میں اِسرائیل قوموں کا سردار ہوگا (یسعیاہ ۶۰:۱۲)۔ غیر قومیں برکت پائیں گی، لیکن یہ برکت اِسرائیل کی معرفت ہوگی (یسعیاہ ۶۰:۳؛ ۶۱:۶؛ زکریاہ ۸:۲۳)۔

اِسرائیل کی بُلاہٹ اگرچہ کلیتہً تو نہیں مگر بنیادی طور پر اِس زمین پر دُنیاوی برکات کے لئے تھی (استثنا باب ۲۸؛ عاموس ۹:۱۳-۱۵) کلیسیا کی بُلاہٹ بنیادی طور پر آسمانی مقاموں میں رُوحانی برکات کے لئے ہے (افسیوں ۱:۳)۔ اِسرائیل کو زمین پر خُدا کی برگزیدہ قوم ہونے کے لئے بُلایا گیا تھا اور کلیسیا کو مسیح کی آسمانی دُلہن ہونے کے لئے بُلایا گیا ہے (مکاشفہ ۲۱:۲، ۹)۔ اسرائیل کو مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی میں برکت مِلے گی (ہوسیع ۳:۵)، کلیسیا مسیح کے ساتھ جلال

میں شریک ہو کر ساری کائنات پر بادشاہی کرے گی (افسیوں ۱: ۲۲، ۲۳)۔

اِس لئے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کلیسیا نہ تو اِسرائیل ہے، نہ بادشاہی، بلکہ دونوں سے الگ ہے۔ یہ ایک نیا مُعاشرہ، بے مثال رفاقت اور بائبل میں مذکور ایمان داروں کی سب سے زیادہ استحقاق اور اعزاز یافتہ جماعت ہے۔ کلیسیا مسیح کے آسمان پر جانے کے بعد رُوحُ القُدس کے دِئے جانے سے وجُود میں آئی (اعمال باب ۲)۔ اِس کی تشکیل رُوحُ القُدس کے بپتسمہ سے ہُوئی (۱-کرنتھیوں ۱۲: ۱۳)۔ اِس کی تکمیل فضائی اِستقبال کے وقت ہو گی، جب اُن سب کو آسمانی وطن میں اُٹھا لیا جائے گا جو مسیح میں ہیں (۱-تھسلُنیکیوں ۴: ۱۳ — ۱۸؛ ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۲۳، ۵۱ — ۵۸)۔

۳: ۷۔ اِس سے پہلے پَولس اِس بات پر زور دے رہا تھا کہ کلیسیا میں غیر قوم والے، اور یہُودی برابر کے شریک ہیں۔ اب وُہ اِس تعلق کے حوالے سے خُود اپنی خِدمت کی بات کرتا ہے (آیات ۷ - ۹)۔

اوّل۔ وُہ "اِس خوشخبری کا خادِم بنا"۔ خادم یا خدمت کا لفظ غلط فہمی پیدا کرتا ہے، کیونکہ اِس کا مروجہ مطلب کلیسیا کے پاسٹر کا ہے۔ نئے عہدنامہ میں اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ اِس لفظ کے بنیادی معنی "نوکر" کے ہیں۔ پَولُس کا مطلب صِرف یہ ہے کہ اِس بھید کے تعلق سے مَیں خُداوند کا نوکر ہُوں۔

یہ خِدمت اپنی نوعیّت کے لحاظ سے ایک بخشِش ہے جِس کے وُہ لائق نہ تھا۔ "خُدا کے اُس فضل کی بخشِش سے جو ... مجُھ پر ہُوا"۔ یہ صِرف "فضل" کا مظاہرہ نہیں تھا، بلکہ اِس سے خُدا کی "قُدرت" بھی ظاہر ہوتی ہے جو ایک مغرُور اور اپنی ہی نظروں میں راست باز فریسی تک پُہنچی، اُس کی رُوح کو نجات دی، اُس کو مکاشفے پانے کی توفیق دی، اور اِس کام کے لئے اُسے طاقت عطا کی۔ اِس لئے پَولس کہتا ہے کہ خُدا کی "قُدرت کی تاثیر سے" مجھے یہ "بخشِش" مِلی۔

۳: ۸۔ پَولُس اپنے بارے میں کہتا ہے کہ مَیں "سب مُقدّسوں میں چھوٹے سے چھوٹا ہوں"۔ بعض لوگوں کو یہ جُھوٹی فروتنی معلُوم ہوتی ہے۔ دراصل یہ ایک ایسے شخص کا حال ہے جو رُوحُ القُدس سے معمُور ہے۔ جو شخص بھی مسیح کو اُس کے جلال میں دیکھتا ہے اُس کو اپنی گناہ آلودگی اور نکمے پن کا شِدت سے اِحساس ہو جاتا ہے۔ اور پَولُس کو تو یہ بھی یاد تھا کہ مَیں خُدا کی کلیسیا

کو ستانے میں خُداوند یسوع کو ستایا کرتا تھا (اعمال ۹:۴؛ گلتیوں ۱:۱۳؛ فلپیوں ۳:۶)۔ اِس کے باوجود خُداوند نے اُسے خاص انداز سے مقرر کیا تھا کہ "غیر قوموں کو" خوشخبری سُنائے (اعمال ۹:۱۵؛ ۱۳:۴۷؛ ۲۲:۲۱؛ گلتیوں ۲:۲، ۸)۔ پَولُس "غیر قوموں" کا رسُول تھا جیسے کہ پطرس یہودیوں کا تھا۔ اُس کی خِدمت دُہری تھی۔ ایک تو وہ لوگوں کو بتاتا تھا کہ نجات کیسے پاتی ہے، پھر وُہ اُن کو نئے عہد کی کلیسیا کی سچائی بیان کرتا تھا۔ منادی کرنا ہی اُس کا مقصد نہیں تھا، بلکہ وُہ اِسے نئے عہد کی مقامی کلیسیائیں قائم کرنے اور اِن کو مضبُوط کرنے کی طرف ایک قدم سمجھتا تھا۔

اُس کی خِدمت کا پہلا کام "غیر قوموں کو مسیح کی بے قیاس دولت کی خوشخبری" دینا تھا۔ بلیکی اِس کے بارے میں کہتا ہے :

> "دو دِلفریب لفظ اِستعمال ہوئے ہیں، ایک "بے قیاس" دُوسرا "دَولت"۔ یہ اُن چیزوں کا تصوّر پیش کرتے ہیں جو نہایت ہی قیمتی ہیں اِس لئے کہ بے نہایت طور پر بکثرت ہیں۔ قیمتی چیزیں ہمیشہ کمیاب ہوتی ہیں اور یہی کمیابی اُن کی قدر و قیمت میں اضافہ کرتی ہے۔ لیکن یہاں جو چیز بے حد قیمتی ہے وُہ بکثرت بھی ہے۔ اور یہ ہے ترس اور محبّت، مقدس کرنے، تسلّی دینے اور تبدیل کرنے کی 'دولت'، جو بالکل بے کراں ہے اور ہر ضرورت کو پُورا کر سکتی ہے۔ دِل کی ہر تمنّا کو اب بھی اور ہمیشہ ہمیشہ پُورا کر سکتی ہے۔"

جب کوئی شخص خُداوند یسوع کو قبول کرتا ہے، وُہ رُوحانی طور سے فوراً کروڑپتی بن جاتا ہے۔ مسیح میں بے قیاس خزانوں کا مالِک بن جاتا ہے۔

۳:۹۔ پَولُس کی خِدمت کا دُوسرا حِصّہ یہ تھا کہ "سب پر یہ بات روشن کر دے کہ اِس خِدمت کا کیا انتظام ہے"۔ دُوسرے لفظوں میں اُن پر ظاہر کرنا کہ "بھید" عملی طور پر کس طرح کام کر رہا ہے۔ موجُودہ دَور میں خُدا کا منصوبہ یہ ہے کہ اپنے نام کی خاطر غیر قوموں کو بُلا کر (اعمال ۱۵:۱۴) اپنے بیٹے کے لئے دُلہن تیار کرے۔ اِس منصوبے میں جو کُچھ شامِل ہے وُہی "بھید" کا "انتظام" ہے۔ "سب" سے یہاں مُراد "سب" ایمان داروں سے ہے۔ غیر نجات یافتہ لوگوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ "بھید" کی سچائیوں کو سمجھیں گے (۱-کرنتھیوں ۲:۱۴)۔ چنانچہ "سب" سے پَولُس کی مُراد "سب" ایمان دار لوگ ہیں — یہُودی

اور غیر قوم، غُلام اور آزاد — سب۔

یہ "بھید ازل سے سب چیزوں کے پیدا کرنے والے خُدا میں پوشیدہ رہا"۔ یہ منصُوبہ خُدا کے ذہن میں تو ازل سے موجُود تھا، مگر یہاں خیال یہ ہے کہ اُس نے اِنسانی تاریخ کے سارے دَوروں میں اِسے چھُپائے رکھا۔ ہمیں ایک دفعہ پھر غور کرنا چاہئے کہ رُوحُ القدُس کتنی فکر کے ساتھ ہم پر یہ حقیقت روشن کرتا ہے کہ یہ جماعت یعنی عالمگیر کلیسیا ایک نئی، بے مثال اور لاثانی چیز ہے۔ اِس سے پہلے خُدا کے سِوا اِس کا کسی کو علم نہ تھا۔ یہ بھید "سب چیزوں کے پیدا کرنے والے خُدا میں پوشیدہ رہا"۔ اُس نے یہ مادّی کائنات خلق کی، اور اُسی نے سارے زمانے خلق کئے اور اُسی نے کلیسیا کو خلق کیا۔ مگر اُس نے اپنی حکمت سے یہ فیصلہ کیا کہ اِس نئی مخلوق کے علم کو مسیح کی پہلی آمد تک چھپائے رکھے۔

۳: ۱۰۔ اِس بھید کے تعلق سے خُدا کا ایک ارادہ یہ ہے کہ اپنی "طرح طرح کی حکمت" کو فرشتوں کے آسمانی لشکروں پر ظاہر کرے۔ پولُس یہاں پھر اسکول کا اِستعارہ اِستعمال کرتا ہے۔ خُدا معلّم ہے۔ کائنات کلاس روم ہے، معزّز فرشتگان طالب علم، "خُدا کی" کثیر پہلو "حکمت" سبق کا موضُوع اور کلیسیا کی تشکیل سے اس حکمت کو ظاہر کیا جا رہا ہے۔ آسمان سے فرشتگان مجبُور ہیں کہ خُدا کے بے قیاس فیصلوں کی تعریف کریں اور اُس کی سمجھ سے بالاتر راہوں پر تعجّب کریں۔ وُہ دیکھتے ہیں کہ خُدا نے کِس طرح گُناہ پر فتح پا کر جلال حاصل کیا ہے۔ وُہ دیکھتے ہیں کہ کِس طرح اُس نے آسمان کے "اعلیٰ ترین" کو دُنیا کے "ادنیٰ ترین" کے لئے بھیج دیا۔ وُہ دیکھتے ہیں کہ کِس طرح اُس نے بھاری قیمت دے کر اپنے دشمنوں کا فدیہ دیا ہے، اُن کو محبّت سے فتح کیا اور اپنے بیٹے کے لئے دُلہن بنایا ہے۔ وُہ دیکھتے ہیں کہ اُس نے کِس طرح اُن کو ساری رُوحانی برکات سے جو آسمانی مقاموں میں ہیں مالا مال کیا ہے۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ صلیب پر خُداوند یسُوع کے کام کے وسیلے سے خُدا کو اَور زیادہ جلال ملا ہے اور ایمان لانے والے یہودیوں اور غیر قوم والوں کو اِتنی زیادہ برکتیں ملی ہیں کہ اگر گُناہ کو کبھی دُنیا میں داخل نہ ہونے دیا جاتا تو بھی نہ مل پاتیں۔ خُدا راست ٹھہرا ہے۔ مسیح سرفراز ہُوا ہے۔ اِبلیس کو شکست ہُوئی ہے۔ اور کلیسیا مسیح میں تخت نشین ہوئی ہے تاکہ اُس کے جلال میں شریک ہو۔

۳: ۱۱۔ خُود یہ بھید، اِس کو پوشیدہ رکھنا، اور بالآخر ظاہر کرنا، اور جس طرح سے یہ خُدا کی حکمت کو ظاہر کرتا ہے، یہ سب کچھ اُس کے "اُس ازلی ارادہ کے مطابق ہے" جو اُس نے ہمارے

خُداوند مسیح یسُوع میں کیا تھا"۔ اِس سے پیشتر کہ یہ دُنیا بنائی گئی خُدا جانتا تھا کہ شیطان گُناہ میں گر جائے گا اور اِنسان گُناہ میں اُس کی پیروی کرے گا۔ اُس نے اِس ساری صُورتِ حال سے نمٹنے کے لئے ایک جوابی حِکمتِ عملی/ ایک شاہکار منصُوبہ تیار کر رکھا تھا۔ یہ منصُوبہ مسیح کے تجسُّم، مَوت، قیامت، صعُود اور جلال پانے میں پُورا ہُوا ہے۔ اِس سارے پروگرام کا مرکز مسیح تھا اور اُسی کے وسیلے سے اِس پر عمل درآمد ہُوا ہے۔ اب خُدا بے خُدا غیر قوم والوں اور یہُودیوں کو نجات دے سکتا ہے، اُن کو مسیح کے بدن کے اعضا بنا سکتا ہے، اُن کو اپنے بیٹے کی صُورت کے مشابہ بنا سکتا ہے، اور اُن کو ابد تک برّہ کی دُلہن بنا کر لاثانی عزّت دے سکتا ہے۔

۱۲:۳۔ مسیح کے کام، اور اُس کے ساتھ ہماری پیوستگی کے نتیجے میں ہم کو یہ بے بیان اِعزاز اور اِستحقاق حاصِل ہے کہ ہر وقت خُدا کی حضُوری میں داخِل ہو سکتے ہیں اور پُورا اِعتماد رکھ سکتے ہیں کہ ہماری سُنی جائے گی (یعقوب ۱: ۵)۔ ہماری "دلیری" دراصل ایسا مؤدبانہ رویّہ ہے جس میں خوف نہیں۔ اور یہ "دلیری" ایسی ہے جو بچّوں کو باپ سے مخاطب ہونے میں ہوتی ہے۔ ہماری "رسائی" ہماری وہ آزادی ہے جس سے ہم دُعا میں خُدا سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اور ہمارے "بھروسے" سے مُراد یہ یقین ہے کہ ہمیں خوش آمدید کہا جائے گا، ہماری سُنی جائے گی اور ہمیں حِکمت اور محبّت سے بھرپُور جواب دیا جائے گا۔ یہ سب کچھ خُداوند یسُوع مسیح پر "ایمان رکھنے کے سبب سے" ہے۔

۱۳:۳۔ اِس خِدمت کے وقار اور اِس سے پیدا ہونے والے عجیب نتائج کے پیشِ نظر پَولُس مقدسین کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ اُس کی "مصیبتوں" کے بارے میں سوچ کر بے دِل نہ ہوں۔ وہ غیر قوموں میں اپنے مشن کی خاطر "مصیبتیں" اُٹھا کر خوش ہے۔ اُس کی مصیبتوں کے سبب سے بے حوصلہ ہونے کی بجائے اُن کو فخر کرنا چاہئے کہ اُس کو خُداوند یسُوع کی خاطر دُکھ سہنے کے لائق تو سمجھا گیا۔ اُن کو اُس کی "مصیبتوں" کے فوائد کا سوچ کر خوش ہونا چاہئے کہ اِس طرح خود اُن کو اور دُوسرے غیر قوم والوں کو کیا کیا فائدے پہنچے ہیں۔ اُس کی حالیہ قید کو بے عزّتی کا نہیں بلکہ "عزّت کا باعِث" سمجھنا چاہئے۔

ذ۔ پَولُس مقدّسین کے لئے دُعا مانگتا ہے (۳: ۱۴-۱۹)

۱۴:۳۔ اب پَولُس اُس خیال کی طرف دوبارہ آتا ہے جو پہلی آیت میں شرُوع کیا تھا

اور بھید کے بارے میں جملۂ معترضہ کے باعث چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ "اِس سبب سے" کے الفاظ باب ۲ میں اِس بیان کی طرف رجُوع کرتے ہیں کہ طبعی طور پر غیر قوم کیا تھے اور مسیح کے ساتھ پیوستگی کی وجہ سے کیا بن گئے ہیں۔ وُہ غربت اور موت سے نِکل کر جس حیرت افزا جلال کی دولت کو پہنچے ہیں یہ پولُس کو دُعا مانگنے پر مجبُور کرتا ہے کہ وہ اپنی سرفرازی سے عملی طور پر لُطف اندوز ہوتے رہیں۔

دُعا میں جسمانی وضع کا بیان بھی کیا گیا ہے "گھٹنے ٹیکتا ہُوں"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ دُعا مانگنے کے لئے جسمانی طور پر گھٹنے ٹیکنا ہمیشہ ضرُوری ہوتا ہے، البتہ رُوح کا گھٹنے ٹیکنا ضرُوری ہے۔ ہم چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اور نیم دراز ہو کر بھی دُعا مانگ سکتے ہیں۔ لیکن ہماری رُوح کو ادب اور عقیدت اور انکساری کے ساتھ سرنگُوں ہونا چاہئے۔

دُعا میں "باپ" کو مخاطب کیا گیا ہے۔ عام معنوں میں خُدا تمام بنی نوع اِنسان کا باپ ہے یعنی اُن کا خالق ہے (اعمال ۱۷: ۲۸، ۲۹)۔ زیادہ محدُود معنوں میں خُدا ایمان داروں کا باپ ہے، یعنی اُس نے رُوحانی خاندان میں اُن کو جنم دیا ہے (گلتیوں ۴: ۶) اور ایک بے مثال مفہوم میں وُہ "ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا باپ" ہے۔ مُراد ہے کہ دونوں برابر ہیں (یُوحنّا ۵: ۱۸)۔

۳: ۱۵۔ پولُس کے پیشِ نظر باپ کا جو خاص کردار ہے یہ ہے کہ اُس سے "آسمان اور زمین کا ہر ایک خاندان نامزد ہے"۔ اِس کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ جیسے

۱۔ آسمان میں اور زمین پر وُہ سب جن کا فِدیہ دیا گیا ہے اور جن کو مخلصی مِلی ہے، وُہ اُس کو خاندان کا سر سمجھتے ہیں۔

۲۔ تمام مخلُوق، فرشتے اور اِنسان، نہ صِرف انفرادی طور پر بلکہ خاندانی طور پر بھی اپنے وجُود کے لئے اُسی کے مرہُونِ مِنت ہیں۔ آسمان کے خاندانوں میں فرشتوں کے مختلف درجے شامل ہیں۔ زمین کے خاندانوں میں طرح طرح کی وُہ ساری نسلیں شامل ہیں جن کا آغاز نُوح سے ہُوا اور اب مختلف قوموں میں بٹی ہُوئی ہیں۔

۳۔ ساری کائنات میں پدریت کا نام اُسی سے نکلا ہے۔ خُدا کی پدریت اصلی اور مثالی ہے۔ یہ باقی ہر پدرانہ تعلق کا نمونۂ اوّل ہے۔ فلپس اِس آیت کو یُوں پیش کرتا ہے:

"جس سے آسمان کی یا زمین کی ہر پدریت کا نام نِکلا ہے"۔

۳: ۱۶۔ ہم پولُس کی درخواست کی وُسعت سے حیرت زدہ ہُوئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ

"وُہ اپنے جلال کی دَولت کے موافق تمہیں یہ عنایت کرے"۔ وہ مانگ رہا ہے کہ مُقدّسین رُوحانی طور سے "بہُت ہی زور آور" ہو جائیں "کثرت سے" ہمارے دِلوں کی تنگی کے مُطابق نہیں، بلکہ خُدا کے جلال کی دَولت کے مُطابق۔ "دَولت کے موافق" اور "دَولت میں سے"۔ اِن دونوں میں فرق ہے۔ ہو سکتا ہے ایک دولت مند شخص معمُولی سی رقم دے۔ یہ اُس کی "دولت میں سے" ہو گی۔ لیکن دولت کے موافق یا دَولت کے تناسُب سے نہیں ہو گی۔ پَولُس درخواست کرتا ہے کہ خُدا اُن کو اپنے کمالات کی دَولت "کے موافق" زور دے۔ چونکہ خُداوند کے جلال کی دولت کی کوئی حد یا اِنتہا نہیں، لہٰذا مقدسین ایک بڑے سیلاب کے لئے تیار ہو جائیں! ہم اِتنے بڑے بادشاہ سے اِتنا تھوڑا کیوں مانگیں؟ جب کوئی شخص نپولین سے کسی بڑی نوازش کی درخواست کرتا تو وُہ درخواست فوراً پُوری کر دی جاتی تھی کیونکہ نپولین کہا کرتا تھا کہ "اُس نے اپنی درخواست کے قد و قامت سے میری عزّت افزائی کی ہے"۔

اِس کے بعد پَولُس کی خاص دُعائیہ درخواستیں آتی ہیں۔ بے ربط سی درخواستوں اور اِلتجاؤں کے سِلسلے کی بجائے ہمیں سمجھنا چاہیے کہ یہ درخواستوں کا ایک ارتقائی سِلسلہ ہے جس میں ہر درخواست اگلی درخواست کے لئے بُنیاد تیار کرتی ہے۔ اِن کا تصوّر ایک ہرم سے کریں۔ پہلی درخواست پتھروں کا سب سے نِچلا ردا ہے۔ جیسے جیسے دُعا آگے بڑھتی ہے پَولُس ایک شان دار نقطۂ عرُوج کی طرف بڑھتا ہے۔

پہلی درخواست ہے کہ مُقدّسین خُدا کے "رُوح سے اپنی باطنی اِنسانیت میں بہُت ہی زور آور ہو جائیں"۔ جس برکت کے لئے درخواست کی گئی ہے وُہ ہے "رُوحانی" طاقت۔ شان دار معجزات دِکھانے کی قدرت نہیں، بلکہ پُختہ، مُستحکم اور سمجھدار مسیحی بننے کے لئے رُوحانی زور۔ یہ طاقت دینے والا "رُوحُ القدس" ہے۔ بلاشُبہ رُوح ہمیں اُس صُورت میں طاقت دے سکتا ہے کہ ہم خُدا کے کلام کو کھائیں، دُعا کی پاکیزہ اور خالص ہَوا میں سانس لیں، اور خُداوند کی روزانہ خدمت سے ورزش کریں۔

اِس طاقت کا تجربہ "باطنی اِنسانیت" یعنی ہماری فِطرت کے رُوحانی حِصّے میں ہوتا ہے۔ یہ "باطنی اِنسانیت" ہے جو خُدا کی شریعت کو پسند کرتی ہے (رومیوں ۷: ۲۲)۔ یہ "باطنی اِنسانیت" ہی ہے جو روز بروز نئی ہوتی جاتی ہے، جبکہ ظاہری اِنسانیت زائل ہوتی جاتی ہے (۲۔ کرنتھیوں ۴: ۱۶)۔ اگرچہ "باطنی اِنسانیت" خُدا سے ہے تو بھی اِس کو تقویت، بڑھنے اور ترقی کرنے کی ضرُورت ہے۔

۳: ۱۷۔ دُوسرا مرحلہ ہے کہ "اِیمان کے وسیلہ سے مسیح تمہارے دِلوں میں سکُونت کرے"۔

یہ نتیجہ ہے رُوح کے تقویت دینے کا۔ ہمیں اِس لئے طاقت دی جاتی ہے "تاکہ مسیح" ہمارے "دِلوں میں سکونت کرے"۔ حقیقت میں خُداوند یسوع اُسے قبول کرتے وقت ہی ایمان دار کے اندر ذاتی طور پر سکونت اِختیار کر لیتا ہے (یُوحنّا ۱۴: ۲۳؛ مکاشفہ ۳: ۲۰)۔ لیکن اِس دُعا کا موضُوع یہ نہیں ہے۔ یہاں مسئلہ اُس کے ایمان دار "میں" ہونے کا نہیں، بلکہ وہاں یُوں محسُوس کرنے کا ہے جیسے وُہ اپنے گھر میں ہے! وُہ ہر نجات یافتہ کے اندر مُستقِل رہائشی ہوتا ہے۔ مگر یہاں درخواست یہ ہے کہ اُس کو اِس گھر کے ہر کمرے اور ہر خلوت خانے میں رسائی ہو کہ وُہ گُناہ آلُودہ الفاظ سے، خیالات سے، اِرادوں سے اور کاموں سے رنجیدہ نہ ہو، کہ وُہ ایمان دار کے ساتھ مُسلسل رفاقت سے خُوش ہو۔ اِس طرح مسیحی کا دِل مسیح کا گھر بن جاتا ہے، یعنی وُہ جگہ جہاں اُسے رہنا اِنتہائی پسند ہے۔ یہ بیت عنیاہ میں مریم، مرتھا اور لعزر کے گھر کی مانند بن جاتا ہے۔ بے شک دِل کا مطلب رُوحانی زِندگی کا مرکز ہے۔ وُہ کِردار کے ہر پہلُو کو کنٹرول کرتا ہے۔ دراصل رسُول یہ دُعا مانگ رہا ہے کہ مسیح کی خداوندیت ہماری زِندگی کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل تک پُہنچے، مثلاً ہمارے پڑھنے کی کتابوں تک، ہمارے کام کاج تک، ہمارے کھانوں تک، ہمارے روپے پیسے تک، ہماری زبان سے نکلنے والے ایک ایک لفظ تک۔

رُوح القُدس ہمیں جِتنی زیادہ طاقت دے گا، اُتنا ہی ہم خُداوند یسوع کی مانند بنتے جائیں گے۔ اور جِتنے زیادہ ہم اُس کی مانند ہوں گے اُتنا ہی وُہ ہمارے دِل میں بس جائے گا اور اِسے اپنا ہی گھر محسُوس کرے گا"۔

ہم "اِیمان کے وسیلہ سے" اُس کے ہمارے اَندر سکُونت کرنے کی خُوشی تک پُہنچتے ہیں۔ اِس کے لئے اُس پر مستقِل اِنحصار کرنا اُس کی مستقِل اطاعت کرنا اور مستقِل طور پر تسلیم کرنا ضروری ہے کہ وُہ اپنے گھر میں ہے۔ برادر لارنس کے ایک نادر مقُولے کے مُطابق "ایمان کے وسیلہ سے" ہی ہم "اُس کی حضُوری کو عملی صُورت دے سکتے ہیں"۔

پولُس کی دُعا کے اِس مرحلے تک تثلیث کے تینوں اقانیم موجُود نظر آتے ہیں۔ درخواست باپ سے (آیت ۱۴) کہ وُہ اپنے رُوح سے ایمان داروں کو طاقت دے (آیت ۱۶) تاکہ "مسیح" اُن کے "دِلوں میں سکُونت" کرے (آیت ۱۷)۔ دُعا کرنے میں بڑا اِستحقاق یہ ہے کہ

ہماری دُعاؤں کے نتیجے میں خُدا کی ازلی ذات ہماری اور دُوسروں کی خاطر کام کرنے لگتی ہے۔

مسیح کی بے روک ٹوک رسائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مسیحی "محبّت میں جڑ پکڑ" لیتا اور "بُنیاد قائم کر" لیتا ہے۔ یہاں پَولس علمِ نباتات اور عمارات سے لفظ مُستعار لیتا ہے۔ پَودے کی جڑ خوراک اور سہارا فراہم کرتی ہے اور عمارت بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جیسا کہ سکروگی کہتا ہے "محبت وُہ مٹی ہے جس میں ہماری زِندگی کی جڑیں ہونی چاہئیں۔ اور یہ وُہ چٹان ہے جس پر ہمارا ایمان ہمیشہ قائم رہنا چاہئے"۔ "محبّت میں جڑ" پکڑنے اور "بُنیاد قائم" کرنے کا مطلب ہے کہ "محبت" زِندگی کا لائحۂ عمل کی بنیاد ہے۔ "محبّت" کی زِندگی مہربانی، بے لوثی، حلیمی اور شکستگی کی زِندگی ہوتی ہے۔ یہ مسیح کی زندگی ہوتی ہے جو ایمان دار میں ظاہر ہوتی ہے
(دیکھئے ۱-کرنتھیوں ۱۳: ۴-۷)۔

۳: ۱۸- مذکورہ درخواستیں رُوحانی ترقی اور نشوونما کے لئے خُدا کے فرزند کو تیار کرتی ہیں تاکہ "سب مُقدّسوں سمیت" جانے کہ "اُس کی چوڑائی اور لمبائی اور اونچائی اور گہرائی کتنی ہے"۔

اِس سے پیشتر کہ ہم اِس ناپ اور پیمائش پر غور کریں پہلے اِن الفاظ پر غور کرنا ضرُوری ہے کہ "سب مُقدّسوں سمیت"۔ یہ موضُوع اِتنا عظیم اور وسیع ہے کہ کسی ایک ایمان دار کے لئے اِس کے کِسی چھوٹے سے حِصّے سے زیادہ کو سمجھنا مُمکن ہی نہیں۔ اِس لئے ضرُورت ہے کہ دُوسروں کے ساتھ مِل کر اِس کا مُطالعہ کیا جائے اور اِس پر تبادلۂ خیال کیا جائے۔ پاک رُوح ایمان داروں کے گروہ کے مجموعی غور و خوض کو اِستعمال کر کے پاک کلام پر مزید روشنی ڈال سکتا ہے۔

اِس آیت میں جس ناپ اور پیمائش کا ذِکر ہے، اکثر اِن سے مُراد مسیح کی محبّت لی جاتی ہے، حالانکہ متن یہ صاف طور سے نہیں کہتا۔ دراصل مسیح کی محبّت کا بیان الگ اگلے جُملے میں کیا گیا ہے۔ اگر مقصد مسیح کی محبّت ہو تو تعلق یُوں بیان کیا جا سکتا ہے:

چوڑائی ——— دُنیا (یُوحنّا ۳: ۱۶)
لمبائی ——— ہمیشہ تک (۱-کرنتھیوں ۱۳: ۸)
گہرائی ——— یہاں تک کہ صلیبی موت (فلپّیوں ۲: ۸)
اُونچائی ——— آسمان (۱-یُوحنّا ۳: ۱-۲)۔

الیف۔ بی۔ میئر اِسے بڑی خوبصُورتی سے بیان کرتا ہے:

"جب ہمیں یسوع کے چہرے کو دیکھتے ہُوئے ہزاروں سال بیت جائیں گے، اُس وقت بھی اُس کا حُسن ویسا ہی تازہ، دِلفریب اور بے پایاں ہوگا، جیسا اُس وقت تھا جب ہم نے بہشت کے دروازوں سے اُسے پہلی بار دیکھا تھا"۔

لیکن اِس ناپ اور پیمائش کا تعلق بھید سے بھی ہوسکتا ہے جس کو افسیوں کے خط میں زبردست اہمیّت حاصِل ہے، بلکہ یہ پیمائش خود متن میں بآسانی مِل سکتی ہیں :

۱- "چوڑائی" کی وضاحت ۲: ۱۱ - ۱۸ میں کی گئی ہے۔ اِس کا تعلق یہودیوں اور غیر قوم افراد کو نجات دینے میں خُدا کے فضل کی وُسعت اور اُن کو ایک کلیسیا میں مجتمع کرنے سے ہے۔ بھید اِنسانیت کے اِن دو حِصّوں کا احاطہ کرتا ہے۔

۲- "لمبائی" ازل سے ابد تک پھیلی ہُوئی ہے۔ ماضی میں اِبتدائی آفرینش یا بنائے عالم سے پہلے ایمان داروں کو مسیح میں چُن لیا گیا (۱:۴)۔ مستقبل میں خُدا کے فضل کی بے نہایت دولت دائمی طور پر ظاہر ہوتی رہے گی۔ اِس کا ظہور اُس مہربانی سے ہوگا جو یسوع مسیح کے وسیلے سے ہم پر ہوتی رہے گی (۲: ۷)۔

۳- ۲: ۱-۳ میں "گہرائی" کی واضح تصویر پیش کی گئی ہے۔ ہم گُناہ، تنزل اور انحطاط کے ناقابلِ بیان گڑھے میں گِرے ہوئے تھے۔ مسیح ہماری جگہ مَرنے کے لئے گندگی اور بگاڑ کے اِس جنگل میں آگیا۔

۴- "اُونچائی" ۲: ۶ میں نظر آتی ہے جہاں ہم کو نہ صِرف مسیح کے ساتھ زندہ کیا گیا ہے، بلکہ اُس کے ساتھ آسمانی مقاموں میں بھی بٹھایا گیا ہے تاکہ اُس کے جَلال میں شریک ہوں۔

یہ ہیں پیمائشیں، جو بے حد و حِساب ہیں۔

۳: ۱۹- پَولُس کی اگلی درخواست یہ ہے کہ مُقدسین تجربہ سے "مسیح کی اُس محبّت کو جان لیں جو جاننے سے باہر ہے"۔ چونکہ یہ محبّت ایک بحرِ بے کنار ہے اِس لئے مُقدسین اِسے پورے طور پر کبھی دریافت نہیں کر سکتے، لیکن اِس کو روز بروز زیادہ سے زیادہ جان سکتے ہیں۔ اِس لئے پَولُس ایک گہرے اور تجرباتی عِلم کے لئے دُعا مانگتا ہے کہ مُقدّسین اپنے عجیب خُداوند کی عجیب "محبّت" سے لُطف اندوز ہوں۔

"تم خُدا کی ساری معمُوری تک معمور ہو جاؤ"۔ یہ پَولُس کی شاندار دُعا کا نقطۂ عرُوج ہے۔ الوہیّت کی ساری معموری خُداوند یسوع میں سکونت کرتی ہے (کلسیّوں ۲: ۹)۔ ایمان کے وسیلے

سے وُہ جس قدر زیادہ ہمارے دِلوں میں سکونت کرے گا اُتنا ہی زیادہ ہم اُس کی "معموُری تک معموُر" ہوتے جائیں گے - ہم خُدا کی "ساری معموُری" تک تو کبھی بھی معموُر نہیں ہو سکتے - لیکن یہ وُہ سمت ہے جس کی طرف ہم قدم بڑھائے چلے جاتے ہیں -

اِتنی تشریح کرنے کے باوجود ہم ضرور کہیں گے کہ پھر بھی یہاں اِتنے گہرے معنی پوشیدہ ہیں جن تک پُہنچنا ممکن نہیں - جب ہم پاک کلام کا مُطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا واسطہ ایسی سچائیوں سے ہے جو ہمارے سمجھنے سمجھانے کی لیاقت سے باہر ہیں - ہم اِس آیت پر روشنی ڈالنے کے لئے مثالیں دے سکتے ہیں - مثلاً انگشتانہ سمندر میں ڈبویا جائے تو وُہ بھر جائے گا ، مگر اِس میں کِتنا سمندر سمائے گا! تو بھی جب ہم یہ ساری بات کہہ لیتے ہیں، بھید پھر بھی باقی رہتا ہے - اور ہم خُدا کے کلام کی بے کرانی اور لامحدودیت پر حیرت زدہ رہ جاتے ہیں -

ح - پولُس رسُول خُدا کی حمد کرتا ہے (۳: ۲۰-۲۱)

۳: ۲۰ - دُعا کا اختتام رُوح پرور حمدِ خُدا پر ہوتا ہے - اِس سے پہلے جو درخواستیں پیش کی گئیں وُہ بہت بڑی ، دلیرانہ اور بظاہر ناممکنُ الحصُول ہیں - لیکن خُدا "ہماری درخواست اور خیال سے بہت زیادہ کام کر سکتا ہے" - اُس کی قدرت کی وسعت اور حدُود کا اظہار پولُس کے الفاظ سے ہوتا ہے جن کو وُہ برکت کی بے حد و حساب کثرت کو بیان کرنے کے لئے ایک ہرم کی طرح ترتیب دیتا ہے :

قادر
ایسا قادر ہے
ہماری درخواست کے مُطابق کرنے پر قادر
ہمارے خیال کے مطابق کرنے پر قادر
ہماری درخواست یا خیال کے مُطابق کرنے پر قادر
ہماری درخواست اور خیال کے مُطابق سب کُچھ کرنے پر قادِر
ہماری درخواست اور خیال سے زیادہ کرنے پر قادِر
ہماری درخواست اور خیال سے بہت زیادہ کرنے پر قادر

جن ذرائع سے خُدا ہماری دُعا کا جواب دیتا ہے اُن کا بیان اِن الفاظ سے ہُوا ہے :

"اُس قُدرت کے موافق جو ہم میں تاثیر کرتی ہے"۔ یہ اِشارہ ہے رُوح اُلقُدس کی طرف جو ہماری زِندگیوں میں دائم اور مسلسل کام کرتا ہے تاکہ ہم میں مسیح کے کردار جیسے پھل پیدا ہوں ۔ وُہ ہمیں گناہ پر جھڑکتا ہے ۔ دُعا میں ہماری ہدایت کرنا، عبادت میں تحریک دینا اور خِدمت میں راہنمائی کرتا ہے ۔ ہم جس قدر اُس کے تابع ہوتے ہیں، اُس کی اطاعت کرتے ہیں اُتنا ہی وُہ ہمیں مسیح کی مانند بنانے میں زیادہ تاثیر کرتا ہے ۔

۲۱:۳ ۔ "کلیسیا میں اور مسیح یسوع میں پُشت در پُشت اور ابدالآباد اُس کی تمجید ہوتی رہے ۔ آمین"۔ خُدا ہی ازلی و ابدی حمد و ستائش کے لائق ہے ۔ فرشتگان کے لشکروں، سُورج، چاند، ستاروں، جانوروں، پرندوں، مچھلیوں، آگ، اَولوں، برف اور کہر، ہَوا، پہاڑوں، ٹیلوں، درختوں، بادشاہوں، اُمتوں، بُوڑھوں، جوانوں، بنی اسرائیل اور ساری قوموں میں اُس کی حِکمت اور قُدرت ظاہر ہوتی ہے ۔ اِن سب کا مقصد یہی ہے کہ خُداوند کے نام کی حمد کریں (زبُور ۱۴۸) ۔

مگر ایک اَور گروہ بھی ہے جس سے خُدا کو ابدالآباد "تمجید" ملے گی اور وُہ ہے "کلیسیا"۔ ـــــ جس کا سَر مسیح اور بدن ایمان دار ہیں ۔ جس جماعت کا فِدیہ دیا گیا ہے وُہ خُدا کے بے مثال اور حیران کُن فضل کی ابد تک گواہ ہو گی ۔

ولیمز لکھتا ہے کہ

> "خُدا کو خُدا اور باپ کی حیثیت میں جو جلال حاصل ہے وہ مسیح یسوع میں اور کلیسیا میں سارے زمانوں میں دِکھایا جاتا رہے گا ۔ کیسی حیرت انگیز بات ہے! مسیح اور کلیسیا ایک تن ہو کر اِس ابدی مظاہرے کا وسیلہ ہوں گے"۔

کلیسیا کو تو اِس وقت بھی اُس کے نام کو جلال دینا اور اُس کی تمجید کرنی چاہئے ۔ کیسے؟ حمد و ستائش کی عبادتوں سے، اپنے اراکین کی پاکیزہ زِندگیوں سے، ساری دُنیا میں خوشخبری کی منادی سے، اور حاجتمند اور مُصیبت زدہ اِنسانوں کی خِدمت کرنے سے ۔

اِس حمد و ثنا کا عرصہ (دورانیہ) "پُشت در پُشت اور ابدالآباد" ہے ۔ پولُس رسول کلیسیا میں اور مسیح یسوع میں ابدالآباد حمد و ستائش کے لئے پُکارتا ہے تو ہمارے دِل کا جواب ایک پُرجوش "آمین!" ہے ۔

۲- خُداوند میں ایماندار کا عمل (ابواب ۴-۶)

ا- مسیحی رفاقت میں اِتحاد کی اپیل (۴:۱-۶)

۴:۱- گزشتہ ابواب میں مسیحی کی بُلاوے کے موضوع پر بات کی گئی ہے۔ آخری تین ابواب میں اُسے ترغیب دی گئی ہے کہ اِس "بُلاوے ... کے لائق چال" چلے۔ اِس سے پہلے موضوع ہماری وہ حیثیت تھی جس پر فضل نے ہم کو پہنچایا ہے۔ اِس کے بعد اِس حیثیت کے عملی نتیجے پر بات ہو گی۔ مسیح میں ہماری سرفراز حیثیت کا تقاضا ہے کہ ہمارا کردار اور چال چلن اِس کے مطابق ہو۔ چنانچہ یہ بات سچ ہے کہ اِفسیوں کا خط، پہلے تین ابواب میں آسمانی مقاموں پر ہے اور ابواب ۴-۶ میں وُہ مقامی کلیسیا، گھر اور عام معاشرے کی طرف اُتر آتا ہے۔ سٹاٹ توجہ دِلاتا ہے کہ اِختتامی ابواب کی تعلیم یہ ہے کہ "ہم مقامی کلیسیا میں اِتحاد کو فروغ دیں، اپنی شخصی زِندگی میں پاکیزگی اور اپنے گھروں میں ہم آہنگی پیدا کریں اور بدی کی قوتوں کے خلاف نبرد آزمائی میں مستحکم بنیں"۔

دُوسری دفعہ پَولُس اپنے آپ کو "قیدی" کہتا ہے۔ اِس دفعہ "خُداوند میں قیدی" کہتا ہے۔ تھیوڈورٹ تبصرہ کرتی ہے کہ "جس بات کو دُنیا بدنامی اور رُسوائی سمجھتی ہے اُسی کو پَولُس اعلیٰ ترین عزت شمار کرتا ہے اور مسیح کی خاطر اپنی قید و بند پر وہ فخر کرتا ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے تاج و تخت پر کیا کرے گا"۔

پَولُس خُداوند کی فرمانبرداری اور جاں نثاری کے باعث قید تھا۔ اِسی حالت میں وُہ اپنے قارئین کو نصیحت کرتا ہے کہ اپنے "بُلاوے ... کے لائق چال چلو"۔ وُہ نہ حکم دیتا ہے نہ ہدایات جاری کرتا ہے۔ وُہ بڑی نرمی اور ملائمت کے ساتھ فضل کی زبان میں اپیل کرتا ہے۔

لفظ "چلنا" اپنی مختلف صُورتوں میں اِس خط میں سات مرتبہ آیا ہے (۲:۲، ۱۰؛ ۴:۱، ۱۷؛ ۵:۲، ۸، ۱۵)۔ اِس سے کِسی شخص کی ساری طرزِ زِندگی کا بیان ہوتا ہے۔ "لائق" چال سے مُراد وُہ چال ہے جو مسیح کے بدن کے عُضو کے طور پر مسیح کی پُروقار حیثیت سے مُطابقت رکھتی ہو۔

۴:۲- زِندگی کے ہر شعبے میں مسیح جیسی رُوح دِکھانا ضرُوری ہے۔ یہ مندرجہ ذیل پر مُشتمل ہے:

"فروتنی" ——— صحیح فروتنی خُداوند کے ساتھ تعلق رکھنے سے آتی ہے۔ "فروتنی" ہمیں یہ شعُور دیتی ہے کہ ہم کچھ نہیں اور توفیق دیتی ہے کہ دُوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھیں۔ یہ غرور اور خُود پسندی کے اُلٹ ہوتی ہے۔

"حلم" ——— یہ رویّہ خُدا کے سلُوک کو سرکشی کے بغیر اور انسان کے سلُوک کو انتقامی رُوح کے بغیر قبول کرتا ہے۔ یہ رویّہ اس ہستی کی زندگی میں سب سے نمایاں نظر آتا ہے جس نے کہا کہ "مَیں حلیم ہُوں اور دِل کا فروتن" (متی ۱۱: ۲۹)۔ رائٹ یُوں تبصرہ کرتا ہے:

> "کیسا حیرت ناک بیان ہے! وُہ ہستی جس سے ساری دُنیائیں بنائیں، جس نے ستاروں کو خلا میں بکھیر دیا اور اُن کو نام بنام بلاتا ہے، جو انگنت مجمع النجوم کو اُن کے مداروں پر قائم رکھتا ہے، جو ٹیلوں کو ترازُو میں تولتا، اور جزیروں کو ایک ذرّے کی مانند اُٹھا لیتا ہے، جو سمندر کو چُلّو سے ناپتا ہے، جس کے سامنے زمین کے باشندے ٹڈوں کی مانند ہیں، جب وُہ اِنسانی زندگی میں آتا ہے تو خُود کو حلیم اور دِل کا فروتن پاتا ہے۔ یہ نہیں کہ اُس نے کامل اِنسانی مثال کھڑی کی اور خُود کو اُس کے مُطابق ڈھالا، بلکہ وُہ خُود وُہ کامل مثالی انسان تھا۔"

"تحمّل" ——— مُسلسل اور طویل اِشتعال انگیزی کے باوجُود صبر کی رُوح اور متوازن مزاج کا نام "تحمّل" ہے۔ اِس کی مثال یہ ہے۔ تصوّر کریں کہ ایک بڑا کتّا اور ایک پلّا اِکٹھے ہیں۔ پلّا بڑے کُتّے پر بھونکتا ہے، اُس کو تنگ کرتا اور اُس پر حملے کرتا ہے۔ بڑا کُتّا پلّے کو ایک ہی وار میں کچّا چبا سکتا ہے، مگر پلّے کی نامعقولیت اور گستاخی کو صبر سے برداشت کرتا رہتا ہے۔

"محبّت سے ایک دُوسرے کی برداشت" ——— یعنی دُوسروں کی خامیوں اور غلطیوں سے درگزر کرنا۔ شخصیتوں، لیاقتوں اور مزاجوں کے اختلافات کو خاطر میں نہ لانا۔ یہ نہیں کہ دِل میں تو ناراضی اور غصّے سے جل بُھن رہے ہیں اور چہرے پر خُوش اخلاقی کا نقاب ڈال رکھا ہے۔ اِس کا مطلب ہے اُن لوگوں سے دِلی محبّت کرنا جو آپ کو تنگ اور پریشان کرتے ہیں۔

۴: ۳۔ "رُوح کی یگانگی صُلح کے بند سے بندھی رہے"۔ بنی نوع اِنسان میں سب سے بڑی تقسیم یہُودیوں اور غیر قوموں کی تھی۔ کلیسیا قائم کرنے میں خُدا نے یہ تقسیم مٹا دی۔ مسیح

یسوع میں سارے اِمتیازات ختم ہو گئے۔ لیکن اُن کی ایک ساتھ زندگی میں یہ بات کس طرح نظر آتی ہے؟ کیا کچھ چپقلش، کچھ مخالفتیں، کچھ دشمنیاں اب بھی باقی رہ جائیں گی؟ کیا یہ رُجحان ہو گا کہ ایک کلیسیا تو "مسیح کی یہودی کلیسیا" بنائی جائے اور دُوسری "غیر قوموں کے لئے کلیسیا" تشکیل دی جائے؟ تفرقہ بازیوں اور سلگتی ہوئی دُشمنیوں سے بچاؤ کے لئے پولُس مسیحیوں میں اِتحاد اور یگانگی کی اپیل کرتا ہے۔

اُن کو جاں فشانی کرنی چاہئے کہ "رُوح کی یگانگی" قائم رہے۔ "رُوح" القدس نے سارے ایمان داروں کو مسیح میں ایک بنا دیا ہے۔ اِس بدن کے اندر ایک ہی "رُوح" سکونت کرتا ہے۔ اِس بُنیادی "یگانگی" کو کوئی چیز برباد نہیں کر سکتی۔ لیکن باہمی جھگڑے، لڑائیاں اور بُڑبڑانا ایمان داروں کے درمیان ایسے حالات پیدا کر سکتے ہیں جیسے کہ یہ یگانگی ہے ہی نہیں۔ "رُوح کی یگانگی" کو قائم رکھنے کا مطلب ہے ایک دُوسرے کے ساتھ صُلح رکھنا۔ "صُلح" وُہ بندھن ہے جو وسیع فطری اختلافات کے باوجُود اِس بدن کے اعضا کو یکجا باندھے رکھتا ہے۔ جب اِختلافات سر اُٹھاتے ہیں تو عام ردِّعمل یہ ہوتا ہے کہ الگ الگ ہو جائیں اور پارٹیاں بنالیں۔ رُوحانی ردِّعمل یہ ہے: بُنیادی اور اہم باتوں میں اِتحاد اور یگانگی۔ چھوٹے چھوٹے مُعاملات میں آزادی — اور ساری باتوں میں، محبت۔ ہم میں سے ہر ایک میں اِتنی جسمانیت ضرور ہے جو ایک مقامی کلیسیا کے جہاز کو یا خُدا کے کسی اور کام کے جہاز کو غرق کر سکتی ہے۔ اِس لئے ضرُور ہے کہ ہم اپنی ذاتی خام خیالیوں کو ڈبو دیں اور خُدا کے جلال اور مشترکہ برکت کی خاطر "صُلح" کے ساتھ مِل کر کام کریں۔

۴:۴ - اِختلافات کو ہوا دینے کی بجائے ہم کو اُن سات مثبت حقیقتوں پر سوچنا چاہئے جو حقیقی مسیحی یگانگی اور اِتحاد کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

"ایک بدن" ——— رنگ و نسل، قومیت و ثقافت، زبان و مزاج کے اِختلافات کے باوجُود "بدن" صِرف "ایک" ہے جو پینتکُست سے لے کر فضائی اِستقبال تک کے سارے سچے ایمان داروں سے تشکیل پاتا ہے۔ تفرقہ بازی، گروہ بندیاں اور پارٹیاں سچائی کی راہ میں رُکاوٹ بنتی ہیں۔ جب نجات دہندہ دوبارہ آئے گا تو اِنسانوں کے پیدا کردہ یہ سارے امتیازات اُڑ جائیں گے۔ اِس لئے موجودہ زمانے میں ایک ہی بات ہمارے وِردِ زُبان ہونی چاہئے کہ "ناموں اور فرقوں اور پارٹیوں کا کام تمام ہو، اور صِرف یسوع مسیح

ہی سب میں سب کچھ ہو۔"

"ایک ہی رُوح" —— وہی "روح" القدس جو ایک ایک ایمان دار کے اندر بستا ہے (۱-کرنتھیوں ۶: ۱۹)۔ وہی مسیح کے بدن (کلیسیا) میں بھی بستا ہے (۱-کرنتھیوں ۳: ۱۶)۔

"اُمید بھی ایک ہی" —— کلیسیا کے ہر ایک رُکن کو ایک ہی انجام کے لئے بُلایا گیا ہے کہ مسیح کے ساتھ مسیح کی مانند اور ابد تک اُس کے جلال میں شریک ہو۔ "ایک" ہی "اُمید" میں وُہ سب کچھ شامل ہے جو خُداوند یسوع کی آمد پر اور اُس کے بعد ایمان داروں کا منتظر ہے۔

۴: ۵ - "ایک ہی خُداوند" —— "اگرچہ آسمان و زمین پر بہت سے خُدا کہلاتے ہیں (چنانچہ بہتیرے خُدا اور بہتیرے خُداوند ہیں) لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خُدا ہے ... اور ایک ہی خُداوند ہے یعنی یسوع مسیح جس کے وسیلے سے سب چیزیں موجود ہوئیں اور ہم بھی اُسی کے وسیلے سے ہیں" (۱-کرنتھیوں ۸: ۵، ۶ نیز دیکھئے ۱-کرنتھیوں ۱: ۲)۔

"ایک ہی ایمان" —— یہ مسیحی "ایمان" ہے، عقائد یا تعلیمات کا مجموعہ "جو مُقدسوں کو ایک ہی بار سونپا گیا" (یہوداہ ۳) اور ہماری خاطر نئے عہدنامہ میں محفوظ کیا گیا۔

"ایک ہی بپتسمہ" —— یہ بات دُہرے طور پر سچ ہے۔ اوّل، رُوح کا "ایک ہی بپتسمہ" ہے جس کے وسیلے سے مسیح کا یقین کرنے والے بدن میں شامل کئے جاتے ہیں (۱-کرنتھیوں ۱۲: ۱۳)۔ پھر "ایک ہی بپتسمہ" ہے جس سے ایمان لانے والے مَوت، دفن اور جی اُٹھنے میں مسیح کے مشابہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اگرچہ آج کل بپتسمہ دینے کی کئی شکلیں رائج ہیں، لیکن نیا عہدنامہ ایمان داروں کے "ایک ہی بپتسمہ" کو تسلیم کرتا ہے جو باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام میں دیا جاتا ہے۔ بپتسمہ کے وسیلے سے شاگرد مسیح کے ساتھ وفاداری کا، اپنی پُرانی انسانیت کے دفن اور نئی زندگی میں چلنے کے پُختہ ارادے کا اقرار کرتے ہیں۔

۴: ۶ - "ایک ہی خُدا" —— خُدا کا ہر فرزند صرف "ایک ہی خُدا" کو تسلیم کرتا ہے جو "سب کا خُدا اور باپ ہے"۔ "سب" سے مُراد وُہ سب ہیں جن کا فدیہ دیا گیا ہے اور جن کی مخلصی ہو گئی ہے۔ یہ خُدا

"سب کے اُوپر" ہے۔ وُہ ساری کائنات کا شہنشاہِ مُطلق ہے۔

"سب کے درمیان" ہے۔ وُہ سب ایمان داروں میں مصروفِ عمل ہے اور ہر چیز کو اپنے ارادے پُورے کرنے کے لئے اِستعمال کرتا ہے۔

"سب کے اندر ہے" ۔ وہ سارے ایمان داروں کے اندر سکونت کرتا ہے اور ایک ہی وقت میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہے ۔

ب ۔ بدن کے اعضا کے مناسب طور پر کام کرنے کا پروگرام

(۴: ۷ - ۱۶)

۴: ۷ ۔ مسیح کے بدن کی یگانگی کے عقیدہ میں دُہری سچائی ہے یعنی اُس کے اعضا کی گوناگونی ۔ ہر ممبر کو ایک خاص کردار تفویض ہُوا ہے اور کسی دو کا کام بالکُل یکساں نہیں ہے ۔ اور ہر ایک کو کام کا جو حِصّہ سونپا گیا ہے "مسیح کی بخشش کے اندازہ کے موافق ... ہے" یعنی جو وہ مُناسب سمجھتا ہے کرتا ہے ۔ اگر "مسیح کی بخشش" کا یہاں مفہوم رُوحُ القُدس ہے (یُوحنّا ۱۴: ۱۶، ۱۷؛ اعمال ۲: ۳۸، ۳۹) تو پھر خیال یہ ہے کہ رُوحُ القُدس ہر مُقدّس کو کوئی بخشش سونپتا ہے، اور پھر اِس بخشش کو بروئے کار لانے کی توفیق بھی عطا کرتا ہے ۔ اور جیسے کوئی ممبر مقررہ کام کو پُورا کرتا ہے، تو مسیح کا بدن رُوحانی اور عددی دونوں اعتبار سے ترقی کرتا ہے ۔

۴: ۸ ۔ اِس مقصد کے لئے کہ خُدا کا ہر ایک فرزند اپنے کام کو پا سکے اور پُورا کر سکے خُدا نے کلیسیا کو خدمت کی خاص بخششیں یا "اِنعام" عطا کئے ہیں ۔ اِن کو گزشتہ آیت میں مذکور بخششوں کے ساتھ گڈمڈ نہیں کرنا چاہئے ۔ ہر ایمان دار کو ایک نہ ایک نعمت مِلی ہے (آیت ۷) ۔ لیکن ہر ایمان دار کو ایسی نعمت نہیں مِلی جس کا ذِکر آیت ۱۱ میں ہُوا ۔ اِن کے علاوہ اور بھی خُدا کی نعمتیں ہیں ۔ یہ خاص "انعام" ہیں جن کا مقصد بدن کی ترقی ہے ۔

پہلے تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ "انعام" دینے والا جی اُٹھا، آسمان پر صعُود کیا ہُوا اور جلال پایا ہُوا خُداوند یسوع مسیح ہے ۔ پَولُس زبور ۶۸: ۱۸ کی نبوّت کا خاص اقتباس کرتا ہے کہ مسیحِ موعُود عالمِ بالا پر چڑھے گا، اپنے دُشمنوں کو فتح کرے گا، اُن کو "قیدی" بنائے گا اور اپنی فتح کے انعام کے طور پر "آدمیوں" کے لئے "انعام" حاصِل کرے گا ۔

۴: ۹ ۔ مگر اِس بات سے ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ مسیحِ موعُود عالمِ بالا پر کیسے چڑھ سکتا تھا؟ کیا وہ خُدا باپ کے ساتھ ازل سے عالمِ بالا پر موجُود نہیں تھا؟ صاف ظاہر ہے کہ اگر اُسے عالمِ بالا پر چڑھنا تھا تو پہلے آسمان سے اُترنا ضرور تھا ۔ زبور ۶۸: ۱۸ میں اُس کے صعُود کی نبوّت میں یہ بات مُضمر ہے کہ پہلے وہ اُترا بھی تھا ۔ اِس لئے ہم آیت ۹ کو سلیس

زبان میں یوں بیان کر سکتے ہیں: "جب زبور ۶۸ میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عالمِ بالا پر چڑھا، تو (اُس کے چڑھنے سے اور کیا پایا جاتا ہے سوائے اِس کے کہ وہ زمین کے نیچے کے عِلاقے میں اُترا بھی تھا)"۔

ہم جانتے ہیں کہ واقعی ایسا ہؤا بھی ہے۔ خُداوند یسوع بیت لحم کی چرنی میں، صلیبی موت اور قبر میں "اُترا" تھا۔ "زمین کے نیچے کے علاقہ" کا مفہوم کبھی عالمِ ارواح بھی لیا جاتا ہے لیکن یہ مفہوم پیشِ نظر دلیل سے مُطابقت نہیں رکھتا۔ اُس کے صعُود سے اُس کا زمین پر اُترنا تو لازم آتا ہے لیکن عالمِ ارواح میں اُترنا لازِم نہیں آتا۔ عِلاوہ ازیں پاک صحائف بیان کرتے ہیں کہ جب مسیح مُؤا تو اُس کی رُوح عالمِ ارواح میں نہیں بلکہ آسمان پر گئی تھی (لُوقا ۲۳: ۴۳ - ۴۶)۔

۴: ۱۰- زبور ۶۸: ۱۸ کی نبوّت اور اِس میں مُضمر "اُترنا" خداوند یسوع کے تجسّم، موت اور دفن میں کامل طور سے پُورا ہو چکا ہے وہ جو آسمان (عالمِ بالا) "سے اُترا" وُہی ہے جس نے گُناہ، شیاطین اور موت پر فتح پائی، اور فضا اور مجمع النجوم والے "آسمانوں سے بھی اُوپر چڑھ گیا تاکہ سب چیزوں کو معمُور کرے"۔

وہ "سب چیزوں کو" ضرور "معمور" کرتا ہے۔ مفہُوم یہ ہے کہ وہ ساری برکت کا بانی اور سر چشمہ، ساری خوبیوں کا مجمُوعہ اور سب پر مُطلق حاکم ہے۔ ڈبلیو۔ ایف۔ گرانٹ لکھتا ہے کہ "صلیب کی پستی اور جلال کی بُلندی کے درمیان کوئی جگہ نہیں جسے اُس نے معمُور نہ کیا ہو"۔

آیات ۸-۱۰ میں مرکزی خیال یہ ہے کہ انعامات کا دینے والا، عالمِ بالا پر صعُود فرمانے والا مسیح ہے۔ اُس کے آسمان پر جانے سے پہلے ایسے کسی انعام کا وجُود نہ تھا۔ اِس حقیقت سے اِس دلیل کی مزید تائید ہوتی ہے کہ پُرانے عہدنامہ میں کلیسیا کا کوئی وجود نہ تھا۔ اور اگر تھا، تو یہ بے انعام کلیسیا تھی۔

۴: ۱۱- یہاں انعاموں/نعمتوں کے نام دِئے گئے ہیں۔ حیرت اِس بات پر ہے کہ یہ انعام صلاحیتیں یا کوئی وقف کی گئی فِطری چیزیں نہیں ہیں بلکہ اِنسان (اشخاص) ہیں۔ "اور اُسی نے بعض کو رسُول اور بعض کو نبی اور بعض کو مُبشّر اور بعض کو چرواہا اور اُستاد بنا کر دے دیا"۔

"رسُول" وہ افراد تھے جن کو خداوند نے خُود مامُور کیا کہ کلام کی منادی کریں اور کلیسیائیں قائم کریں۔ یہ وہ افراد تھے جنہوں نے جی اُٹھے مسیح کو دیکھا تھا (اعمال ۱: ۲۲)۔ اُن کو معجزے

کرنے کی طاقت حاصل تھی (۲-کرنتھیوں ۱۲:۱۲) - یہ معجزے اُن کے پیغام کی تصدیق کرنے کا وسیلہ تھے (عبرانیوں ۲:۴) - نئے عہدنامہ کے نبیوں کے ساتھ اُن کی خِدمت کا بنیادی مقصد کلیسیا کی بنیاد قائم کرنا تھا (افسیوں ۲:۲۰) - یہاں جن رسُولوں کا ذِکر ہے اُن سے مُراد صرف وُہ رسُول ہیں جو مسیح کے صعُود کے "بعد" رسُول تھے -

"نبی" - وُہ افراد جو خُداوند نمائندگی کرتے ہُوئے بولتے تھے - اُن کو خُداوند سے براہ راست مکاشفات مِلتے تھے جن کو وُہ کلیسیا تک پُہنچا دیتے تھے - وُہ رُوح القُدس کے وسیلے سے جو کُچھ کہتے تھے وُہ خُدا کا کلام تھا -

اپنے بُنیادی مفہُوم میں تو اب ہمارے پاس رسُول اور نبی نہیں ہیں - جب کلیسیا کی بُنیاد پڑ گئی اور نئے عہدنامہ کے مُستند صحائف مکمّل ہو گئے تو اُن کی خِدمات ختم ہو گئی - ہم پہلے ہی تاکید کے ساتھ کہہ چُکے ہیں کہ یہاں پَولُس نئے عہدنامہ کے "نبیوں" کی بات کر رہا ہے - خُداوند مسیح نے یہ نبی اپنے صعُود کے بعد دِئے تھے - اگر ہم اِن کو پُرانے عہدنامہ کے نبی سمجھیں تو کلام کے اِس حِصّے کے بارے میں مُشکلات پیدا ہوں گی اور کئی باتیں مہمل معلوم ہوں گی -

"مبشّر" یہ وہ لوگ ہیں جو نجات کی خوشخبری کی منادی کرتے ہیں - خُدا نے اُن کو وُہ ہتھیار دِئے ہیں جن سے وُہ کھوئے ہُوؤں کو مسیح کے لئے جیت سکتے ہیں - اُن کو خاص لیاقت اور قابلیّت عطا ہوتی ہے جس سے وُہ گنہگاروں کی حالت کی تشخیص کر سکتے، اُن کے ضمیر کا گہرا جائزہ لے سکتے، اعتراضات کے جواب دے سکتے، مسیح کو قبول کرنے کی حوصلہ افزائی کر سکتے اور نومُرید کی مدد کر سکتے ہیں کہ پاک کلام کے وسیلے سے یقین اور اعتماد حاصل کرے - ضرُور ہے کہ مُبشّر مقامی کلیسیا سے باہر نکلیں، دُنیا میں منادی کریں اور پھر اپنے نومُریدوں کو مقامی کلیسیا میں لائیں جہاں اُن کی پرورش اور ہمّت افزائی ہو -

"چرواہا" - چرواہے (پاسٹر) وُہ افراد ہیں جو مسیح کی بھیڑوں کی خِدمت کے لئے نائب کے طور پر کام کرتے ہیں - وُہ گلّے کی راہنمائی کرتے اور اُس کو رُوحانی خوراک مُہیّا کرتے ہیں - اُن کی خِدمت یہ ہے کہ حِکمت سے صلاح کاری کریں، اِصلاح کریں، حوصلہ افزائی کریں اور تسلّی دیں -

"چرواہوں" کا کام مقامی کلیسیا میں بزرگوں کے کام سے گہرا اور قریبی تعلق رکھتا ہے - اِن میں اہم فرق یہ ہے کہ چرواہا ایک انعام ہے جبکہ بُزرگ ہونا ایک منصب ہے -

نیا عہدنامہ مقامی کلیسیا کے متعدد چرواہوں کی تصویریں پیش کرتا ہے (اعمال ۲۰: ۱۷، ۲۸؛ ۱- پطرس ۵: ۱، ۲)۔ صرف ایک پاسٹر یا صدر بزرگ کی تصویر نہیں دِکھاتا۔

"اُستاد"۔ وُہ افراد جن کو خُدا نے توفیق اور صلاحیت بخشی ہے کہ بائبل مُقدّس کی باتوں کی وضاحت اور تشریح کر سکیں اور اِس کا اِطلاق مقدسین کے حالات پر کریں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی مُبشّر پاک کلام کے کسی حِصّے کے سیاق و سباق سے ہٹ کر خوشخبری کا پیغام سُنائے، مگر اُستاد یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ کِسی حوالے کا سیاق و سباق میں کیا مقام ہے۔

چونکہ آیت میں "چرواہا اور اُستاد" کو اکٹھا رکھا گیا ہے، اِس لئے بعض عُلما یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ دونوں سے ایک ہی "نعمت" مُراد ہے، اور اِس کو "چرواہے استاد" پڑھنا چاہئے۔ لیکن ایسا ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اُستاد ہو، مگر چرواہا بننے کی ہمّت نہ رکھتا ہو۔ اور چرواہا پاک کلام کو اِستعمال تو کر سکتا ہو مگر تعلیم دینے کی اِمتیازی صلاحیّت نہ رکھتا ہو۔ اگر یہاں آیت گیارہ میں "چرواہا اور اُستاد" ایک ہی شخص ہو تو پھر گرامر کے اِس قاعدہ کے مُطابق ۲: ۲۰ میں "رسُول اور نبی" بھی ایک ہی شخص ہو گا۔

ایک آخری بات ۔ ہم کو خُدا کی نعمت اور فِطری صلاحیت میں بڑی احتیاط سے اِمتیاز کرنا چاہئے۔ نئے عہدنامہ کے مفہوم کے مُطابق کوئی غیر نجات یافتہ شخص مُبشّر، چرواہا یا اُستاد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کوئی مسیحی بھی نہیں ہو سکتا جب تک اُسے خاص نعمت نہ ملی ہو۔ رُوح کی نعمتیں فوق الفطرت ہوتی ہیں۔ وہ اِنسان کو وُہ کام کرنے کی صلاحیّت اور توفیق دیتی ہیں جو اِنسانی طور سے ناممکن ہوتے ہیں۔

۴: ۱۲۔ اب ہم نعمتوں کے مقصد پر آتے ہیں "تاکہ مُقدّس لوگ کامِل بنیں، اور خِدمت گزاری کا کام کیا جائے اور مسیح کا بدن ترقی پائے"۔

۱۔ یہ "اِنعام" (آیت ۸) یا نعمتیں "مُقدّس" لوگوں کو تیار کرتے ہیں، یعنی اُن کو ضرُوری لوازمات فراہم کرتے ہیں۔
۲۔ پھر "مُقدّس لوگ" خِدمت کرتے ہیں۔
۳۔ پھر "بدن" ترقی پاتا ہے۔

"خِدمت گزاری کا کام" کوئی پیشہ نہیں ہوتا جس کے لئے خصوصی تربیّت حاصِل کی جاتی ہے اور جو پیشہ ورانہ تربیت یافتہ افراد کے لئے محدُود ہوتا ہے۔ اِس ترکیب کا سیدھا

سادہ مطلب "خِدمت" ہے اور اِس میں ہر قِسم کی رُوحانی خِدمت شامِل ہے۔ اِس آیت کی تعلیم یہ ہے کہ ہر ایک ایمان دار کو "خِدمت گزاری" کے کام میں لگے رہنا چاہئے۔

نعمتیں اِس لئے دی جاتی ہیں کہ سارے مسیحی خُداوند کی خِدمت میں کامِل بنیں، یعنی اُن کے پاس خِدمت کرنے کے سارے ضرُوری لوازمات موجُود ہوں اور اِس طرح "مسیح کا بدن" ترقی پائے۔

یہ لوگ خُدا کی طرف سے عطا ہوتے ہیں۔ اُن کو اِس طرح کام نہیں کرنا چاہئے کہ لوگ مستقِلاً اُن کے مُحتاج ہو جائیں اور ہمیشہ اُن پر اِنحصار کرتے رہیں، بلکہ اُن کو اِس طرح کام کرنا چاہئے کہ وُہ دِن آئے جب مُقدسین خُود یہ ذمہ داری پُوری کرنے کے قابل ہو جائیں۔

ذیل میں ہم اِس کی مثال دیتے ہیں۔

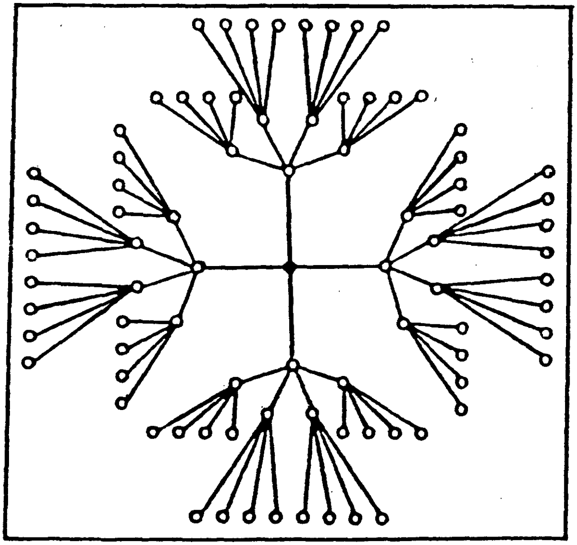

مرکزی دائرہ اُستاد کی نعمت کی تصویر پیش کرتا ہے۔ وُہ اُن کی خِدمت کرتا ہے جو

اُس کے اِرد گرد کے دائرہ میں ہیں تاکہ وُہ خود لائق ہو جائیں یعنی ایمان میں ترقی پائیں۔ پھر وُہ جاتے ہیں اور خُدا سے ملی ہوئی نعمتوں کے مطابق دُوسروں کی خدمت کرتے ہیں۔ اِس طرح کلیسیا ترقی کرتی اور پھیلتی جاتی ہے۔ "مسیح کے بدن" کو جسامت اور رُوحانیت میں ترقی دینے کا یہ اِلٰہی طریقہ ہے۔

اگر مسیحی خدمت کو صرف ایک چیدہ جماعت تک محدود کر دیا جائے تو خُدا کے لوگوں کی ترقی رُک جاتی ہے، ساری دُنیا میں منادی کرنے کے کام کا دم گھٹ جاتا ہے اور کلیسیا کی ترقی بھی رُک جاتی ہے۔ مخصوص شدہ پادریوں اور عام مسیحیوں میں اِمتیاز رکھنا پاک کلام کے خلاف ہے اور خوشخبری کے پھیلاؤ میں رُکاوٹ کی ایک بڑی وجہ بھی یہی ہے۔

۴ : ۱۳۔ یہ آیت اِس سوال کا جواب دیتی ہے کہ "ترقی کا یہ عمل کب تک جاری رہے گا؟" جواب یہ ہے کہ جب تک ہم سب یگانگی، پختگی اور مسیح کے مشابہ ہونے کی حالت کو نہیں پہنچ جاتے۔

"ایک ... ہو جائیں"۔ جب خُداوند کلیسیا کو آسمانی وطن میں لے جائے گا تو ہم سب "ایمان میں ... ایک" ہو جائیں گے۔ "اب ہم کو آئینہ میں دُھندلا سا دِکھائی دیتا ہے"۔ بہت سے معاملات میں ہمارا یہی حال ہے۔ بہت سے موضوعات پر ہم اختلافِ رائے رکھتے ہیں۔ اُس وقت ہم پورے طور پر متفق ہوں گے اور "خُدا کے بیٹے کی ... پہچان میں ایک" ہوں گے۔ یہاں ہم خُداوند کے بارے میں اِنفرادی نقطہ ہائے نظر رکھتے ہیں کہ وُہ کیسا ہے اُس کی تعلیمات کے مضمرات کیا ہیں۔ مگر اُس وقت اُس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وُہ ہے اور ایسے پورے طور پر پہچانیں گے جیسے ہم خود پہچانے گئے ہیں۔

"کامل اِنسان ... بنیں"۔ یہ رُوحانی بلوغت کا بیان ہے۔ فضائی استقبال کے موقع پر ہم کامل بلوغت کے درجہ کو پہنچیں گے۔ اِنفرادی طور پر اور مسیح کے بدن کے طور پر بھی ہم رُوحانی ترقی کے کمال کو پہنچیں گے۔

"مسیح کے پورے قد کے اندازہ تک ... پہنچ جائیں" یعنی ہم مسیح کے مشابہ ہوں گے۔ ہر ایمان دار اِخلاقی لحاظ سے "مسیح" کی مانند ہو گا۔ اور عالمگیر کلیسیا اُس بدن کی مانند ہو گی جو پوری بلوغت تک پہنچ چکی ہو اور جلالی سر کے بالکل لائق ہو گی۔ مسیح کی معموری خود کلیسیا ہے۔ یہ اُس کی معموری ہے جو سب کا معمور کرنے والا ہے۔ کلیسیا کے "پورے قد کے اندازہ" کا مطلب ہے پوری ترقی۔ اِس کی ترقی کے لئے خُدا کے منصوبے کی تکمیل۔

۴: ۱۴ - جہاں نعمتیں (انعام) خُدا کے مقرر کردہ طریقے کے مُطابق بروئے کار لائی جاتی ہیں اور مُقدّسین خُداوند کی خدمت کرنے میں سرگرمِ عمل ہوتے ہیں وہاں تینؔ خطروں سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ "بچے" یعنی ناپُختہ رہنا، عدمِ اِستحکام اور فریب کھانا۔

ناپُختگی ——— پَولُس اِس کو "بچے" رہنا کہتا ہے۔ جو ایمان دار مسیح کی خدمت میں سرگرمی سے شریک نہیں ہوتے وُہ رُوحانی طور پر "بچے" ہی رہتے ہیں۔ ورزش کے نہ ہونے کے باعث اُن کی ترقی نہیں ہوتی۔ ایسوں ہی کے لئے عبرانیوں کے خط کا مُصنّف کہتا ہے: "وقت کے خیال سے تمہیں اُستاد ہونا چاہئے تھا۔ مگر اب اِس بات کی حاجت ہے کہ کوئی شخص ... ابتدائی اُصُول تمہیں سِکھائے" (عبرانیوں ۵: ۱۲)۔

عدمِ اِستحکام ——— دُوسرا خطرہ رُوحانی متلوّن مزاجی ہے۔ رسُول اِسے موجوں کی طرح اُچھلتے بہنے سے تشبیہ دیتا ہے۔ ناپُختہ مسیحی پیشہ ور نیم حکیموں کی نازک خیالیوں اور نئے نئے اور عجیب و غریب نظریات سے مُتاثر ہو جاتے ہیں۔ وُہ مذہبی خانہ بدوش بن جاتے ہیں۔ کبھی ایک نظریہ کے پیچھے اور کبھی دوسرے نظریہ کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔

فریب کھانا ——— سب سے بڑا خطرہ فریب اور مکاری سے ہوتا ہے۔ جو لوگ ابھی رُوحانی بچے ہوں اُن کو راست بازی کے کلام کے اِمتیاز کی مہارت نہیں ہوتی۔ اُن کے حواس کو اتنی مشق نہیں ہوتی کہ نیک و بد میں تمیز کر سکیں (عبرانیوں ۵: ۱۳، ۱۴)۔ لازماً اُن کا واسطہ کسی ایسے جھوٹے فرقہ پرست سے پڑ جاتا ہے جو اپنی ظاہری گرم جوشی اور اخلاص سے اُن کو متاثر کر لیتا ہے۔ چونکہ وُہ مذہبی الفاظ اور زبان اِستعمال کرتا ہے اِس لئے یہ لوگ اُس کو سچّا مسیحی سمجھ لیتے ہیں۔ اگر اُنھوں نے خُود بائبل مُقدس کا مُطالعہ کیا ہوتا، تو وُہ اُس کے لفظوں کے فریب کاری کو جان لیتے۔ لیکن اب وُہ "ہر ایک تعلیم کے جھوکے سے موجوں کی طرح اُچھلتے بہتے" پھرتے ہیں۔ یہ بے اُصُول فریب کاری اُن کو ایک منظّم غلطی میں پھنسا دیتی ہے۔

۴: ۱۵ - اِس حصّے کی آخری دوؔ آیات مسیح کے بدن میں صحیح طور سے ترقی پانے کے عمل کی وضاحت کرتی ہیں۔ اوّل۔ تعلیم یا عقیدے پر قائم رہنے کی ضرورت ہے۔ "سچائی پر قائم" رہیں تو ایمان کی بُنیادی باتوں پر کسی قسم کی مفاہمت ہو ہی نہیں سکتی۔ دوم۔ ایک درست اور صحیح رُوح کی ضرورت ہے۔ "محبّت کے ساتھ سچائی پر قائم" رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر سچائی کا بیان محبّت کے علاوہ کسی اور طریقے سے کیا جائے تو فائدے کی بجائے نقصان ہو جاتا ہے۔ بلیکی

نصیحت کرتا ہے:

> "سچائی وہ عنصر ہے جس میں ہم کو جینا، چلنا پھرنا اور وجود رکھنا ہے ... لیکن سچائی کو محبت کے ساتھ ایسے پیوستہ ہونا چاہئے کہ ایک دوسری سے جدا نہ ہو سکیں۔ سخت لہجے اور درشتی سے سنائی گئی خوشخبری، خوشخبری نہیں رہتی۔ پیغام سنانے والے کی نزاع خیز روح پیغام کو برباد کر دیتی ہے۔"

اگر یہ نعمتیں مقدسین کو آراستہ کرتی ہیں اور وہ خدمت کرنے میں سرگرمِ عمل ہو جاتے ہیں تو مسیح کے ساتھ پیوستہ ہو کر ہر طرح سے بڑھتے" جاتے ہیں۔ اِس بڑھنے کا مقصد و مدعا مسیح ہے۔ اور بڑھنے کا دائرہ "ہر طرح سے" یا "سب باتوں میں" ہے۔ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں زیادہ سے زیادہ "اُس" کی مانند بنتے جاتے ہیں۔ جب کلیسیا میں "سر" کی مرضی کے مطابق کام ہوتا ہے تو اُس کا بدن دنیا کے سامنے اُس کی صحیح تر نمائندگی کرتا ہے!

۴: ۱۶ - خداوند یسوع اِس ترقی (اور بڑھتی) کا مقصد و مدعا ہی نہیں، وہ اِس کا بانی اور منبع بھی ہے۔ سارے "بدن" کی "ترقی" کا عمل اُسی سے صادر ہوتا ہے۔ بدن کے تمام اعضا کی آپس میں شاندار پیوستگی کے بیان کے لئے پولس "پیوستہ ہو کر اور گٹھ کر" کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر عضو اپنے خاص مقام اور کام کے لئے وضع کیا گیا ہے اور ہر دوسرے عضو سے کامل طور سے جڑا ہوا ہے۔ اور اِس طرح سے ایک کامل اور زندہ بدن تشکیل پاتا ہے۔ اِس کے بعد ایک ایک عضو کی اہمیت، ہاں، ضرورت کا بیان ہوتا ہے۔ "پیوستہ ہو کر اور گٹھ کر اُس تاثیر کے موافق جو بقدرِ ہر حصہ ہوتی ہے۔"

اِنسانی بدن بنیادی طور پر ہڈیوں، اعضا اور گوشت پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہڈیاں جوڑوں اور رباط (بندوں) کی مدد سے ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتی ہیں۔ ہر ایک جوڑ اور رباط بدن کی ترقی اور افادیت میں اپنا حصہ ادا کرتا ہے۔ یہی حال مسیح کے "بدن" کا ہے۔ کوئی عضو زائد یا فالتو نہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا ایمان دار بھی اہم اور ضروری ہوتا ہے۔

ہر ایک ایمان دار اپنا مخصوص کردار ادا کرتا ہے تو "بدن" ایک ہم آہنگ اور مربوط اکائی کی طرح ترقی کرتا ہے۔ حقیقی معنوں میں "بدن اپنے آپ کو بڑھاتا ہے" حالانکہ یہ بات بہت متناقض (خلافِ عادت) لگتی ہے۔ اِس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جب اعضا بائبل مقدس

دُعا، عبادت اور مسیح کی گواہی دینے کی خوراک کھاتے ہیں تو بدن "ترقی" کو تحریک دیتا ہے۔ جیفر نے کہا ہے کہ "انسانی بدن کی طرح کلیسیا بھی اپنے آپ کو خود بڑھاتی (ترقی دیتی) ہے"۔ یہ بدن جسامت میں بڑھنے کے علاوہ "محبت میں" بھی "ترقی کرتا" ہے۔ مُراد ہے کہ اعضا (ممبران) کو ایک دُوسرے کی فکر ہوتی ہے۔ ایمان دار مسیح میں قائم رہتے اور کلیسیا کے اندر اَپنے مخصُوص کام پُورے کرتے ہیں تو "محبت" میں ایک دُوسرے کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔

ج۔ نئی اخلاقیات کے لئے اپیل (۴: ۱۷ — ۵: ۲۱)

۴: ۱۷۔ پولُس رسُول نہایت خوش کلامی سے ایک نئی اخلاقیات کے لئے اپیل شروع کرتا ہے۔ یہ اپیل ۵: ۲۱ تک چلی گئی ہے۔ "خُداوند میں جتائے دیتا ہُوں" یعنی خُدا کے اِلہام سے، اور "خُداوند" کے اِختیار سے وُہ مسیحیوں کو اُبھارتا ہے کہ اپنی پُرانی زندگی کی ہر نشانی اور نشان کو اِس طرح پھینک دیں جیسے کیچڑ سے بھرے ہُوئے کپڑوں کو اتار پھینکتے ہیں۔ اور مسیح یسوع کی خوبیوں اور فضائل کو پہن لیں۔ "جس طرح غیر قومیں ۔ ۔ ۔ چلتی ہیں تم آئندہ کو اُس طرح نہ چلنا"۔ اب وُہ "غیر قومیں" نہیں رہے تھے بلکہ مسیحی بن گئے تھے۔ اب اُن کی زندگیوں میں اُسی مناسبت سے تبدیلی آنی چاہئے۔ پولُس دیکھتا ہے کہ بے مسیح دُنیا جہالت اور ذلالت اور گناہ کی گہرائیوں میں ڈوبی ہُوئی ہے۔ اِس دُنیا میں سات خوفناک خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یعنی :

بے مقصدیت ۔ "وُہ اپنے بے ہُودہ خیالات کے مُوافق چلتی" تھیں۔ اُن کی زندگی خالی، بے مقصد اور بے پھل تھی۔ سرگرمی اور ہلچل تو بہت تھی لیکن ترقی کوئی نہ تھی۔ وہ بُلبلوں اور پرچھائیوں کے پیچھے بھاگتے اور زندگی کی بڑی حقیقتوں کو پیٹھ پیچھے رکھتے تھے۔

۴: ۱۸ ۔ "اندھاپن"۔ وُہ فریبِ نظر کی دُنیا میں آنکھوں پر پٹی باندھے پھرتے تھے۔ "اُن کی عقل تاریک ہوگئی" تھی۔ اوّل تو وُہ طبعی طور پر رُوحانی سچائیوں کو سمجھنے کے نااہل تھے، اور پھر سچے خُدا کی پہچان کو ردّ کرنے کے باعث خُداوند نے اُن کی عقلوں کو اندھا کر دیا تھا۔ یہ اُن کی سزا تھی۔

بے دینی اور بدعملی ۔ وُہ "خُدا کی زندگی سے خارج" تھے، یعنی خُدا سے بے حد دُور تھے۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ جان بوجھ کر اپنے دِلوں کو سخت کر لیا تھا اور جہالت اِختیار کر رکھی تھی۔ اُنہوں نے مخلُوقات، قُدرت اور اپنے دِلوں میں موجُود خُدا کے نُور کو ردّ کر دیا تھا اور بُت پرستی میں پڑ

گئے تھے۔ اِس سبب سے وہ خُدا سے دُور اور دُور تر ہوتے چلے گئے تھے۔

۴:۱۹ - بے حیائی - وہ بے شرمی اور بے حیائی کے احساس سے بھی محرُوم ہو گئے تھے۔ ڈبلیو۔ سی۔ رائٹ بیان کرتا ہے:

> "وُہ احساسِ دَرد کھو چُکے تھے۔ جب پہلے پہل ضمیر کی بات نہیں مانی جاتی تو دَرد کی ایک ٹیس اُٹھتی ہے۔ ایک اِحتجاج ہوتا ہے جس کی آواز سُنی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر اِس آواز کو خاموش کر دیا جائے، تو فوراً کم ہوتی ہُوئی معلُوم ہوتی ہے اور صاف نہیں سُنی جاتی۔ اِحتجاج دب جاتا ہے، دَرد کی ٹیس مدھم پڑ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ احساسِ دَرد ختم ہو جاتا ہے۔"

کمینگی - اُنہوں نے دانِستہ "شہوت پرستی کو اِختیار" کر رکھا تھا یعنی کردار اور چال چلن کی بُرائی میں پڑے ہُوئے تھے۔ غیر قوموں کا گُناہِ کبیرہ جنسی بد اخلاقی تھا اور آج بھی ہے۔ وُہ برگشتگی کی بے مثال گہرائیوں میں پڑے ہُوئے تھے۔ پومپیائی[1] کی دیواریں آج بھی بے شرمی اور ناشائستگی کی داستانیں سُنا رہی ہیں۔ وُہی گناہ آج بھی غیر قوموں کی خصُوصیات ہیں۔

ناپاکی - اپنے جنسی گناہوں میں وُہ "ہر طرح کے گندے کام" کرتے تھے۔ یہاں یہ تصویر پیش کی گئی ہے کہ جیسے وُہ زناکاری کی تجارت کرتے تھے۔

حِرص - وُہ گُناہ اور شہوت پرستی میں ایسے حریص تھے کہ کبھی سیر نہ ہوتے تھے۔ اُن کا گُناہ مزید گُناہ کے لئے بھوک پیدا کرتا تھا۔

۴:۲۰ - یہ ساری باتیں اُس "مسیح" سے کتنی مُختلف تھیں جس کو افسیوں نے جان لیا تھا اور جس سے محبّت کرتے تھے! وُہ پاکیزگی اور پاک دامنی کا مُجسّمہ تھا۔ وُہ گُناہ سے واقف نہ تھا۔ اُس نے کبھی گُناہ نہیں کیا۔ اُس میں گُناہ نہیں تھا۔

۴:۲۱ - "مگر تُم نے ... اُس کی سُنی اور اُس میں یہ تعلیم پائی ہوگی" - اِس اندازِ بیان سے اِفسیوں کے ایمان لانے پر کسی قِسم کے شک و شبہ کا اِظہار کرنا مُراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جِتنوں نے مسیح "کی سُنی" اور اُس سے "تعلیم پائی" ہے وُہ جان گئے ہیں کہ وہ پاکیزگی اور خُدا پرستی کا مُجسّمہ ہے۔ مسیح کی سُننا سے مُراد ہے ایمان سے اُس کی سُننا۔ اُس کو خُداوند اور مُنجّی قبول کرنا۔ "اُس سے تعلیم پائی" - یہ اِشارہ اُن ہدایات کی طرف ہے جو اِفسیوں نے ایمان لانے کے بعد مسیح کی رفاقت

---

[1] کوہِ ویسویس کے دامن میں واقع جنوبی اِٹلی کا ایک شان دار شہر جو ۷۹ء میں آتش فشاں پہاڑ

میں چلنے کے وسیلے سے پائیں۔ بلیکی کہتا ہے "جب مسیح کے ساتھ ذاتی تعلق قائم ہو جاتا ہے تو ساری سچائی ایک نیا رنگ اور ایک نئی نوعیت حاصل کر لیتی ہے۔ مسیح کی ذات سے الگ سچائی میں کوئی سکت نہیں ہوتی"۔ "اُس سچائی کے مطابق جو یسوع میں ہے"۔ وہ صرف سچائی کی تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ وہ خود مجسم سچائی ہے (یوحنا ۱۴: ۶)۔ "یسوع" — یہ نام ہمیں، اُس کی زمینی زندگی کی طرف لے جاتا ہے، کیونکہ تجسم میں اُس کا یہی نام ہے۔ اُس نے اِس دنیا میں بے داغ زندگی گزاری۔ اُس کی اِس زندگی میں ہمیں اُس زندگی کا تضاد نظر آتا ہے جو غیر قومیں گزار رہی تھیں اور جس کا ذکر پولس نے ابھی ابھی کیا ہے۔

۴: ۲۲۔ مسیح کے سکول میں ہم یہ سیکھتے ہیں کہ اپنی تبدیلی کے وقت ہم اپنی "اُس پرانی انسانیت کو اُتار" ڈالتے ہیں "جو فریب کی شہوتوں کے سبب سے خراب ہوتی جاتی ہے"۔ "پرانی انسانیت" سے مراد وہ سب کچھ ہے جو انسان اپنی تبدیلی سے پہلے، جو وہ بحیثیت آدم کا فرزند ہوتا ہے۔ یہ انسانیت اِس لئے بگڑی ہوئی ہے کہ "فریب کی شہوتوں" کے دام میں ہے۔ یہ شہوتیں، یہ خواہشیں پہلے تو بہت خوش گوار اور ہونہار معلوم ہوتی ہیں، لیکن بعد میں بھیانک اور حسرتناک ثابت ہوتی ہیں۔ جہاں تک مسیح میں حیثیت کا تعلق ہے ایمان دار کی "پرانی انسانیت" مسیح کے ساتھ مصلوب اور دفن ہو گئی۔ عملی طور سے ایمان دار کو اُسے مُردہ شمار کرنا چاہئے۔ یہاں پولس رسول ایماندار کی حیثیت پر زور دے رہا ہے۔ ہم نے "پرانی انسانیت" کو ہمیشہ کے لئے "اُتار" ڈالا ہے۔

۴: ۲۳۔ افسیوں نے مسیح کے قدموں میں بیٹھ کر جو دوسرا سبق سیکھا یہ ہے کہ "اپنی عقل کی روحانی حالت میں نئے" بن گئے ہیں۔ اِس کا مطلب ہے کہ اُن کی سوچ بالکل بدل گئی ہے۔ ناپاکی اور گناہ کی باتیں سوچنے کی بجائے اب وہ پاکیزگی کی باتیں سوچتے ہیں۔ خدا کا روح سوچ و فکر کے عمل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اب وہ انسانی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ خدا کے نقطۂ نظر سے سوچتے ہیں۔

۴: ۲۴۔ تیسرا سبق یہ ہے کہ اُنہوں نے ہمیشہ کے لئے "نئی انسانیت" کو پہن

کے پھٹنے سے تباہ ہو گیا۔ محکمۂ آثارِ قدیمہ نے لاوے کے نیچے دفن اِس شہر کی کھدائی کی ہے اور دیواروں پر بنی ہوئی فحش تصویریں اِس شہر کی جنسی بے راہ روی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ہے۔ جو کچھ ایمان دار مسیح میں ہوتا ہے وہ ”نئی اِنسانیت“ ہے۔ یہ نیا مخلوق ہے جس میں پُرانی چیزیں جاتی رہیں اور سب نئی ہو گئی ہیں (۲۔ کرنتھیوں ۵: ۱۷)۔ یہ ”نئی“ قسم کی ”اِنسانیت“ ”خدا کے مطابق“ ہوتی ہے، یعنی اُس کی مشابہت پر ”پیدا کی گئی“ ہے۔ اِس کا اِظہار ”سچائی کی راست بازی اور پاکیزگی میں“ ہوتا ہے۔ ”راست بازی“ سے مُراد دُوسروں کے ساتھ درُست سلُوک ہے۔ ”پاکیزگی“ سے مُراد خُدا ترسی ہے جو خدا کو اُس کے شایانِ شان مقام دیتی ہے۔

۴: ۲۵۔ اب پولُس ایمان دار کی حیثیت کی بات کرتا ہے۔ چونکہ ایمان داروں نے مسیح کے ساتھ پیوست ہو کر پُرانی اِنسانیت کو اُتار پھینکا اور نئی اِنسانیت کو پہن لیا ہے، اِس لئے ضرُوری ہے کہ وُہ اپنی روزمرّہ زِندگی میں اِس تبدیلی کا مظاہرہ کریں۔ چنانچہ عملی طور پر یہ کریں کہ:

اوّل۔ ”جھُوٹ بولنا چھوڑ کر“ سچ بولنا اختیار کریں۔ یہاں ”جھُوٹ“ میں ہر قسم کی بے ایمانی، بد دیانتی، مُبالغہ آمیزی، دھوکا، عہد شکنی، اعتماد کو دھوکا دینا، خوشامد، چاپلُوسی، اِنکم ٹیکس میں ہیرا پھیری وغیرہ شامل ہیں۔ ایک مسیحی کی بات پُورے طور پر قابلِ اعتبار ہونی چاہئے۔ اُس کی ہاں، ہاں اور نہیں، نہیں ہو۔ جب ایک مسیحی سچائی میں کمی بیشی کرتا ہے تو اُس کی زِندگی خُدا کی عزّت کی بجائے اُس کی بدنامی کا باعث بن جاتی ہے۔

سچائی ہر شخص کی طرف سے ہم پر قرض ہے۔ البتہ جب یہاں پولُس ”پڑوسی“ کہتا ہے تو اِس کا خاص مطلب ہمارے ہم ایمان ساتھیوں سے ہے۔ یہ بات مذکورہ مقصد سے ظاہر ہوتی ہے کہ ”ہم آپس میں ایک دُوسرے کے عُضو ہیں“ (دیکھئے رومیوں ۱۲: ۵؛ ۱۔ کرنتھیوں ۱۲: ۱۲۔ ۲۷)۔ یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ایک ایمان دُوسرے ایمان دار سے جھُوٹ بولے گا۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ نَس دماغ کو غلط یا جھُوٹا پیغام ارسال کرے، یا سامنے خطرہ ہو تو آنکھ باقی سارے بدن کو دھوکا دے۔

۴: ۲۶۔ دوم۔ ہماری زندگیوں میں عملی طور سے نیا بننے کا ایک شعبہ گُناہ آلُود ”غصّہ“ اور راست ”غصّہ“ سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب ایمان دار بجا طور پر ”غصّہ“ میں آسکتا ہے مثلاً جب خُدا کی ذات کے خِلاف کُچھ کہا جائے۔ ایسی صورت میں غصّہ کرنے کا حُکم ہے۔ ”غصّہ تو کرو“۔ بُرائی کے خِلاف غصّہ بجا اور جائز ہوتا ہے۔ لیکن ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب غصّہ کرنا گناہ

ہوتا ہے۔ جب غُصّے کے پیچھے حسد، کینہ، اِنتقام، نفرت یا ناراضی کا جذبہ ہو، اور جب یہ جذبہ خاص کر ذاتی رنجش کے باعث ہو، تو ایسی صُورت میں غُصّہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ارسطو کا قول ہے، "ہر شخص غُصّہ کر سکتا ہے —— یہ تو آسان ہے لیکن صحیح شخص سے، صحیح سطح تک، صحیح وقت پر، صحیح سبب سے اور صحیح طریقے سے غُصّے ہونا —— یہ آسان نہیں ہے"۔

اگر کوئی ایمان دار ناروا "غُصّہ" سے مغلوب ہو جاتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ جلد سے جلد اِس کا اِقرار کر کے اِسے ترک کرے۔ اِقرار خُدا کے سامنے اور جو شخص غُصّے کا شکار ہُوا ہے اُس کے سامنے بھی کیا جائے، دِل میں کدُورت، حسد، رنجش اور کینہ باقی نہیں رہنا چاہیئے۔ "سُورج کے ڈوبنے تک تمہاری خفگی نہ رہے" جو بات بھی خُدا کے ساتھ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ رفاقت کو بگاڑتی ہے اُس کو فوراً درست کر لینا چاہیئے۔

۴ : ۲۷ - اگر غُصّے کے گُناہوں کا اِقرار نہ کیا جائے تو "ابلیس" کو قدم جمانے کا "موقع" مل جاتا ہے۔ اور وُہ اپنی کارروائیوں کے لئے بنیاد بنا لیتا ہے۔ اگر کوئی اُس کی مدد نہ بھی کرے تو بھی وُہ ایسے بے شمار مواقع ڈھونڈ نکالنے کی اہلیّت رکھتا ہے۔ اِس لئے ہمیں کسی بہانے بھی اپنی زِندگیوں میں حسد، غُصّہ، کینہ، بُغض اور نفرت جیسے جذبات کو جگہ نہیں دینی چاہیئے۔ یہ گُناہ مسیحی گواہی کو بدنام کرتے، غیر نجات یافتہ لوگوں کو ٹھوکر کِھلاتے، ایمان داروں کو ناراض کرتے اور ہمیں جِسمانی اور رُوحانی نقصان پہنچاتے ہیں۔

۴ : ۲۸ - اب پَولُس چوری کرنے اور دُوسروں کو اپنے مال میں شریک کرنے والے متضاد رویّوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پُرانی اِنسانیت چوری کرتی ہے۔ نئی اِنسانیت دُوسروں کو اپنے مال میں شریک کرتی ہے۔ پُرانی کو اُتارو، نئی کو پہنو۔ پَولُس کا اِیمان داروں کو یہ ہدایت کرنا کہ "چوری کرنے والا پھر چوری نہ کرے" اِس نظریہ کی تردید کرتا ہے کہ ایمان دار کبھی بے گُناہی کی نوبت تک پہنچ سکتا ہے۔ اُس میں پُرانی، بُری اور خود غرض فِطرت موجُود ہوتی ہے اور اِسے ہر روز کے تجربے میں مُردہ گرداننا پڑتا ہے۔ چوری کرنے کی کئی صُورتیں ہو سکتی ہیں۔ بڑے پیمانے پر چوری سے لے کر قرض ادا نہ کرنے تک سب چوری ہے۔ کام کے اوقات میں مسیح کی گواہی دینا، کسی کی تصنیف کو اپنا ظاہر کرنا، ناپ تول کے جھُوٹے پیمانے، حساب کتاب میں ہیرا پھیری، یہ سب چوری کی مختلف شکلیں ہیں۔ بے شک چوری کی یہ ممانعت کوئی نئی

نہیں ۔ مُوسیٰ کی شریعت چوری کرنے سے منع کرتی ہے (خرُوج ۲۰: ۱۵) ۔ لیکن پولُس یہ بات کہنے کے بعد جو کُچھ کہتا ہے وُہ اِس بات کو اِمتیازی طور پر مسیحی کردار اور مزاج عطا کرتا ہے ۔ صِرف اِتنا ہی نہیں کہ ہم چوری کرنے سے باز رہیں، بلکہ ضرُور ہے کہ کسی عزّت دار پیشہ میں "محنت" بھی کریں، تاکہ اِس لائق ہو جائیں کہ جو ہماری طرح خوشحال نہیں، اُن کو اپنے مال میں شریک کرنے کے قابل ہو جائیں ۔ شریعت نہیں بلکہ فضل پاکیزگی کے لئے قُوّت ہے ۔ صِرف فضل کی مثبت قوّت ہی ایک چور کو اِنسان دوست اور فلاحِ عامہ کا داعی بنا سکتی ہے ۔

یہ نہایت اِنقلابی بات ہے ۔ فطری اور طبعی عمل تو یہ ہے کہ اِنسان اپنی ضرُوریات اور خواہشات کو پُورا کرنے کے لئے کام کرے ۔ جب اُن کی آمدنی بڑھتی ہے تو معیارِ زندگی بھی بڑھتا ہے ۔ اُن کی زندگی کی ہر بات اپنی ذات کے گرد گھومتی ہے ۔ یہ آیت دنیوی محنت کا ایک اعلیٰ تر اور ارفع تر پہلُو پیش کرتی ہے کہ اِس محنت سے اِنسان اپنے خاندان کے لئے مُعتدل معیارِ زندگی ہی فراہم نہ کرے، بلکہ اِنسانوں کی رُوحانی اور جسمانی مُحتاجی بھی دُور کرے ۔ غور کریں کہ یہ مُحتاجی کتنی وسیع ہے!

۴: ۲۹ ۔ اب پولُس رسُول گُفتگو کے موضُوع کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نکمّی باتوں اور ترقی دینے والی باتوں کا تقابل پیش کرتا ہے ۔ "گندی" باتوں میں صِرف غلیظ گفتگو ہی نہیں، بلکہ ذُومعنی لطیفے اور مذاق، گندی کہانیاں، گُستاخی اور خُدا کی بے ادبی بھی شامل ہے ۔ لیکن غالباً یہاں مفہوم زیادہ وسیع ہے ۔ اور اُوچھی گفتگو، بیکار اور نکمّی اور بے مصرف باتوں کو بھی شامل کرتا ہے ۔ پولُس رسُول ۴: ۵ میں بے شرمی اور بیہودہ گوئی پر بات کرتا ہے ۔ یہاں ہمیں ہدایت کر رہا ہے کہ بے سُود باتوں کو چھوڑ کر تعمیری گفتگو کیا کریں ۔ ایک مسیحی کی باتوں میں مندرجہ ذیل خصُوصیات ہونی چاہئیں :

ترقّی دینا ۔ سُننے والوں کی ترقی ہو ۔

موزُونیت ۔ موقع محل کے مطابق ہو ۔

پُرفضل ۔ "سُننے والوں پر فضل ہو" ۔

۴: ۳۰ ۔ "اور خُدا کے پاک رُوح کو رنجیدہ نہ کرو جس سے تُم پر مخلصی کے دِن کے لئے مُہر ہُوئی ۔" اگر اِس کو گزشتہ آیت کے تعلق سے دیکھا جائے تو مطلب ہوگا کہ بے کار گفتگو اور اُوچھی باتیں رُوح کو رنجیدہ کرتی ہیں ۔ اِس کا تعلق آیات ۲۵ سے ۲۸ کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے کہ جھُوٹ بولنا، ناروا غصّہ اور چوری کرنا بھی رُوح کو دُکھ پہنچاتا ہے ۔ اور وسیع تر معنوں میں یہ بھی

کہا جا رہا ہے کہ ہمیں ہر اُس بات سے باز رہنا چاہیئے جس سے رُوح رنجیدہ ہوتا ہے۔

اِس کی تین زبردست دلیلیں دی جاتی ہیں:

۱- وُہ "پاک" رُوح ہے۔ ہر وُہ چیز جو پاک نہیں اُس کو ناخوش کرتی ہے۔

۲- وُہ "خُدا" کا پاک رُوح ہے۔ مُبارک تثلیث کا ایک اقنُوم ہے۔

۳- اُس سے ہم پر "مخلصی کے دِن کے لئے مُہر ہُوئی" ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہُوا مُہر مِلکیت اور حفاظت کی نشاندہی کرتی ہے۔ رُوح وہ مُہر ہے جو ضمانت ہے کہ ہم مسیح کی دُوسری آمد تک محفُوظ رکھے گئے ہیں اور اُس وقت ہماری نجات مکمّل ہو جائے گی۔ دِلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں پَولُس ایمان دار کے ابدی تحفّظ کو ایک دلیل کے طور پر اِستعمال کرتا ہے کہ اِس تحفّظ کے باعث ہمیں گناہ نہیں کرنا چاہیئے۔

یہ حقیقت کہ وُہ رنجیدہ ہو سکتا ہے ثابت کرتی ہے کہ رُوح القُدس ایک شخص ہے، کوئی تاثیر نہیں ہے۔ اِس کا یہ مطلب بھی ہے کہ وُہ ہم سے محبّت رکھتا ہے، کیونکہ وُہی شخص رنجیدہ یا ناخوش ہو سکتا ہے جو محبّت رکھتا ہو۔ رُوح القُدس کی اہم ترین اور پسندیدہ ترین خِدمت مسیح کو جلال دینا اور ایمان دار کو اُس کے مشابہ بنانا ہے (۲-کرنتھیوں ۳:۱۸)۔ جب کوئی مسیحی گُناہ کرتا ہے تو رُوح کو مذکورہ خِدمت چھوڑ کر بحالی کی خِدمت کرنی پڑتی ہے۔ اُس کو یہ دیکھ کر رنج اور دُکھ ہوتا ہے کہ گُناہ کے باعث ایمان دار کی ترقی رُک گئی ہے۔ اب اُسے اُس مسیحی کو گُناہ کا اِقرار کرنے اور توبہ کرنے کی منزل پر لانا پڑتا ہے۔

۴:۳۱- گرم مزاجی اور زبان کے سارے گُناہوں کو ترک کرنا ہوگا۔ رسُول اِن میں سے کئی ایک کی فہرست پیش کرتا ہے۔ اگرچہ ایک ایک کے باریک فرق کو واضح کرنا مُشکل ہے تاہم مجموعی مطلب صاف ہے:

"تلخ مزاجی" - سخت احساسات، کدُورت، مُعاف کرنے پر آمادہ نہ ہونا، اندر ہی اندر سُلگتے رہنا۔

"قہر" - دُشمنی، عداوت، اِختلاف، سڑیل پن۔

"غُصّہ" ناراضی میں بھڑک اُٹھنا، شدید جذبات، غُصّے کی لہریں۔

"شور و غُل" - غُصّے میں چیخنا چلانا - غُل غپاڑا، جھگڑنا، مخالفین پر برس پڑنا۔

"بدگوئی" - دُوسروں کی بےعزّتی کرنا، بدنام کرنا، بدزبانی کرنا۔

"بدخواہی" - دُوسروں کا بُرا چاہنا، کمینگی، بُغض -

۴: ۳۲ - مندرجہ بالا گناہوں کو ترک کرنا ہوگا اور خلا کو پُر کرنے کے لئے مسیح جیسی خصوصیات پیدا کرنا ہوں گی - متذکرہ بالا گناہ طبعی یا فِطری بُرائیاں ہیں جبکہ مندرجہ ذیل اچھی باتیں فوق الفطرت خوبیاں ہیں۔

"مہربان" - دُوسروں کی فلاح وبہبُود کے لئے بے لوث خِدمت، ذاتی قربانی دے کر دُوسروں کی مدد کرنا -

"نرم دِل" - ہمدردی، شفقت، ترس کے ساتھ دُوسروں میں دِلچسپی لینا، اور اُن کے بوجھ اُٹھانا -

"قصُور مُعاف" کرنا - ہر قسم کی خطا اور قصُور کو خوشدِلی سے مُعاف کرنا، اپنے خِلاف زیادتی کو نظر انداز کرنا، بدلہ لینے کی خواہش نہ کرنا -

مُعاف کرنے والی سب سے بڑی ہستی تو خُدا خود ہے - اور اُس کے مُعاف کرنے کی بُنیاد کلوری پر یسوع مسیح کا کام ہے - اگرچہ ہم مُعافی پانے کے لائق نہ تھے - خُدا اُس وقت تک گناہ مُعاف نہیں کرسکتا تھا جب تک شریعت کے تقاضے پُورے نہ ہو جاتے - اپنی محبّت میں خُدا نے وُہ سارے تقاضے پُورے کرنے کا اِنتظام کیا جو اُس کی راست بازی کرتی تھی - "مسیح میں" یعنی اُس کی ذات اور کام میں خُدا نے وُہ راست بُنیاد فراہم کی جس سے وُہ ہم کو مُعاف کرسکتا اور کرتا ہے -

چونکہ اُس نے ہمیں اُس وقت مُعاف کیا جب ہم پر "لاکھوں روپوں" کا قرض تھا، اِس لئے ہم پر فرض ہے کہ اُن کو بھی مُعاف کریں جو ہمارے "چند روپوں" کے مقروض ہوں (متّی ۱۸: ۲۳-۲۸)-

لینسکی صلاح دیتا ہے :

> "جس لمحے کوئی شخص مجھ پہ زیادتی کرتا ہے مجھے اُسی لمحے اُسے مُعاف کر دینا چاہیئے۔ تب "میری" رُوح آزاد ہو جاتی ہے - اگر مَیں اُس کی زیادتی کو دِل میں رکھتا ہُوں تو خُدا کے خِلاف گناہ کرتا ہُوں، اور اُس شخص کا بھی قصُوروار ہُوں، اور خُدا کی طرف سے اپنی مُعافی کو خطرہ میں ڈالتا ہوں - وُہ شخص توبہ کرے، تلافی کرے، مجھ سے مُعافی کا خواستگار ہو، یا ایسا نہ کرے، اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا - مَیں نے تو اُسے فوراً مُعاف

کر دیا۔ اب وُہ اپنے قصُور کے ساتھ خُدا کے حضوُر جائے گا۔ لیکن یہ اُس کا اور خُدا کا مُعاملہ ہے، میرا نہیں۔ میرا فرض صِرف یہ ہے کہ متّی ۱۸:۱۵ وغیرہ کے مُطابق اُس کی مَدد کروں۔ لیکن یہ مَدد کامیاب ہو، یا نہ ہو لیکن ضرُور ہے کہ یہ مَدد شرُوع کرنے سے پہلے مَیں اُس کو مُعاف کر دُوں"۔

۱:۵ - پُولُس کی اِس نصیحت کی بنیاد ۳۲:۴ میں خُدا کی طرف سے مُعافی کی مثال ہے۔ دونوں میں تعلق یہ ہے کہ خُدا نے مسیح میں تُم کو مُعاف کر دیا ہے۔ اب تُم "خُدا کی مانند بنو"، یعنی اُس کی پیروی کرو، اور ایک دُوسرے کو مُعاف کرو۔ "عزیز فرزندوں کی طرح"۔ اِن الفاظ میں ایک خاص مقصد چھپا ہُوا ہے۔ طبعی زِندگی میں بچّوں میں خاندانی خصائص ہوتے ہیں، اور وُہ اپنے خاندانی نام کو بُلند رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رُوحانی زِندگی میں چاہئے کہ ہم اپنے آسمانی باپ کو دُنیا پر ظاہر کرنے کی کوشش کریں اور اُس کے "عزیز" فرزندوں کی طرح اپنے مرتبے اور وقار کے مُطابق چال چلیں۔

۲:۵ - ایک اَور طریقہ جِس میں ہم کو خُداوند کے مُشابہ ہونا چاہئے وُہ ہے "محبّت سے" چلنا۔ آیت کا بقیہ حِصّہ وضاحت کرتا ہے کہ اِس کا مطلب اپنے آپ کو دُوسروں کی خاطر قُربان کرنا ہے۔ ہمارے کامِل نمُونہ یسوُع نے یہی کیا۔ کیسی حیرتناک حقیقت ہے! اُس نے ہم سے محبّت رکھی۔ اور اُس کی محبّت کا ثبوت یہ ہے کہ اُس نے ہماری خاطر اپنے آپ کو کلوری پر قُربان کر دیا۔

اُس کی بخشش کو "نذر" اور "قُربانی" کہا گیا ہے۔ ہر وُہ چیز جو خُدا کو دے دی جاتی ہے "نذر" ہوتی ہے۔ "قُربان کیا" سے یہاں ایک اضافی عُنصر مُراد ہے، یعنی اُس کی مَوت۔ وُہ حقیقی سوختنی قربانی تھا۔ اِس لئے کہ اُس نے خُود کو کامِل طور پر خُدا کی مرضی کے لئے وقف کر دیا تھا، یہاں تک کہ اُس نے صلیبی مَوت برداشت کی۔ پَولُس اُس کی بے بیان قربانی کی تعریف کرتا ہے کہ یہ "خوشبُو کی مانند" تھی۔ ایف۔ بی۔ میئر اِس پر تبصرہ کرتے ہُوئے کہتا ہے "محبّت میں بے کراں، قیمت میں بے پروا، اُن کی خاطر جو طبعی طور پر اِس کے قطعاً لائق نہ تھے۔ اُس منظر کی خوشبُو سے آسمان مہک اُٹھا اور خُدا کا دِل خُوشی سے لبریز ہو گیا"۔

خُداوند یسوُع نے دُوسروں کی خاطر قربان ہو کر اپنے باپ کو خوش اور راضی کیا۔ اِس میں سبق یہ ہے کہ ہم بھی دُوسروں کی خاطر قُربانی دے کر خُدا کو خوش کر سکتے ہیں۔

۳:۵ - آیات ۳ اور ۴ میں رسُول دوبارہ جنسی گُناہوں کے مَوضُوع کو چھیڑتا اور تاکیداً کہتا ہے کہ "جیسا کہ مُقدّسوں کو مُناسب ہے تُم میں حرامکاری ۔۔۔ کا ذِکر تک نہ ہو"۔ اور ساتھ ہی

کئی قسم کی حرامکاری کا ذکر بھی کرتا ہے۔

"حرامکاری" - جب اِس کا ذکر زِنا کاری کے ساتھ آتا ہے تو مُراد غیر شادی شُدہ افراد کے درمیان جنسی تعلق ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ یہاں یہ لفظ آیا ہے اور زِنا کاری کا اِس کے ساتھ ذِکر نہیں تو اِس کا مطلب ہر قسم کی جنسی بے راہ رَوی ہوتا ہے۔

"ناپاکی" - اِس کا مطلب بھی غیر اخلاقی حرکات وافعال ہیں۔ اِن میں گندی تصاویر، فحش کتابیں اور اِسی قِسم کی دُوسری چیزیں بھی شامل ہیں جو ناشائستہ زِندگی اور غلط جذبات کو بھڑکاتی ہیں۔

"لالچ" - عام طور سے اِس کا مطلب روپیہ پیسہ کی حِرص سمجھا جاتا ہے۔ یہاں اِس سے مُراد شہوانی خواہش ہے، یعنی وُہ جنسی ہوس جو کبھی پُوری نہیں ہوتی اور شادی کے بندھنوں کے باہر بھی مُنہ مارتی پھرتی ہے (دیکھئے خرُوج ۲۰: ۱۷) - "تُو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا"۔

مسیحیوں کے درمیان تو ان باتوں کا "ذِکر تک نہ" ہونا چاہیئے۔ اور یہ کہنے کی تو ضرُورت ہی نہیں کہ ایمان داروں میں تو کبھی یہ تذکرہ ہونا ہی نہیں چاہیئے کہ کسی نے اِس قِسم کے گُناہ کا اِرتکاب کیا ہے۔ اور ان کا ذِکر اِس انداز میں تو کبھی ہونا ہی نہیں چاہیئے جس سے اِن کے گھنونے پن اور بے شرمی میں کمی واقع ہو۔ اِن کا ذِکر ہلکے پُھلکے انداز میں کرنا بہُت خطرناک ہوتا ہے۔ ان کے لِئے عُذر بہانے پیش کرنا اور مُسلسل اور مانُوس انداز میں باتیں کرنا اَور بھی خطرناک ہوگا۔ پَولُس اپنی نصیحت کو تاکیدی بنانے کے لئے کہتا ہے "جیسا کہ مُقدّسوں کو مناسب ہے"۔ ایمان داروں کو دُنیا کی خرابی اور گندگی سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ اَب اُن کو قول اور فعل دونوں لحاظ سے اِن سیاہ جذبات سے عملی طور پر دُور رہنا چاہیئے۔

۵: ۴ - ایمان داروں کی بات چیت میں مندرجہ ذیل باتوں کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیئے۔

"بے شرمی" - اِس میں گندی کہانیاں، جنسی رنگ کے مذاق اور ہر قسم کی ناشائستگی اور فحاشی شامل ہیں۔

"بے ہُودہ گوئی" - اِس کا مطلب ہے لایعنی باتیں، بچگانہ باتوں سے بھی کم تر۔ اِس میں گندی باتیں بھی شامل ہیں۔

"ٹھٹھا بازی" - مُراد ہے ذُومعنی گُفتگو اور لطیفے یا مذاق - مُسلسل ایسی باتیں کرتے رہنے سے یہ خیالات ذہن میں گھر لیتے ہیں اور نتیجے میں اِنسان ایسی حرکتیں عملی طور پر

کرنے کے قریب آتا جاتا ہے۔

گناہ کے بارے میں ہنسی مذاق اور "ٹھٹھا بازی" کرنا ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ زبان کو ایسی نالائق اور ناشائستہ باتوں میں اِستعمال کرنے کی بجائے ایک مسیحی کو اپنی زِندگی میں ساری برکتوں اور رحمتوں کے لئے "شُکرگزاری" ادا کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ یہ بات خداوند کو پسند، دُوسروں کے لئے اچھا نمونہ اور خُود اپنی رُوح کے لئے فائدہ مند ہے۔

۵:۵ ۔ بداخلاق اور بدقماش لوگوں کے بارے میں خدا کے رویّہ میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ اُن کی "مسیح اور خُدا کی بادشاہی میں کچھ میراث نہیں"۔ یہ حُکم اور فیصلہ دُنیا کے مروّجہ رویّہ سے قطعی فرق بلکہ برعکس ہے۔ جنسی خطاکار بیمار ہیں اور اُن کو نفسیاتی عِلاج کی ضرورت ہے۔ لوگ کہتے ہیں بدکاری اور حرامکاری ایک بیماری ہے، ایک روگ ہے لیکن خُدا اِس کو "گناہ" کا نام دیتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں اس کا علاج نفسیاتی تجزیہ میں ہے۔ خُدا کہتا ہے اِس کا عِلاج نئی پیدائش میں ہے۔

یہاں تین۳ قصورواروں کا خاص ذِکر کیا گیا ہے۔ یہ وُہی تین۳ ہیں جو آیت ۳ میں بھی موجُود ہیں۔ اور یہ ہیں "حرامکار اور ناپاک اور لالچی" لوگ۔ یہاں اِس خیال کا اِضافہ کیا گیا ہے کہ "لالچی شخص" "بُت پرست کے برابر ہے"۔ اِس برابری کی ایک وجہ یہ ہے کہ وُہ خُدا کے بارے میں جھُوٹا تاثر رکھتا ہے۔ وُہ سمجھتا ہے کہ خُدا ایک ایسی ہستی ہے جو شہوانی خواہشات کو منظور کرتا ہے ورنہ وُہ لالچی ہونے کی جُرأت بھی نہ کرتا۔ لالچی شخص کو بُت پرست کے برابر قرار دینے کی دُوسری وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص اپنی مرضی کو خُدا کی مرضی پر فائق رکھتا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کا نتیجہ خالق کو چھوڑ کر مخلُوق کی پرستش کرنا ہوتا ہے (رومیوں ۱:۲۵)۔

جب پَولُس کہتا ہے کہ ایسے لوگوں کی "بادشاہی میں کُچھ میراث نہیں" تو اُس کا مطلب بالکُل یہی ہے۔ وُہ لوگ جن کی زِندگیوں میں یہ گُناہ خصُوصیّت سے موجُود ہوں وُہ کھوئے ہُوئے ہیں۔ ہلاکت میں ہیں اور جہنّم میں جا رہے ہیں۔ فی الوقت وُہ نادیدنی "بادشاہی" میں نہیں ہیں۔ اور جب مسیح بادشاہی کرنے کو دوبارہ آئے گا، اُس وقت بھی وُہ اِس "بادشاہی" میں نہیں ہوں گے۔ وُہ آسمان کی ابدی "بادشاہی" سے باہر رہیں گے اور دروازہ بند ہو جائے گا۔ پَولُس رسُول یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ لوگ اگرچہ "بادشاہی" میں ہیں مگر مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے آ کر نقصان اُٹھائیں گے۔ وُہ مسیحی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اُن کی زِندگیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ

وُہ نجات سے واقف نہ تھے۔ بلاشُبہ وُہ نجات پا "سکتے ہیں" بشرطیکہ توبہ کریں اور خُداوند یسوع پر ایمان لائیں لیکن اگر وُہ سچّے دِل سے تبدیل ہُوئے ہیں تو وُہ اب اِن گُناہوں کا ارتکاب نہیں کریں گے۔

"مسیح اور خُدا کی بادشاہی"۔ غور کریں کہ اِس اِصطلاح میں مسیح کی اُلوہیت مُضمر ہے۔ "مسیح" کو "خُدا" باپ کے ساتھ ایک ہی سطح پر رکھا گیا ہے۔ "بادشاہی" میں دونوں یکساں حاکم ہیں۔

۵:۶ ۔ دُنیا کے بہُت سے لوگ جنسی بے راہ روی اور بدکاری کے بارے میں ملائمت اور برداشت کا رویّہ رکھتے ہیں۔ وُہ کہتے ہیں جسمانی خواہشات کو پُورا کرنا ایک ضرُورت ہے اور فائدہ مند ہوتا ہے۔ اور اگر اِن کو دبا دِیا جائے تو ٹیڑھی اور بے عمل شخصیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اخلاقیات کا تعلق صِرف اُس تہذیب وثقافت سے ہوتا ہے جِس میں ہم رہتے ہیں۔ اور چونکہ بعض مُعاشروں میں شادی سے پہلے، شادی کے بعد اور ہم جنسیت میں جنسی تعلقات (جِس کو خُدا کا کلام حرامکاری، زِنا اور بے راہ روی قرار دے کر مذمّت کرتا ہے) کو بُرا نہیں سمجھا جاتا، اِس لئے اِن کو قانونی طور پر جائز قرار دے دینا چاہئے۔ حیرانی کی بات ہے کہ ان جنسی گُناہوں کو جائز قرار دِلوانے والی آوازوں میں بعض ایسے لوگوں کی آوازیں بھی شامِل ہیں جو ظاہری کلیسیا میں اعلیٰ عُہدوں پر فائز ہیں۔ چنانچہ جو عام ممبران سوچا کرتے تھے کہ بدکاری وغیرہ بداخلاقی ہے اب سرکردہ خادمانِ دین ہی اُن کو یقین دِلا رہے ہیں کہ یہ رویّہ اور نظریہ دقیانوسی باتیں ہیں۔

سچے مسیحیوں کو ایسی دوغلی باتوں سے فریب نہیں کھانا چاہئے۔ "کیونکہ اِن ہی گُناہوں کے سبب سے نافرمانی کے فرزندوں پر خُدا کا غضب نازِل ہوتا ہے"۔ حرامکاری اور زناکاری جیسے گُناہوں کے بارے میں خُداوند کا رویّہ گنتی ۲۵:۱-۹ میں خُوب نظر آتا ہے۔ مُوآب کی عورتوں کے ساتھ گُناہ کرنے کے باعث چوبیس ہزار اسرائیلی قتل ہو گئے تھے۔ ہم جنسیت کے گُناہ کے بارے میں خداوند کا رویّہ سدوم اور عمورہ کی تباہی میں نظر آتا ہے۔ آسمان سے آگ اور گندھک نازِل ہوئی اور یہ دونوں شہر صفحۂ ہستی سے مِٹ گئے (پیدائش ۱۹:۲۴، ۲۸)۔

لیکن خُدا کا قہر اور "غضب" صرف ایسی فوق الفطرت سزاؤں ہی میں ظاہر نہیں ہوتا۔ جنسی گُناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو دُوسرے طریقوں سے بھی سزاؤں کا تجربہ ہوتا ہے۔ کُچھ تو جسمانی اثرات ہیں مثلاً امراضِ خبیثہ (آتشک، سوزاک وغیرہ) اور ایڈز کی بیماری۔ ذہنی، اعصابی اور جذباتی

بیماریاں جو احساسِ گُناہ سے پَیدا ہوتی ہیں ، وُہ اِن کے عِلاوہ ہیں۔ شخصیّت مَسخ ہو جاتی ہے ۔ اور حرامکاروں اور زِناکاروں کے لئے خُدا کی آخری عدالت (غضب) تو ہے ہی (عبرانیوں ۱۴:۳)۔ "نافرمانی کے فرزندوں" پر ہرگز رحم نہ کیا جائے گا۔ یہ لوگ نافرمان آدم کی اولاد ہیں اور دیدہ دانِستہ اُس کی نافرمانی کی پَیروی کرتے ہیں (مکاشفہ ۲۱:۸) ۔

۵:۷۔ ایمان داروں کو سختی سے خبردار کیا گیا ہے کہ بے دینی کے ایسے چال چلن میں قطعاً حِصّہ نہ لیں، کیونکہ اِس سے خُدا کے نام کی بے عزّتی ہوتی ہے، دُوسروں کی زندگیاں برباد ہوتی ہیں اور خُود اپنی گواہی کا ناس ہو جاتا ہے اور وُہ بدلہ مِلتا ہے کہ توبہ ہی بھلی ۔

۵:۸۔ آیت سات کے سخت حُکم کو نافذ کرنے کے لئے پَولُس رسُول "تاریکی" اور "نور" کے بارے میں بڑی پُرمغز بات کرتا ہے ۔ (آیات ۸ - ۱۴) ۔ ایک وقت تھا کہ اِفسی "تاریکی" تھے، مگر اب وُہ "خُداوند میں نُور" ہو گئے ہیں ۔ پَولُس یہ نہیں کہتا کہ وُہ "تاریکی میں" تھے بلکہ یہ کہ خُود "تاریکی تھے"، یعنی "تاریکی" کا مُجسّمہ تھے ۔ اب خُداوند کے ساتھ پیوستگی کے سبب سے وُہ "نُور" بن گئے ہیں — خُداوند نُور ہے ۔ وُہ خُداوند میں ہیں ۔ اِس لئے اب "خُداوند میں نُور" ہیں ۔ اب اُن کی حالت اُن کی حیثیت کے مُطابق ہونی چاہئے، یعنی اُن کو "نُور کے فرزندوں کی طرح" چلنا چاہئے ۔

۵:۹۔ یہ جُملہ مُعترضہ اُس "پَھل" کی وضاحت کرتا ہے جو نُور میں چلنے والے پَیدا کرتے ہیں ۔ "نُور کا پَھل ہر طرح کی نیکی اور راست بازی اور سچائی ہے" ۔ یہاں "نیکی" ایسی اِصطلاح ہے جس میں ہر طرح کی اخلاقی خُوبیاں شامِل ہیں ۔ "راست بازی" کا مطلب ہے خُدا اور انسان دونوں کے ساتھ سارے مُعاملات میں دیانت ۔ اور "سچّائی" کا مطلب ہے ایمان داری، اِنصاف پسندی اور حقیقت ۔ اِن سب کو یکجا کریں تو مسیح کے نُور سے معمُور زِندگی بنتی ہے جو گہری تاریکی کے منظر میں چمکتی ہے ۔

۵:۱۰۔ جو لوگ نُور میں چلتے ہیں وُہ نہ صرف گزشتہ آیت میں مذکُور پَھل پَیدا کرتے ہیں، بلکہ "تجربہ سے معلُوم" کر لیتے ہیں "کہ خُداوند کو کیا پسند ہے" ۔ وُہ اپنے ہر خیال، قول اور فعل کو پَرکھتے ہیں ۔ "خُداوند" اِس کے بارے میں کیا سوچتا ہے؟ اُس کے حضُور میں یہ کیسا لگے گا؟ وُہ زندگی کے ہر شعبہ — گُفتگو، طرزِ زندگی، لباس، کتابیں، کاروبار، تفریحات، فرنیچر، دوستیاں، چُھٹیاں، کھیل کُود — کو گہرے طور پر جانچتے اور پَرکھتے ہیں ۔

۵:۱۱۔ ایمان داروں کو "تاریکی کے بے پَھل کاموں" سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہئے ۔

نہ اُن میں شریک ہوں، نہ اُن کے بارے میں ملائم رویّہ رکھیں، نہ اُن کو برداشت کریں۔ جہاں تک خُدا اور اِنسانوں کا تعلق ہے "تاریکی کے کام" بالکل "بے پھل" ہوتے ہیں۔ اِسی اِنتہائی بنجر پن کی وجہ سے ایک دفعہ رُوم کے مسیحیوں سے پُوچھا تھا کہ "پس جن باتوں سے تم اَب شرمِندہ ہو، اُن سے تُم اُس وقت کیا پھل پاتے تھے؟" (رومیوں ۶: ۲۱)۔ یہ اِس لئے بھی "تاریکی کے" کام ہیں کہ مدھم روشنیوں، پردے گرا کر، مُقفّل دروازوں کے پیچھے اور خُفیہ کمروں میں کئے جاتے ہیں۔ اِن سے اِنسان کا "تاریکی" کے لئے فطری رُجحان اور نُور سے نفرت منعکس ہوتی ہے اِس لئے کہ اُن کے کام بُرے ہیں (یُوحنّا ۳: ۱۹)۔ ایمان داروں کو ہدایت کی گئی ہے کہ نہ صِرف "تاریکی کے بے پھل کاموں" سے باز رہیں بلکہ اُن پر "ملامت ہی کیا" کریں۔ یہ دو طرح سے کی جاتی ہے۔ اوّل پاکیزہ زندگی بسر کرنے سے، اور دوم رُوحُ القُدس کی ہدایت سے اِن کاموں کی اِصلاح کرنے سے۔

۵: ۱۲۔ اَب پَولُس رسُول واضح کرتا ہے کہ مسیحی کیوں اِن بداخلاقی کے کاموں سے مفاہمت نہ کریں بلکہ ان پر ملامت ہی کیا کریں۔ اِنسان چھپ کر جو بڑے بڑے گُناہ کرتے ہیں وُہ اِتنے گِھنونے ہیں کہ اُن کا "ذکر بھی کرنا شرم کی بات ہے"۔ اُن کا اِرتکاب کرنا تو دُور کی بات ہے۔ غیر طبعی گُناہ جو اِنسان نے اِیجاد کر لئے ہیں اِتنے خراب ہیں کہ اُن کے ذِکر سے بھی سُننے والے کا ذہن ناپاک ہو جاتا ہے۔ اِس لئے مسیحیوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اُن کے ذِکر سے بھی اِحتراز کریں۔

۵: ۱۳۔ "نُور" اُن ساری باتوں کو "ظاہر" کر دیتا ہے جو تاریکی میں ہوتی ہیں۔ اِس لئے پاکیزہ مسیحی زندگی تقابُل سے نئی پَیدائش سے محرُوم زِندگیوں کی گُناہ آلودگی کو ظاہر کر دیتی ہے اور ملامت کے موزُوں الفاظ گُناہ کی اصلیت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ بلیکی وضاحت کرتا ہے:

> "مثال کے طور پر ہمارا خُداوند فریسیوں کی ریاکاری پر ملامت کرتا تھا —
> لیکن اِس سے پیشتر اُن کے اعمال شاگِردوں کو بُرے معلُوم نہیں ہوتے تھے،
> مگر جب مسیح اُن پر سچائی کی پاک اور خالص روشنی ڈالتا تھا تو اُن کی اَصلیت
> ظاہر ہو جاتی تھی اور وُہ نفرت انگیز لگتے تھے اور اب بھی لگتے ہیں"۔

"کیونکہ جو کُچھ ظاہر کیا جاتا ہے وُہ روشن ہو جاتا ہے"۔ مُراد یہ ہے کہ جب مسیحی بطورِ نُور اپنی خِدمت کو بروئے کار لاتے ہیں تو دُوسرے ظاہر یعنی روشن ہو جاتے ہیں۔ "نُور" کی ملامت کرنے والی خِدمت کی وساطت سے بُرے لوگ تبدیل ہو کر نُور کے فرزند بن جاتے ہیں۔

لیکن یہ کوئی حتمی قاعدہ نہیں ۔ اِستثنائی صُورتیں بھی ہو سکتی ہیں ۔ نُور میں لایا جانے والا ہر شخص مسیحی نہیں ہو جاتا ۔ لیکن رُوحانی دُنیا میں یہ ایک عام اصُول ہے کہ نُور ایک لحاظ سے نُور پیدا کرتا ہے ۔ اِس کی مِثال ۱ ۔ پطرس ۱:۳ میں مِلتی ہے جہاں ایمان دار بیویوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنی زِندگیوں کے نمونے سے بے ایمان خاوندوں کو مسیح کے لئے جیت لیں ۔ "اَے بیویو! تُم بھی اپنے اپنے شوہر کے تابع رہو ۔ اِس لئے کہ اگر بعض اُن میں سے کلام کو نہ مانتے ہوں تو بھی تُمہارے پاکیزہ چالچلن اور خوف کو دیکھ کر بغیر کلام کے اپنی اپنی بیوی کے چالچلن سے خُدا کی طرف کھِنچ جائیں" ۔ اِس طرح مسیحی بیویوں کا نُور بے دِین خاوندوں کی تارِیکی پر فتح مند ہوتا ہے اور وُہ بھی نُور بن جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔

۱۴:۵ ۔ ایمان دار کی زِندگی ہمیشہ ایک وَعظ ہونی چاہئے ۔ اِسے ہمیشہ اپنے اِردگرد کی تاریکی کو ظاہر کرنا چاہیئے اور بے ایمانوں کو ہر وقت دعوت دیتے رہنا چاہیئے :

"اَے سونے والے ! جاگ
اور مُردوں میں سے جی اُٹھ
تو مسیح کا نُور تجھ پر چمکے گا ۔"

یہ نُور کی آواز ہے جو تاریکی میں سونے والوں اور رُوحانی موت میں پڑے ہُوؤں کو پُکار رہی ہے ۔ نُور اُن کو زِندگی اور روشنی کے لئے پُکار رہا ہے ۔ اگر وُہ اِس دعوت کو قبول کریں تو "مسیح" اُن پر "چمکے گا" اور اُن کو "نُور" بخشے گا ۔

۱۵:۵ ۔ اگلی سات آیات میں منفی اور مثبت نصیحتوں کے ایک سِلسلے کی مدد سے پَولُس رسُول بے وقوفی کے اقدام اور مُحتاط کردار کا تقابُل پیش کرتا ہے ۔ پہلے تو وُہ اپنے قارئین سے درخواست کرتا ہے کہ "نادانوں کی طرح نہیں بلکہ داناؤں کی مانند چلو" ۔ جیسے کہ پہلے بیان ہُوا "چلنا" اِس خط کا کلیدی لفظ ہے ۔ یہ لفظ سات دفعہ ایک فرد کی زِندگی کی تمام تر سرگرمیوں کو بیان کرنے کے لئے اِستعمال ہُوا ہے ۔ "غور سے دیکھو کہ کِس طرح چلتے ہو" یعنی چوکسی اور ہوشیاری سے چلو ۔ اِس کا مطلب ہے خُدا کے فرزندوں کی حیثیت سے نُور میں چلنا ۔ اور "نادانوں کی مانند" چلنے کا مطلب ہے کہ اِس بُلند و اعلیٰ سطح سے نیچے اُتر کر دُنیاوی لوگوں کا کردار اپنا لینا ۔

۱۶:۵ ۔ دانائی کی چال ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ "وقت کو غنیمت" جانیں، یعنی موقع

سے فائِدہ اُٹھائیں۔ ہر روز دروازے کُھلے مِلتے ہیں۔ بہُت سے مواقع مِلتے ہیں۔ "وقت کو غنیمت" جاننے کا مطلب ہے ایسی زِندگی گزُارنا جو پاکیزگی کے لئے مشہُور ہو، رحم اور دردمندی کے کام کرنا" اور ہمدردی کی باتیں کرنا۔ اِس بات کی ضرورت اِس لئے بہُت زیادہ ہے کہ "دِن بُرے ہیں"۔ جس زمانے میں ہم رہتے ہیں وُہ بہُت بُرا ہے۔ یہ دِن ہم کو یاد دِلاتے ہیں کہ خُدا اِنسان سے ہمیشہ مزاحمت نہیں کرتا رہے گا۔ یہ فضل کا دَور بہُت جلد ختم ہونے کو ہے۔ اُس دُنیا میں عبادت کرنے، گواہی دینے اور خدمت کرنے کے مواقع ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔

۵:۱۷ - چنانچہ چاہیئے کہ ہم "نادان نہ" بنیں "بلکہ خُدا کی مرضی کو سمجھیں"۔ یہ بہُت ہی اہم بات ہے۔ چونکہ بَدی بہُت بڑھ گئی ہے اور وقت بہُت ہی کم ہے اِس لئے آزمائش آ سکتی ہے کہ ہم اپنی پسند کے کاموں میں دِن رات ایک کر دیں۔ مگر اِس کا فائدہ کوئی نہیں ہو گا۔ قُوّت اور وقت ضائع جائیں گے۔ اہم بات یہ ہے کہ ہم ہر روز اپنے لئے "خُدا کی مرضی" معلُوم کریں اور اِس پر عمل کریں۔ مؤثر زِندگی گزارنے کا یہی واحِد طریقہ ہے۔ عین ممکن ہے کہ ہم مسیحی کام کو اپنے ہی خیالات اور اپنی ہی طاقت سے چلاتے رہیں اور "خُدا کی مرضی" سے بالکُل دُور ہوں۔ دانائی کا راستہ یہی ہے کہ ہم اپنی زندگی کے لئے خُدا کی "مرضی" معلُوم کریں اور پھر اِس کی پُوری پُوری فرمانبرداری کریں۔

۵:۱۸ - "اور شراب میں متوالے نہ بنو کیونکہ اِس سے بَدچلنی واقع ہوتی ہے"۔ بعض مُعاشروں میں اِس قِسم کا حُکم بہُت چونکا دینے والا اور بالکُل غیر ضرُوری معلُوم ہو گا، اِس لئے کہ بہُت سے مسیحی حلقے مکمّل پرہیزگاری سے اُصُول یا حُکم پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ بائبل تمام مُعاشروں اور ثقافتوں کے لئے لِکھی گئی تھی۔ اور کئی ممالِک میں شراب آج بھی دسترخوان پر ایک عام مشرُوب کے طور پر اِستعمال ہوتی ہے۔ پاک کلام اگرچہ اِس کے اِستعمال کی مذمت نہیں کرتا، مگر اِس کے غلط اِستعمال کی سخت مذمّت کرتا ہے۔ دَوا کے طور پر شراب کا اِستعمال جائز ہے (امثال ۳۱:۶؛ ۱-تیمتھیُس ۵:۲۳)۔ خُداوند یسُوع نے قانائے گلیل میں شادی کے موقع پر مشرُوب کے طور پر اِستعمال کرنے کے لئے پانی کو مَے بنایا تھا (یُوحنّا ۲:۱-۱۱)۔

لیکن مُندرجہ ذیل حالات میں شراب کا اِستعمال غلط بن جاتا ہے اور اِس کی ممانعت ہے:

۱- جب اخلاقی حدُود سے تجاوز کرے (امثال ۲۳:۲۹-۳۵)۔

۲- جب یہ عادی بنانے لگے (۱-کرنتھیوں ۶:۱۲ب)-

۳- جب دُوسرے ایمان دار کے کمزور دِل کو ٹھوکر لگنے کا باعث ہو (رومیوں ۱۴:۱۳؛ ۱-کرنتھیوں ۸:۹)-

۴- جب جماعت میں گواہی کو نقُصان پہُنچائے اور خُدا کے جلال کا سبب نہ ہو (۱-کرنتھیوں ۱۰:۳۱)-

۵- جب اِیمان دار کے ذہن میں اِس کے اِستعمال کے بارے میں شک ہو (رومیوں ۱۴:۲۳)-

پَولُس رسُول شراب نوشی کا مُتبادل بھی پیش کرتا ہے کہ "شراب میں متوالے ہونے کی بجائے رُوح سے معمُور ہوتے جاؤ"۔ شاید پہلے پہل ہم اِس تعلق پر بھی چونک اُٹھیں۔ لیکن جب ہم اِن دونوں حالتوں کا مُقابلہ کرتے اور مشابہت دیکھتے ہیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ رسُول ان دونوں کو اِس طرح کیوں اکٹھا کرتا ہے -

۱- دونوں حالتوں میں اِنسان اپنے سے خارجی طاقت کے ماتحت ہوتا ہے - ایک صُورت میں یہ نشہ آور شراب کی طاقت ہوتی ہے - دُوسری صُورت میں "رُوحُ" القدُس کی قدُرت ہوتی ہے -

۲- دونوں حالتوں میں اِنسان جوش میں ہوتا ہے - پنتکُست کے دن "روح" کے پیدا کردہ جوش یا بے خودی کو غلطی سے شراب کا اثر سمجھا گیا (اعمال ۲:۱۳) -

۳- دونوں حالتوں میں اِنسان کی چال متاثر ہوتی ہے - شراب کے نشہ میں اُس کی جِسمانی یا طبعی چال اور دُوسری صُورت میں اُس کا اِخلاقی چلن -

لیکن دو طریقوں سے یہ دونوں حالتیں ایک دُوسری سے قطعی مُختلف ہوتی ہیں:

۱- شراب نوشی میں "متوالا پن" یعنی خیالات اور حرکات کا اِنتشار اور اوباشی ہوتی ہے، جبکہ رُوح کی معموری اِن باتوں سے قطعاً مُبرّا ہوتی ہے -

۲- شراب نوشی میں اِنسان ضبطِ نفس (اپنے آپ پر قابُو) سے محروم ہو جاتا ہے، لیکن رُوح کا پھل پرہیزگاری یعنی اپنے آپ پر ضبط اور قابُو ہے (گلتیوں ۵:۲۳) -

"رُوح سے معمُور" ایمان دار کبھی آپے سے باہر نہیں ہوتا - اُس پر کبھی یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی کہ اپنی حرکات و سکنات پر قابُو نہ رکھ سکے - نبی کی رُوح ہمیشہ

نبی کے تابع ہوتی ہے (۱۔ کرنتھیوں ۱۴: ۳۲)۔

بائبل مقدس میں کئی دفعہ "رُوح کی معموری" کو ایک بخشش کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو خُدا اپنے اِختیارِ کُلی اور مرضی سے عطا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر یُوحنّا بپتسمہ دینے والا "اپنی ماں کے پیٹ ہی سے "رُوح سے" بھرا ہُوا تھا (لُوقا ۱: ۱۵)۔ ایسی صُورت میں کوئی پیشگی شرائط پُوری کئے بغیر ایک شخص کو رُوح مِل جاتا ہے۔ اِس کے لئے اُسے کوئی کام نہیں کرنا پڑتا یا کوئی قیمت ادا نہیں کرنی پڑتی۔ خدا اپنی مرضی سے عطا کر دیتا ہے۔ لیکن یہاں اِفسیوں ۵: ۱۸ میں ایمان دار کو حکم دیا گیا ہے کہ "رُوح سے معمُور ہوتے جاؤ"۔ یہاں ایمان دار کو عمل کرنا پڑتا ہے۔ رُوح خُود بخُود نہیں مِلتا بلکہ فرمانبرداری کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اِس سبب سے رُوح کی دُوسری خِدمات اور معمُوری میں فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ مندرجہ ذیل کاموں سے بالکُل فرق ہوتا ہے۔

۱۔ پاک رُوح کا "بپتسمہ"۔ یہ رُوحُ القُدس کا وُہ کام ہے جس سے ایمان دار کو مسیح کے بدن کا حِصّہ بنا دیتا ہے (۱۔ کرنتھیوں ۱۲: ۱۳)۔

۲۔ اندر "سکُونت کرنا" یا "بسنا"۔ اِس خِدمت میں وُہ "مددگار" مسیح کے بدن میں سکُونت اِختیار کرتا اور اُس کو پاکیزگی، عبادت گزاری اور خدمت کرنے کی توفیق اور طاقت عطا کرتا ہے (یُوحنّا ۱۴: ۱۶)۔

۳۔ رُوح کا "مَسح"۔ "رُوح" خُود مَسح ہے جو خُدا کے فرزند کو خُداوند کی باتیں سِکھاتا ہے (۱۔ یُوحنّا ۲: ۲۷)۔

۴۔ "بیعانہ" اور "مُہر"۔ ہم دیکھ چُکے ہیں کہ رُوحُ القُدس بیعانہ میں دیا گیا ہے اور ہر ایک مُقدّس کی میراث کی ضمانت ہے۔ اور "مُہر" ہے کہ ایمان دار کی میراث کے لئے ضمانت ہے (اِفسیوں ۱: ۱۳، ۱۴)۔

یہ رُوحُ القُدس کی وُہ خِدمات ہیں جو کسی شخص میں اُس وقت پُوری ہوتی ہیں جس لمحے وُہ نجات پاتا ہے۔ جو کوئی مسیح میں ہے، اُسے خُود بخُود بپتسمہ حاصل ہے، رُوح اُس کے اندر سکُونت کرتا ہے، اُس کو مَسح کرتا ہے، اُس کا بیعانہ ہے اور اُس پر مُہر کرتا ہے۔

لیکن رُوح کی معمُوری ایک الگ اور فرق چیز ہے۔ یہ کسی شاگرد کی زندگی میں وُہ تجربہ نہیں جو ایک نازک وقت میں ہمیشہ کے لئے ہو جاتا ہے، بلکہ یہ ایک مُسلسل عمل ہے۔ رسُول

کہتا ہے رُوح سے "معمُور ہوتے جاؤ"۔ اِس کا آغاز تو ایک نازک وَقت کے تجربے کے طور پر ہو سکتا ہے، لیکن اِس کے بعد لمحہ بہ لمحہ عمل کے طور پر جاری رہنا ضرُوری ہے۔ آج کی معمُوری کل کے کام نہیں آئے گی۔ اور بے شک یہ ایسی حالت ہے جس کی شِدت سے آرزُو ہونی چاہئے — دراَصل یہ زمین پر ایمان دار کی مثالی (آئیڈیل) کیفیت ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ ایک مسیحی کی زِندگی میں رُوح القُدس رنجیدہ ہُوئے بغیر اپنی مرضی پوری کئے جا رہا ہے۔ اور اِس عرصے میں وُہ مسیحی خُدا کے منصُوبے میں اپنا کِردار پُورے طور پر ادا کر رہا ہے۔

کوئی ایمان دار کس طرح "رُوح سے معمُور" ہوتا جا سکتا ہے؟ اِفسیوں کے خط میں تو پَولُس رسُول اِس بات کا ذِکر نہیں کرتا۔ صِرف حُکم دیتا ہے کہ "معمُور ہوتے جاؤ"۔ لیکن کلام کے دُوسرے حِصّوں سے پتہ چلتا ہے کہ "رُوح سے معمُور" ہوتے جانے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ان باتوں کی تفصیل کُچھ یُوں ہے:

۱- اپنی زِندگی کے سارے معلُوم گُناہوں کا اِقرار کر کے اُن کو ترک کرنا (۱-یُوحنّا ۱:۵-۹)۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ جس زِندگی میں گُناہ سے چشم پوشی کی جائے گی وہاں رُوح القُدس جیسی ہستی آزادانہ کام نہیں کر سکتی۔

۲- خُود کو پُورے طور پر اُس کے تابع کر دینا (رومیوں ۱۲:۱-۲)۔ اِس میں اپنی مرضی، اپنی عقل و دانش، اپنے جِسم، اپنے وقت، اپنی صلاحیّتوں اور اپنے مال و زر کو پُورے طور پر اُس کے سپُرد کر دینا شامل ہے۔ ضرُور ہے کہ ہماری زِندگی کا ہر شعبہ اُس کے اِختیار میں ہو۔

۳- کلام کو اپنے دِلوں میں کثرت سے بسنے دینا (کلسّیوں ۳:۱۶)۔ اِس میں کلام کا مُطالعہ کرنا، اِس پر غَور کرنا اور اِس کی فرمانبرداری کرنا شامل ہے۔ جب مسیح کا کلام ہمارے دِلوں میں کثرت سے بستا ہے تو وُہی نتائج (کلسّیوں ۳:۱۶) پَیدا ہوتے ہیں جو "رُوح" کی معمُوری سے پَیدا ہوتے ہیں (اِفسیوں ۵:۱۹)۔

۴- اپنے آپ کو خالی کر دینا (گلتیوں ۲:۲۰) یعنی "مَیں" یا خُودی سے اِنکار کرنا۔ کِسی پیالے کو نئی چیز سے بھرنے کے لئے ضرُوری ہے کہ پہلے وُہ پُرانی چیز سے خالی ہو۔ پہلے ہم "مَیں" سے خالی ہوں گے تو رُوح القُدس سے "معمُور" ہوں گے۔

کِسی گُمنام مُصنّف نے لِکھا ہے کہ

> "جس طرح تم نے اپنے گُناہ کے سارے بوجھ کو اُتار پھینکا ہے، اور مسیح کے پُورے کئے ہوئے کام پر بھروسا کیا ہے اُسی طرح اپنی زندگی اور خدمت کے بوجھ کو بھی اُتار پھینکو اور رُوح القدس کے اُس کام پر بھروسا کرو جو وُہ اِس وقت تمہارے اندر سکونت کر کے کر رہا ہے۔ ہر صبح اپنا اِنکار کرو تاکہ رُوح القدس تمہاری راہنمائی کرے۔ اِطمینان کے ساتھ حمد کرتے ہُوئے جاؤ اور اُس کو موقع دو کہ تمہارا اور تمہارے دِن کا اِنتظام کرے۔ سارا دِن ایسا ہی کرنے کی عادت ڈالو کہ خُوشی کے ساتھ اُس پر بھروسا رکھو گے اور اُس کی فرمانبرداری کرو گے۔
> اور توقع رکھو گے کہ وُہ میری ہدایت کرے، مجھے روشنی بخشے، مجھے جھڑکے، مجھے تعلیم دے، مجھے اِستعمال کرے، اور مجھ میں اور میرے ساتھ جو چاہے سو کرے۔
> اِس بات کا پُورا یقین کریں کہ وُہ سرگرمِ عمل ہے چاہے آپ اُس کے کام کو دیکھیں یا محسوس کریں چاہے نہ۔ ضرورت صرف اِتنی ہے کہ ہم رُوح القدس پر ایمان رکھیں اور اُس کے ساتھ فرمانبردار رہیں تاکہ وُہ ہماری زِندگی کا حاکم ہو۔ اُس کے حکم کی تعمیل کریں، اور اپنی زِندگی کا خود اِنتظام کرنے کے بوجھ کو اُتار پھینکیں۔ پھر اُس کی مرضی کے مُطابق خُدا کے جلال کے لئے ہم میں رُوح کا پھل ظاہر ہوگا۔"

جب کوئی شخص "رُوح سے معمور" ہوتا ہے تو کیا اُسے اِس کا عِلم ہوتا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم جتنا خُداوند کے نزدیک ہوتے ہیں اُتنا ہی ہمیں اپنے نِکمے پن اور گُناہ آلُودہ ہونے کا اِحساس زیادہ ہوتا ہے (یسعیاہ ۶: ۱-۵)۔ اُس کی حضُوری میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اپنے اندر کوئی قابلِ فخر بات ہے ہی نہیں (لُوقا ۵: ۸)۔ ہمیں دُوسروں پر کسی قسم کی رُوحانی برتری کا اِحساس تک نہیں ہوتا۔ نہ ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہم "پہنچ" چُکے ہیں۔ جو ایمان دار "رُوح سے معمور" ہوتا ہے وُہ اپنے کو اپنی زِندگی کا مرکز نہیں بناتا بلکہ مسیح کو۔

ساتھ ہی ہو سکتا ہے کہ اُس کو اِحساس ہوتا ہو کہ خُدا مجھ میں اور میرے وسیلے سے کام کر رہا ہے۔ وُہ دیکھتا ہے کہ فوق الفطرت طریقے سے کام ہو رہے ہیں۔ حالات معجزانہ طور پر رُونما ہو رہے ہیں۔ کئی زندگیوں کو خُدا چھُو رہا ہے اور سارے واقعات خُدا کے نظامِ اوقات کے مُطابق ہوتے چلے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ طبعی طاقتیں بھی ایمان دار کی طرف ہوتی ہیں۔ معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ خُداوند کے رتھ کے پہیّوں سے بندھی ہُوئی ہیں۔ ایماندار

یہ سب کچھ دیکھتا ہے ۔ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ خُدا میرے لئے اور میرے وسیلے سے کام کر رہا ہے لیکن جہاں تک نیک نامی حاصل کرنے کا تعلق ہے وُہ عجیب طور سے لاتعلق رہ رہا ہے ۔ اپنے دِل کی گہرائیوں میں اُسے اِحساس ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ خُداوند کی طرف سے ہے ۔

۱۹:۵ ۔ اب رسُول رُوح سے معمُور ہونے کے چار نتائج بیان کرتا ہے ۔ اوّل، رُوح سے معمُور مسیحی "آپس میں مزامیر اور گیت اور رُوحانی غزلیں" گاتے ہیں، یعنی اُن کی باہمی گُفتگو میں یہ سب کچھ شامِل ہوتا ہے ۔ خُدا کی طرف سے "معمُوری" خُدا کی باتیں کرنے کے لئے مُنہ کو کھول دیتی ہے اور فراخ دِلی عطا کرتی ہے کہ دُوسروں کو اِن باتوں میں شریک کریں ۔ اگرچہ "مزامیر، گیت اور رُوحانی غزلیں" زبُور کی کتاب میں شامِل ہیں، لیکن یہاں کچھ اِضافی معنی بھی ہیں ۔ "مزامیر" سے مُراد ہے داؤد، آسف اور دُوسروں کی اِلہامی تحریریں ۔ "گیت" غیر الہامی تحریریں ہیں، لیکن اِن میں حمد و ستائش کو براہِ راست خُدا سے منسُوب کیا جاتا ہے ۔ جبکہ "رُوحانی غزلیں" گیتوں سے الگ تحریریں ہیں جن میں رُوحانی مضامین ہوتے ہیں، لیکن خُدا کو براہِ راست مخاطب نہیں کیا جاتا ۔

رُوح کی معمُوری کا ایک اَور نشان بھی ہے کہ اِنسان کے باطن میں خُوشی ہوتی ہے اور دِل سے خُدا کی حمد و ثنا اُٹھتی ہے ۔ ایمان دار "دِل سے خُداوند کے لئے گاتے بجاتے" رہتے ہیں ۔ رُوح سے معمُور زِندگی خُوشی اور شادمانی کا چھلکتا ہُوا چشمہ ہوتی ہے (اعمال ۱۳ : ۵۲) ۔ زکریاہ اِس کی بہت عُمدہ مثال ہے ۔ وُہ رُوح القُدس سے معمُور ہو کر پُورے دِل سے خُداوند کی حمد کرنے لگا (لُوقا ۱: ۶۷-۷۹) ۔

۲۰:۵ ۔ تیسرا نتیجہ شُکر گزاری ہے ۔ "سب باتوں میں ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کے نام سے ہمیشہ خُدا باپ کا شُکر کرتے" رہنا ثابت کرتا ہے کہ اِس زِندگی میں رُوح القُدس حُکمران ہے، کیونکہ جہاں رُوح کی حُکمرانی ہوتی ہے وہاں "خُدا باپ" کی شُکر گزاری ہوتی ہے ۔ اِنسان خُدا کی برکتوں اور بخششوں کو دِل کی گہرائیوں سے محسُوس کرتا اور بے اِختیار ہو کر اُس کی تعریف کرتا ہے ۔ یہ شکر گزاری کبھی کبھی یا اِتفاقی نہیں ہوتی بلکہ متواتر ہوتی ہے ۔ اور صِرف اچھی، خُوش گوار اور پسندیدہ باتوں کے لئے نہیں بلکہ "سب باتوں" کے لئے ہوتی ہے ۔ بھلے دِنوں کے لئے تو ہر کوئی شُکر گزاری کر سکتا ہے، لیکن زِندگی میں طُوفانوں کے لئے شکر گزار ہونے کے لئے رُوح کی قوّت درکار ہوتی ہے ۔

خُوشی وشادمانی کے لئے یقینی اور مُختصر ترین راستہ یہ ہے:

> "زندگی میں پیش آنے والی ہر بات کے لئے خُدا کی شُکر گزاری اور حمد کرنے کو اپنا اصُول بنالیں، کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ آپ پر کوئی بھی آفت آئے، اگر آپ اس کے لئے خُدا کا شُکر اور تعریف کریں گے تو آپ اس کو برکت میں بدل دیں گے۔ اگر آپ مُعجزے بھی کرسکیں تو اپنے لئے اِتنا کُچھ نہیں کر سکتے جتنا شُکر گزاری کی اِس رُوح سے کریں گے، کیونکہ شُکر گزاری کا ایک لفظ جس چیز کو چھُوتا ہے اُسے خُوشی میں بدل دیتا ہے۔"

۵: ۲۱- رُوح سے معمُور ہونے کا چوتھا نشان یہ ہے کہ "ہم مسیح کے خوف سے ایک دُوسرے کے تابع" رہتے ہیں۔ اِرڈمین تنبیہ کرتا ہے:

> "اِن الفاظ کو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے ... یہ رُوحانیت کی وہ کسوٹی ہے جس کو مسیحی بہُت کم استعمال کرتے ہیں ... بہُت سے لوگ یہی محسُوس کرتے ہیں کہ رُوح سے معمُور ہونے کے نشان صرف یہ ہیں کہ ہیلیلُویاہ کے نعرے لگائے جائیں، شادمانی کے نغمے الاپے جائیں اور کم و بیش 'غیر زبانوں' میں حمدیہ لفظ بولے جائیں۔ یہ ساری باتیں جعلی اور فریب کار اور بے معنی ہوسکتی ہیں۔ اپنے ساتھی مسیحیوں کے تابع ہونا، اطوار و کردار میں شرم و حیا، حلیمی واِنکساری، جھگڑے اور تکرار سے باز رہنا، نرم مزاجی' یہ ہیں رُوح کے ناقابلِ تردید ثبوت۔ اور یہ ایک دُوسرے کے تابع رہنا مسیح کے خوف' میں ہونا چاہئے، یعنی اُس کی بزرگی اور تعظیم کرتے ہوئے جس کو سب مالک اور خُداوند مانتے ہیں۔"

چنانچہ رُوح سے معمُور ہونے کے یہ چار نتائج ہیں۔ نغماتی گفتگو، خُداوند کے حضُور گانا بجانا، شُکر گزاری اور ایک دُوسرے کے تابع رہنا۔ لیکن کم سے کم چار مزید نتائج بھی نظر آتے ہیں:

۱- گُناہ کی مذمّت کرنے کی دلیری (اعمال ۱۳: ۹-۱۲) اور خُداوند کی خاطر گواہی دینا (اعمال ۴: ۸-۱۲، ۳۱؛ ۱۳: ۵۲-۱۴: ۳)۔

۲- خدمت کے لئے قُوت اور توفیق (اعمال ۱: ۸؛ ۶: ۳، ۸؛ ۱۱: ۲۴)۔

۳- فیاضی، خودغرضی نہیں (اعمال ۴: ۳۱، ۳۲)۔

۴- مسیح کو بُزرگی دینا (اعمال ۹: ۱۷، ۲۰) اور خُدا کو بزرگی دینا (اعمال ۲: ۴، ۱۱؛ ۱۰: ۴۴، ۴۶)۔

ہمیں دِلی تڑپ ہونی چاہیئے کہ رُوح سے معمُور ہوں، مگر اپنی شان کے لئے نہیں بلکہ صرف خُدا کے جلال کے لئے۔

د۔ مسیحی گھرانے میں شخصی پارسائی کی اپیل (۵: ۲۲-۶: ۹)

۵: ۲۲۔ اگرچہ یہاں سے ایک نئے حِصّے کا آغاز ہو رہا ہے مگر گزشتہ آیت کے ساتھ گہرا تعلق بھی موجُود ہے۔ پَولُس نے بیان کیا کہ ایک دُوسرے کے تابع رہنا رُوح سے معمُور ہونے کا ایک نتیجہ ہے۔ زیرِ نظر حِصّے میں وُہ مسیحی گھرانے میں تین ایسے شعبوں کی نشاندہی کرتا ہے جن میں ایک دُوسرے کے تابع رہنا خُدا کی مرضی کے مُطابق ہے۔

بیویاں اپنے شوہروں کے "تابع" رہیں۔
بچّے اپنے والدین کے تابع رہیں۔
نوکر اپنے مالکوں کے تابع رہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ سارے ایمان دار مسیح یسوع میں ایک ہیں۔ لیکن اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دُنیاوی رِشتے ختم ہو جاتے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ اختیار اور حکُومت کی مُختلف صُورتوں کا اِحترام کریں کیونکہ اِن کو خُدا نے مُقرر کیا ہے۔ ہر منظم مُعاشرہ دو ستُونوں پر قائم رہتا ہے۔ اوّل اختیار، دُوسرے تابع فرمانی۔ ضرُور ہے کہ کُچھ ایسے لوگ ہوں جو اختیار کو بروئے کار لائیں اور کُچھ ایسے ہوں جو اِس اختیار کے تابع ہوں۔ یہ اصُول اِس قدر بُنیادی ہے کہ خُود خُدا کی ذات میں بھی پایا جاتا ہے "پس مَیں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہُوں کہ ... مسیح کا سَر خُدا ہے" (۱-کرنتھیوں ۱۱: ۳)۔ اِنسانی حکُومت خُدا کی طرف سے مقرر اور مخصُوص ہوتی ہے۔ خواہ کوئی حکُومت کتنی ہی خراب ہو، مگر خُدا کے نقطۂ نظر سے حکُومت نہ ہونے سے ایسی حکُومت کا ہونا بہتر ہے۔ اور جہاں تک مُمکن ہو ہمیں خداوند کی نافرمانی اور اُس کا اِنکار کئے بغیر حکُومت کا تابع رہنا چاہیئے۔ حکُومت کے نہ ہونے کا مطلب ہے لاقانُونیت یا طوائفُ الملوکی۔ اور لاقانونیت کے تحت کوئی مُعاشرہ قائم نہیں رہ سکتا۔

یہی بات خاندان پر بھی صادِق آتی ہے۔ گھر کا ایک سَر ہونا چاہیئے، اور اُس سَر کی تابع فرمانی ہونی چاہیئے۔ خُدا نے مُقرر کیا ہے کہ سر کا منصب مَرد کو مِلے۔ اِس کا اظہار خُدا نے یُوں کیا کہ آدمی کو پہلے خلق کیا، اور پھر عورت کو آدمی کے لئے خلق کیا۔ اِس طرح اُس نے تخلیق

کی ترتیب اور مقصد دونوں میں مرد کو اختیار کا منصب دیا اور عورت کو تابع فرمانی کی جگہ رکھا۔

تابع فرمانی یا اطاعت گزاری میں کمتری مضمر نہیں ہوتی۔ خداوند یسوع خدا باپ کے تابع ہے لیکن اُس سے کسی طرح بھی کمتر نہیں۔ اور نہ عورت ہی مرد سے کمتر ہے۔ کئی لحاظ سے وہ مرد سے برتر ہے ـــ مثلاً جاں نثاری میں، ہمدردی میں، تندہی میں اور برداشت میں۔ لیکن بیویوں کو حکم دیا گیا ہے کہ "اپنے شوہروں کی ایسی تابع رہو جیسے خداوند کی"۔ شوہر کے تابع رہنے میں بیوی خداوند کے تابع ہوتی ہے۔ اِس بات سے تامل اور بغاوت کے رویّہ کا قلع قمع ہو جانا چاہئے۔

خدا کی نافرمانی کرنے کے نتیجہ میں جو بدنظمی اور ابتری پیدا ہوتی ہے تاریخ اِس کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ حوّا نے قیادت کا منصب غصب کر لیا اور اپنے شوہر کی جگہ کام کیا، اور انسانی نسل میں گناہ کا تعارف کرانے کا موجب بنی۔ اور اِس کے جو تباہ کُن اور ہولناک نتائج برآمد ہوئے وہ آج تک چل رہے ہیں۔ حالیہ زمانوں میں متعدد بدعتی فرقوں کو اُن عورتوں نے جاری کیا جنہوں نے اختیار کا منصب غصب کر لیا، جبکہ خدا کا ہرگز ارادہ نہیں کہ عورت یہ منصب لے۔ جو عورتیں خدا کی طرف سے مقرر کردہ اپنے دائرۂ کار سے نکل جاتی ہیں وہ کسی کلیسیا کا جہاز غرق کر سکتی ہیں، ازدواجی زندگی کو تباہ کر سکتی ہیں اور کسی خاندان کی ہلاکت کا باعث بن سکتی ہیں۔

اِس کے برعکس اُس عورت سے بڑھ کر کوئی چیز دلکش نہیں ہو سکتی جو خدا کے مقرر کردہ اپنے کردار کو ادا کرتی ہے۔ امثال باب ۳۱ میں ایسی عورت کی مفصّل تصویر دی گئی ہے۔ وہ ایسی بیوی اور ماں کی دائمی یادگار ہے جو خداوند کو پسند آتی ہے۔

۲۳:۵۔ بیوی کے اپنے شوہر کے تابع رہنے کی وجہ یہ ہے کہ "شوہر بیوی کا سر ہے"۔ شوہر کا اُس کے ساتھ وہ تعلق ہے جو مسیح کا کلیسیا کے ساتھ ہے "مسیح کلیسیا کا سر ہے اور وہ خود بدن کا بچانے والا ہے"۔ (یہاں "بچانے والا" کا مطلب "تحفّظ کرنے والا" بھی ہو سکتا ہے)۔ چنانچہ "شوہر بیوی کا سر ہے" اور اِس کا تحفظ کرنے والا بھی ہے۔ "سر" ہونے کے باعث وہ بیوی سے محبّت کرتا، اُس کی راہنمائی کرتا اور اُس کی ہدایت کرتا ہے۔ "بچانے والا" ہونے کے باعث وہ اُس کا تحفّظ کرتا، اُس کی ضروریات پوری کرتا اور اُس کی نگہداشت کرتا ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اِس تعلیم کو بُری طرح ردّ کیا جاتا ہے۔ لوگ پولُس پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ کنوارا رہنے کے باعث متعصّب ہے، مردوں کی جارحیت کا داعی اور عورتوں سے نفرت کا علمبردار ہے۔ یا کہا جاتا ہے کہ اُس کے نظریات اُس کے زمانے کے

مُعاشرتی رسم و رواج کی عکاسی کرتے ہیں، مگر آج کے زمانے پر اِن کا اِطلاق نہیں ہوتا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ایسے بیانات پاک کلام کے الہام پر براہِ راست حملہ ہیں۔ یہ الفاظ صِرف پَولُس کے الفاظ نہیں بلکہ خُدا کے الفاظ ہیں۔ اِن کا اِنکار خُدا کا اِنکار ہے۔ اِس اِنکار سے مُشکلات اور تباہی کی راہیں کُھل جاتی ہیں۔

۲۴:۵۔ یہاں بیوی کے کردار کو "کلیسیا" کے کردار کے مُشابہ ٹھہرایا گیا ہے اور کلیسیا "مسیح" کی دُلہن ہے۔ اِس طرح بیوی کے کردار کو بے نہایت سرفرازی بخشی گئی ہے۔ کلیسیا کا مسیح کے تابع رہنا ایک نمُونہ ہے اور ہر بیوی کو اِس کی پَیروی کرنی چاہئے۔ کہا گیا ہے کہ "بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کے تابع ہوں"۔ یعنی "ہر بات" میں جو خُدا کی مرضی کے مُطابق ہے۔ کسی بیوی سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وُہ اُس صُورت میں اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے جب وُہ خُداوند یسوؔع کے ساتھ وفاداری میں مفاہمت کرنے کو کہے۔ لیکن معمُول کے عام تعلقات و مُعاملات میں بیوی کا فرض ہے کہ شوہر کے تابع رہے، بے شک شوہر ایمان دار نہ بھی ہو۔

۲۵:۵۔ ہدایت صِرف بیویوں ہی کو نہیں کی گئی، کیونکہ اگر "شوہروں" کو بھی ہدایت نہ کی جاتی تو بات ناانصافی کی، یا یک طرفہ ہوتی۔ لیکن غور کریں کہ پاک کلام میں سچّائی کا کیسا خوبصُورت توازُن ہے۔ شوہروں سے بھی وَیسے ہی مَعیار کا مُطالبہ کیا گیا ہے۔ شوہروں سے یہ نہیں کہا گیا کہ اپنی بیویوں کو تابع رکھو، بلکہ یہ کہ "اے شوہرو! اپنی بیویوں سے محبّت رکھو جَیسے مسیح نے بھی کلیسیا سے محبّت" رکھی۔ خُوب کہا گیا ہے کہ کوئی بیوی ایسے شوہر کے تابع رہنے سے گریز نہیں کرے گی جو اُس سے ایسی "محبّت" رکھتا ہو جَیسی "مسیح ... کلیسیا سے" رکھتا ہے۔ کسی نے ایک آدمی کے متعلق لِکھا ہے جو ڈرتا تھا کہ اگر بیوی سے بہُت زیادہ محبّت رکھوں گا تو خُدا ناراض ہو گا۔ ایک مسیحی کارِندے نے اُس سے پُوچھا کہ کیا تُم اپنی بیوی سے مسیح کی نسبت زیادہ محبّت رکھتے ہو جو وُہ کلیسیا سے رکھتا ہے؟ اُس نے جواب دِیا کہ نہیں۔ تو کارِندے نے کہا کہ صِرف جب مسیح کی محبّت سے آگے بڑھ جاؤ گے تو بیوی سے تمہاری محبّت حَد سے زیادہ ہو گی۔ یہاں "کلیسیا" کے لئے مسیح کی محبّت کو تین شان دار مراحل میں پیش کیا گیا جو ماضی سے حال اور حال سے مُستقبل تک مُحیط ہیں۔ ماضی میں اُس نے کلیسیا کے لئے اپنی محبّت یُوں ظاہر کی کہ "اپنے آپ کو اُس کے واسطے مَوت کے حوالہ کر دیا"۔ یہ بیان ہے صلیب پر اُس کی قُربانی کی مَوت کا۔ وہاں اُس نے اپنے لئے دُلہن خریدنے کے لئے نہایت بھاری قیمت ادا کی۔ جِس طرح حوّاؔ آدمؔ کے پہلُو سے نِکالی گئی تھی، اُسی طرح ایک لحاظ سے

"کلیسیا" بھی مسیح کے زخمی پہلو سے پَیدا کی گئی ہے۔

۵:۲۶ - زمانۂ حال میں کلیسیا کے لئے اُس کی محبت پاک کرنے کے کام سے ظاہر ہوتی ہے۔ "تاکہ اُس کو کلام کے ساتھ پانی سے غُسل دے کر اور صاف کر کے مُقدّس بنائے"۔ "مُقدّس" بنانے یا تقدیس کرنے کا مطلب ہے الگ کرنا۔ اپنی حیثیت کے لحاظ سے کلیسیا مُقدّس ہو چُکی ہے۔ عملاً وُہ ہر روز مُقدّس کی جا رہی ہے یا الگ کی جا رہی ہے۔ کلیسیا اخلاقی اور رُوحانی تیاری کے ایک عمل سے گزُر رہی ہے۔ اِس کی مثال آستر ہے کہ اُسے بادشاہ اخسویرس کے حضور پیش کرنے سے پہلے "بارہ ۱۲ مہینے کی صفائی" کے عمل سے گزُرنا پڑا (آستر ۲ : ۱۲-۱۶)۔ تقدیس کا یہ "عمل" کلام کے ساتھ پانی سے غُسل" دینے کا عمل ہے۔ سادہ الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ جب ایمان دار مسیح کی باتیں سُنتے اور اُن پر عمل کرتے ہیں تو اُن کی زندگیاں صاف ہوتی چلی جاتی ہیں۔ چُنانچہ یسوع نے شاگردوں سے فرمایا "اب تُم اُس کلام کے سبب سے جو مَیں نے تُم سے کِیا پاک ہو" (یُوحنّا ۱۵ : ۳)۔ اپنی سردار کاہن کی دُعا میں بھی اُس نے تقدیس کو کلام کے ساتھ مُنسلک کِیا "اُنہیں سچائی کے وسیلہ سے مُقدّس کر۔ تیرا کلام سچائی ہے" (یُوحنّا ۱۷ : ۱۷)۔ خُدا کا کلام گُناہ کی گندگی اور آلُودگی سے متواتر صاف کرتا رہتا ہے۔ کلام کا یہ حِصّہ سِکھاتا ہے کہ زمانۂ حال میں کلیسیا کو "غُسل" دِیا جا رہا ہے۔ پانی سے نہیں بلکہ خُدا کے کلام کے وسیلے سے۔

۵:۲۷ - ماضی میں مسیح کی محبت ہماری مخلصی میں ظاہر ہُوئی۔ زمانۂ حال میں یہ محبت ہماری "تقدیس" میں ظاہر ہوتی ہے اور مستقبل میں ہمیں "جلال بخشنے" میں ظاہر ہوگی۔ وُہ ہمیں "ایک ایسی جلال والی کلیسیا بنا کر اپنے پاس حاضر کرے گا جو ... پاک اور بے عَیب" ہوگی۔ اُس وقت کلیسیا کی خوبصورتی اور رُوحانی کاملیت اپنے کمال پر ہوگی۔

ایف - ڈبلیو - گرانٹ لکھتا ہے :

> "نہ اُس میں بُڑھاپے کا کوئی نشان ہوگا، نہ کوئی خامی۔ اُس وقت اُس (کلیسیا) میں دائمی جوانی کی ابدیت اور جوبن کے سِوا کُچھ نظر نہ آئے گا۔ تازگی کا ایک نہ ختم ہونے والا جوش ہوگا، جو گلنے سڑنے سے مُبرّا ہوگا۔ اُس وقت کلیسیا پاک اور بے عیب ہوگی"۔

۵:۲۸ - کلیسیا کے لئے مسیح کی محبت کے بارے میں ایسی شان دار رزمیہ نظم کہنے کے بعد پولُس پھر شوہروں سے مُخاطب ہوتا اور یاد دلاتا ہے کہ تمہیں کونسے نمونے کی پَیروی کرنی ہے۔

"اِسی طرح شوہروں کو لازم ہے کہ اپنی بیویوں سے اپنے بدن کی مانند محبّت رکھیں"۔ مسیح کی محبّت کے نمونے کی پیروی کرتے ہوئے "شوہروں کو لازم ہے" کہ ویسی ہی محبّت اپنی بیویوں سے رکھیں۔ یُونانی میں آیات ۲۲-۳۳ میں لفظ "اپنی" چھ دفعہ آیا ہے (اُردو ترجمہ میں بیوی یا شوہر کے حوالہ سے "اپنی/اپنے" آٹھ دفعہ آیا ہے)۔ "اپنی/ اپنے" پر زور دینے سے یاد دلایا گیا ہے کہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ اُس کے لوگ یک زوجگی پر کاربند رہیں۔ اگرچہ خُدا نے پُرانے عہدنامے میں کثیر زوجگی کی اجازت دی، مگر اُسے کبھی پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھا۔

یہ بات بھی بہت دلچسپ اور قابلِ غور ہے کہ شوہر اور بیوی کے تعلق کو بیان کرنے کے لئے پولُس کئی مختلف طریقے اِستعمال کرتا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ بیوی سے محبّت رکھنے میں مَرد اپنے بدن سے (آیت ۲۸ ل)، "اپنے آپ سے" (۲۸ ب، ۳۳) اور "اپنے جسم سے" (آیت ۲۹) محبّت رکھتا ہے۔ چونکہ شادی سے اشخاص کی حقیقی پیوستگی ہو جاتی ہے اور دونوں ایک تن ہو جاتے ہیں اِس لئے جو مَرد "اپنی بیوی سے محبّت رکھتا ہے" وُہ حقیقی معنوں میں "اپنے آپ سے" محبّت رکھتا ہے۔

۲۹:۵- اِنسان اپنے بدن کی نگہداشت کرنے کی جبلت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ وُہ اِسے کھلاتا پلاتا، کپڑے پہناتا اور غسل دیتا رہتا ہے۔ اِسے ہر قسم کی بے آرامی، دُکھ درد اور نقصان سے بچاتا ہے۔ اِنسان کی زندگی اور بقا کا اِنحصار اِس کی دیکھ بھال اور نگہداشت پر ہے۔ اپنے بدن کی ایسی نگہداشت اور پرورش اُس نگہداشت کے سامنے پھیکی پڑ جاتی ہے جو "مسیح" "اپنی" کلیسیا کے لئے کرتا ہے۔

۳۰:۵- "اِس لئے کہ ہم اُس کے بدن کے عُضو ہیں"۔ خُدا کا فضل نہایت حیرت ناک ہے جو ہمیں نہ صرف گناہ اور جہنم سے بچاتا ہے بلکہ مسیح کے پُراسرار بدن" کے "عُضو" بنا کر اُس کے ساتھ ایک کر دیتا ہے۔ اِس میں اُس کی ہمارے لئے محبّت کی اِنتہا نظر آتی ہے۔ وُہ اپنے بدن کی طرح ہمیں بھی محبّت سے پالتا پوستا ہے۔ وُہ ہماری پرورش کرتا ہے! تقویّت دیتا ہے، پاک کرتا ہے اور ہمیں تربیّت دیتا ہے۔ اِس میں کیسا تحفّظ ہے! وُہ اپنے "اعضا" کے بغیر آسمان (بہشت) میں نہیں رہ سکتا۔ ہم ایک مشترک زندگی میں اُس کے ساتھ مِلے ہوئے ہیں۔ جو باتیں اعضا پر اثر انداز ہوتی ہیں وُہ سر پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔

۳۱:۵- اَب رسُول وُہ اصلی تصوّر پیش کرتا ہے جو خُدا نے شادی کے رِشتے کو مقرر کرنے میں رکھا تھا۔ اِس مقصد کے لئے وُہ پیدایش ۲: ۲۴ کا اقتباس کرتا ہے۔ اوّل کہ ایک افضل اور

اعلیٰ تر وفاداری ماں باپ کے ساتھ مرد کے تعلق کو موقوف کر دیتی ہے اور یہ ہے اپنی بیوی کے ساتھ اُس کی وفاداری۔ شادی کے رِشتے کے اعلیٰ ترین مثالی مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر وُہ اپنے ماں باپ سے "جُدا" ہو جاتا اور "بیوی کے ساتھ" مِلا رہتا ہے۔ دوم کہ شوہر اور بیوی "ایک جسم" ہو جاتے ہیں۔ یہ دو افراد کا حقیقی مِلاپ ہے۔ اگر یہ دو بنیادی حقیقتیں ذہن میں رکھی جائیں تو ایک طرف تو وُہ مُشکلات دُور ہو جائیں گی جو سُسرال والوں کے ساتھ ہوتی ہیں، اور دُوسری طرف وُہ کشمکش جاتی رہے گی جو ازدواجی زندگی میں پیش آتی ہے۔

۳۲:۵۔ "یہ بھید تو بڑا ہے لیکن مَیں مسیح اور کلیسیا کی بابت کہتا ہُوں"۔ اَب پَولُس ازدواجی رِشتے کے بارے میں اپنی بحث کے نقطۂ عُروج پر پہنچتا ہے اور اُس حقیقت اور سچائی کا بیان کرتا ہے جو اَب تک معلوم نہ تھی کہ جو تعلق بیوی کا شوہر سے ہوتا ہے وُہ "کلیسیا" کا "مسیح" کے ساتھ ہے۔ جب پَولُس کہتا ہے کہ "یہ بھید تو بڑا ہے" تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کوئی نہایت پُراسرار بات ہے، بلکہ مُراد یہ ہے کہ اِس سچائی کے مُضمرات بہت بڑے ہیں۔ "بھید" خُدا کا وُہ عجیب مقصد یا اِرادہ ہے جو گزرے زمانوں میں خُدا میں چُھپا رہا مگر اَب ظاہر کیا گیا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ قوموں میں سے ایک ایسی اُمّت کو الگ کیا جائے کہ اُس کے جلالی بیٹے کا 'بدن' اور 'دُلہن' ہو۔ چنانچہ "مسیح اور کلیسیا" کے رِشتے میں شادی کے رِشتے کی کامل مثال نظر آتی ہے۔

۳۳:۵۔ پَولُس رسُول نے شوہروں اور بیویوں سے جو خطاب کیا ہے یہ آیت اُن ساری باتوں کا خُلاصہ ہے۔ شوہروں کے لئے آخری نصیحت یہ ہے کہ "تُم میں سے بھی ہر ایک" یعنی کوئی ایک بھی مُستثنیٰ نہیں "اپنی بیوی سے اپنی مانند محبّت رکھے" یعنی یہ جان کر اور تسلیم کر کے کہ وُہ تمہارے ساتھ ایک ہے۔ اور بیویوں کے لئے نصیحت یہ ہے کہ "اور بیوی اِس بات کا خیال رکھے کہ اپنے شوہر سے ڈرتی رہے"۔ ذرا غور کریں! اگر مسیحی خُدا کی دی ہُوئی اِن ہدایات پر عمل کریں تو کیا ہو گا؟ جواب واضح ہے۔ نہ کشمکش ہو گی، نہ طلاق ہو گی۔ ہمارے گھروں میں جنّت کے سے مزے ہوں گے۔

۱:۶۔ باب ۵ میں ہم نے دیکھا کہ رُوح سے معمُور ہونے کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ ہم ایک دُوسرے کے تابع رہیں۔ مثال کے طور پر رُوح سے معمُور بیوی اپنے شوہر کے تابع رہتی ہے۔ اب یہاں ہم سیکھتے ہیں کہ رُوح سے معمُور "فرزند" یعنی بچّے خوشی خوشی اپنے "ماں باپ" کے "فرمانبردار" رہتے ہیں۔ سارے بچّوں کا بُنیادی فرض یہ ہے کہ "خداوند میں اپنے ماں باپ کے فرمانبردار" رہیں۔ اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ والدین مسیحی ہیں یا بچّے مسیحی ہیں یا نہیں۔ والدین اور بچّوں کا رِشتہ سارے

بنی نوعِ اِنسان کے لئے خُدا کی طرف سے مقرر ہے۔ یہاں ایمان داروں کی کوئی تخصیص نہیں۔ "خداوند میں ... فرمانبردار رہو"۔ اِس حُکم کا پہلا مطلب یہ ہے کہ بچّے یہ سمجھ کر فرمانبرداری کریں کہ ایسا کرنے میں ہم "خُداوند" کی فرمانبرداری کر رہے ہیں گویا خُدا کے فرمانبردار ہیں۔ دُوسرا مطلب یہ ہے کہ جتنی باتیں خُدا کی مرضی کے مُطابق ہیں اُن سب میں "فرمانبردار" رہیں۔ اگر ماں باپ کوئی گُناہ کرنے کا حُکم دیں تو بچّوں سے تعمیل کرنے کی توقع نہیں ہونی چاہئے۔ ایسی صُورت میں بچّوں کا فرض ہے کہ ادب کے ساتھ اِنکار کریں اور جوابی کارروائی کئے بغیر فروتنی کے ساتھ نتائج کو برداشت کریں، البتہ باقی ساری باتوں میں فرمانبرداری کرتے رہیں۔

فرمانبردار رہنے کی چار ۴ وجُوہ دی گئی ہیں۔ اوّل "یہ واجب ہے"۔ یہ اصُول خاندانی زِندگی کے ڈھانچے کا ایک حِصّہ ہے اور بنیادی اہمیّت رکھتا ہے کہ جو افراد نابالغ، مَن موجی اور ناتجربہ کار ہیں وُہ ماں باپ کے اِختیار کو مانیں اور اُن کے تابع رہیں کیونکہ وُہ عُمر میں اور عقل میں بڑے ہیں۔

۶:۲۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ فرمانبرداری پاک کلام کے مُطابق ہے۔ یہاں پَولُس خروج ۲۰: ۱۲ کا حوالہ دیتا ہے۔ "تُو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزّت کرنا" (اِستثنا ۵: ۱۶ بھی دیکھئے)۔ والدین کی "عزّت کرنے" کا یہ حُکم دس ۱۰ احکام میں سے "پہلا حکم" ہے جس کے ساتھ برکت کا خاص اور صاف "وعدہ" بھی ہے۔ یہ حُکم بچّوں کو تلقین کرتا ہے کہ ماں باپ کی عِزّت کریں، اُن سے محبّت رکھیں اور ان کا حُکم مانتے رہیں۔

۶:۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اِس میں بچّوں کا اپنا فائدہ ہے۔ "تاکہ تیرا بھلا ہو"۔ ذرا سوچیں کہ اُس بچّے کا کیا حال ہوگا جِس کو والدین سے کوئی ہدایت نہ مِلے، اور جِس کو والدین سے اِصلاح اور تربیّت نصیب نہ ہو! وُہ خُود کیسا بدنصیب ہوگا، اور مُعاشرے میں ناقابلِ برداشت!

چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرمانبرداری ایک بھرپُور زِندگی کو فروغ دیتی ہے۔ "تیری عُمر زمین پر دراز ہو"۔ پُرانے عہدنامہ میں جو یہُودی بچّہ والدین کا فرمانبردار رہتا تھا اُس کو ضرُور عُمر کی درازی مِلتی تھی۔ انجیلی زمانے میں اِس اصُول کے ساتھ اِستثنائی صُورتیں ہو سکتی ہیں۔ بچّوں کی فرمانبرداری ہمیشہ عُمر کی درازی کا باعث نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے کوئی فرض شناس اور تابع فرمان بیٹا چھوٹی عُمر میں وفات پا جائے لیکن عمومی لحاظ سے یہ اصُول درُست ہے کہ فرمانبرداری اور نظم وضبط کی پابند زِندگی طویل العمری کا مِیلان رکھتی ہے، جبکہ بغاوت آمادہ اور بے پروا زِندگی اکثر وقت سے پہلے ختم ہو جاتی ہے۔

۶:۴ - پہلے بچّوں کو ہدایت کی گئی، اب "اولاد والوں" یعنی والدین کو نصیحت کی جاتی ہے۔ یُوں توازُن برقرار رکھا گیا ہے۔ "اے اولاد والو! تُم اپنے فرزندوں کو غُصّہ نہ دِلاؤ" یعنی بے جواز مُطالبات سے، بے وجہ سختی سے اور مُسلسل جھڑکنے یا روکنے ٹوکنے سے اپنے بچّوں کو اِشتعال نہ دو، "بلکہ خُداوند کی طرف سے تربیّت اور نصیحت دے دے کر اُن کی پرورش کرو۔" "تربیّت" کا مطلب ہے اِصلاح اور دُرستی۔ یہ زبانی بھی ہو سکتی ہے اور جِسمانی سزا کے ساتھ بھی۔ "نصیحت" کا مطلب ہے تنبیہ، آگاہی، جِھڑکنا اور سرزنش کرنا۔ بچّوں کی ساری تربیّت "خُداوند میں" ہونی چاہئے، یعنی خُداوند کی اُس مرضی کے مُطابق ہو جو بائبل مُقدّس میں ظاہر کی گئی ہے۔ موجودہ زمانے میں کتابِ مُقدس خُداوند کی نمائندگی کرتی ہے۔

سوزانہ ویزلے ستّرہ بچّوں کی ماں تھی۔ اُن میں جان اور چارلس ویزلے بھی شامل تھے۔ اُس نے ایک دفعہ لکھا کہ

> "جو ماں یا باپ اپنے بچّہ میں خُودسری کو مارنے میں محنت کرتا ہے وُہ ایک رُوح کو بحال کرنے اور بچانے میں خُدا کے ساتھ مِل کر کام کرتا ہے۔ جو ماں یا باپ اِس عادت پر لاڈ پیار کا اِظہار کرتا ہے وُہ ابلیس کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ وُہ مذہب کو ناقابِل عمل اور نجات کو ناقابِل حصُول بناتا ہے اور اپنی ساری قُوتیں بچّے کے بدن اور رُوح کو ہمیشہ کے لئے تباہ کرنے میں صرف کرتا ہے۔"

۶:۵ - مسیحی گھرانے میں تابع فرمانی کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ "نوکر" اپنے مالِکوں کے تابع فرمان رہیں۔ پَولُس نے جو لفظ اِستعمال کیا ہے اُس کا مطلب غُلام ہے۔ لیکن اُصولوں کا اِطلاق ہر قِسم کے نوکروں یا مُلازموں پر ہوتا ہے۔

مُلازمین کی پہلی ذمّہ داری اُن کے لئے ہے "جو جِسم کی رُو سے" اُن کے "مالک ہیں"۔ "جِسم کی رُو سے ... مالک"۔ یہ الفاظ ہمیں یاد دِلاتے ہیں کہ مالِک کو نوکر کے جِسمانی یا دِماغی کام کی حد تک اختیار حاصِل ہے، مگر وُہ اُس کے دِل یا ضمیر پر حُکم نہیں چلا سکتا، نہ رُوحانی مُعاملات میں اُسے مجبُور کر سکتا ہے۔

دُوسری ذمّہ داری یہ ہے کہ نوکر مُؤدب ہوں۔ "ڈرتے اور کانپتے ہُوئے" کا مطلب یہ نہیں کہ وُہ غُلامانہ طور پر دبکے رہیں یا ڈر کے مارے خُود کو حقیر اور ذلیل سمجھیں، بلکہ مُراد ہے کہ فرض شناسی کے ساتھ مالِکوں کی عِزت کریں اور "ڈرتے رہیں" کہ اپنے مالِک کو اور اپنے خُداوند

کو ناراض نہ کریں۔

تیسری ذمّہ داری یہ ہے کہ دیانت داری کے ساتھ خدمت کریں۔ "صاف دِلی سے" اپنے فرائض پُورے کریں۔ ہم گھنٹہ بھر کی مزدوری لیتے ہیں تو پُوری کوشش کریں کہ ساٹھ ۶۰ منٹوں کا کام کریں۔

اگلی ذمّہ داری یہ ہے کہ ہم اِس طرح کام کریں "جیسے مسیح کے" لئے کر رہے ہیں۔ اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دینی خدمت اور دُنیاوی خدمت میں کچھ فرق نہیں۔ ہم جو کچھ بھی کریں اُسی (مسیح) کے لئے ہونا چاہئے — تاکہ اُس کو خوش کریں، اُس کی عزّت کا باعث ہوں، تاکہ دُوسرے لوگ اُس کی طرف راغب ہو سکیں — جب کام خُدا کے جلال کے لئے کیا جائے تو نہایت معمولی اور نیچ کام بھی عزّت دار کام بن جاتا ہے۔ اِس لئے مسیحی خواتین برتن دھونے کے کھُرے کے اُوپر یہ مقولہ لگا سکتی ہیں "یہاں دِن میں تین مرتبہ خُدا کی خدمت کی جاتی ہے"۔

۶:۶ - ہمیں ہر وقت جاں فشانی سے کام کرنا چاہئے۔ صِرف اُس وقت نہیں جب مالک سر پر کھڑا دیکھ رہا ہو۔ یاد رکھیں کہ ہمارا مالکِ حقیقی ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ ہمارا فطری رُجحان تو یہی ہے کہ جب مالک موجود نہ ہو تو سُست اور ڈھیلے پڑ جائیں لیکن یہ بد دیانتی ہے۔ مسیحی کے کام کے معیار کا اِنحصار نگران کی موجودگی یا غیر حاضری کے مُطابق بدلتے نہیں رہنا چاہئے۔ ایک دفعہ کوئی گاہک کسی مسیحی سیلز مین کو راغب کرنے لگا کہ اُسے زیادہ چیز دے دے کیونکہ مالک دیکھ نہیں رہا تھا۔ اُس سیلز مین نے جواب دیا کہ "میرا مالک (خُداوند) تو ہر وقت دیکھتا ہے"۔ ہم مسیح کے خادم ہیں۔ لازم ہے کہ "دِل سے خُدا کی مرضی پُوری" کریں۔ ارڈمین کہتا ہے:

> "اِن خیالات کی روشنی میں محنت مشقّت بے حد پُر وقار اور عظیم ہو جاتی ہے۔ اگر مسیح کو خوش کرنے کے خیال سے کیا جائے تو ایک ادنیٰ ترین غلام کا کام بھی اعلیٰ ترین ہو گا، کیونکہ اس میں وہ دِلی رضامندی، نیک نیتی اور جوش ہو گا جو خُداوند کی نظر میں مقبول ہوتا ہے"۔

۶:۷ - پھر ہمیں چاہئے کہ اِس "خدمت کو . . . جی سے" کریں۔ ظاہری دِکھاوا نہ ہو کہ دِل میں تو کُڑھ رہے ہیں اور اُوپر سے کام کر رہے ہیں بلکہ خُوشی سے خدمت کریں۔ مالک خواہ رُعب جمانے والا، بُرا بھلا کہنے والا، اور ناجائز مُطالبات کرنے والا ہی کیوں نہ ہو تو بھی ہم خدمت کو اِس طرح انجام دے سکتے ہیں کہ یہ "آدمیوں کی نہیں بلکہ خُداوند کی" ہے۔ اِس طرح کا فوق الفطرت چال چلن پُکار پُکار کر مسیح کی گواہی دیتا ہے۔

۸:۶ - کِس چیز سے ترغیب مِلتی ہے کہ ہم سب کُچھ ایسے کریں جیسے مسیح کے لئے کرتے ہیں - ترغیب یہ ہے کہ وُہ ہر اچھے کام کا اجر دے گا - اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کام کرنے والا "غُلام" ہے یا "آزاد" - خُداوند ہر کام کو جو اُس کے لئے کیا جاتا ہے خواہ وُہ پسندیدہ ہو خواہ ناپسندیدہ، دیکھتا ہے، اور وُہ ہر کام کرنے والے کو اجر دے گا -

غُلام کے بارے میں کلام کے اِس حِصّے کو ختم کرنے سے پہلے مزید کُچھ تبصرہ کرنا ضروری معلُوم ہوتا ہے:

۱- نیا عہدنامہ غُلامی کی مذمت نہیں کرتا بلکہ حقیقی ایمان دار کو ایک غُلام کے مشابہ ٹھہراتا ہے کہ وُہ مسیح کا غُلام ہے (آیت ۶) بلکہ جہاں کہیں انجیل کی خوشخبری پہنچی ہے وہاں غُلامی کا دستور ختم ہوگیا ہے -

۲- نیا عہدنامہ بادشاہوں سے اِتنی باتیں نہیں کہتا جِتنی غُلاموں سے کہتا ہے - اِس سے اِس حقیقت کی عکاسی ہوتی ہے کہ بہُت سے حکیم، زورآور یا اشراف نہیں بُلائے گئے (۱-کرنتھیوں ۲۶:۱) - غالباً زیادہ تر مسیحی مُعاشی اور مُعاشرتی لحاظ سے نچلے درجہ میں ہوتے ہیں - غُلاموں پر اِتنا زور دینے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کمترین نوکر بھی مسیحیت کی عُمدہ ترین برکات سے خارِج نہیں -

۳- غُلاموں کو یہ ہدایات بہُت موثر نظر آتی ہیں - اِس کا ثبوت اِس حقیقت سے مِلتا ہے کہ منڈی میں بے دِین غُلاموں کی نسبت مسیحی غُلاموں کی قیمت زیادہ پڑتی تھی - آج بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ مسیحی ملازمین اپنے مالِکوں کے لئے اُن ملازمین کی نسبت زیادہ کارآمد ہوں جِن کو خُدا کے فضل نے کبھی چھُوا نہیں -

۹:۶ - "مالِکوں" کو بھی اُنہی عام اصُولوں سے راہنمائی حاصِل کرنی چاہیئے جو غُلاموں یا نوکروں کے لئے ہیں - وُہ اِنصاف پسند، رحم دل اور ایمان دار ہوں - اُنہیں خاص احتیاط برتنی چاہیئے کہ گالیاں اور "دھمکیاں" نہ دیں - اگر اِس شعبے میں ضبط رکھیں گے تو اُنہیں نوکروں کو کبھی جسمانی سزا دینے کی ضرُورت نہیں پڑے گی - اُن کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا بھی ایک "مالِک" ہے - یہ "مالِک" "آسمان پر ہے" اور وُہ غُلام (نوکر) کا بھی "مالِک" ہے - خُداوند کی حضُوری میں زمینی امتیازات مِٹ جاتے ہیں - مالِک اور نوکر دونوں کو ایک دِن اپنا اپنا حِساب اُسی "مالِک" کو دینا ہوگا -

۵- رُوحانی جنگ سے مُتعلق نصیحتیں (۶:۱۰-۲۰)

۶:۱۰- پَولُس رسُول اِس خط کے اِختتام کے قریب آ رہا ہے۔ وُہ خُدا کے سارے گھرانے کو مخاطب کرتا ہے۔ وُہ اُن سے مسیح کے سپاہیوں کی حیثیت سے ایک ہلا دینے والی اپیل کرتا ہے۔ مسیح کے ہر سچّے فرزند کو جلد ہی معلُوم ہو جاتا ہے کہ مسیحی زِندگی ایک جنگ ہے۔ شَیطان کے لشکروں نے خُود کو وقف کر رکھا ہے کہ مسیح کے کام میں رُکاوٹ ڈالیں اور مسیح کے جنگی سپاہیوں کو فرداً فرداً میدانِ جنگ سے مار بھگائیں۔ کوئی ایماندار خُداوند کی خِدمت میں جتنا مؤثر ہو گا، اُسی قدر اُس پر دُشمن کے حملے شدید ہوں گے۔ اِبلیس اپنا اسلحہ صِرف نام کے مسیحیوں پر ضائع نہیں کرتا۔ ہم اپنی طاقت سے اِبلیس کا ہرگز مُقابلہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ تیاری کا پہلا حُکم یہ ہے کہ ہم "خُداوند میں اور اُس کی قُدرت کے زور میں مضبُوط بنتے جائیں۔ خُدا کے بہترین سپاہی وُہ ہیں جن کو اپنی کمزوری کا احساس ہوتا ہے اور جو صِرف اُسی پر تکیہ کرتے ہیں۔ "خُدا نے دُنیا کے کمزوروں کو چُن لیا کہ زور آوروں کو شرمندہ کرے" (۱- کرنتھیوں ۱: ۲۷ ب)۔ ہماری کمزوری "اُس کی قُدرت کے زور" کے سپُرد ہو جاتی ہے۔

۶:۱۱- دُوسرے حُکم کا تعلق "خُدا کے سب ہتھیار" باندھنے سے ہے۔ ضرُور ہے کہ ایماندار "خُدا کے سب ہتھیار باندھ" لے "تاکہ اِبلیس کے منصُوبوں" یعنی اُس کے داؤ اور گھاتوں "کے مُقابلے میں قائم رہ سکے۔ پُورے طور پر ہتھیار بند ہونا ضرُوری ہے۔ ایک یا دو ہتھیاروں سے کام نہیں چل سکتا۔ خُدا ہمیں مُکمّل زِرہ بکتر مہیّا کرتا ہے۔ اگر کوئی ایک چیز بھی کم ہو گی تو ہم ناقابلِ تسخیر نہیں بن سکتے۔ اِبلیس کے پاس کئی داؤ اور کئی گھاتیں ہیں۔ مثلاً بے دِلی پَیدا کرنا، مایُوسی پَیدا کرنا، اُلجھن میں ڈال دینا، اخلاقی ناکامی سے دوچار کرنا، غلط عقائد کے پیچھے لگا دینا۔ وُہ ہمارے کمزور ترین پہلُو کو جانتا ہے اور اُسی کو نشانہ بناتا ہے۔ اگر وُہ ایک طریقے سے ہمیں ناکارہ نہیں کر پاتا، تو دُوسرا حربہ آزماتا ہے۔

۶:۱۲- اِس جنگ میں ہمیں صِرف بے خُدا فلسفیوں، حیلہ باز مذہبی اُستادوں، مسیح کے مُنکر فرقوں یا بے دِین حُکمرانوں ہی سے مُقابلہ نہیں کرنا ہوتا۔ یہ جنگ شیطانی قُوتوں، گرے ہُوئے فرشتوں کی بٹالینوں، بَد رُوحوں کے خِلاف ہے، اور اُن میں بڑی قُوّت اور طاقت ہے۔ اگرچہ ہم اُن کو دیکھ نہیں سکتے لیکن یہ شریر بَد رُوحیں ہمارے گِرد مُسلسل گھیرا ڈالے رہتی ہیں۔ یہ بات سچ ہے کہ وُہ سچّے ایمان دار کے اندر سکونت نہیں کر سکتیں، لیکن اُن کو ستا سکتی اور اُسے ہراساں ضرُور کر سکتی ہیں۔ ایک مسیحی کو جِنّات پر اِعتقاد کے مضمُون کو اپنے اُوپر طاری نہیں ہونے دینا چاہئے، اور نہ شیاطین سے ڈرنا چاہئے۔

خدا کے ہتھیاروں میں اُس کو ہر وُہ چیز حاصل ہے جس کے ساتھ وُہ اِن کے حملوں کا قدم جما کر مقابلہ کر سکتا ہے۔ پَولُس اِن گرے ہُوئے فرشتوں کو "حکومت والوں اور اِختیار والوں اور اِس دُنیا کی تاریکی کے حاکموں اور شرارت کی اُن رُوحانی فوجوں" کا نام دیتا ہے "جو آسمانی مقاموں میں ہیں"۔ ہمارا علم اِتنا نہیں کہ اِن مُختلف ناموں میں اِمتیاز کر سکیں۔ غالباً یہ اس بات کا اِشارہ ہے کہ اُن کے اختیار کے مُختلف درجے اور سطحیں ہیں، جیسے کہ ہمارے ہاں صدر، گورنر، ممبر اور نمبردار وغیرہ ہوتے ہیں۔

۶:۱۳- جب پَولُس یہ باتیں لِکھ رہا تھا تو غالباً ایک رومی سپاہی پُورا زرہ بکتر پہنے (یا سارے ہتھیاروں سے لیس) کھڑا اُس پر پہرہ دے رہا تھا۔ پَولُس طبعی دُنیا میں رُوحانی سبق دیکھنے میں بڑا تیز تھا۔ وُہ اُس سپاہی کا مسیحی زِندگی پر اطلاق کر لیتا ہے۔ ہمارے دائیں بائیں خوفناک دشمن کھڑے ہیں۔ اِس لئے ضرُوری ہے کہ ہم "خُدا کے سب ہتھیار باندھ" لیں تاکہ جب گھمسان کی جنگ ہو "تو مقابلہ کر سکیں" اور جب جنگ کا گرد و غُبار بیٹھ جائے تو اُس وقت بھی ہم کھڑے ہی ہوں۔ "بُرے دِن" سے غالباً مُراد وُہ وقت ہے جب دُشمن طوفان کی طرح ہم پر چڑھ آتا ہے۔ اِبلیسی جنگ لہروں کی مانند معلُوم ہوتی ہے جو کبھی آگے بڑھتی ہیں اور کبھی پیچھے ہٹتی ہیں۔ ہمارے خُداوند کی بیابان میں آزمائش کے بعد بھی اِبلیس صرف تھوڑے ہی وقفے کے لئے اُس سے دُور ہٹا تھا (لُوقا ۴:۱۳)۔

۶:۱۴- پَولُس یہاں مختلف ہتھیاروں کا ذِکر کرتا ہے۔ اِن میں پہلا "سچائی" کا پٹکا ہے۔ بے شک ہمیں خُدا کے کلام کی "سچائی" کو تھامے رہنے میں وفادار رہنا چاہئے۔ لیکن یہ بھی ضرُوری ہے کہ "سچائی" ہم کو تھامے رہے۔ ضرُوری ہے کہ ہم اپنی روزمرّہ زِندگی میں اِسے استعمال کریں۔ جب ہم ہر بات کو "سچائی" کی کسوٹی پر پرکھیں گے تو ہمیں اِس جنگ میں قُوّت اور تحفّظ حاصل ہو گا۔

دُوسرا ہتھیار "راست بازی کا بکتر" ہے۔ ہر ایمان دار خُدا کی راست بازی سے ملبّس ہے (۲- کرنتھیوں ۵:۲۱)۔ لیکن ضرُوری ہے کہ وُہ اپنی شخصی زِندگی میں دیانت اور کھرے پن کا مظاہرہ کرے۔ کسی نے کہا ہے کہ "جب کوئی اِنسان عملی راست بازی سے ملبّس ہوتا ہے تو اُسے مغلُوب نہیں کیا جا سکتا۔ الفاظ الزامات کا دِفاع نہیں کر سکتے۔ لیکن نیک زِندگی کر سکتی ہے"۔ اگر ہمارا ضمیر خُدا اور انسان کے اِلزام سے صاف ہے تو اِبلیس کہاں نشانہ لگائے گا؟ وُہ اُسے نشانہ نہیں بنا سکتا۔ زبُور ۷: ۳-۵ میں داؤد "راست بازی کا بکتر" لگائے ہُوئے تھا۔ خُداوند یسوع یہ بکتر ہر وقت لگائے رکھتا تھا (یسعیاہ ۵۹:۱۷)۔

۶:۱۵- سپاہی کے لئے لازم ہے کہ وُہ "پاؤں میں صُلح کی خوشخبری کی تیاری کے جُوتے" پہنے ہو۔ اِس کا مطلب ہے کہ وُہ "صُلح کی خُوشخبری" سُنانے کے لئے باہر جانے کو مُستعِد ہو اور اِس طرح دُشمن کے

عِلاقے میں یلغار کرنے کو تیار ہو۔ جب ہم اپنے خیموں میں آرام کرنے لگتے ہیں تو مہلک خطرہ درپیش ہو سکتا ہے۔ ہمارا تحفظ اِسی میں ہے کہ ہم اپنے نجات دہندہ کے خوشنما پاؤں کی پیروی کریں جو پہاڑوں پر خوشخبری لاتا اور سلامتی کی منادی کرتا ہے (یسعیاہ ۵۲ : ۷ ، رومیوں ۱۰ : ۱۵)۔

۶:۱۶ ۔ اِن کے عِلاوہ سپاہی کے پاس "ایمان کی سپر" بھی ہونی چاہئے تاکہ جب "اُس شریر کے سب جلتے ہوئے تیر" زن سے اُس کی طرف آئیں تو سپر پر لگیں اور ضرر پہنچائے بغیر زمین پر جا گریں۔ یہاں "ایمان" سے مُراد خُداوند اور اُس کے کلام پر پُختہ یقین ہے۔ جب آزمائشیں آئیں، جب حالات مُخالف ہوں، جب شک اور شُبہے حملہ آور ہوں، جب جہاز کے غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو "ایمان" نظریں اُٹھا کر کہتا ہے "مَیں خُدا کا یقین کرتا ہُوں"۔

۶:۱۷ ۔ وُہ "خَود" جو خُدا مہیا کرتا ہے "نجات" ہے (یسعیاہ ۵۹ : ۱۷)۔ لڑائی کتنی بھی شدید ہو، مسیحی ہرگز دہشت نہیں کھاتا، بے دِل نہیں ہوتا، کیونکہ وُہ جانتا ہے کہ آخری فتح یقیناً میری ہے۔ بالآخر رہائی کا یقین اُسے سنبھالتا ہے اور ہتھیار ڈالنے سے باز رکھتا ہے۔ "اگر خُدا ہماری طرف ہے تو کون ہمارا مخالِف ہے؟" (رومیوں ۸ : ۳۱)۔

اور خُدا کا سپاہی "رُوح کی تلوار جو خُدا کا کلام ہے" سونتے رہتا ہے۔ اِس کی اعلیٰ ترین مثال ہمارا خُداوند ہے۔ اُس نے شیطان کے مقابلے میں ہمیشہ یہی "تلوار" اِستعمال کی۔ آزمائش کے موقع پر اُس نے تین دفعہ خُدا کے کلام سے اِقتباس کیا —— ایسے نہیں کہ جو آیت سامنے آئی بول دی، بلکہ نہایت موزُوں آیات اِستعمال کیں جو رُوحُ القدُس نے اُسے دی تھیں (لُوقا ۴ : ۱-۱۳)۔ یہاں "خُدا کا کلام" سے مُراد پُوری بائبل مُقدّس نہیں بلکہ بائبل مقدّس کا وُہ خاص حِصّہ ہے جو موقع محل کے عین مُطابق ہو۔

ڈیوڈ واٹسن کہتا ہے:

> "خُداوند ہماری ضرُورت کے مُطابق ہمیں پُورا تحفظ مُہیا کرتا ہے ... ہم جہاں کہیں جائیں صُلح (سلامتی) قائم کرنے کی کوشش کریں، اور مِل کر ایمان کی وُہ سپر اُٹھائیں جِس سے اُس شریر کے جلتے ہُوئے تیروں کو بُجھا دیں۔ اور اپنے ذہنوں کو اُن شکُوک اور فِکروں سے محفوظ رکھیں جو آسانی سے حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ اور رُوح کی قدرت میں خُدا کے کلام کو مؤثر طور پر اِستعمال کریں۔ یاد رکھیں کہ خُدا کے کلام کی تلوار کو بار بار گھونپ کر ہی یسُوع بیابان میں اپنے مُخالِف پر غالب آیا تھا۔"

۶:۱۸ ۔ یہاں "دُعا" کا ذِکر بطور ہتھیار کے نہیں ہُوا۔ لیکن یہ کہنا مُبالغہ نہیں ہو گا کہ یہی فضا ہے

جس میں سپاہی کو جینا اور سانس لینا چاہیئے اور دشمن کے مُقابل آنے کے لئے اُسے اُسی رُوح میں ہتھیار بند ہونا چاہیئے۔ "دُعا" موسمی عمل نہیں بلکہ متواتر ہونی چاہیئے۔ "دُعا" کوئی الگ اور جُدا فعل نہیں بلکہ "عادت" ہونی چاہیئے۔ مزید یہ کہ سپاہی کو "ہر طرح" کی دُعا استعمال کرنی چاہیئے۔ جماعتی، شخصی، اِرادی اور غیر اِرادی یا بے ساختہ، مناجات اور شفاعتی، اِقرارِ گناہ اور انکسار و عجز، حمد و ستائش اور شکرگزاری کی دُعا۔

اور "دُعا" ہمیشہ "رُوح میں" ہونی چاہیئے، یعنی رُوح القُدس کی تحریک اور ہدایت سے ہو۔ رسمی دُعائیں جو زبانی دُہرائی جاتی ہیں اور جن کے مطلب پر کوئی دھیان نہیں دیا جاتا، وُہ جہنم کے لشکروں کے خلاف کس کام کی؟ "دُعا" میں "جاگتے" رہنا ازحد ضروری ہے۔ چنانچہ رسُول کہتا ہے کہ "اِسی غرض سے جاگتے رہو"۔ ہمیں بیدار اور ہوشیار رہنا ہو گا کہ دُعا میں اُونگھنے نہ لگیں، ذہن منتشر نہ ہو، اور اِدھر اُدھر کے خیالات میں نہ اُلجھے رہیں۔ "دُعا" کے لئے رُوحانی شوق، چوکسی اور توجہ کو ایک مرکز پر رکھنے کی ضرورت ہے۔ لازم ہے کہ ہم مانگتے رہیں، ڈھونڈتے رہیں اور کھٹکھٹاتے رہیں (لوقا ۱۱: ۹)۔ "سب مُقدسوں کے واسطے بلاناغہ" مناجات کرنا بھی بےحد ضروری ہے۔ وُہ بھی اِس جنگ میں لڑ رہے ہیں۔ اور ضرورت ہے کہ ساتھی سپاہی "دُعا" کے وسیلے سے اُن کی کُمک کریں، اُن کو سہارا دیں۔

۶:۱۹۔ پَولُس درخواست کرتا ہے کہ "میرے لئے بھی" دُعا مانگتے رہو۔ اِس سلسلے میں بلیکی کہتا ہے:

> "اب تک تو پَولُس اِفسیوں کو فضل کا ایک خزانہ پیش کرتا آ رہا تھا، اب اُسے اُن کی دُعاؤں کی ضرورت ہے تاکہ اُس زندہ خزانے میں سے ضرورت کے مطابق اُسے بھی فضل مِل جائے"۔

پَولُس یہ خط قید خانے سے لکھ رہا تھا۔ لیکن اُس نے یہ درخواست نہیں کی کہ میری جلد رہائی کے لئے دُعا مانگیں، بلکہ اِس لئے "کہ بولنے کے وقت مجھے کلام کرنے کی توفیق ہو جس سے مَیں خوشخبری کے بھید کو دلیری سے ظاہر کروں"۔ یہ آخری موقع ہے کہ پَولُس اِفسیوں کے خط میں "بھید" کا ذکر کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میری قید کی وجہ بھی یہی ہے۔ اِسی "بھید" کی "خوشخبری" دینے کے باعث وُہ "زنجیر سے جکڑا ہُوا ایلچی" تھا۔ لیکن اُسے قطعاً افسوس یا پچھتاوا نہیں تھا، بلکہ اِس کے برعکس وُہ اِس کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کرنا چاہتا ہے۔

۶:۲۰۔ ایلچیوں یا سفیروں کو عام طور پر گرفتار اور قید کرنے کی ممانعت ہوتی ہے۔ لیکن اِنسان

اور باتوں کی برداشت تو کر لیتے ہیں لیکن انجیل کے پیغام کو برداشت نہیں کر سکتے۔ کوئی دُوسرا موضوع اُن کے جذبات کو اِس قدر نہیں بھڑکاتا، دُشمنی اور شک کے احساس کو ایسا نہیں اکساتا اور اِس قدر ظُلم اور ایذارسانی پر راغب نہیں کرتا جیسا کہ انجیل کا موضوع۔ چنانچہ مسیح کا "ایلچی" اِسی وجہ سے "زنجیر سے جکڑا ہُوا ایلچی" تھا۔ ایڈی کیا خُوب کہتا ہے:

> "سب سے طاقتور بادشاہی کا سفیر، جس کو ایک بے مثال اور اِنتہائی ضروری
> سفارت سونپی گئی تھی، اور جِس کی اَسنادِ سفارت کے مُصدّقہ ہونے میں شک وشُبہ
> کی گُنجائش تک نہ تھی، وہ سفیر قید وبند میں جکڑا ہُوا تھا۔"

پولُس رسُول کے پیغام نے تنگ نظر مذہب پرستوں کے غُصّے کو بھڑکا دیا تھا۔ وُہ خاص اِس وجہ سے دُشمنی پر اُتر آئے تھے کہ پولُس اِس حقیقت پر زور دیتا تھا کہ ایمان لانے والے یہُودی اور ایمان لانے والے غیر قوم اَب ایک اُمّت بن گئے ہیں۔ ان سب کو یکساں اعزاز اور اِستحقاق حاصِل ہیں اور وُہ سب مسیح کو اپنا "سر" (سردار) مانتے ہیں۔

و۔ پولُس کے شخصی سلام (۶: ۲۱-۲۴)

۶: ۲۱-۲۲۔ پولُس روم سے "تُخِکُس" کو افسُس بھیج رہا ہے تاکہ مُقدّسین کو اُس کے حال اور خیریت کی خبر دے۔ وُہ "تُخِکُس" کی تعریف کرتا ہے کہ وُہ "پیارا بھائی اور خُداوند میں دیانتدار خادِم ہے"۔ نئے عہدنامہ میں اِس آدمی کے بارے میں صِرف پانچ حوالے ہیں۔ وُہ اُس گروہ میں شامِل تھا جو یُونان سے پولُس کے ساتھ آسیہ آیا تھا (اعمال ۲۰: ۴)۔ پولُس نے اُسے پیغام دے کر کُلسّے کے مسیحیوں کے پاس بھیجا تھا (کلسیوں ۴: ۷) اور پھر افسُس بھی بھیجا تھا (اِفسیوں ۶: ۲۱ اور ۲-تیمتھیُس ۴: ۱۲) اور کریتے میں طِطُس کے پاس بھی بھیجا تھا (طِطُس ۳: ۱۲)۔ زیرِنظر موقع پر اُس کو دُہری ذِمّہ داری سونپی گئی تھی۔ ایک تو یہ کہ اِفسُس کے مقدّسین کو پولُس کی قید خانہ میں خیروعافیت کی خبر دے۔ دُوسرے یہ کہ اُن کے "دِلوں کو تسلّی دے"، تاکہ اُن کے غیر ضرُوری خدشات دُور ہو جائیں۔

۶: ۲۳۔ اِختتامی آیات میں پولُس اپنا مخصُوص سلام بھیجتا ہے ـــــ یعنی "اطمینان" اور "فضل"۔ ان دونوں کو مِلا کر وُہ اپنے قارئین کے لئے ساری برکات کو یکجا کر دیتا ہے۔ اور مخصُوص یہُودی اور غیر قوم الفاظ کو مِلا کر غالباً وُہ درپردہ ایک دفعہ اور انجیل کی خُوشخبری کے بھید کی طرف اِشارہ بھی کرتا ہے کہ اب یہُودی اور غیر قوم مسیح میں ایک ہو گئے ہیں۔ آیت ۲۳ میں وُہ اِس آرزُو کا اظہار کرتا ہے کہ

"بھائیوں کو اِطمینان حاصِل ہو اور اُن میں ایمان کے ساتھ محبّت ہو"۔ "اِطمینان" اُن کو زندگی کے ہر حال میں کُمک پہنچائے گا۔ "محبّت" اُن کو خُدا کی عبادت کرنے اور ایک دُوسرے کے ساتھ مِل کر کام کرنے کی توفیق دے گی۔ اور "ایمان" اُن کو مسیحی جنگ میں معرکے سَر کرنے کی قُوّت دے گا۔ یہ ساری برکات "خُدا باپ اور خُداوند یسوع مسیح کی طرف سے" مِلتی ہیں۔

۲۴:۶۔ آخر میں رسُول یہ خواہش کرتا ہے کہ جو "ہمارے خُداوند یسوع مسیح سے لازوال محبّت رکھتے ہیں اُن سب پر فضل ہوتا رہے"۔ یہ "محبّت" بالکُل خالِص اور "لازوال" ہے۔ سچّی مسیحی محبّت دائمی ہوتی ہے۔ اِس کی لَو لرز تو سکتی ہے، کِسی وقت کم بھی ہو سکتی ہے لیکن بُجھتی کبھی نہیں۔

رومی قید خانے کا بزرگ اور شریف باسی مُدت ہُوئی وہاں سے نِکل چُکا ہے۔ عظیم رسُول اپنے اَجر میں داخِل ہو چُکا ہے اور اپنے محبُوب کا چہرہ دیکھ رہا ہے۔ لیکن اُس کا خط ابھی تک ہمارے پاس موجُود ہے، اور ویسا ہی تازہ اور زِندہ ہے جیسا اُس کے دِل اور قلم سے نِکلتے وقت تھا۔ صَدیاں گزُر جانے کے بعد بھی وہ ہم سے ہدایت، تحریک اور نصیحت کی باتیں کرتا اور ہماری اِصلاح کرتا ہے۔

تفسیرُ الکتاب عام ایمان داروں کے لِئے تحریر کی گئی ہے جس میں سادگی سے پاک کلام کے گہرے بھیدوں سے پَردہ اُٹھایا گیا ہے۔ اِس پیش کش میں نئے عہد نامے کی نہایت اِحتیاط کے ساتھ آیت بہ آیت تشریح کی گئی ہے۔ سادگی اور سلاست کے باوجود کلامِ مقدّس کے متنازُع مسائل سے پہلو تہی نہیں کی گئی، بلکہ مُصنّف نے اِن پر بھی تبصرہ کیا ہے اور اپنی رائے کے ساتھ ساتھ دِیگر مفسّرِین کے خیالات بھی دَرج کیے ہیں۔ علم الٰہیات کے ضمن میں مُصنّف نے اِعتدال پسندی کا دامن نہیں چھوڑا جو اِس کتاب کی ایک اَور خُوبی ہے۔ چنانچہ یہ تفسیر بائبل مقدس کے باضابطہ شخصی مطالعہ کے لِئے ازحد مفید ثابت ہوگی۔